بیاناتِ پالن پوریؒ

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے تبلیغی خطبات

پرنٹ لائن پبلشرز

32۔لیک روڈ پرانی انارکلی لاہور فون: 7233389-7234002 فیکس نمبر: 7244226

حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی حصہ یا پیراگراف ناشر یا مصنف کی پیشگی اجازت کے بغیر نقل، فوٹو سٹیٹ، مائیکرو فلم یا ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں، ماسوائے تبصرہ یا حوالہ اس کے ساتھ مصنف، پبلشر، کتاب کا نام اور صفحہ نمبر تحریر کرنا ضروری ہے۔

کتاب	بیانات پالن پوری
اہتمام	محمد علی، آصف خالد
پروڈکشن	ذوالفقار حیدر، ارشاد الحق
مطبع	المطبعہ العربیہ لاہور
کمپوزنگ	جٹ انٹرپرائزز لاہور
سن اشاعت	1999ء
قیمت:	150/= روپے

فہرست

پہلا بیان	4
دوسرا بیان	78
تیسرا بیان	121
چوتھا بیان	154
پانچواں بیان	205
چھٹا بیان	240
ساتواں بیان	278
آٹھواں بیان	305
نواں بیان	329
دسواں بیان	343
گیارھواں بیان	379
بارھواں بیان	411
تیرھواں بیان	436
چودھواں بیان	469

بیان ۱

تبلیغی اجتماع بھوپال
میں
کی گئی تقریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيراً۔﴾

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَّاتَخَافُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَاتَشْتَهِیٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَاتَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَاالسَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ○﴾ (پ۲۴)

وقال اللّٰہ تعالٰی :——— فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ط (پ۲۶)

ہر انسان کی چار منزلیں ہیں:

میرے محترم دوستو اور بزرگو! ہر انسان کی چار منزلیں ہیں، ایک منزل تو ماں کے پیٹ کی ہے۔ دوسری منزل دنیا کے پیٹ کی ہے۔ تیسری منزل قبر کے پیٹ کی ہے اور چوتھی منزل آخرت کی ہے۔

یہ چار منزلیں ہر انسان کی ہیں۔ ماں کے پیٹ کے اندر تو اللہ پاک نے انسان کا بدن بنایا اور اس میں روح ڈالی تنگ جگہ میں اور اندھیرے کے اندر۔

دُنیا کے پیٹ کے اندر اللہ پاک نے انسان کو اس لیے بھیجا تاکہ قدردانی والے راستے پر چلے اور ناقدری والے راستے کو چھوڑ دے۔ **اِمَّا شَاکِراً وَّ اِمَّا کَفُوراً۔** (پ۲۹) قدردانی کرے اور اللہ کی بات مانتا ہوا دنیا سے جائے۔

تھوڑا اختیار تھوڑے وقت کے لیے:

اس دُنیا کے اندر اللہ پاک نے انسان کو تھوڑا سا اختیار دیا ہے، تھوڑے وقت کے لیے دیا ہے۔ پورا اختیار نہیں دیا ہے۔ پورا اختیار دیتے تو دُنیا میں کوئی بیمار نہ ہوتا کوئی بوڑھا نہ ہوتا۔ کوئی مرتا نہیں۔ اکثر و بیشتر موت کو نہیں چاہتے تو کوئی مرتا بھی نہیں۔ لیکن انسان کو اللہ پاک نے پورا اختیار نہیں دیا ہے۔ تھوڑا اختیار دیا ہے بھلے اور برے کا۔ یہ ہاتھ اللہ پاک نے دیا ہے، اس سے یتیموں اور مسکینوں کو جا کے روٹی تقسیم کر سکتا ہے اور اس کے اندر یہ بھی طاقت ہے کہ دوسرے کے ہاتھ سے روٹی چھین سکتا ہے۔ یہ دونوں طاقتیں اللہ نے دی ہیں۔

ماں کے پیٹ کے اندر تو انسان مجبورِ محض ہے۔ جیسا بنایا ویسا بن گیا۔ لڑکا بنایا لڑکی بنائی، کالا بنایا گورا بنایا، زیادہ سمجھ والا بنایا کم سمجھ والا بنایا۔ جیسا بنایا ویسا بن گیا۔ وہاں تو کوئی اختیار نہیں جون سے خاندان میں اور جون سی قوم میں پیدا کر دیا۔

اس دنیا میں آنے کے بعد انسان کو تھوڑا سا اختیار ہے۔ تھوڑے وقت کے لیے اور وہ تھوڑا وقت موت تک کا ہے۔ اس کے اندر اگر اپنے اختیار کو اللہ کی مرضی پر استعمال کیا تو یہ آدمی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔ اور اگر اس کے اندر انسان نے اپنے اختیار کو اپنی مرضی پر استعمال کیا تو دنیا و آخرت میں یہ پریشان، تباہ اور برباد ہوگا۔

اللہ کی ناراضگی مصیبت کا سبب ہے:

ایک تو ہے اللہ کی مرضی اور ایک ہے اپنی مرضی۔ اللہ کی مرضی پر چلنے میں ایک مجاہدہ ہے۔ وہ یہ کہ اپنی مرضی چھوڑ دینی پڑتی ہے اور اپنی مرضی چلنے کے اندر شروع میں ایک سہولت ہے وہ یہ کہ آدمی "جی چاہی" پر چلتا ہے لیکن اللہ کی مرضی کے چھوٹ جانے پر اللہ ناراض ہوتا ہے اور اللہ پاک کا ناراض ہونا بہت بڑی مصیبت ہے۔

زمین و آسمان پیدا کرنے والے اللہ ہیں۔ چاند و سورج کو پیدا کرنے والے اللہ ہیں اور اس انسان کو اندھیرے کے اندر اور تنگ جگہ کے اندر پیدا کرنے والے جو اللہ ہیں، قادرِ مطلق اللہ ہیں۔ جب وہ ناراض ہو جاتے ہیں تو آدمی بہت پریشان ہو جاتا ہے۔

فوراً پکڑ نہیں:

لیکن اتنی مہربانی تو اللہ تعالیٰ پھر بھی کرتے ہیں کہ جب انسان اللہ کو ناراض کرنے والا کام کرتا ہے تو اس کی فوراً پکڑ نہیں کرتے بلکہ اس کے لیے ہدایت کا انتظام کرتے ہیں۔ اس کے سدھرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ پھر اگر وہ ہدایت پر نہیں آتا، سدھرتا نہیں پھر بھی اس کی پکڑ نہیں کرتے۔

حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی گفتگو:

فرعون نے، خدائی کا دعویٰ کیا۔ لیکن ایک دم سے اس کی پکڑ نہیں کی۔ حضرت موسیٰؑ کو سمجھانے بھیجا۔ اس کا مذاق اڑایا پھر دوسری مرتبہ سمجھایا پھر اس نے مذاق اڑایا۔ پھر تیسری مرتبہ سمجھایا، تو وہ غصے میں آگیا اور اس نے کہہ دیا:

"قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهاً غَيْرِي لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ" (پ ۱۹)

اگر میرے سوا کوئی دوسرا خدا تم نے مانا تم کو جیل خانے بھیج دوں گا۔ اس کو تجربہ تھا۔ بہت سوں کو اس نے جیل خانے بھیجا تھا۔

حضرت موسیٰ نے کہا:

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ" (پارہ ۱۹)

اگر میں کوئی کھلی چیز تیرے پاس لے آؤں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کھلی چیز کیا لائیں گے؟

تو اس نے کہا:

"قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ" (پ ۱۹)

فرعون نے کہا اگر تم سچے ہو تو لاؤ۔

ہدایت کا سامان:

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈے کو زمین پر ڈال دیا تو وہ بڑا اژدہا بن گیا اور اپنے ہاتھ مبارک کو بغل سے نکالا تو وہ بہت چمکدار بن گیا۔

یہ اس کیلئے ہدایت کا سامان اور انتظام تھا۔ اس کو چاہئے تھا کہ اس معجزے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو مان لیتا کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

لیکن نہیں مانا ——— پھر موسیٰ علیہ السلام نے اژدہا پکڑا وہ ڈنڈا بن گیا۔

اس وقت تو فرعون تھوڑا سہم گیا۔ ڈر گیا۔ گھبرا گیا۔ لیکن پھر اس نے میٹنگ بلائی۔ جتنے ممبرز تھے سب کو جمع کیا۔ فرعون اور سارے کے سارے درباریوں نے مل کر سوچا کہ یہ تو جادوگر ہے اس کیلئے جادوگر جمع کرو۔ جادوگر جمع ہوگئے، دیکھنے کیلئے بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ جادوگروں نے اپنا جادو ڈالا۔ انہوں نے رسیاں ڈالیں۔ اور چاروں طرف سانپ بچھو دوڑنے لگے۔

عصاءِ موسیٰ اور جادوگروں کا ایمان:

اب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے حکم سے اپنا ڈنڈا ڈالا۔ وہ اژدہا بن گیا جو سارے سانپوں کو نگل گیا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے سمجھ لیا کہ یہ شخصیت جادوگر نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ فوراً سب سجدے میں گر گئے اور سب نے کہا:

"قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ" (پ ۹)

وہ بولے کہ ہم ایمان لائے پروردگار عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

فرعون کا غصہ:

فرعون کو یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا میں نے تمہیں انعام دینے کیلئے کہا، اپنا مقرب بنانے کو کہا تم میرے آدمی ہو کر ان کے بن گئے۔ پھر ناراض ہو کر کہا:-

"لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ" (پ ۹)

میں تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ تمہیں انعام تو کیا ملتا سولی پر چڑھنا پڑے گا۔

قوی ایمان اور فکر آخرت:

لیکن ان کا ایمان اتنا مضبوط ہو چکا تھا اور انہیں آخرت کی اتنی فکر ہو چکی تھی کہ انہوں نے کہا چاہے ہمیں سولی پر چڑھا دے لیکن ہماری آخرت نہ بگڑے۔ کیونکہ آخرت کا معاملہ ہمیشہ کا ہے۔

توایک منزل توماں کے پیٹ کی ہے اور ایک منزل دنیا کے پیٹ کی۔ اس کے اندر آدمی اپنی مرضی پر چلے یا اللہ کی مرضی پر چلے، انہیں دوراستوں پر یہ چلے گا کبھی اس راستے پر کبھی اس راستے پر۔ کچھ لوگ سیدھے راستے پر چلیں گے کچھ لوگ ٹیڑھے راستے پر۔

• قبر کی منزل:

اس کے بعد تیسری منزل آئے گی وہ ہے قبر کی جو دنیا میں سیدھے راستے پر چلا ہوگا، قبر کی منزل کے اندر اس کو بہت راحت و آرام ملے گا۔ اور جو ٹیڑھے راستے پر چلا ہوگا اسے بہت تکلیف ہوگی۔

• آنکھوں سے اوجھل:

لیکن قبر کے اندر کی راحت و پر آرام اور قبر کے اندر کی جو تکلیف ہے، وہ دنیا میں رہنے والوں کو دکھائی نہیں دیتی۔ ان کو معلوم نہیں ہوتی۔ اور جو قبر والی زندگی کے قائل ہیں اگر اس کا بار بار مذاکرہ نہ کریں تو ان کے ذہن سے بھی اتر جاتی ہے۔

اور قبر والی منزل جو ہے وہ قیامت تک رہے گی۔ اگر سدھرا ہوا اور ایمان و اعمال والا آدمی قبر کے اندر پہنچنے والا ہوتا ہے تو اس کو مرنے کے وقت سے ہی خوش خبریاں سنانی شروع کردی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا" (پ ۲٤)

جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پالنہار اور ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اس کے اوپر وہ موت تک جمے رہے اور اس یقین کے ساتھ جمے رہے کہ اللہ پاک کا حکم ہماری طبیعت کے خلاف تو ہو سکتا ہے، ہماری تربیت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

"اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ" (پ ۱)

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے۔

اور دعا بھی منگوائی:-

"اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" (پ ۱)

تو اللہ کو رب مانا اور اس کے اوپر موت تک جمے رہے، تو کیا ہوگا؟

"تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ" (پ ۲٤)

موت کے وقت فرشتے اتریں گے۔

اور وہ تین باتیں کہیں گے:-

ایک تو کہیں گے: اَلَّا تَخَافُوۡا۔

آگے کیا ہوگا؟ اس سے گھبراؤ نہیں۔ تمہارے لئے کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔

اس کے بعد کہیں گے: وَلَا تَحۡزَنُوۡا۔

اور جو تمہاری دنیا چھوٹ گئی، اس کا بھی غم مت کرو۔ تھوڑا سا چھوٹا ہے، ملے گا بہت زیادہ۔

"وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔" (پ ۲٤)

اور جون سی جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، اس کی خوشخبری لے لو۔

اور پھر وہ فرشتے یوں کہیں گے:

"نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُكُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ"۔ (پ ۲٤)

ہم تمہارے ساتھی دنیا کے اندر بھی تھے اور آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھی ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ دنیا کے اندر فرشتے دکھائی نہیں دیتے اور موت آ گئی تو فرشتے دکھائی دیتے ہیں

آج کا "مشاہد" کل "غائب" ہو جائے گا۔ اور آج کا "غائب" کل "مشاہد" ہو جائے گا۔ جو آج دکھائی دے رہا ہے وہ موت پر دکھائی نہیں دے گا اور جو موت پر

دکھائی دے گا وہ آج دکھائی نہیں دیتا۔

دنیا میں انسان کو دکھائی دینے والی چیز:

آج انسان کو کیا دکھائی دیتا ہے؟ ملک، مال، روپیہ، پیسہ، سونا، چاندی، دوکان، کھیت، یہ سب جتنا میرے ہاتھ میں ہوگا، اتنی ہی میری زندگی بنے گی۔

کیا نہیں دکھائی دیتا:

یہ کہ میرے اندر ایمان اور اعمال ہوں گے تو میری زندگی بنے گی۔ یہ نہیں دکھائی دیتا۔ اور جب موت آئے گی تو ملک ومال اور روپے پیسے سے جو کامیابی دکھائی دیتی تھی وہ دکھائی دینی بند ہو جائے گی اور ایمان واعمال پر جو کامیابی ملنی چاہئے وہ دکھائی جائے گی اور اس کی تیاری نہیں تو ایمان واعمال نہ ہونے کی بنا پر جو پریشانی بتائی گئی تھی، نبیوں نے اور آسمانی کتابوں نے جو پریشانی بتائی تھی اب وہ پریشانی سامنے آگئی۔ اب یہ بہت پریشان ہو گیا کہ ہو کیا گیا؟

تو آج جو دکھائی دے رہا ہے وہ موت کے وقت دکھائی نہیں دے گا۔ اور آج جو دکھائی نہیں دیتا وہ موت کے وقت دکھائی دینا شروع ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ کا خوف آخرت:

اسی بناء پر حضرت عمرؓ کو جب خنجر مارا گیا تو حضرت عمرؓ وہیں گر گئے، خون کے فوارے چھوٹے۔ حضرت عمرؓ بہت پریشان ہو گئے ان کو اُٹھا کر لٹایا گیا وہ یوں کہہ رہے تھے کہ:

"تھوڑی دیر میں دنیا غائب ہو جائے گی اور آخرت میرے سامنے آجائے گی، پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

اے اللہ! اگر تو میری نیکیوں کا کوئی ثواب نہ دے، صرف میری گناہوں پر پکڑ نہ

کر اور میری نیکیوں اور برائیوں کو برابر کر دے تو میں اس کیلئے تیار ہوں۔

اس کیلئے برائیوں کی پکڑ پر جب اللہ آئے گا تو اللہ کی پکڑ بہت بڑی ہے۔

میرے محترم دوستو! کچھ تو سوچو کہ آخرت میں ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟

نہ معلوم کس کے ساتھ کیا ہو؟

موت کے بعد جب قبر میں رکھا جائے گا تو کچھ پتہ نہیں کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اگر ہم لوگوں میں دنیا کے اندر اس کی فکر آگئی اور قدم قدم پر اپنی مرنے کے بعد والی زندگی کو سامنے رکھتے رہے تو اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ دنیا کی زندگی میں اللہ کے حکموں کو پورا کرنے والے بنیں گے۔

حکم خدا اور سنت نبویؐ کے پھل:

یہ تو ہوگا نہیں کہ گھر چھوڑ دیں، ہم کاروبار چھوڑ دیں۔ جیسے حضرت جی نے نکاح کے بیان میں جو چیزیں ارشاد فرمائیں کہ بیوی کے منہ میں اللہ کے حکم کے مطابق لقمہ بھی ڈالے گا تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

تو دنیا کے جو کام ہم کریں گے اگر وہ اللہ کے حکم کے مطابق اور نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق کریں گے تو اللہ پاک ہماری دنیا کی ضرورتیں بھی پوری کریں گے اور اس پر ثواب بھی مرحمت فرمائیں گے۔

حضرت عمرؓ کی بے چینی و بے قراری:

تو حضرت عمرؓ بے چین تھے، بڑے بیقرار تھے۔ رو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا:

"امیر المومنین! آپ اتنے بے چین و بیقرار کیوں ہیں؟"

رسول کریم ﷺ آپ سے خوش ہو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ سے خوش ہو کر تشریف لے گئے اور آپ کے ہاتھوں پورے عالم میں کتنا دین پھیلا اور کہاں کہاں پھیلتا جارہا ہے تو آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

تو اس پر حضرت عمرؓ نے یوں کہا:

"اے رسول کریمؐ کے چچازاد بھائی! کیا یہ بات تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی کہو گے۔ اس لئے کہ قیامت کا دن بڑا بھاری دن ہے اور ہر انسان کا کیا کرایا سامنے آجائے گا اور نہ معلوم آخری فیصلہ اللہ کا کیا ہو؟"

تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یوں کہا کہ "قیامت کے دن میں اللہ کے سامنے یہ بات کہوں گا"۔

● میرے سر کو غبار آلود ہونے دو:

(حضرت عمرؓ کا قول)

حضرت عمرؓ کا سر مبارک اپنے بیٹے کی ران پر تھا۔ کہا کہ بیٹا! اپنی ران سے میرے سر کو زمین پر ڈال دو اور غبار آلود ہونے دو۔ میرا سر کسی کے ران پر رہنے کے قابل نہیں۔

● تقویٰ کب آئے گا؟:

ایک بات ذہن میں رہے کہ جتنا اللہ پاک سے تعلق قائم ہوگا۔ جتنی اللہ پاک کی معرفت ملے گی اور جتنا اللہ پاک کا دھیان ہوگا اور جتنا اللہ کے راضی کرنے کا جذبہ ہوگا اتنا ہی آدمی اللہ پاک سے ڈرے گا۔ اتنا ہی اللہ پاک کا تقویٰ اور ڈر اس کے اندر پیدا ہوگا۔

اور جتنا آدمی اللہ پاک سے دور ہوتا چلا جائے گا اور اس کو اللہ پاک کا دھیان نہیں ہوگا اتنا ہی وہ آدمی گناہوں کے اوپر جری ہوتا چلا جائے گا اور اتنا ہی وہ آدمی خرابیوں کی

طرف چلتا چلا جائے گا اور اللہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔

حضرت عمرؓ جو اتنا ڈر رہے ہیں یہ تقویٰ ان کے اندر ہے جو اللہ پاک سے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا ہی اللہ پاک اُسے تقویٰ مرحمت فرماتے ہیں اور تقویٰ والے کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔

"اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ"۔ (پارہ ٦)

تو میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ آج جو دکھائی دیتا ہے وہ موت کے وقت دکھائی دینا بند ہو جائے گا اور آج جو دکھائی نہیں دیتا وہ موت کے وقت دکھائی دینا شروع ہو جائے گا اور اس وقت آدمی کچھ کر نہیں سکے گا۔ تو فرشتے یوں کہتے ہیں:

"نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ"

ہم تمہارے ساتھی دنیا کے اندر بھی تھے اور آخرت کے اندر بھی۔ فرق یہ ہے کہ دنیا کے اندر ہم دکھائی نہیں دیتے تھے اور آخرت کے اندر ہم دکھائی دیتے ہیں۔

● فرشتے ہی فرشتے:

اس وقت بھی زمین سے آسمان تک فرشتے ہی فرشتے ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ کی خبر ہے کہ جب اللہ پاک کی بڑائی، اللہ پاک کی پاکی اور اللہ پاک کی وحدانیت بیان کی جاتی ہے تو زمین سے آسمان تک فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ اور فرشتے بھی اعلان کرتے ہیں:

"هَلُمُّوْٓا اِلٰى حَاجَتِكُمْ"

آجاؤ اپنی حاجت کی طرف۔

تو اے میرے محترم دوستو! وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے ساتھ تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔

"نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ" (پ ٢٤)

آخرت اور جنت میں کیا ملے گا تمہیں؟

"وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ"(پ ۲۴)

تمہارا جی چاہے گا وہ تمہیں وہاں ملے گا۔ تمہاری مرضی میں جو بات آئے گی وہ وہاں تمہیں ملے گی۔ اس لئے کہ تم نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں قربان کر دیا۔

● اپنی مرضی کو میری مرضی پر قربان کردو (فرمان الٰہی):

جب صحیح طریقے پر آدمی دس من اناج قربان کرتا ہے تو اسے سو من اناج ملتا ہے۔ اگر آم کی ایک گٹھلی قربان کر دیتا ہے تو اسے پورا آم کا درخت ملتا ہے۔

تو یہ مادی لائن کی قربانیوں پر اللہ پاک نے نتیجے نکال کر دکھائے اور روحانی لائن کی قربانیوں پر اللہ پاک نے یہ بتادیا کہ اپنی مرضی کو میری مرضی میں قربان کر دو تو تمہاری مرضی اگے گی اور اگنے کے بعد پھر جو مانگو گے، وہ تمہیں ملے گا۔

● جنت کی نعمتیں:

چھوٹے میں چھوٹی جنت اگر کسی کو ملی تو پوری دنیا سے دس گنا بڑی جنت ہوگی اور اس کے اندر ستر بہتر بیویاں ہوں گی اور ہزاروں کی تعداد میں خدمت گزار ہوں گے اور جنت کے زمین کی مٹی زعفران کی ہوگی اور پتھر، کنکر، ہیرے جواہرات کے ہوں گے اور جنت کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کے جوڑنے کا گارا مشک کا ہوگا اور جنت میں جانے والا ہر مرد اور ہر عورت ۳۰-۳۳ سال کی جوانی کی عمر والا ہوگا اور کروڑہا کروڑ سال کے بعد بھی موت نہیں آئے گی اور کپڑے ایسے ملیں گے جو کبھی میلے نہیں ہوں گے اور کھانا ایسا ملے گا جو پیٹ میں جا کر گندگی نہیں بنے گا۔

بس اب اگر میں زیادہ تفصیلات کی طرف اتروں گا تو جنت کا شوق تو خوب پیدا ہوگا اور اس کے بالمقابل جہنم کی تفصیلات کی طرف اگر ہم اتریں تو ڈر بھی بہت لگے گا لیکن بیان کا وقت اسی میں پورا ہو جائے گا اور جہنم سے بچنے اور جنت کے اندر داخل

ہونے کی جو تیاریاں ہمیں دنیا کے اندر کرنی ہیں وہ کیسے کرنی ہیں؟ اس کیلئے وقت نہیں بچے گا۔

جنت کا شوق تو پیدا ہو جائے گا اور جہنم کا خوف تو پیدا ہو جائے گا لیکن ایمان اور اعمال کے ذریعہ ہم تیاری کیسے کریں اس کیلئے وقت بچے گا نہیں۔

تو اس وجہ سے ہم زیادہ تفصیل پر نہیں جائیں گے۔ تھوڑا شوق پیدا ہو گیا تھوڑا خوف پیدا ہو گیا، پھر اس دنیا کے اندر کیسے ہمیں رہنا ہے، یہ بات بتائی جاتی ہے۔

● اللہ پاک کی مہمانی:

تو فرشتے یوں کہیں گے کہ جو تمہارا جی چاہے گا وہ یہاں تمہیں ملے گا۔ جو تمہاری زبان مانگے گی وہ تم کو یہاں پر ملے گا اور غفور رحیم کی طرف سے تم لوگ میہمان ہو گے اللہ پاک کی میہمانی ہوگی اور میہمان کیلئے میزبان اس کے جی میں جو چیز ہوتی ہے وہ بھی دیتا ہے، زبان سے جو مانگے بھی نہیں۔ اس کے جی نے بھی نہیں چاہا پھر بھی وہ چیزیں لا کے رکھ دیتا ہے۔ قسمیں بدل بدل کر آتی رہتی ہیں تو ایسی ایسی نعمتیں اللہ پاک دیں گے جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں ہوگا اور کسی کان نے سنا نہیں اور دل میں کبھی اس کا خیال نہیں گزرا ہوگا۔ ایسی ایسی نعمتیں اللہ پاک جنت کے اندر مرحمت فرمائیں گے۔

● جادوگروں کا ایمان اور فرعون کو دعوت:

میرے محترم دوستو! اور بزرگو! میں نے عرض کیا تھا کہ جو وہ جادوگر تھے ان جادوگروں نے طے کر دیا کہ ہم اب ایمان تو چھوڑیں گے نہیں چاہے یہ ہم کو سولی پر لٹکا دے۔ اور انہوں نے فرعون سے بھی کہہ دیا:

"فَاقْضِ مَآ أَنتَ قَاضٍ"۔ (پ ١٦)

تیرا جو جی چاہے کر دے ہم تو ایمان لا چکے۔

بلکہ ان جادوگروں نے فرعون کو بھی دعوت دینی شروع کر دی۔ وہیں پر فرعون کو بھی دعوت دی اور اس کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف جو سارا مجمع جمع ہوا تھا اس کے اندر سے بہت بڑے مجمع نے وہیں پر کلمہ پڑھ لیا۔ اب چاروں طرف ایمان والے بن گئے۔

❁ فرعون کی ہٹ دھرمی:

یہ سارا انتظام تھا فرعون کی ہدایت کا۔ وہ بگڑا ہوا اور بھٹکا ہوا تھا لیکن ایک دم سے اللہ نے اس کی پکڑ نہیں کی۔

انسان اگر اللہ کو ناراض کرنے والے کام کرے تو اللہ پاک اسے ایک دم سے نہیں پکڑتے بلکہ اللہ پاک اس کے سدھرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ فرعون کے سدھرنے کا اللہ پاک نے اتنا بڑا انتظام کیا۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی جو تھی وہ بھی ایمان والی بن گئی۔ حضرت آسیہؓ وہ بھی ایمان والی بن گئیں —— لیکن یہ سارا ہو جانے کے باوجود فرعون جو تھا وہ ایمان پر نہیں آیا۔

کبھی انسان جب ہٹ دھرمی پر اترتا ہے تو چاہے کتنا ہی اس کی سمجھ میں بات آجائے مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی کو نہیں چھوڑتا اور پھر اس کے اوپر ایسی زور کی مار پڑتی ہے کہ ہوش ٹھکانے ہو جاتے ہیں کیونکہ لات کا بھوت بات سے نہیں مانا کرتا۔ جب تک کہ اس کے اوپر اچھی طرح سے لات نہ پڑے۔ یہ لات کا بھوت تھا اس نے بات سے نہیں مانا۔

❁ بلائیں موسیٰ اپنے رب کو (فرعون کی بدکلامی):

خیر! یہ مجلس ختم ہو گئی۔ پھر اس نے اپنا دربار جوڑا۔ بجائے ہدایت پر آنے کے اپنا دربار جوڑا اور دربار جوڑ کر یہ کہنے لگا کہ میرے کو چھوڑ دو تاکہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔ پھر موسیٰ اپنے اللہ سے دعا مانگتے پھریں۔ پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟

یہ سارے دعا سے ڈراتے ہیں۔ ذرا دیکھیں تو سہی کہ ان کی دعاؤں سے کیا ہوتا ہے؟

"وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ"(پ ۲٤)

چھوڑ دو! میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔ اب مانگیں یہ دعا۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟

اس کے ذہن میں یہ تھا کہ دعا سے کچھ ہوتا ہواتا نہیں۔ یہ خواہ مخواہ کی باتیں ہیں۔ اتنا بڑا جرم اس نے کیا کہ ایک نبی کے قتل کی ترتیب بنا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے اس کو نہیں پکڑا۔

میں یہ بار بار اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر غلطیوں کے باوجود کوئی مصیبت نہ آوے تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مصیبت نہیں آئے گی۔ مصیبت آتی ہے اور اللہ کی پکڑ ہوتی ہے لیکن یہ اللہ پاک کی مہربانی ہے کہ اللہ پاک ہدایت کا سامان کرتے ہیں اور ہدایت کا انتظام کرتے ہیں۔ تاکہ میرا یہ بندہ ہدایت پر آجاوے اور مرنے کے بعد والی جو بڑی پریشانیاں ہیں ان پریشانیوں سے یہ بچ جائے۔ یہ اللہ پاک کی بہت بڑی عنایت ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ فرعون جو تھا اس نے اتنی نامناسب حرکتیں کیں۔ اور اللہ کو ناراض کیا لیکن اللہ نے اس کی پکڑ نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس نے نبی کے قتل کا ارادہ کیا کہ میرے کو چھوڑو موسیٰ کو قتل کروں اور یہ دعائیں مانگیں۔ ان کی دعا سے ہوتا کیا ہے؟

❁ قبولیت کا وعدہ:

دوستو اور بزرگو! دعا کا معاملہ ایسا ہے کہ اللہ پاک کا وعدہ:

"اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"(پارہ ۲٤)

تم میرے سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

یہ اللہ پاک کا وعدہ ہے بالکل پکا وعدہ۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ دعا کی

قبولیت میں رکاوٹ ڈالنے والی کوئی چیز نہ ہو۔

❁ دعا کیوں قبول نہیں ہوتی:

بعض چیزیں دعا کی قبولیت میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:

ایک تو حرام کا کھانا اور کپڑا۔ اس سے دعا قبول نہیں ہوتی۔

دوسرے غفلت سے دعا مانگی تو وہ قبول نہیں ہوتی۔

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ الدُّعَاءَ عَنْ قَلْبٍ لَاہٍ"

آدمی خوب دھیان سے دعا مانگے اور دھیان سے دعا مانگنے کا جو وقت ہے وہ آخرت رات کا وقت ہے۔ چاروں طرف سناٹا ہو جاتا ہے اس وقت بندہ ہوتا ہے اور بندے کا اللہ ہوتا ہے اور اللہ پاک عنایات کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔ اس وقت اللہ سے مانگئے۔ اور دن میں بھی مانگئے۔ مانگنے سے تو چوکئے نہیں لیکن مانگیں تو دھیان سے مانگیں۔

تو پہلی چیز یہ کھانا کپڑا حرام کا ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ دوسرے غفلت سے دعا مانگی تو قبول نہیں ہوتی۔

❁ دعوت کے کام کا چھوڑنا، دعا کی عدم قبولیت کا سبب:

اور تیسری چیز بتادوں بے تکلف، وہ یہ کہ دعوت کا کام نہ کرے تو دعا قبول نہیں ہوتی —— اور میں نہیں کہتا —— اللہ کے پیارے نبیؐ کہتے ہیں:-

"مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔"

بھلی باتیں بتایا کرو اور بری باتوں سے بچایا کرو۔ یعنی دعوت کا کام کرو۔ کہیں تم لوگوں پر وہ دن نہ آجائے کہ تم دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔

تو کیا معلوم ہوا کہ دعوت کا کام جب چھوٹ جاتا ہے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔

❁ گھبرائیں نہیں:

لیکن ایک بات آپ سے عرض کروں۔ آپ حضرات گھبرا نہ جائیں کہ ہمارا کھانا تو حرام کا۔ کپڑا تو حرام کا اور دعوت کا کام ہم کرتے نہیں، تو ہماری دعا قبول ہوگی نہیں۔ تو پھر دعا مانگنے سے کیا فائدہ؟

❁ نیت تو کریں:

تو دیکھو بھائی! اس وقت ہم جتنے بھی لوگ یہاں بیٹھے ہیں، فوراً کھانا اور کپڑا حلال کا بنانا تو مشکل ہے لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ سب نیت کرلیں کہ ہمارا جو کھانا اور کپڑا حرام کا ہے ہم انشاء اللہ اس کو دھیرے دھیرے حلال بنانے کی کوشش کریں گے۔ نیت تو کر سکتے ہیں۔ نیت کرلیں اور اس کے بعد دھیرے دھیرے کوشش کرتے رہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دعوت کے کام کو ہم نے کام نہیں بنایا تو یہ نہ سمجھیں کہ اب ہماری دعا قبول نہیں ہوگی۔ کیوں مانگیں دعا۔ نہیں۔ بلکہ ہم لوگ یہ نیت کرلیں کہ انشاء اللہ دعوت کے کام کو ہم اپنا کام بنائیں گے اور اس کے بعد ہم کوشش کریں —— اور کوشش کیلئے بھی ہمارے بڑے یہ نہیں کہتے کہ بس ایک دم سے کود پڑو۔ دھیمے دھیمے ہوگی کوشش۔

تو بہرکیف میرے دوستو! نیت کرنے کے بعد خوب دعا مانگو اور اس کے بعد ہاتھ پیر مارتے رہو، دعوت کے کام میں آگے بڑھنے کیلئے بھی اور کھانا و کپڑا کو حلال بنانے کیلئے بھی۔

❁ بندے کی مصلحت پر نظر:

لیکن دیکھو! دعا کی قبولیت کے اندر ایک بات ذہن میں رکھنا:

عید کا دن تھا ہمارے موجودہ حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان تھا اس میں یہ فرمایا:

—— کہ آخرت کے بارے میں تو یہ بندہ جو مانگتا ہے، اللہ پاک اسے دے دیتے ہیں، لیکن دنیا کے بارے میں بندہ جو مانگتا ہے اس میں اس کی مصلحت کو سامنے رکھتے ہیں۔

◉ دعا کے قبول ہونے کی پانچ ترتیبیں:

اب اس کے اندر آپ حضرات ذہن میں رکھ لیں کہ دنیا کے بارے میں اگر آپ حضرات دعا مانگیں گے تو اس کی قبولیت کے اندر پانچ ترتیبیں ہیں:

◉ پہلی ترتیب:

ایک ترتیب تو اللہ پاک کی یہ ہے کہ جو مانگا اگر وہ مصلحت کے مناسب ہے تو اسے اللہ پاک فوراً اور جلدی سے دیتے ہیں۔ رات کو مانگا اور صبح کو مل گیا۔

اتنا بڑا مجمع بیٹھا ہے میرے خیال میں آپ حضرات بھی بارہا دیکھ چکے ہوں گے کہ رات کو مانگا اور دن کو مل گیا —— ایک ترتیب تو یہ ہے۔

◉ دوسری ترتیب:

دوسری ترتیب یہ ہے کہ بندہ نے مانگا وہی جو مصلحت کے مناسب ہے لیکن جلدی دینا مصلحت کے مناسب نہیں ہے بلکہ دیر سے دینا مناسب ہے۔ اللہ پاک دیتے تو وہی چیز ہیں جو مانگی ہے لیکن رلا رلا کر دیتے ہیں۔ خوب رلاتے پھر دیتے ہیں کیونکہ تیرا رونا جو ہے یہ اللہ کو بڑا پسند ہے تو اگر تیرا کام بن گیا تو میرے سامنے روئے گا کون؟

خوش نماید نالہ شبہائے تو ☆ ذوقہا دارم بہ زاریہائے تو

تیرا رات کو رونا میرے کو بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے اور جب تو رات کو بلبلاتا ہے اور تلملاتا ہے تو میں بڑا خوش ہوتا ہوں۔

تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے سینکڑوں کام بن جائیں ان سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ اللہ کو یہ بندہ پسند آجائے۔ اللہ یہ کہتے ہیں کہ یہ میرے کو پسند ہے۔ تو بعض مرتبہ اللہ پاک دعا کے قبول کرنے میں جو چیز مانگی وہی دیتے ہیں لیکن دیر سے دیتے ہیں —— یہ دوسری ترتیب ہے۔

◉ تیسری ترتیب:

اور ایک تیسری ترتیب بھی ہے کہ بندے نے جو چیز مانگی وہ اس کی مصلحت کے مناسب نہیں ہے۔ تو اللہ پاک وہ چیز نہیں دیتے بلکہ وہ چیز دیتے ہیں جو اس کی مصلحت کے مناسب ہوتی ہے —— اور بندہ کی مصلحت کے مناسب کیا چیز ہے اس کو اللہ خوب جانتے ہیں —— تو جو چیز مانگی وہ تو نہیں ملی اور اللہ پاک نے کوئی اور چیز دے دی جو مصلحت کے مناسب ہے تو یہ بھی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت مریم کی اماجان نے مانگا تھا بیٹا، بیت المقدس کی خدمت کیلئے۔ لیکن اللہ پاک نے دیدی بیٹی۔

اماں جان بہت پریشان ہوئیں کہ بیت المقدس کی خدمت بیٹی کیا کرے گی۔

"لَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی" (پارہ ۳)

اللہ پاک نے فرمایا کہ لڑکا ہوتا تو وہ ایسا نہ ہوتا جیسی یہ لڑکی ہے —— یہ ایک نبی کی ماں بنے گی اور اس کے ماننے والے کروڑوں ہوں گے۔ ہم مسلمان بھی مانتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو —— تو مانگا لڑکا اور ملی لڑکی۔

تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ پاک سے جو چیز مانگو وہ نہیں ملتی اور ملتی ہے مصلحت کے مناسب کوئی دوسری چیز، یہ تیسری ترتیب ہے۔

چوتھی ترتیب:

اور ایک چوتھی ترتیب یہ بھی ہے۔ چوتھی ترتیب یہ ہے کہ جو مانگا وہ بالکل نہیں ملا۔ دنیا کی جو چیز مانگی، وہ بالکل نہیں ملی۔ آسمان سے کوئی بلا اور مصیبت آرہی تھی۔ اللہ پاک نے اس دعا پر اس بلا اور مصیبت کو روک دیا۔

اس بلا کا رکنا بہت اچھا ہے کیونکہ جو مانگا وہ اگر مل جاتا اور بلا بھی آجاتی تو جو ملتا وہ بھی اس بلا میں ختم ہو جاتا اور جو پہلے کا تھا وہ بھی سارا ختم ہو جاتا اور آدمی پریشان ہو جاتا۔

یہ اللہ پاک کی مہربانی ہے کہ بعض مرتبہ وہ نہیں دیتے جو مانگا ہے اور دعا کے مانگنے پر اللہ پاک آنے والی بلا کو روک دیتے ہیں۔

ایک مثال:

مثال کے طور پر آپ کے تین لڑکے ہیں اور تین بہوئیں ہیں، اور رہنے کے دو مکان ہیں۔ دوکانیں بھی دو ہیں تو آپ چاہتے ہیں کہ میرے مرنے سے پہلے تیسرے لڑکے کیلئے مکان اور دوکان ہو جائے۔ آپ انتظام بھی کر رہے ہیں اور اللہ کے سامنے رو بھی رہے ہیں لیکن تیسری دوکان اور تیسرا مکان آپ کو ملتا نہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اوپر سے کوئی بلا آنے والی ہو، اللہ پاک نے اسے روک دیا ہو اور تیسرا مکان و دوکان نہ دیا —— اور اگر تیسری دوکان و مکان اللہ پاک دیدیں اور بلا کو آنے دیں اور اس بلا میں تینوں دوکان و مکان ہلاک ہو جائیں اور تباہ ہو جائیں۔

تو یہ اللہ پاک کی مہربانی ہے کہ بلا کو روک دیا اور تیسری دوکان و مکان نہیں دیا۔ اور اس میں کوئی گھبرانے کی بات بھی نہیں۔ تھوڑی تکلیف اٹھالے آدمی۔ سارا برباد ہو جائے اس سے تو اچھا ہے۔

اور اب تو اللہ پاک نے ہم لوگوں کیلئے اتنی آسانی کر دی۔ میاں بیوی کا ایک جوڑا

جماعت کے اندر چلا جائے اور جب وہ وقت پورا کر کے آوے تو دوسرا جوڑا چلا جاوے۔ تو دو گھروں کے اندر گزارا بھی ہو جائے گا اور دین کی دعوت بھی پورے عالم کے اندر چلے گی اور ہدایت پھیلنے کا سامان بھی ہو جائے گا۔

تو چار ترتیبیں: جو مانگا کبھی وہ فوراً ملتا ہے۔ جو مانگا کبھی وہ دیر سے ملا۔ جو مانگا وہ نہیں ملا مصلحت کے مناسب کچھ اور ملا اور جو مانگا وہ بالکل نہیں ملا لیکن آنے والی بلا رک گئی۔

پانچویں ترتیب:

اور ایک پانچویں ترتیب بھی ہے کہ جو مانگا اللہ نے اسے محفوظ کر دیا اور دنیا میں بالکل نہیں ملا اور قیامت کے دن اللہ پاک نے وہ دیدیا تو بہت بڑھیا بنا کے دیا۔ اور بہت اعلیٰ قسم کا دیا اور بہت زیادہ دیا۔

قیامت کے دن یہ دیکھ کر آدمی تمنا کرے گا کہ جتنی میں نے دنیا کے اندر دعائیں مانگی تھیں ساری آخرت کیلئے ریزرو ہو جاتیں تو زیادہ اچھا تھا یہ تمنا کرے گا اور سوچے گا کہ دنیا میں جو دعائیں قبول ہوئیں اور مجھے جو ملا وہ تو موت کے وقت چھوٹ گیا۔

تو اللہ پاک کے یہاں دعا کے قبول ہونے کی یہ پانچ ترتیبیں ہیں۔

فرعون کی غلط سوچ:

تو میرے محترم دوستو! وہ فرعون جو تھا اس نے سوچا کہ مانگیں یہ دعا۔ دیکھوں ان کی دعا سے ہوتا ہے کیا؟

تو جو بگڑے ہوئے لوگ ہوتے ہیں وہ بھی سوچتے ہیں کہ اتنی اتنی دعائیں ان کی ہو رہی ہیں اور چل رہی ہیں لیکن ان کے کام تو بن نہیں رہے۔ اس سلسلے میں میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ پانچ ترتیبیں ہیں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

تو فرعون نے جب کہا:۔

"وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِيٓ أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُۥٓ" (پ ۲٤)

کہ "مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور یہ بلائیں اپنے رب کو"۔

یہ اتنا بڑا جرم تھا کہ اللہ تعالیٰ فوراً پکڑ کرتے۔ لیکن اللہ پاک نے اتنے بڑے جرم پر فوراً نہیں پکڑا بلکہ اس کی ہدایت کا سامان کر دیا۔ وہ یہ کہ دربار کے اندر سے درباری کھڑا ہو گیا اور درباری نے کھڑے ہو کر فرعون کے بھرے دربار میں دعوت دینی شروع کر دی وہ درباری ایمان لا چکا تھا لیکن مصلحت کے طور پر اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا لیکن اس نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں کہہ رہا ہے تو فوراً کھڑا ہو گیا۔

فرعون کے دربار میں اس کے درباری کی تقریر:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُۥٓ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ ٱللَّهُ وَقَدْ جَآءَكُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ مِن رَّبِّكُمْ (پ ۲٤)

ایسی شخصیت کو تم لوگ قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اللہ کی طرف سے دلائل لیکر آیا ہے۔

خوب زور کی تقریر کی اور پچھلے واقعات بھی سنائے۔ آگے قیامت کا دن آنے والا ہے وہ بھی سنایا۔ یوسف علیہ السلام کا زمانہ بھی سنایا۔ دنیا کا بے حیثیت ہونا بھی سنایا۔ آخرت کیسی عظیم الشان ہے یہ بھی سنایا۔ یہ ساری باتیں اچھی طرح سے جم کر سنائیں۔

فرعون بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ہامان بھی بیٹھا ہوا اور اس کے سارے درباری ممبر آف پارلیمنٹ سارے کے سارے بیٹھے ہوئے ہیں اور سب سن رہے ہیں اور فرعون بھی

سن رہا ہے۔

اور اس نے کہا:۔

فَسَتَذْكُرُونَ مَآ أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِيٓ إِلَى ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ۔ (پ ۲٤)

یاد کرو میں جو بات کہتا ہوں۔ جس طرح خدا بہت سی قوموں کو تباہ کر چکا ہے اسی طرح خدا تیرے کو بھی تباہ و برباد کرے گا اور آئندہ تیرے کو جہنم میں جانا پڑے گا جو کچھ میں کہتا ہوں تیرے کو یاد آئے گا اور میں معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔

اس نے کھڑے ہو کر اللہ کی طاقت کا خوب بیان کیا۔ زبردست طریقہ پر بیان کیا اور ہم لوگوں کو بھی اللہ کی قدرت اور اس کی طاقت کو جا جا کر دنیا بھر میں بیان کرنا ہے۔

اللہ بڑی طاقت والے ہیں:

اللہ جو ہیں وہ بڑی طاقت والے ہیں۔ بڑی قدرت والے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ساری دنیا کی طاقتیں جو ہیں یہ مکڑی کے جالے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ جیسے مکڑی کے جالے کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اسی طرح ان ساری طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

فرعون، ہامان اور قارون کی طاقت مکڑی کے جالے کی طرح تباہ و برباد ہو گئی۔ اسی طرح قوم ثمود کی طاقتیں مکڑی کے جالے کی طرح تباہ و برباد ہو گئیں اور آئندہ چل کر دجال اور یاجوج و ماجوج کی طاقتیں مکڑی کے جالے کی طرح تباہ و برباد ہو جائیں گی۔

مکڑی جالا کب تنتی ہے؟

لیکن مکڑی جالا کب تنتی ہے؟ جب گھر ویران ہو چکا ہو۔ مکڑی آباد گھر میں جالا

نہیں تنتی —— اسی طرح آج جتنے مکڑے اور مکڑیاں جالا تن رہے ہیں یہ اس وقت جالا تنتے ہیں جب دنیا دعوت دین سے ویران ہو جائے۔ تعلیم کے حلقوں سے ویران ہو جائے۔ اللہ کے ذکر سے ویران ہو جائے اور اخلاق کریمانہ سے ویران ہو جائے۔

نہ کالا نہ گورا، بنیاد بس ایمان ہے:

ایمان والوں کا آپس میں ملنا اور جڑنا اور قومی وخاندانی چیزوں کا نہ اٹھانا۔ چاہے قوم کا ہو یا نہ ہو۔ خاندان کا ہو یا نہ ہو، رنگ کا ہو یا نہ ہو لیکن ایمان والا ہے تو آپس میں ایک دوسرے کا اکرام کر کے اجتماعیت کو پیدا کرے جتنی اجتماعیت پیدا کریں گے اللہ کی مدد ساتھ ہوگی۔

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (پ ۱۰)

اختلاف سے بچو:

آپس کے اندر کشاکش مت کرو۔ اگر آپس میں کشاکش کرو گے تو دو نقصان ہوں گے:-

ایک تو کم ہمت ہو جاؤ گے اور دوسروں کے اندر سے تمہاری ہوا اکھڑ ہو جائے گی یہ دو باتیں اللہ پاک نے بیان فرمائیں۔

اپنی گھریلو ترتیب کے اندر بھی آپس میں کشاکش مت کرو۔ اپنی قوم کے اندر اپنے خاندان کے اندر اور جون سا دینی کام کر رہے ہو اس کے اندر۔

یہ دین کا کام کرنے والے آپس میں کشاکش نہ کریں۔ یہ کوئی نہ کہے کہ یہ تو یوں کر رہا ہے۔ وہ تو یوں کر رہا ہے۔ ہر ایک دوسرے کو قصوروار قرار دیکر یہ اس کے خلاف لکھ کر رہا ہے وہ اس کے خلاف لکھ رہا ہے۔ نہیں:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (پارہ ۱۰)

آپس میں کشاکش مت کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ ہو جائے گی۔

تو دنیا جب اخلاق سے ویران ہو جاتی ہے، اخلاص سے ویران ہو جاتی ہے، دعوت دین سے ویران ہو جاتی ہے تو پھر اس کے اندر مکڑے اور مکڑیاں جالے تنتے ہیں۔

مکڑی کا فخر اور اس کا حشر:

جیسے ویران گھر کے اندر مکڑی نے جالا تن دیا اور کبوتری نے گھونسلا بنا دیا اور گھونسلے کے اندر انڈے بھی دیدیئے اب اس جالے کے اوپر گھونسلے کے تنکے گر رہے ہیں اور انڈے کے چھلکے گر رہے ہیں —— اب مکڑی فخر میں آگئی کہ تنکے پر تنکے اور چھلکے پر چھلکے میرے جالے پر گرے لیکن میرا جالا نہیں ٹوٹا۔ اور پھر یہ مکڑی جو جاتی ہے تو چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اسے مل گئے۔ اسے وہ کھا گئی۔ اچھی موٹی تازی ہو گئی اور بڑا فخر اس میں آگیا اور پھر مکڑی اپنے پروگرام بنانے لگی۔ کبھی ادھر سے ادھر جا رہی ہے کبھی ادھر سے ادھر آ رہی ہے۔

اب جب مکڑوں نے دیکھا کہ مکڑی خوب کو پھاند رہی ہے، تو انہوں نے بھی اپنے جالے تن دیئے تو پورا گھر مکڑی اور مکڑوں کے جالوں سے بھر گیا۔

دنیا بھر کی طاقتیں مکڑی کے جالے ہیں:

خدائے پاک کی قسم دنیا بھر کی طاقتیں یہ مکڑی کے جالے ہیں۔ اللہ کی طاقت کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اگر دنیا کو دین سے آباد کیا جائے۔ دنیا کو انسانیت سے آباد کیا جائے اور دنیا کو بھلے اعمال سے آباد کیا جائے تو ان مکڑیوں کے جالوں کو اللہ پاک صاف کر دے گا۔ اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور یہ بات میں نہیں کہتا ہوں۔

میر االلہ کہتا ہے:-

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؕ(پارہ ۲۰)

یہ اللہ پاک کہتے ہیں کہ یہ ساری کی ساری طاقتیں مکڑی کے جالے ہیں۔ میرے محترم دوستو اور بزرگو! جب کوئی گھر کو آباد کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے جالے صاف کرتا ہے اور جالوں کو صاف کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ جھاڑو لیا اور چاروں طرف پھیر دیا تو مکڑی بھی ختم اور جالا بھی ختم۔ دیر نہیں لگتی۔

● عذاب کے ایک جھاڑو سے فرعون کے ملک کا جالا صاف ہوگیا:

جس طریقے سے فرعون باوجودیکہ اللہ نے اس کی ہدایت کا اتنا سامان کیا لیکن پھر بھی وہ ہدایت کے اوپر نہیں آیا اور اپنی ہٹ دھرمی کے اوپر رہا۔

تو پھر اللہ پاک نے جب ارادہ کیا مصر کو دین سے آباد کرنے کا اور دیکھا کہ یہ ہٹ دھرمی کرنے والا مان کر نہیں دیتا تو اب اس زہریلے پھوڑے کا آپریشن کرنا ہے اور اس زہریلے پھوڑے کو اکھاڑ کر پھینک دینا ہے۔ یہ اللہ پاک نے جب طے کیا تو اللہ پاک کے عذاب کا ایک جھاڑو دیا اور فرعون کے ملک کا جالا صاف ہوگیا۔

● وزارت اور دولت کا جالا ختم:

اور اللہ پاک کے عذاب کا دوسرا جھاڑو آیا تو ہامان کی وزارت کا جالا صاف ہوگیا اور اللہ پاک کے عذاب کا تیسرا جھاڑو آیا تو قارون کے دھن دولت کا جالا صاف ہوگیا۔ ان سارے جالوں کو صاف کر کے اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کیلئے مصر کے اندر دین کے چالو کرنے کی ایک فضا بنادی۔

● اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے:

آج بھی اللہ پاک اسی طاقت کے ساتھ ہیں ہم ساری دنیا سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طاقت کو مانو۔ اگر اللہ کی طاقت کو نہیں مانو گے اور اللہ کی طاقت کو نہیں تسلیم کرو گے تو جب تک اللہ پاک تمہیں ڈھیل دے گا اس وقت تک تمہیں پتہ نہیں چلے گا۔ جس وقت اللہ کی پکڑ آئے گی تو اے دنیا کے سارے دھن دولت والو! —— اللہ کی پکڑ سے کسی کی کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ ساری دنیا کے اندر جماعتوں میں پھرو۔ اور پھر پھر کر جم کر اللہ کی طاقت کا بیان کرو۔

● ہم کمزور ہیں:

ہم اس اللہ کے ماننے والے ہیں جو بڑی طاقت والا ہے۔ ہم لوگوں سے اپنی طاقت نہیں منواتے۔ ہماری کوئی طاقت نہیں۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (پ ۵)

اپنی تو کمزوری کا اعتراف کرنا ہے۔

● خدا کے خزانے میں کوئی کمی نہیں:

طاقت والا تو اللہ ہے۔ وہ اتنی بڑی طاقت والا ہے کہ ایک حکم دے دیا اور دیکھو کیسا آسمان وزمین بنادیا۔ اتنی بڑی طاقت والا اللہ ہے کہ روزانہ تقریباً تین لاکھ سے زیادہ بچے پوری دنیا کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور ہر بچے کو دو دو آنکھ دیتا ہے روزانہ چھ لاکھ آنکھیں سپلائی کرتا ہے لیکن اس کے خزانے کے اندر کوئی کمی نہیں آتی۔ ہر انسان کی صورت الگ بناتا ہے، آواز الگ بناتا ہے۔ مزاج الگ بناتا ہے۔ جذبہ الگ بناتا ہے۔ لیکن اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آتی۔

تو اس اللہ کی طاقت کو اور اللہ کے خزانوں کو جم کر بیان کرنا ہے پورے عالم میں، خصوصی گشتوں میں اور عمومی گشتوں میں بیان کرنا ہے۔ لیکن ترتیب کے ساتھ۔ بے ترتیبی کے ساتھ نہیں۔ اگر بے ترتیبی کے ساتھ بیان کرو گے تو لوگ اللہ پاک کا مذاق اڑائیں گے اور ہم مذاق اڑوانے والے بنیں گے۔ ہمیں اللہ پاک کا مذاق نہیں اڑوانا۔

جم کر دعوت دینی ہے اور اسے سیکھنا ہے اور اس کیلئے جماعتوں میں پھرنا ہے اور اس کیلئے مقامی کام کرنا ہے اور جم کر یہ بات کہنی ہے کہ اللہ کی طاقت کو تسلیم کرو۔

قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (پ ۲۹)

● اللہ کی بڑائی بیان کرو:

کھڑے ہو جاؤ اور اللہ سے ڈراؤ اور اللہ کی بڑائی کو بیان کرو۔ اذان کے اندر بھی اللہ کی بڑائی اقامت کے اندر بھی اللہ کی بڑائی۔ نماز کے اندر بار بار اللہ اکبر۔

جنازے کی نماز پڑھے تو اللہ اکبر چار مرتبہ۔ بچہ پیدا ہو تو دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت۔ پیدا ہوتے ہی کان کے اندر اللہ کی بڑائی پڑ گئی۔ جانور ذبح کرے تو "بسم اللہ، اللہ اکبر" عید کا دن آئے تو:-

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

تو عید کے دن بھی اللہ اکبر، جنازے کی نماز ہو تو اللہ اکبر، بچہ پیدا ہو تو اللہ اکبر۔

فجر کی نماز سے اللہ اکبر کی آواز چلتی ہے۔ رات کو سوتے وقت تسبیح فاطمی پڑھتے ہیں تو اس میں بھی سُبْحَانَ اللّٰہِ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ مرتبہ نماز کے بعد بھی یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

● پوری دنیا میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز:

فجی سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز چلتی ہے اور چاروں طرف اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی فضا بن

جاتی ہے اس کے بعد پھر فجی کے بعد والے جو ممالک ہیں، آسٹریلیا کے اندر یہ آواز، پھر نیوزی لینڈ کے اندر یہ آواز، پھر آسٹریلیا کے بعد چلو تو فلپائن ہے، جاپان ہے، کوریا ہے۔ وہاں پر یہ آوازیں لگنی شروع ہو گئیں۔ اس کے بعد پھر آگے چلو ملیشیا ہے، انڈونیشیا ہے، تھائی لینڈ ہے، سیلون ہے، برما ہے، وہاں پر اللہ اکبر کی آواز۔

ساری دنیا میں اللہ اکبر کی آواز لگ رہی ہے —— خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آگے بڑھیں اور اللہ کی بڑائی بیان کریں۔ میرے محترم دوستو! اللہ کی بڑائی تسلیم کرنے والوں اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے والوں کے ساتھ ہی اللہ کی مدد ہے۔

● بے ایمانوں کے مطالبات:

اور یہ جو بے ایمان لوگ ہیں انہوں نے ہر زمانے کے اندر دیگر انبیاء سے بھی یہ بات کہی اور رسول کریم ﷺ سے بھی یہ بات کہی گئی:-

"قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ"۔ (پ ۲۳)

قیامت کا کون انتظار کرے۔ ہمارے لئے تو قیامت والا عذاب آج ہی اتارو۔

یہ ان بے ایمانوں نے کہا۔ لیکن عذاب نہیں آیا۔ کیوں نہیں آیا؟

اس لئے کہ اللہ پاک فوراً نہیں پکڑ کرتے بلکہ ہدایت کا سامان اور ہدایت کا انتظام کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا:-

"اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ"۔ (پ ۹)

اگر یہ قرآن تیرا کلام اور تیری کتاب ہے تو آسمان سے ہمارے اوپر پتھر برسا دے اور ہمیں برباد کر دے۔

لیکن اللہ کا عذاب پھر بھی نہیں آیا:

تو پھر انہوں نے اچھلنا کودنا شروع کیا کہ دیکھو نا۔ کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ پھر قرآن کی سورتیں اور آیتیں اتریں اور پچھلے نبیوں کے قصے بتائے کہ پچھلے نبیوں کے زمانے میں بھی لوگوں نے ایسے ہی کہا تھا —— لیکن دیکھو اللہ پاک نے اخیر میں جا کر ان کو کیسا غارت کیا۔ اور اللہ پاک کی بڑائی تسلیم کرنے والوں کی اور نبیوں کو ماننے والوں کی اللہ پاک نے کیسی مدد کی۔

اور بے ایمان لوگ یہی کہتے رہے کہ یہ تو پرانی کہانیاں ہیں۔ آج کر کے بتاؤ۔

• اللہ کی مدد آگئی:

پھر اس کے بعد میں بدر کا قصہ ہوا۔ اور اللہ پاک نے کر کے بتا دیا ------ اب ان کے ہوش کھلے ہو گئے اب لوگ سمجھے۔ واقعی یہ جو اللہ اکبر کہنے والے ہیں ان کے ساتھ اللہ پاک کی مدد آگئی۔ اب ان کی زیادہ چھیڑ خانی نہیں کرنی۔

آج بھی جب یہ بات کہی جاتی ہے تو ساری دنیا کے آدمی کہتے ہیں کہ ارے بدر کا قصہ سنایا۔ نبیوں کا قصہ سنایا۔ دو فاروق کے قصے سنائے۔ ارے آج کر کے بتاؤ۔

• کرنے والی اللہ کی ذات ہے:

تو بھائی کرنے والے ہم تو ہیں نہیں۔ کرنے والی تو اللہ کی ذات ہے۔ وہ مصلحتوں کو جانتی ہے کہ کتنے مجاہدے کے بعد دین کے کام کرنے والوں کی مدد کرنی چاہئے اور کتنے بگاڑ کے بعد مجرمین کی کتنی پکڑ کرنی چاہئے۔

• حضرت شعیبؑ سے مطالبہ:

حضرت شعیبؑ سے بھی ان بے ایمانوں اور مجرموں نے کہا:-

"فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفاً مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ" (پ۹)

اگر تم سچے نبی ہو تو آسمان کے ٹکڑے ہمارے اوپر گرا کر ہمیں تباہ کر دو۔

تو حضرت شعیبؑ نے اس کا جواب دیا:

"قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" (پارہ ۱۹)

حضرت شعیبؑ نے یوں کہاں کہ جو تمہارے کرتوت ہیں اس کو اللہ جانتا ہے۔

تو میرے محترم دوستو! کتنے جرم پر کس کو پکڑنا اور کتنے مجاہدے پر کس کی مدد کرنا یہ اللہ کی مصلحتوں اور حکمتوں کے ساتھ ہے۔ اس میں ہمیں دخل نہیں دینا۔

لیکن دیکھو! ایک بات ذہن میں رہے کہ کہیں دو چار مرتبہ اللہ کی مدد آگئی تو خدانخواستہ دین کا کام کرنے والوں میں فخر نہ آجائے —— اپنی کمزوریوں کا احساس رہے کہ ہم بالکل کمزور ہیں۔

انسان اتنا کمزور، اتنا کمزور ہے کہ جس کی کمزوری کی کوئی حیثیت نہیں اور اللہ پاک اتنی بڑی طاقت والا ہے کہ جس کو آپ سن رہے ہیں۔

• ہمارا چیلنج:

انسان اتنا کمزور ہے کہ اگر لاکھوں آدمی مل کر سینکڑوں سال تک محنت کریں تو سارے ملک و مال والے اور سارے سائنس والے مل کر مچھلی کی ایک آنکھ نہیں بنا سکتے۔ مچھر کی ایک ٹانگ نہیں بنا سکتے۔ مکھی کا ایک پر نہیں بنا سکتے۔ چیلنج ہے پوری دنیا کو —— نہیں بنا سکتے

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً۔ (پ۵)

اپنی کمزوریوں کو تسلیم کرو۔ اور اللہ کی طاقت کو تسلیم کرو۔ تو پھر اللہ کی طاقت تیری حمایت میں آجائے گی۔ تو دنیا بھر میں تیرے بیڑے پار ہوں گے۔ اور آخرت میں بھی تیرے بیڑے پار ہوں گے۔

یہ جو اتنی چیخ چیخ کر ہم اللہ کی بڑائی کو بیان کرتے ہیں یہ ہم اپنی طاقت نہیں بتلا رہے ہیں۔ ہماری کوئی طاقت نہیں۔ ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ ہم کو مارنے کیلئے پستول اور تلوار کی بھی ضرورت نہیں ایک آدمی آکر اگر ہمیں ایک گھونسا مار دے اور ہماری موت کا وقت آچکا ہے تو ہم اسی وقت مر جائیں گے۔ ہم تو اتنے کمزور ہیں۔ ہم اپنی طاقت کو تسلیم نہیں کرا رہے ہیں۔ ہماری کوئی طاقت نہیں۔

● اللہ سب کا ہے:

لیکن زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا جو اللہ ہے اور وہ اللہ مسلمانوں کا بھی ہے اور غیر مسلموں کا بھی ہے۔ ہم اس اللہ کی طاقت کو تسلیم کرا رہے ہیں۔

خدا کی طاقت کو تسلیم کرو گے تو بیڑے پار ہوں گے۔ یہ آواز پوری دنیا کے اندر لگانی ہے۔ کھیتوں میں بھی لگانی ہے۔ مکانوں میں بھی لگانی ہے۔ دکانوں میں بھی لگانی ہے —— دعوت کے ذریعہ اللہ کی بڑائی کی آواز کو ہر جگہ لگانا ہے۔

اور تمہارے ذہن میں کہیں آئے کہ اس مجمع کے سامنے تم چیخ رہے ہو یہ آواز تو لگانی چاہئے جو بڑے بڑے ملکوں کو چلانے والے ہیں ان کو جا کے کہنا چاہئے اس مجمع سے کہنے سے کیا فائدہ؟

نہیں۔ بلکہ ہمارے سامنے تو جتنا ہمارا بس ہوگا اتنی ہم اللہ کے بڑائی کی آواز لگائیں گے۔ گشتوں کے اندر۔ خصوصی گشتوں کے اندر۔ جتنا آواز لگانا بس میں ہے اتنی آواز لگائی جائے گی۔ اور جہاں ہمارے بس سے باہر ہے وہاں تک آواز کا پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے۔

● حضرت سلیمانؑ کی چیونٹی کا گشت اور بیقراری:

دیکھ لو! سلیمانؑ کی چیونٹی کو۔ جب حضرت سلیمانؑ لشکر لیکر چلے تو وہ چیونٹی بڑی

پریشان ہو گئی اس نے دیکھا کہ لشکر آرہا ہے اور تم ساری روندی جاؤ گی۔ تو تم اپنی بلوں کے اندر گھس جاؤ۔ یہ چیونٹی بیقرار ہو گئی اور اس نے گشت شروع کر دیا اور چیونٹیوں سے یہ کہہ دیا کہ تم بلوں کے اندر گھس جاؤ۔

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔(پ۱۹)

اس نے یوں کہا کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور تم ساری روندی جاؤ گی۔ اس لئے اپنی بلوں کے اندر جلدی سے داخل ہو جاؤ۔

میرے محترم دوستو! اس کے بس میں نہیں تھا کہ اتنے بڑے حاکم اور اتنے بڑے نبی تک اپنی بات پہنچائے تو جتنا اس کے بس میں تھا اس نے کیا۔ حالانکہ وہ چیونٹی غیر مکلف ہے اور آپ حضرات کا بستر ے لیکر چاروں طرف گھومنا پھرنا اور آوازیں لگانا۔ ہم اور آپ اس کے مکلف ہیں۔

جب غیر مکلف چیونٹی نے آواز لگائی تو اللہ پاک نے یہ آواز سلیمانؑ تک پہنچا دی اور حضرت سلیمانؑ وہیں پر مسکرا دیئے۔

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا"۔(پ۱۹)

ہنسنے لگے سلیمانؑ کہ دیکھو چیونٹیوں کے بچانے کا کیسا انتظام کر رہی ہے۔

اور یہ آواز صرف سلیمانؑ تک نہیں پہنچی۔ بلکہ چیونٹی کی یہ بات سارے مجمع تک پہنچ گئی۔ حالانکہ چیونٹی اگر ہماری ران پر ہو تو ہم پہچان نہیں سکتے اور بات تو پہنچا در کنار۔

لیکن ہزاروں سال کے پہلے چیونٹی کی آواز لگی۔ اور ہزاروں سال کے بعد رمضان شریف کے مہینے میں اور بھی دوسرے وقتوں میں سورۂ نمل پڑھی جاتی ہے اور کروڑوں مسلمان اس بات کو سنتے ہیں۔

● قادر مطلق اللہ:

تو اللہ ایسا قادر مطلق ہے کہ غیر مکلف چیونٹی کی آواز کو جو درد بھری آواز تھی اس کو ہزاروں سال کے بعد لاکھوں اور کروڑوں انسانوں تک پہنچادیا۔

تو ہم اور تم اپنے بستر ے اٹھائے اٹھائے ساری دنیا کے اندر پھیل کر اللہ کی بڑائی کو بتائیں، ہمارا وہ اللہ قادر ہے کہ جہاں تک ہماری آواز نہیں پہنچتی وہاں تک وہ ہماری آواز کو پہنچادے۔ آواز کا لگانا ہمارا کام ہے اور آواز کا پہنچانا اللہ کا کام ہے۔

● دیر ہے اندھیر نہیں:

ہر زمانے میں یہ بات ہوتی ہے کہ تمہارا اتنا بڑا اللہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتا؟

لیکن حضرت نوح علیہ السلام پر مدد آئی ½ ۹ سو سال کے بعد اور دوسرے نبیوں پر بھی مدد آئی ایک مدت کے بعد۔

اللہ پاک خوب مجاہدے کرا کر، اور خوب آزمائشوں میں ڈال کر روحانیت کے اندر زبردست طاقت پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے بعد حیرت انگیز مددیں لاتا ہے۔

ہر نبی کو ان بگڑے ہوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں نے جن کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا۔ اور جن کو اپنے دھن دولت پر گھمنڈ تھا اور جنہیں اپنے مجمع کے بڑا ہونے پر گھمنڈ تھا ہر زمانے کے اندر نبیوں سے ان بگڑے ہوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ تم ہماری بستی سے نکل جاؤ۔ نہیں تو ہم تم کو ختم کردیں گے یا تو ہمارے جیسے بن کر رہو۔ اور اگر ہمارے جیسے بن کر نہیں رہتے تو ہماری بستی اور ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

● وعدۂ خداوندی:

لیکن زمین آسمان کا پیدا کرنے والا خدا اس کا جواب دیتا ہے کہ اگر تم سدھار کام کرنے والوں کو نکالنے کی فکر کرتے ہو تو ہم تم کو دنیا ہی سے نکال کر باہر کردیں گے اور سدھرے ہوئے لوگوں کو ہم یہاں پر بسائیں گے۔ یہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں

ہمیں بتایا۔

ہر نبی جو دعوت کا کام لیکر اٹھا تو بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کو خوب ستایا اور خوب برا بھلا کہا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا۔ (پ ۱۳)

نبیوں سے اس زمانے کے بگڑے ہوئے لوگوں نے اور اپنی مرضی پر چلنے والوں لوگوں نے کہا:۔

"یا تو ہمارے جیسے بن جاؤ اور اگر ہمارے جیسے —— نہیں بنتے تو ہم تم کو اپنی بستی سے باہر نکال دیں گے، یہ انہوں نے کہا۔ کیونکہ ان کو اپنی طاقت پر گھمنڈ تھا"۔

لیکن زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا۔ چاند اور سورج کا پیدا کرنے والا خدا اور جنت و جہنم کا پیدا کرنے والا خدا۔ سمندروں کو پیدا کرنے والا خدا۔ آسمان سے پکا پکایا کھانا اتارنے والا خدا۔ سمندر میں بارہ راستے بنانے والے خدا۔ حضرت یوسفؑ کو جیل خانے سے ہٹا کر مصر کے خزانے کو قدموں میں ڈالنے والا خدا اور قادر مطلق اس اللہ نے کیا خبر دی:۔

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ۔ (پ ۱۳)

اللہ پاک نے آسمانی وحی بھیجی کہ جو تم کو اپنی بستی اور اپنے شہر سے نکالنے کیلئے کہہ رہے ہیں ہم ان کو دنیا سے نکال کر باہر کردیں گے:۔

وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ (پ ۱۳)

اور زمین پر ان کے بعد ہم تم کو بسائیں گے۔

تو جو یہ مکہ کے بے ایمان لوگ تھے، ان کے ساتھ بھی اللہ پاک نے یہی معاملہ کیا۔ ان لوگوں نے آپس میں پروگرام بنایا کہ رسول کریم ﷺ کو یا تو قتل کردیں یا ان کو کہیں پر گھیر کر رکھ لیں یا ان کو باہر کردیں۔

چاہ کن را چاہ در پیش:

لیکن اللہ پاک نے بتادیا کہ بدر کے اندر وہی قتل ہوئے جو قتل کرنے کی فکر کرتے تھے اور وہی قید ہوئے جو قید کرنے کی فکر کرتے تھے اور انہوں نے ہی اپنے وطن کو چھوڑا۔

ان بے ایمانوں نے تین باتیں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سوچی تھیں اور وہ تینوں باتیں ان کے ساتھ ہو گئیں۔

اور اللہ پاک نے ایمان والوں سے کہا:-

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ وَاٰيٰكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔(پ۹)

تذکرۂ نوازش وکرم:

اللہ پاک کہتا ہے او ایمان والو! یاد کرو اس دن کو جب تم تھوڑے سے تھے اور زمین کے اندر رکے والے تمہیں بہت کمزور سمجھ رہے تھے اور تم کو ڈر تھا کہ لوگ ہمیں اچک لیں گے اور لوگ ہمیں نامعلوم کیا کر ڈالیں گے۔

تو اللہ پاک نے مدینہ منورہ میں تمہیں ٹھکانا دیا اور اللہ پاک نے غیبی مدد تمہارے ساتھ کی اور اللہ پاک نے پاک روزی تم کو دی تاکہ تم اللہ پاک کا شکر کرو۔

تو میرے محترم دوستو! دوسرے زمانے کے قصے رسول کریم ﷺ نے سنائے تو ان بے ایمانوں نے کہا:-

یہ تو کہانیاں ہیں۔

لیکن اللہ پاک نے رسول کریم ﷺ کے زمانے میں وہ کام کر کے بتادیا تب ان کے حوصلے ٹوٹے۔ اور ان کے ہوش کھٹے ہوئے۔

ہم کہتے ہیں کہ آج بھی ہمارا اللہ اسی طاقت کے ساتھ ہے اور یہ اللہ صرف ہمارا نہیں ہے بلکہ یہ پوری انسانیت کا اللہ ہے۔

سب ہیچ:

اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں راکٹ اور اونٹ دونوں برابر ہیں اور اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ڈنڈا، تلوار اور ایٹم یہ سب برابر ہیں۔ خدا اسی قدرت مطلقہ کے ساتھ ہے۔

پوری دنیا کو دعوت:

ہم ساری دنیا کو ڈنکے کی چوٹ پر دعوت دیتے ہیں کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کی طاقت کو تسلیم کرو تو تمہارے بیڑے پار ہوں گے اور اگر نہیں کرو گے تو جب تک ڈھیل دے گا پتہ نہیں چلے گا اور جس دن اللہ پاک کی پکڑ آئے گی اس دن اللہ کی پکڑ سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔

ہم نے یہ سارے نبیوں کے قصے سنائے اور نبیوں کو ان کی بستی والوں نے جو کچھ کہا اللہ پاک نے وحی بھیجی اور ان بے ایمانوں کو دنیا ہی سے نکال کر باہر کر دیا۔ ایمان والوں کو اللہ پاک نے بسایا اور رسول کریم ﷺ کے زمانے میں بھی کر دیا۔ اور آج کے بارے میں بتادوں۔

آخرت کا خوف آبادی وخوشحالی کا سبب:

ہمارا اللہ یہ کہتا ہے کہ جیسے میں نے ان کو بسایا اور آباد کیا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو برباد کیا —— اگر قیامت تک کسی کو آباد ہونا ہے تو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کا اور دھمکیوں کا ڈر پیدا ہو جائے۔ اگر اللہ پاک

کاڈر پیدا ہو گیا۔ اللہ کے سامنے قیامت کے دن کھڑے ہونے کا ڈر اور اللہ پاک نے جو وعیدیں بتائی ہیں اگر اس کا ڈر پیدا ہو جائے تو ہم ان سارے بستی والوں کو آباد رکھیں گے۔ برباد نہیں کریں گے۔ خود اللہ پاک کہتے ہیں:

ذَالِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْد (پ ۱۳)

تو دیکھو پوری دنیا کے اندر آخرت کے خوب چرچے کئے جائیں، ہر جگہ آخرت کے چرچے کئے جائیں۔ اپنی بیوی بچوں کے سامنے بھی اپنے گاہکوں کے سامنے بھی۔ اور جہاں بھی جاؤ، وہاں پر آخرت کے خوب چرچے کرو۔ پورے عالم کے اندر آخرت کے چرچے کرو۔

تو آخرت کے چرچے خوب کئے اور دنیا کے بسنے والے انسان قیامت کے دن خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گئے اور قیامت کے دن کی خدا کی دھمکیوں سے ڈر گئے۔ تو اللہ پاک ان کو برباد نہیں کرے گا بلکہ آباد رکھے گا۔

● سب کے بیڑے پار ہوں:

ہم پوری دنیا کی آبادی چاہتے ہیں۔ ہم دنیا کی بربادی نہیں چاہتے۔ ہم لوگوں کو برباد کرانا نہیں چاہتے ہم پوری دنیا کے انسانوں کے بیڑے غرق کرانا نہیں چاہتے۔ ہم ان سب انسانوں کے بیڑے پار کرانا چاہتے ہیں۔

اگر اللہ پاک کی طاقت کو تسلیم کرلیں تو اللہ پاک سب کے بیڑے پار کردے گا۔

● حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو ڈرانا:

"اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" (پ ۲۹)

حضرت نوح علیہ السلام سے اللہ نے کہا کہ اپنی قوم کو ڈراؤ۔ جیسے پستول لیکر بندوق لیکر اور اس کے اندر گولی ڈال کر آدمی بندوق کی نالی یوں سیدھی کردے۔

وہ صرف ڈرا رہا ہے دیکھ ٹھیک ہو جا۔ دیکھ پستول۔ تو اس طرح تم ڈراؤ۔ لیکن گولی مت چھوڑنا۔ تو اسی طرح اللہ کے عذاب کو مانگنا نہیں ہے۔ ساری دنیا کو عذاب سے ڈرانا ہے۔ لیکن ساتھ میں اللہ نے یہ بھی کہہ دیا:

"مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"۔ (پ ۲۹)

اللہ پاک کا عذاب آئے اس سے پہلے پہلے ڈراؤ۔

لیکن جب اللہ پاک کا عذاب آجائے گا تو پھر کسی کے ہٹانے سے نہیں ہٹے گا۔ تو اللہ پاک ناراض ہو کر پوری دنیا پر عذاب لاویں اس کے پہلے پوری دنیا میں چل کر اللہ کے بندوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جائے۔

"ذَالِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْد"۔

ہمیں اپنی زندگی کے اعمال کو بھی ٹھیک کرنا ہے۔ ایمان کے اندر طاقت پیدا کرنی ہے۔ اعمال کے اندر طاقت پیدا کرنی ہے۔ رمضان کے مہینے کے اندر روزہ رکھنا ہے۔ رمضان کے مہینے میں ثواب بھی بہت بڑھ جاتا ہے۔

● زکوٰۃ نہ دینے کا وبال:

اور جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے انہیں زکوٰۃ دینی چاہئے اس لئے کہ اگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تو یہ مال جو ہے اس کے پترے بنا کر مال والے کو قیامت کے دن داغا جائے گا اور وہ مال جو ہے وہ اژدہا بنا کر اس کی گردن کے اندر ڈالا جائے گا اور وہ اسے ڈسے گا۔

اور یہ زکوٰۃ کا مال بغیر زکوٰۃ کے مال میں مل جائے تو یہ دوسرے مال کے اوپر بھی وبال لاتا ہے۔ بھائی سال جب پورا ہو جائے تو آدمی زکوٰۃ کے مال کو باہر نکال دے رولنگ میں نہ لے اگر رولنگ میں لیا تو خطرہ ڈر ہے کہ کہیں دوسرے مال کے اوپر بھی وبال نہ آجائے —— اگر ایک دم سے دینے کا تیرے لئے موقع نہیں ہے اور مستحقین نہیں ملتے تو بھی اسے الگ کردے۔

اعمال کے اثرات:

اس لئے کہ جیسے دنیا کی چیزوں میں اثرات ہوتے ہیں اسی طرح انسان کے اعمال کے اندر بھی اثرات ہیں۔ اگر انسان برے عمل کرتا ہے تو جہنم کا عذاب اور جہنم کے انگارے اور ہتھکڑیاں تیار ہوتی ہیں جیسے اگر سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھے تو جنت کے اندر درخت تیار ہوتے ہیں اور اگر زکوۃ نہ دے تو وہاں پر سانپ تیار ہوتا ہے ہر بھلے اور برے عمل کی ایک شکل بنتی ہے۔

چیزوں کے صحیح اور غلط استعمال کے نتائج:

جیسے میں حسی مثال دوں:

دیا سلائی ہے دیا سلائی۔ اب اس کو کسی آدمی نے یوں رگڑا اور رگڑ کر اس کو لکڑی کے اوپر لگادیا اور لکڑی جل گئی۔ اور اس لکڑی سے دوسری لکڑی جلائی تو پانچ ہزار دیگیں، بریانی، قورمے اور پلاؤ کی تیار ہوگئیں ------ ایک دیا سلائی کا یہ صحیح استعمال ہے۔

اور اگر اسی دیا سلائی کو رگڑ کر پٹرول کی ٹنکی میں ڈال دیا تو وہاں فوراً آگ کے شعلے بھڑکنے لگیں گے۔ پھر اس کے اندر ایک لکڑی لگا کر بیس ہزار دوکانیں جو راشن کی تھیں اس کے اندر ڈال دیا تو ان کے اندر آگ کے بھڑکے ہو رہے ہیں پھر ایک لکڑی لگا کر روئی کے گودام میں ڈال دیا تو روئی کے گوداموں میں بھڑکے ہو رہے۔

تو ایک دیا سلائی کا غلط استعمال آگ کے شعلوں کو لاتا ہے اور ایک دیا سلائی کا صحیح استعمال بریانی، پلاؤ اور زردے کی دیگیں پکواتا ہے۔

اسی طرح ۵½ فٹ کے انسان کا بدن اس کا اگر صحیح استعمال ہو۔ نمازوں کے اندر تعلیم کے حلقوں کے اندر۔ اللہ کے ذکر کے اندر، قرآن پاک کی تلاوت کے اندر اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق برتنے کے اندر۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق برتنے کی تعلیم:

مسلمانوں کے ساتھ بھی اخلاق برتنا۔ غیر مسلموں کے ساتھ بھی اخلاق برتنا۔

آپ اپنے گھر کے اوپر بیٹھے ہوئے ہو اور کسی بڑھیا کے چیخنے اور کراہنے کی آواز آئی آپ نے فوراً اپنی بیوی کو بھیجا اور پانچ سو روپے دیکر بھیجا۔ دیکھا تو وہ ایک غیر مسلم بوڑھی عورت تھی۔ اور اس کو پانچ سو روپیہ دیدیا۔

یہ ہم کو رسول کریم ﷺ نے سکھایا ہے کہ غیر مسلم بھی پریشان حال ہو تو اس کی بھی پریشانی دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے اندر مسلم اور غیر مسلم کا معاملہ نہ رہے۔

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں:

اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم کی زمین دبا دی ——— تو ایسے موقع پر ہم مسلمانوں کو اس غیر مسلم کی حمایت کرنی ہوگی اور مسلمان کو سمجھانا ہوگا کہ بھائی یہ زمین واپس کردے ورنہ ساتوں زمینوں میں سے یہ زمین نکال تیرے گلے کے اندر طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔ اس کو واپس کردے۔

ہم اس کو مسلم اور غیر مسلم کا مسئلہ نہیں بنائیں گے۔ یہاں پر تو غیر مسلم مظلوم ہے اور مسلمان ظالم ہے اگر مسلمان ظالم ہو تو اس کے ساتھ ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے۔ اس لئے کہا:۔

ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں
ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں

دیندار بیٹا اور دنیادار باپ:

تو مسلمان اگر ظلم کر رہا ہے تو ہم اس کی ٹھوڑی میں ہاتھ ڈال کر کہیں کہ ارے تیرا باپ ہے، مسلمان ہے، اس نے غیر مسلم کی زمین دبائی ہے تو جا اپنے باپ کو سمجھا کہ ابا جان یہ زمین واپس کر دو —— لیکن ابا جان چونکہ اچھے ماحول میں نہیں رہے تھے ان کے اندر دنیا کی محبت بہت ہے اس لئے ابا جان کہتے ہیں کہ بیٹا میں تو واپس نہیں کرتا۔

اب آپ نے دیکھا کہ میرا باپ قیامت کے دن بڑی مصیبت میں آئے گا۔ اس لئے کہ وہ اس بے چارے غیر مسلم کی زمین دبائے بیٹھا ہے۔ تو آپ نے ابا جان کے ساتھ ہمدردی کی اور یوں کہا کہ ابا جان! جتنی غیر مسلم کی زمین آپ نے دبائی ہے میں اتنی اپنی زمین آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں۔ میری زمین لے لو، غیر مسلم کی زمین دے دو۔

اپنی زمین دینا بطور اخلاق کے ہوگا۔ اور غیر مسلم کی زمین واپس کرنا یہ بطور انصاف کے ہوگا۔ لیکن باپ ایسا دنیادار نکلا کہ اس نے یوں کہا کہ بیٹا تیری زمین بھی لوں گا اور اس کی زمین بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بعضے لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ جب عمریں زیادہ ہو جاتی ہیں تو مال کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ **اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ**، اللہ جس کی حفاظت کرے۔

حق کو حق کہنا ہے:

تو میرے محترم دوستو! باپ مانا نہیں اور وہ بات کچہری کے اندر گئی تو کچہری کے اندر جج کے سامنے بھی اس بیٹے کو کہنا ہوگا کہ جج صاحب! یہ میرے ابا ہیں۔ ان کا اکرام کرنا میرے ذمہ ضروری ہے، ان کا ادب کرنا میرے لئے ضروری ہے —— لیکن میرے ابا جیسے اللہ کے بندے ہیں اسی طرح یہ غیر مسلم بھی اللہ کا بندہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ زمین غیر مسلم کی ہے۔ میرے ابا کی نہیں۔

یہ ہم کو رسول ﷺ نے سکھایا ہے، اس کے اندر مسلم غیر مسلم کے مسئلے کو نہیں لانا چاہئے۔

دوکان سے بھی دعوت کا کام:

آپ نے صبح دوکان کھولی، دوکان کے اندر آپ چاول بھی بیچتے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا چیزیں بیچتے ہیں —— آپ پچاس روپے کے دس کلو چاول دیتے ہیں۔ دوکان کھلی۔ لوگ آئے۔ سب کو آپ نے دس، دس کلو چاول دیئے۔

تمہارے محلے کی ایک غیر مسلم بوڑھی یہ بھی صبح صبح لکڑی ٹیکتے ہوئے تمہاری دوکان پر پہنچ گئی۔ اور اس نے جا کر کہا کہ پچاس روپے کے میرے کو چاول دیدو۔ اس کو آپ نے بجائے دس کلو کے بیس کلو دیدیئے۔ اس لئے کہ اس کی پریشانی سے واقف تھے —— اب وہ جو دوسرے خریدار تھے لالہ جی، سردار جی اور وہ متولی جی بھی تھے جنہوں نے بورڈ لگایا تھا کہ ہماری مسجد میں کوئی بیان نہ کرے، تو یہ سارے کے سارے چیں چیں کرنے لگے کہ اس کو پچاس روپے میں بیس کلو اور ہم کو دس کلو —— تو آپ نے کہا دیکھو! میرا بھاؤ تو پچاس روپے میں دس کلو کا ہی ہے اور جو میں نے اس بوڑھی عورت کو دس کلو زیادہ دیئے یہ بطور ہمدردی کے ہیں۔ یہ میرے محلے کی عورت ہے اور میں رات کو اس کی چیخ و پکار کو سنتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے پھر بڑی بی سے پوچھا کہ بڑی بی رات کو تم کراہتی بہت ہو کیا پریشانی ہے؟

تو اس غیر مسلم بوڑھی عورت نے کہا کہ میرے سات بیٹے ہیں۔ میں نے ان سب کی شادیاں کر دیں وہ اپنی بیویوں کو لیکر چلے گئے اور میری کوئی خیر خبر نہیں لیتا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ جب وہ رونے لگی تو اس کا رونا دیکھ کر آپ کو بھی رونا آگیا۔ کیوں؟

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

عبادت کیلئے تو فرشتے بہت ہیں۔ انسان کو درد دل کے واسطے پیدا کیا ہے۔ لیکن دیکھو یہ مطلب نہیں ہے کہ عبادت کے واسطے نہیں پیدا کیا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (پ۲۷)

جنات اور انسان کو اللہ پاک نے عبادت کرنے کیلئے پیدا کیا اور انسان کی عبادت ایسی ہوگی کہ لوگوں کا درد بھی دل کے اندر پیدا کرے گی۔

تو آپ رونے لگے۔ وہ بوڑھی بھی رو رہی ہے۔ وہ سارے کے سارے دیکھ رہے ہیں اور تعجب کر رہے ہیں کہ کوئی رشتہ داری نہیں اور پھر بھی اتنی ہمدردی بھی ہو رہی ہے۔

پھر آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! یہ جو تم دوکان کے اندر تولنے اور بیچنے کا کام کرتے ہو تو وہ ذرا نوکروں کے حوالہ کر دو اور تم اس بڑی بی کو اپنی موٹر کے اندر بٹھاؤ اور بٹھا کے ہسپتال میں داخل کرو اور یہ لو تین ہزار روپے یہ ڈاکٹر کو ایڈوانس دے دو۔ اور میں ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں کہ اس بڑی بی کے علاج کا جو خرچہ ہوگا وہ میری دوکان سے تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ اور بیٹا بڑی بی کی خدمت کیلئے کوئی عورت تجویز کرو۔ اس عورت کی جو تنخواہ ہوگی وہ بھی ہم دیں گے۔ بیٹا موٹر میں بٹھا کر اس بڑی بی کو لیکر چلا گیا۔ آپ نے یہاں سے ٹیلی فون بھی کر دیا۔ اب یہ سارے دیکھ کر لالہ جی بھی خوش، سردار جی بھی خوش، متولی جی بھی خوش اب یہ سارے مانوس ہو گئے۔ اور جب یہ مانوس ہو گئے تو اب ان کو اللہ سے جوڑنے کی فکر کرو۔

اب آپ نے کہا کہ لالہ جی اور سردار جی اور متولی جی میرا یوں جی چاہتا ہے کہ آپ لوگ میرے گھر پر آئیں اور بیٹھ کر ایک وقت ہم سب کھانا کھائیں اور چائے پئیں

------ آپ کا اخلاق دیکھ کر سب خوشی خوشی آپ کے یہاں آگئے۔ آپ نے جو ان کو روٹی کھلائی تو اس کے ساتھ ساتھ ایمان کی باتیں بھی ان کو پلائیں۔ وہ بہت متاثر ہوئے۔

کم خرچ بالا نشیں:

پھر آپ کے بچے کی شادی طے ہوئی۔ آپ نے ان لوگوں کو اپنے لڑکے کی شادی میں بلایا۔ سب اس میں بھی خوشی خوشی آگئے۔

آپ تو اب پتی، کھرب پتی ہیں لیکن آپ نے اپنے لڑکے کی شادی جو کی وہ چند ہزار میں کی۔ اب متولی جی بھی کہنے لگے کہ اتنے بڑے مالدار اور شادی میں خالی چند ہزار خرچ کئے۔

تو آپ نے کہا دیکھو ہمارے لڑکے رسول کریم ﷺ کی لڑکیوں سے افضل نہیں ہے جب ان کی لڑکیوں کی شادی سیدھے سادے طریقے پر ہوئی۔ تو ہمارے لڑکے کی شادی بھی سادے طریقے پر ہوگی۔

شادی کے پیسے بچا کر کیا کیا؟

اور متولی جی! یہ جو شادی کے پیسے میں نے بچائے تو اس کا میں نے بینک بیلنس نہیں کیا بلکہ میں نے یہ پیسے جو بچائے تو اس کے ذریعہ بہت سے غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکیوں کی شادیاں کر دیں۔

میں نے کالونی بنائی:

اور میں نے ایک کالونی بھی بنائی ہے۔ اس کالونی میں میں نے ایک کمرہ اپنے اور اپنی بیوی کیلئے ایک کمرہ میرا بیٹا اور اس کی بیوی کیلئے۔ اور باقی جتنے کمرے تھے ان کیلئے میں غریبوں کے پاس گیا اور میں نے ان سے بات چیت کی۔ اور کہا کہ دیکھو تم کچھ

روپے ہر مہینے کا کرایہ دیتے ہو اور پچیس سال سے تم کرایہ دار ہو۔ ہماری کالونی کا کمرہ بارہ ہزار میں بنا ہے۔ ہر مہینے اگر تم ایک سو روپے دو گے تو ایک سال میں بارہ سو روپے ہوں گے۔ اس طرح دس سال میں اس کی پوری قیمت ادا ہو جائے گی۔ تو تم دس سال میں اونر بن جاؤ گے۔ اور اس میں تم پچیس سال سے کرایہ دار رہی ہو۔

اس طرح وہ لوگ میری کالونی میں آکر بس گئے۔ ان میں بعض نے ہر مہینے ایک سو کے بجائے دو سو دیے۔ کسی نے پانچ سو دیے اور وہ کالونی پانچ سال میں فری ہو گئی۔

لیکن ان میں چند آدمی پیسے نہیں دے سکے لیکن ہم نے ان کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ دوسرے راستے سے ہم نے ان تک زکوٰۃ کے پیسے پہنچا دیے۔ ہدیے کے پیسے پہنچا دیے۔ ہم نے ان کو ذلیل نہیں کیا۔

ہم ان غریبوں کو اپنی کالونی کے اندر بغیر پیسوں کے بھی کمرہ دے سکتے تھے لیکن اگر ان غریبوں کو ہم بغیر پیسے کے کمرہ دے دیتے تو پھر یہ غریب مانگ کر کھانے والے بن جاتے۔ ان غریبوں کو ہم اپنی جوتی نہیں بنانا چاہتے۔ ہم تو ان غریبوں کو اپنے سر کی ٹوپی بنانا چاہتے ہیں کہ عزت و آبرو کے ساتھ یہ رہیں۔ تو تم لوگ چاہو تو میں اپنی کالونی بھی دکھا دوں۔

کالونی میں ایمان کی مجلس اور ایمان کی باتیں:

اب لالہ جی، سردار جی، متولی جی یہ کالونی دیکھنے گئے۔ تو چاروں طرف غریب آباد —— ایک کمرہ ان کا اور ایک کمرہ ان کے بیٹے کا۔ درمیان میں مسجد بنی ہوئی۔ اس میں کوئی جماعت آرہی ہے کوئی جا رہی ہے۔ کہیں تعلیم کے حلقے تو کہیں اللہ کا ذکر۔ کہیں ایمان کی مجلس۔ بڑی چہل پہل۔ نہ کوئی دربان رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے نہ اور کچھ۔

میرے محترم دوستو! یہ سارا منظر لوگوں نے دیکھا تو بڑے خوش ہوئے۔ اور ان

لوگوں نے کہا کہ ساری دنیا کے اندر تو چھینا جھپٹی ہے۔ سب لینے والے بنے ہوئے ہیں اس لئے لڑائی ہے۔ اور تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دین کا مزاج بنایا ہے۔ بجائے چھیننے کے بانٹنا۔ تمہارے نبی نے تو بانٹنا سکھایا۔ جتنا بانٹے گا اتنا جوڑ ہو گا جتنا چھینے گا اتنا توڑ ہو گا۔

توڑ کے راستے:

پورے عالم میں چھیننے کا مزاج ہے۔ جھوٹ، سود، دھوکا، غبن، خیانت، ناپ تول میں کمی، چوری، ڈکیتی، یہ سارے چھیننے کے راستے ہیں۔

پوری دنیا کا نظام جو ہے وہ "لینے" کی بنیاد پر ہے۔ اگر دے گا بھی تو لینے کیلئے دے گا —— اور یہ بات بھی بتا دوں کہ جو لینے والا بنے گا وہ کنگال بنے گا۔ اور جو دینے والا بنے گا۔ اللہ اس کے دل کو غنا سے بھر دے گا۔

اب تم یہ کہو گے کہ مولوی صاحب! دینا، دینا، دینا —— صدقہ کے اندر دینا۔ زکوٰۃ کے اندر دینا۔ ہدیہ کے اندر دینا۔ اپنے رشتہ داروں کو دینا۔ غریبوں کو دینا اور غیر مسلم کو دینا —— تو تم لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی ہو گی کہ مولوی صاحب! تم تو بس "دینا، دینا" کی ہی بات کرو۔ کہیں لینے کی جگہ بھی تو بتاؤ؟

خدائی خزانے، لینے کی جگہیں:

تو میں لینے کی بھی جگہ بتا دوں —— لینے کیلئے خدا کے خزانے ہیں۔ ایک ہاتھ پھیلا اللہ کی طرف لینے کیلئے اور دوسرا ہاتھ پھیلا بندوں کی طرف دینے کیلئے۔ اللہ سے لینے والا بن اور محبوب خدا بن اور بندوں کو دینے والا بن اور محبوب خلق خدا بن۔

تو اللہ کا بھی محبوب ہو گا اور بندوں کا بھی محبوب ہو گا۔ تیرے چہرے کو دیکھ کر لوگوں کو خوشی ہو گی کہ دیکھو کیسا بھلا آدمی ہے۔

تو میرے محترم دوستو! اگر دینے کا جذبہ بنا اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ بنا تو بڑی برکتیں آپ اپنی نظروں سے دیکھو گے اور اگر چھینا جھپٹی کا جذبہ بنا تو اس کے اندر سوائے لڑائی جھگڑے کے اور کچھ نہیں۔

● ہمدردی والے لوگ:

میں ایک مثال دوں: حلوہ ہے حلوہ۔ پانچ آدمی ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے والے تو پانچوں آدمی ایک دوسرے کی ہمدردی کرنے والے تو پانچوں نے سوچا کہ دوسرے کھالیں میں نہ کھاؤں، اس لئے کوئی نہیں کھا رہا ہے۔ پھر ایک نے ہمت کی۔ لقمہ اٹھایا اور ایک کے منہ میں ڈالا۔ اس طرح چاروں کے منہ میں ایک ایک لقمہ ڈالا۔ پھر اس نے لقمہ اٹھایا اور پھر چاروں کے منہ میں ایک ایک لقمہ ڈالا۔

اور یہ بھی جو تھے ہمدردی والے تھے۔ چھینا جھپٹی والے تو تھے نہیں۔ ان کے اندر بھی ایثار و ہمدردی کا جذبہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ بھئی! خود تو کھاتے نہیں اور ہم کو کھلاتے ہو تو ان لوگوں نے بھی ایک ایک لقمہ لیکر اس کے منہ میں ڈالا اور اس طرح حلوہ جو تھا وہ ختم ہو گیا اور آپس میں محبتیں بڑھ گئیں۔

اب وہ چاروں یوں کہتے ہیں کہ تم کتنے بھلے آدمی ہو کہ ہم نے تو تم کو ایک ایک لقمہ کھلایا اور تم نے ہم کو دو دو لقمے کھلائے۔ تو یہ یوں کہتا ہے کہ میرے سے زیادہ بھلے تو تم ہو کہ میں نے تم کو دو، دو لقمے کھلائے اور تم چاروں نے ملکر میرے کو چار لقمے کھلائے۔

دیکھو! بانٹنے والا نفع میں رہا۔ دینے والا نفع میں رہا۔ لیکن یہ اس وقت ہو گا جب ایثار و ہمدردی کی وہ صفت پیدا ہو جائے جو بتائی جا رہی ہے۔

● حریص اور لالچی لوگ:

اس کے بالمقابل وہی حلوہ لیکر پانچ آدمی بیٹھے اور یہ پانچوں لالچی ہیں اور حریص

اور چھینا جھپٹی والے۔ یہ پانچوں بیٹھے اور پانچوں کا ذہن یہ ہے کہ سارا کا سارا حلوہ میں اکیلا کھا جاؤں —— لیکن کھا تو سکتے نہیں اس لئے کہ دوسرے بھی ایسے ہی لالچی بیٹھے ہیں۔

اب کھانا جو شروع کیا تو تھوڑی دیر میں حلوہ ختم!

اب ان کی باتیں سنو!

ان کی باتیں تو محبت کی تھیں جنہوں نے ایثار و ہمدردی کا معاملہ کیا۔ اور ان کی باتیں آپس کے اندر لڑائی جھگڑے کی۔

ان میں سے ایک نے یوں کہا کہ ارے لالچی کہیں کے میں نے جتنی دیر میں ایک لقمہ کھایا تو اتنی دیر میں تین لقمے کھا گیا —— اور تین لقمہ کھانے والا یوں کہنے لگا کہ تیرا جو ایک لقمہ تھا وہ میرے چھ لقموں کے برابر تھا۔ اس لئے تیرے کم زیادہ تو دونوں کو ملا۔ جو دینے والے تھے ان کو بھی کم زیادہ ملا۔ سب کو دو، دو لقمے اور ایک کو چار لقمے۔

اور جو چھینا جھپٹی والے تھے ان کو بھی کم زیادہ ملا۔

لیکن وہاں جو کم زیادہ ملا وہ محبت کے ساتھ ملا۔

اور یہاں جو کم زیادہ ملا، یہ عداوت و دشمنی کے ساتھ ملا۔

تو میرے محترم دوستو! ایک ہاتھ پھیلا اللہ کی طرف لینے کیلئے عبادت کے راستے سے۔ اور دوسرا ہاتھ پھیلا بندوں کو دینے کیلئے اخلاق کے راستے سے۔ اللہ سے لیکر اللہ کا محبوب بن۔ اور بندوں کو دے کر بندوں کا محبوب بن۔

بات سمجھ میں آگئی نا آپ حضرات کے..........

تو دیکھئے بات اب لمبی کروں تو لمبی ہوتی چلی جائے گی۔

اب یہ پاک زندگی جو ہم سن رہے ہیں۔ نبیوں کی سنی۔ رسول کریم ﷺ کی سنی۔ جو نبیوں کے زمانے میں اللہ پاک نے کیا وہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ یہ اللہ

پاک کا وعدہ ہے۔

"اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ" (پ ۲۹)

نیکو کاروں کا جو کام کرے گا تو اللہ پاک ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو نبیوں کے ساتھ کیا۔ غیبی مدد ہوگی۔

اور باوجود اس کے اگر بھٹکے ہوئے لوگ سدھار پر نہیں آتے تو پھر اللہ پاک کا معاملہ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟

جو قوم عاد کے ساتھ ہوا۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (پ ۲۹)

ان مجرموں کے ساتھ ہمارا وہی معاملہ ہوگا غیبی پکڑ کا۔

• دعوت کی فضا کیسے بنے:

اس لئے دعوت کی ایک فضا بنائی جائے۔ دعوت کی فضا بنانے میں ایمانیات کی جڑ لگے اور تعلیم کے حلقوں کا پانی ہو، اور قربانی کی کھاد ہو۔ اور چاروں طرف گناہوں سے بچنے کی باڑھ ہو۔ اور ذکر، تلاوت، رونا، دھونا، بلبلانا اس کی فضا ہو۔

جیسے درخت ایک دم سے نہیں اگتا بلکہ اس کیلئے پہلے زمین ہموار کی جاتی ہے۔ جڑ لگائی جاتی ہے اور بہت کچھ کیا جاتا ہے۔

• گرم آنسو اور ٹھنڈی آہیں:

تو اگر دین کا درخت لگانا ہے تو پہلے دعوت کی زمین ہموار کرو۔ ایمانیات کی جڑ لگاؤ۔ تعلیم کے حلقوں کا پانی دو۔ اور اسی طرح قربانی کی کھاد دو اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ لگاؤ اور ذکر و تلاوت اور رونا، دھونا، بلبلانا، تلملانا، گرم آنسوؤں کا بہانا ٹھنڈی ٹھنڈی آہوں کا بھرنا اس کی فضا ہو۔ اور ارکان اسلام کا تنا ہو اور اس کے پاس معاشرت

اور معاملات کو عدل اور انصاف کے ساتھ چلانے کا درخت ہو اور اس کے اوپر اخلاق کے پھل ہوں اور اخلاق کے پھل کے اندر اخلاص کا رس ہو تو اب دین کا درخت تیار ہو گیا —— اب دور دور سے لوگ آویں گے۔

• تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں:

لیکن جو بھٹکے ہوئے لوگ ہوں گے وہ کیا کریں گے؟ وہ نیچے سے پتھر ماریں گے۔ جب وہ نیچے سے پتھر ماریں گے تو درخت جو ہے وہ اوپر سے پھل دے گا۔ یہ تو نیچے سے ماریں گے پتھر اور وہ درخت اوپر سے پھینکے گا پھل۔

لیکن مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ یہ جتنے بگڑے ہوئے لوگ ہیں کہیں ان کی ہمتیں بڑھ نہ جائیں کہ یہ تو بادلے بیوقوف ہیں۔ چلو ان کو پتھر مارتے رہو اور یہ پھل دیتے رہیں گے۔

• ہوا کے رخ پہ تھوکنے والوں کے منہ پر آتا ہے:

ساری دنیا کے بھٹکے ہوئے اور بگڑے ہوئے لوگ کان کھول کر سن لیں کہ ہمارا کام تو یہ ہوگا کہ تم مارو گے پتھر اور ہم برسائیں گے پھل —— لیکن زمین و آسمان کا بنانے والا اللہ یہ کہتا ہے کہ او پتھر مارنے والے! وہ پتھر تیرے ہی اوپر آ کر لوٹے گا۔

"اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ" (پ ۱۱)

تیری شرارت تیرے ہی اوپر آئے گی۔

ع ہر چہ بر ماست از ماست

جو کچھ تمہارے اوپر آئے گا وہ تمہارے کرتوت ہی تم پر پھینکے جائیں گے۔

اس لئے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہم اللہ سے ڈراتے ہیں۔ چاہے سدھرے ہوئے لوگ اخلاق برتیں۔ لیکن اللہ پاک جب دیکھے گا کہ حد سے آگے بڑھ رہے ہیں تو پھر

اللہ پاک اتنی زور کی پکڑ کرے گا جس کی کوئی حد نہیں۔

● چار منزلیں جو میں نے پہلے بتائیں:

میں اپنے بیان کو چاہتا ہوں، اللہ کرے جلدی ختم ہو جائے —— میں نے چار باتیں اور چار منزلیں بتائیں —— ماں کا پیٹ، دنیا کا پیٹ، قبر کا پیٹ اور آخرت لیکن قبر اور آخرت جو ہے وہ آنکھوں سے اوجھل ہے۔

● چار مرحلے:

اور دنیا کے اندر بھی چار مرحلے ہیں۔ ایک مرحلہ تو ہے وجود دعوت کا۔ دوسرا مرحلہ ہے وقفہ تربیت کا۔ جب آدمی دعوت کے کام کے اوپر لگ جائیں گے تو ایک وقفہ تربیت کا آتا ہے۔

● صبر اور شکر دونوں میں امتحان:

کبھی اللہ نعمتیں ڈالتے ہیں کہ بندہ شکر گزاری کرتا ہے یا نہیں۔ کبھی اللہ پاک تکلیفیں ڈالتے ہیں کہ بندہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔

اگر قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس نے وقفہ تربیت کو بھی پورا کیا اور دعوت کے کام کو کام بنایا اور اس کے اوپر جو اتار چڑھاؤ اور حالات آئیں اس میں اللہ ورسول کے کہنے کے مطابق اپنی تربیت کرتا رہا تو اس کے بعد کے جو دو کام ہیں وہ اللہ کے ہیں —— ایک کام تو اللہ کا یہ ہوگا کہ اللہ پاک غیبی مدد کرے گا۔ یہ طے ہے اللہ کی طرف سے اس کا وعدہ ہے۔

دیکھو میرے دوستو! جب دعوت کی فضا بنے گی تو ایمان کا پانی ملے گا اور جب ایمان کا پانی ملے گا تو اعمال ظاہر یہ تیار ہوں گے۔ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ، خیرات وغیرہ۔

یہ اعمال ظاہر یہ مقبول بھی ہوتے ہیں غیر مقبول بھی ہوتے ہیں۔ ان کو مقبول کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اندر صفات ایمانیہ پیدا کی جائیں۔ اور صفات ایمانیہ میں تقویٰ ہے۔ توکل ہے، صبر ہے، شکر ہے۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں گی تو اللہ خوش ہوں گے اور جب اللہ خوش ہوں گے تو اعمال مقبول ہوں گے اور غیبی مدد آئے گی۔

● اہل باطل کی تین قسمیں:

اور جب اللہ پاک غیبی مدد کریں گے تو بھٹکے ہوئے لوگوں کی تین قسمیں بن جائیں گی۔ ایک قسم تو وہ ہوگی جو سدھر جائے گی۔ دوسری قسم وہ ہوگی جو سہم جائے گی اور تیسری قسم وہ ہوگی جو ہٹ دھرمی پر آجائے گی۔

یہ تین قسمیں بھٹکے ہوؤں کی ہو جائیں گی۔

● کیا سے کیا بن گئے؟

دیکھئے: ابوجہل کا بیٹا، حضرت عکرمہؓ بن گئے۔ ابوجہل کا بھائی حضرت حارث بن ہشام بن گئے۔ ابوسفیان کی بیوی حضرت ہندہ بن گئیں۔ **رضوان اللہ علیہم اجمعین**۔

میرے محترم دوستو! ایک مجمع تو وہ ہوگا جو ہدایت پر آجائے گا اور ایک مجمع وہ ہوگا جو ہدایت پر نہیں آئے گا لیکن سہم ضرور جائے گا۔

جیسے وفد نجران رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور انہوں نے دیکھا کہ اگر ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کر لیا اور قسما قسمی کر لی تو ہم سارے برباد ہو جائیں گے۔ تو یہ وہیں پر سہم گئے اور جزیہ دینا طے کر لیا۔

تو ایک قسم سہم جاتی ہے۔

اہل باطل کی حیثیت

• کوڑا کباڑ اور میل کچیل سے زیادہ کچھ نہیں:

لیکن ایک تیسری قسم ہر زمانے میں ہوتی ہے، جو ہٹ دھرمی پر اتر آتی ہے فرعون، قارون، ہامان کی طرح اور قوم عاد کی طرح۔

جب وہ تیسری قسم ہٹ دھرمی پر اتری ہے، تو پھر وہ اہل حق پر چھا جاتی ہے۔ اہل باطل اور بھٹکے ہوئے لوگ اہل حق پر، سدھرے والوں پر اور کام کرنے والوں چھا جاتے ہیں۔

کیسے چھا جاتے ہیں؟

جیسے بارش کا پانی گرتا ہے تو نالیاں اور نالے چلتے ہیں تو اس کے اوپر کوڑا کباڑا چھا جاتا ہے یا جیسے سونے چاندی کے زیور اور تانبے پیتل کے برتن آپ کو بنانے ہیں تو آپ نیچے آگ جلاتے ہیں تو اس کے اوپر میل کچیل چھا جاتا ہے، اور جیسے بارش کا پانی بہنے سے نالے اور نالیوں کے اندر کوڑا کباڑا چھا جاتا ہے۔

اسی طرح اہل باطل کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح اہل حق کے اوپر چھا جائیں گے۔ لیکن یہ کوڑا کباڑ اور میل کچیل پھینک دیا جائے گا۔ اور سونا، چاندی، پیتل، تانبا اور پانی باقی رہے گا۔

تو اسی طرح اللہ پاک بھٹکے ہوئے کو کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح پھینک دے گا۔ اور جو اہل حق ہوں وہ باقی رہیں گے —— ہر زمانے میں ہمارا اللہ یہ کرتا آیا ہے۔

• فرعون اور اس کا لشکر تباہ:

فرعون کا پورا لشکر کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ

السلام پر چھا گیا۔ اللہ پاک نے اس کو پھینک دیا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل بچ گئے۔

• جالوت ناکام، طالوت کامیاب:

اسی طرح جالوت یہ کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح چھا گیا۔ لیکن اللہ نے اس کو پھینک دیا۔ اور حضرت طالوت باقی رہے اور پھر ان کو کیسا نوازا۔

• ابوجہل اور قیصر و کسریٰ کی بربادی:

اسی طرح بدر کا قصہ ہوا، تو ابوجہل کا مجمع کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح چھا گیا۔ لیکن اللہ پاک نے اسے پھینک دیا۔ اور دین وایمان والے باقی رہے۔

اسی طرح غزوۂ خندق کے اندر بنی نضر کے یہودی اور بنو غطفان کے لوگ ایمان والوں کے اوپر چھا گئے۔ کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح۔ اللہ پاک نے ان کو پھینک دیا۔ اور حق دنیا کے اندر باقی رہا۔

اسی طرح دور فاروقی کے اندر، قیصر اور کسریٰ بڑی بھاری طاقتوں والے، یہ صحابہ کے اوپر کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح چھا گئے۔ اللہ پاک نے ان کو پھینک دیا۔ اور ایمان والے باقی رہے۔

اس زمانے کی مجھے کچھ نہیں کہنی۔ وقت بھی نہیں اور وقت میں گنجائش بھی نہیں ہاں آگے جو ہونے والا ہے جس کی خبر اللہ نے دی اور اللہ کے رسول نے دی۔

وہ یہ کہ دجال اپنے ہزاروں کے لشکر کے ساتھ ایمان والوں پر اور اہل حق پر کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح چھا جائے گا۔ لیکن اللہ پاک اس کو اور اس کے لشکر کو اٹھا کر پھینک دیں گے۔

یاجوج اور ماجوج کی تباہی:

پھر اخیر میں آئیں گے یاجوج اور ماجوج۔

اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (پ۱۶)

یہ یاجوج اور ماجوج ذوالقرنین کی دیوار کو توڑ کر چاروں طرف چھا جائیں گے۔ یہ لوگوں کو مار ڈالیں گے۔ سمندر کا پانی بھی پی جائیں گے۔ اور ایمان والوں پر چھا جائیں گے —— اور ایمان والے پہاڑوں کے غاروں میں چھپ جائیں گے۔

"حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ"(پ۱۷)

اللہ بتاتا ہے کہ دیکھو میں ان بے کسوں اور بے بسوں کی کیسے مدد کرتا ہوں۔

اللہ پاک یاجوج اور ماجوج کی گردنوں پر پھنسی نکال کر ان سب کو پھینک دے گا اور ایمان والے باہر نکلیں گے، دعا مانگیں گے۔ بارش برسے گی۔ اور بڑی برکت ہوگی۔ یاجوج اور ماجوج کی مصیبت اللہ تعالیٰ دور کر دیں گے اور چاروں طرف دین وایمان اور ہدایت پھیلی ہوگی۔

تو آئندہ کے دجال اور یاجوج ماجوج جب کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح چھا جائیں گے تو اللہ انہیں پھینک دے گا۔ جو اللہ پہلے کر چکا وہ اللہ بعد میں بھی کرے گا۔ اور وہ اللہ اسی طاقت کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔

اور یہ مثال میں نہیں دے رہا ہوں، زمین، آسمان کا پیدا کرنے والا دے رہا ہے۔

میرے محترم دوستو! ایمان اور ہدایت کا بیج جو اللہ نے عالم ارواح میں ہر انسان کے اندر ڈالا ہے۔ یہاں تک کہ ابوجہل اور فرعون کے دل میں بھی ڈالا ہے۔ لیکن وہ بیج اگ کر درخت کب بنتا ہے؟

جب آسمانی وحی کا پانی ملے۔

آسمانی وحی کا پانی ملے تو پورا دین کا درخت بنے گا۔

دین کے درخت کو ضائع ہونے سے بچائیں:

اور اس دین کے درخت کو ضائع، تباہ اور برباد کرنے والی کچھ خرابیاں ہوتی ہیں۔ ایک تو دنیا طلبی، دوسری خود غرضی، تیسرے حسد، چوتھے تکبر، پانچویں ریاء اور نمود۔ اور نہ معلوم کیا کیا خرابیاں۔

یہ ساری خرابیاں دین کے درخت کو تباہ اور برباد کر دیتی ہیں۔ تو اس کیلئے عشق الٰہی کی آگ لگنی چاہئے جو ان ساری خرابیوں کو جلا کر خاک کر دے۔ آسمانی وحی کے پانی سے تو بیج اگ کر درخت بنے گا۔ اور اس درخت کو ضائع اور برباد کرنے والی جو خرابیاں ہیں دنیا طلبی، خود غرضی، تکبر، حسد، ایک دوسرے کو اکھاڑنا پچھاڑنا وغیرہ اس کو جلانے کیلئے عشق الٰہی کی آگ دل کے اندر لگے گی تو یہ ساری چیزیں جلیں گی۔

اللہ پاک کئی جگہوں پر آگ اور پانی کی مثال دیتے ہیں۔ پہلے پارہ کے اندر بھی آگ اور پانی کی مثال اور جو میں یہ بتا رہا ہوں اس کے اندر بھی اللہ پاک آگ اور پانی کی مثال دیتے ہیں۔

میرے محترم دوستو! کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ پاک پھینک دیں گے۔ اور سدھرے ہوئے لوگ دنیا کے اندر باقی رہیں گے۔ اور پوری دنیا کے اندر امن وامان آسکتا ہے۔ کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔

آگ اور پانی کی مثال:

اب میں وہ آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھ دوں جس کو میں نے بہت کھولا:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا (پ۱۳)

یہ تو اللہ پاک نے پانی کی مثال دی۔ نالیاں اور نالے بہے اور کوڑا کباڑ چھا گیا۔
آگے اللہ پاک آگ کی مثال دیتے ہیں:۔

"وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ"
(پ ۱۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانی کے اوپر تو کوڑا کباڑ چھا جاتا ہے اور جو تم آگ جلاتے ہو سونے، چاندی کے زیور اور دوسرے سامان بنانے کیلئے، تو سونے چاندی کے اوپر میل کچیل چھا جاتا ہے۔

"كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ" (پ ۱۳)

اللہ پاک اسی طرح حق اور باطل کی مثال دیتے ہیں۔

حق جو ہے وہ تو پانی اور سونے چاندی کی طرح ہے۔ اور باطل جو ہے وہ کوڑے کباڑ اور میل کچیل کی طرح ہے۔

پھر آگے اللہ پاک کیا کرتے ہیں؟

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً (پ ۱۳)

یہ کوڑا کباڑ، میل کچیل جو ہے، یہ پھینک دیا جاتا ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (پ ۱۳)

اور لوگوں کو نفع دینے والا خالص پانی اور لوگوں کو نفع دینے والا خالص سونا چاندی یہ باقی رہتا ہے۔

"كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ"۔ (پ ۱۳)

اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں دے دے کر سمجھاتے ہیں۔

اور دوستو! ایک بات ذرا سمجھنے اور کہنی ہے۔

وہ یہ کہ نیچے خالص پانی ہو اور خالص سونا اور چاندی ہو تو اوپر کا کوڑا کباڑ اور میل کچیل پھینک دیا جائے گا لیکن نیچے کے پانی میں بھی اگر کوڑا کباڑ ملا ہوا ہے اور نیچے کے

سونا چاندی میں بھی اگر میل کچیل ملا ہوا ہے تو یہ اچھی علامت نہیں۔ اس لئے دین کا کام کرنے والوں کو چاہئے کہ دین کے کام کے ساتھ کوڑا کباڑ اور میل کچیل نہ ملا، یعنی دنیا طلبی اور خود غرضی نہ ہو۔ اگر دنیا طلبی و خود غرضی ہو، تو گویا خالص پانی اور خالص سونے چاندی کے اندر کوڑا کباڑ اور میل کچیل مل گیا اور اس کیلئے ایک تو اللہ پاک سے رو، رو کر دعائیں مانگنا اور ایک اپنی نگرانی کرنا۔ ہر آدمی اپنی نگرانی کرے اور قربانیوں کے اندر آگے بڑھ جائے۔

❁ ہر آدمی دعوت کے کام کو اپنا کام بنائے:

اور یہ نیت کر لو کہ جب تک دنیا کے اندر زندہ رہنا ہے۔ ہم دعوت کے کام کو اپنا کام بنائیں گے۔ اس نکتے کو سامنے رکھ کر ہمیں کام کرنا ہے۔ مردوں کو بھی کرنا ہے، عورتوں کو بھی کرنا ہے اور بچوں کو بھی کرنا ہے۔

❁ قربانی دینے سے ہی دین کی فضا بنے گی:

جیسے رسول کریم ﷺ نے اپنے زمانے کا یہ مجمع تیار کر دیا ہے اور بڑی قربانیاں دے دے کر انہوں نے کام کیا ہے اور پورے عالم میں اس کی فضائیں بنی ہیں۔

حضرت عمرؓ کس قدر دیکھ بھال کرتے تھے اور بچپن سے فکر مند رہتے تھے۔ اور آج بھی اللہ کا فضل ہے اس کا کرم ہے، اس کا احسان ہے کہ بہت سے گھرانے اللہ پاک نے ایسے کھڑے کر دیئے جو اللہ کے بندوں کیلئے ہر طرح کی قربانیاں دیتے ہیں۔

❁ دیندار اور سمجھدار بیوی:

ایک آدمی کی سال بھر کی تشکیل ہوئی۔ وہ تیار ہو گیا۔ بیوی سے جا کر مشورہ کیا۔ بیوی بڑی دیندار تھی، بیوی نے کہا تم اللہ کے راستہ میں جاؤ۔ بچوں کی تربیت اور ان کی

دیکھ بھال میں کرتی رہوں گی۔ اس طرح سے اللہ کے راستے میں جانا میرے لئے تو مشکل ہے۔ تم اللہ کے راستے میں جاؤ۔ تم اللہ کے دین کا کام کرو گے تو اللہ پاک مجھے بھی ثواب دے گا۔

شوہر اللہ کے راستے میں چلے گئے اور بیوی اپنے بچوں کی خیر خبر لیتی رہی۔ عید کا دن آیا تو محلے کے جو بچے تھے اس مبلغ کے بچے کو چڑھانے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے ابا تو وہ جماعت میں گئے اور ہمارے ابا ہمارے پاس ہیں۔ اور ہماری تو عید ہے اور دیکھو کیسے اچھے اچھے کپڑے اور دیکھو کیسا اچھا اچھا کھانا۔ ہم تو گھومنے پھرنے جائیں گے۔ تمہیں کون لے جائے گا؟

یہ چھوٹے بچے تھے رونے لگے۔ ہچکیاں مار مار کر روئے۔ اور روتے روتے ماں کے پاس آئے۔ زندگی میں یہ پہلی عید تھی کہ بچوں کے ابا جماعت میں چلے گئے۔ اب یہ بچے ماں کو لپٹ گئے اور لپٹ کر خوب روئے اور ماں بھی روئی۔

● حضورؐ کی طائف میں قربانی اور دعاء خیر:

میرے دوستو! یہ دین قربانی سے چلا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اس دین کیلئے خوب خوب قربانیاں دی ہیں۔

طائف کے اندر آپؐ پر اتنے پتھر پڑے کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ زید ابن حارثہؓ ساتھ ہیں۔ کندھے پر اٹھا کر عتبہ کے باغ میں لے آئے، اور پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ تب جا کر آنکھ کھلی۔ فرشتے آئے اور یوں کہا کہ اگر آپ کہو تو ہم دونوں پہاڑوں کو ملا کر انہیں غارت کر دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! ـــــ اگر یہ نہیں مانتے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد مانے اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں ان کا بیڑا غرق نہیں کرنا ہے ہمیں ان کے بیڑے

پار کرنے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو ان کی اولاد مانے گی۔

اب ان کی اولاد میں میں کون تھا؟ وہ قبیلہ بنو ثقیف والے تھے۔ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔

حضرت محمد بن قاسم ثقفی ـــــــــــــ

❁ صرف ایمان ہی نہیں لائے، دین کے داعی بنے:

اب قبیلہ بنو ثقیف کی نسل چلی اور اس میں حضرت محمد بن قاسم ثقفیؒ پیدا ہوئے اور انہوں نے ہل اور سندھ کا سفر کیا۔ ان کی پاکیزہ زندگی لوگوں نے دیکھی اور دیکھ کر وہ سارے ایمان والے بنے۔ اور ان کی نسل چلی۔

ہمارے ملک کے جتنے بھی کروڑوں کلمے والے ہیں اور ہمارے پڑوس کے دو ملکوں کے اندر جتنے بھی کروڑوں کلمے والے ہیں۔ اس کے اندر اثر ہے۔ حضرت محمد بن قاسم ثقفیؒ اور ان کے مجمع کی قربانی کا۔ بیچ میں اور بھی بہت سے داعی آئے میں ان کا انکار نہیں کرتا۔

اور یہ محمد بن قاسم ثقفی جو تھے یہ رسول کریم ﷺ کی طائف کی قربانی پر بعد میں پیدا ہوئے۔ تو ہم لوگوں کو جتنا بھی ایمان ملا ہے یہ رسول کریم ﷺ کی طائف والی قربانی پر ملا ہے ـــــ تو بہر کیف،

❁ بچے ہنس پڑے:

میں آپ کو وہ واقعہ سنا رہا تھا کہ بچے اور ماں خوب لپٹ کر روئے جب رونے سے فارغ ہو گئے تو ماں نے بچوں کو بٹھایا اور ماں نے یوں کہا دیکھو بچو! محلے کے بچوں کی عید آج ہے۔ اور کل باسی، پرسوں ختم۔ اور ہماری عید جو جنت میں آئے گی وہ ہمیشہ تازی رہے گی۔ اور بڑھتی رہے گی۔ اور جنت میں جا کر کیا کیا ملے گا وہ ساری آیتیں پڑھ کر

سنائیں۔ جنت کے انگور کیسے؟ جنت کی کھجور کیسی؟ جنت کا دودھ کیسا؟ وہاں کی شہد کیسی؟ یہ ساری باتیں سن کر بچے ہنس پڑے۔ اور بچوں نے کہا بس اماں۔ ہمارا تو کام بن گیا۔ ہماری تو ایسی عید جو کبھی باسی بنے ہی نہیں۔

یہ بچے باہر گئے۔ پھر وہ بچے آئے۔ انہوں نے چڑھایا۔

ان بچوں نے کہا بیٹھو، سارے بچے بیٹھ گئے۔

● بچے بھی دین کے داعی:

انہوں نے یوں کہا کہ دیکھو! تمہاری عید تو کل باسی اور پرسوں ختم۔ اور ہم نے اپنی ماں سے سنا کہ ہم کو جو جنت کی عید ملے گی وہ باسی نہیں ہوگی ہمیشہ تازی رہے گی۔ اور بھی جنت کی ساری نعمتیں ان بچوں نے گنانی شروع کیں۔ تو وہ سارے بچے خاموشی سے بیٹھ کر سن رہے۔

تو ایک طرف ابا عید کے دن داعی۔ یہ بھی بھی داعیہ، اور بچے بھی دعوت دے رہے —— یہ منظر ہمیں پورے عالم کے اندر قائم کرنا ہے۔ کرنے والے اللہ ہیں۔ ہمیں ہاتھ پیر مارنے ہیں۔ کوشش کرنی ہے۔

بہر کیف —— ان بچوں کے ابا جو تھے وہ جون سے علاقے میں پھر رہے تھے اس علاقے والے تبلیغ کے کام کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے ذہن میں کسی نے یہ ڈال دیا تھا کہ یہ تبلیغ کا کام کرنے والے درود شریف نہیں پڑھتے اور تبلیغ کا کام کرنے والے جو ہیں، ان کے دلوں میں رسول کریم ﷺ کا احترام نہیں اور یہ اولیاء اللہ کو نہیں مانتے۔ یہ ان کے دماغ میں کسی نے ڈال دیا تھا تو گاؤں والوں نے جماعت کے لوگوں کو گاؤں میں ٹھہرنے نہیں دیا۔ ان لوگوں نے گاؤں سے باہر درختوں کے نیچے قیام کیا۔

● دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی:

گاؤں والے بھی بیچارے معذور ہیں، مجبور ہیں، وہ بجائے ان کی بات سننے اور ماننے کے ان کی پٹائیاں کرتے ہیں —— مارنے والے بھی حب رسول میں مار رہے ہیں اور مار کھانے والے بھی حب رسول میں مار کھا رہے ہے۔ اصل مجرم تو وہ ہیں جنہوں نے ان کو غلط فہمی کے اندر ڈالا۔

اور ایسے لوگ جب لگ جاتے ہیں تو وہ کام بھی خوب کرتے ہیں۔

● پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے:

لگ گیا ایک سر پھرا، اور بالکل بگڑا ہوا جماعت میں۔ اللہ نے اسے قبول کر لیا اور توفیق بخشی۔ ایک جگہ پر وہ جماعت لیکر گیا۔ گاؤں کے لوگوں کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال رکھا تھا۔ جماعت کے پہنچنے سے ایک شور مچ گیا۔ نکالو، مارو، پیٹو۔ پھر گاؤں والوں نے جماعت کو نکالنے کیلئے ایک شرابی کو بھیجا۔ اب وہ آیا اور گالیاں دینے لگا۔ برا بھلا کہا اور کہا کہ نکل جاؤ۔ حضور کی شان میں گستاخیاں کرنے والو۔

اب یہ جماعت کا جو امیر تھا۔ یہ بھی کسی زمانے میں ایسا ہی سر پھرا رہ چکا تھا۔ اس نے بھی زور سے یوں کہا کہ:

ارے، حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں کو تو صرف گالیاں دیتا ہے، نامرد کہیں کے! ابجڑے! شرم نہیں آتی۔ ارے ان کو تو گولیوں سے بھون دینا چاہئے۔ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کی شان؟

پھر اس نے حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس سے متعلق باتیں بتانی شروع کی اور خوب زور زور سے کہیں۔

تو اس شرابی کا منہ ادھر پھر گیا۔ آیا، بیٹھا اور بیٹھ کر بات سنی، اور اس نے کہا ہم کو بہت دھوکے میں رکھا گیا۔

اس کے بعد وہ باہر نکلا اور آستینیں چڑھائیں اور گاؤں کے لوگوں سے کہا کہ چلو سارے کے سارے ان کی بات سنو۔ نہیں تو اب تم کو ماروں گا۔

سارے لوگ آئے اور بات سنی۔ آج وہاں سے نہ جانے کتنی جماعتیں نکل رہی ہیں۔

یہ ہمارے سر پھرے جو ہوتے ہیں نا تو یہ بھی ذرا موقع محل پر تھوڑے کھردرے بنتے ہیں۔ لیکن میں ان کی ہمت افزائی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہر جگہ کھردرا پن نہیں چلتا۔ کھردرے پن سے کہیں کہیں معاملہ خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے سختی کی اجازت نہیں ہے۔ نرمی کے ساتھ جتنا کام ہو اتنا اچھا ہے۔ اور سختی کرنا ہر ایک کا کام بھی نہیں ہے۔

❂ حضرت عمرؓ بہت روئے:

حضرت عمرؓ کی سختی کی نقل ہر آدمی نہ اتارے کہ حضرت عمرؓ کے اندر سختی کے ساتھ تقویٰ بھی تھا۔

تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ کو فکر ہوئی کہ کہیں چوری نہ ہو جائے۔ تو حضرت عمرؓ خود پہریدار بن گئے۔ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کو ساتھ میں لے گئے اور تہجد کی نماز بھی دونوں حضرات نے وہیں پڑھی۔

قافلے سے بار بار ایک بچے کے رونے کی آواز آتی تھی۔ حضرت عمرؓ جاکر اس کی ماں سے فرماتے تھے کہ بچے کو کیوں رلاتی ہے۔ آخر رات میں پھر اس بچے کے رونے کی آواز آئی تو حضرت عمرؓ نے جاکر فرمایا تو اچھی ماں نہیں ہے۔ تیرے لڑکے کو رات بھر قرار نہیں آیا۔ وہ عورت بولی اے خدا کے بندے تو نے مجھے پریشان کر دیا۔ بات یہ ہے کہ میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں مگر وہ ابھی چھوڑتا نہیں۔ اس لئے بیقرار رہتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اس کا دودھ اتنی جلدی کیوں چھڑاتی ہے۔ عورت نے کہا عمر بن خطاب وظیفہ اسی بچے کا مقرر کرتے ہیں۔ جو دودھ چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ تو میں اس بچے کا

دودھ چھڑا رہی ہوں تاکہ اس کا بھی وظیفہ مجھ کو ملنے لگے۔ اور ہمارا خرچ ذرا ہو۔

جب یہ بات حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئی تو حضرت عمرؓ بہت روئے اور یوں کہا کہ عمر! نہ معلوم تیری حکومت کے اندر کتنے بچوں کو ان کی مائیں رلا رہی ہوں گی اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے جب تیری پیشی ہوگی تو ان بچوں کے رونے کا تو کیا جواب دے گا۔

حضرت عمرؓ کے سامنے پوری قیامت کا منظر تھا۔ وہ بہت روئے۔

❂ انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار:

حضرت عمرؓ کے سامنے یہ ساری آیتیں تھیں۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا۔ (پ۱۵)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر انسان کا بھلا یا برا عمل وہ اس کے گلے کا ہار ہے۔ اور قیامت کے دن رجسٹر کھلا ہوا ہر آدمی کے سامنے آوے گا۔ اور بھلا و برا اس کے اندر لکھا ہوگا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ (پ۱۵)

تیرا رجسٹر تو خود پڑھ لے اور تیرا حساب تو خود کر لے۔

تیرے رجسٹر میں دفعات جرم کیا ہیں وہ تو دیکھ لے۔ اور کس جرم کی کیا سزا ہے وہ قرآن میں دیکھ لے۔ جو عرش الٰہی کے پاس لٹکا ہوا ہے۔ اور اپنا حساب تو خود کر لے۔ آدمی حیران ہو جائے گا کہ کی ہوئی ہر چھوٹی بڑی چیز وہاں سامنے آجائے گی۔ اور آدمی کہے گا:-

مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا

وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۚ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۔ (پ ۱۵)

کیا ہو گیا اس رجسٹر کو کہ چھوٹی بڑی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ اور جو کچھ کیا وہ سارا سامنے آگیا۔ اور اللہ پاک کسی کے اوپر ظلم نہیں کرتا۔

یہ ساری آیتیں حضرت عمرؓ کے سامنے تھیں۔ وہ ہچکیاں مار مار کر روئے، فجر کی نماز پڑھائی اس میں بھی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔

حضرت عمرؓ کا فرمان:

جب آپ نماز پڑھ چکے تو اپنے کام کرنے والوں کو جمع کر کے یوں کہا کہ نہ معلوم کتنے بچے رو رہے ہوں گے بچوں کا وظیفہ پیدا ہوتے ہیں مقرر کر دیا جائے۔ اور ہر جگہ اس طرح کے خطوط لکھ دیئے جائیں تاکہ کوئی ماں اپنے بچے کو رلائے نہیں۔

تو حضرت عمرؓ کی سختی کی نقل تو لوگ اتارتے ہیں لیکن ان کے تقویٰ کی نقل نہیں اتارتے۔

اس لئے میرے دوستو اور بزرگو! اس تقویٰ کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اور جیسے وہ اللہ کے راستے میں جانے والا، اس کی بیوی اور بچے سب نے قربانیاں دیں اور ان کی قربانی کے اوپر پورا علاقہ کام کے اوپر کھڑا ہو گیا —— ہم اور آپ بھی چاروں طرف اور پورے عالم میں پھیل جائیں اور ہر طرف کام کریں۔

محنت، چہار سو:

ہم ایک طرف مقامی کام بھی کریں۔ گھر والوں کو نماز کی تاکید کریں ہماری اپنی نماز بھی کبھی ضائع نہ ہونے پائے۔ خوب خشوع و خضوع والی نمازیں ہم پڑھ رہے ہوں۔ گھروں کے اندر تعلیم کے حلقے ہوں۔ اور ڈھائی گھنٹے مسجد کی آبادی کیلئے دے رہے ہوں۔ گشت بھی کر رہے ہوں اور راتوں کو اٹھ کر خدا کے سامنے رو رہے ہوں۔

جماعتوں میں پھر کر، نبیوں والا غم پیدا کریں:

میرے محترم دوستو! چاروں طرف سے لوگ مر مر کر جہنم کے اندر جا رہے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں اس کی کوئی فکر نہ ہو۔ ایسی بے فکری نہیں ہونی چاہئے۔

اللہ کے نبیوں والا درد، نبیوں والا غم، نبیوں والی بے چینی جماعتوں میں پھر کر ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے —— یہ نبیوں والی بے چینی اور نبیوں والا جو غم ہوگا وہ کام کروائے گا کم صلاحیت والے سے بھی، زیادہ صلاحیت والے سے بھی۔ کم مال والے سے بھی اور زیادہ مال والوں سے بھی۔ کم علم والوں سے بھی زیادہ علم والوں سے بھی کام لینے والے اللہ ہیں۔

جم کر بیٹھیں اور مجمع کو جمانے کا ثواب لیں:

اب آپ حضرات سے میری گزارش ہے کہ جیسے جم کر آپ حضرات نے بیان سنا، اب ہمیں تشکیل کرنی ہے، اس تشکیل کے اندر بھی آپ حضرات کو جم کر بیٹھنا ہے۔ اگر آپ جم کر بیٹھے اور آپ کے بیٹھنے کی وجہ سے تشکیل قابو میں آگئی تو انشاء اللہ آپ کو اس کا ثواب ملے گا اور اسے قیامت کے دن آپ آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

جم کر بیٹھو۔ مجمع کے جمانے کا ثواب لو۔ اور اٹھ کر مجمع کو اکھاڑنے والے نہ بنو۔

مسجد کے باہر ایک بہت بڑا مجمع ہمارے محبوب دوستوں کا ہے۔ نہ معلوم ان کو کتنی ٹھنڈک لگ رہی ہوگی۔ اللہ پاک ان کی اس قربانی کو قبول کرے۔ وہاں پر بھی تشکیل کرنے والے کاغذ، قلم لیکر پہنچ جائیں اور لوگ کھڑے ہو ہو کر چار چار مہینے کے نام لکھوائیں۔ چھ چھ مہینے کے، آٹھ آٹھ مہینے کے، سال سال کے، ڈیڑھ ڈیڑھ سال کے نام لکھوائیں۔

جو لوگ پہلے نام لکھوا چکے اور ان کی ترتیب بھی بن چکی وہ لوگ مہربانی کر کے نام

نہ لکھوائیں۔ اس وقت تو وہ لوگ اپنا نام لکھوائیں جو نئے ہیں۔

• میری دلی دعائیں:

جو بھی اس وقت میں نام لکھوائے۔ جو بھی اپنے وقت کو بڑھائے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان کیلئے ہم دعا کریں کہ اللہ! ان کے جان ان کے مال میں ان کے ایمان میں ان کی آبرو میں ان کے گھر میں ان کے کاروبار میں ان کی ہر لائن میں اللہ پاک برکت نصیب فرمائے اور اللہ پاک ان کی نسلوں میں دین کے بڑے بڑے داعی تیار فرمائے، اور اللہ پاک ان کی دنیا و آخرت کی ضرورتوں کو عافیت کے ساتھ غیبی طریقے پر پورا فرمائے۔

یہ دعا ان لوگوں کیلئے ہے جو آئے تھے صرف بیان سننے اور کھڑے ہو کر تین چلہ لکھوا دیا۔ یا جو آیا تھا چلّے کیلئے اور کھڑے ہو کر تین چلہ لکھوا دیا۔

اب کھڑے ہو ہو کر اپنے نام لکھوا۔ اللہ قبول کرے۔ چاروں طرف سے آوازیں آئیں اور چاروں طرف سے نام آئیں۔

اور تم لوگ سارے کے سارے جم کر بیٹھے رہو۔ جی چاہتا ہے کہ تمہارے لئے بھی یہ دعا کروں کہ اللہ پاک تمہارے بیٹھے کا بہت بڑا بدلہ دنیا و آخرت میں نصیب فرمائے۔ کیونکہ تم نے ہم پر رحم کیا —— اور بولو بھائی —— نیا نام چاہئے اور اگر پرانا نام ہو تو وقت بڑھا کر بولیں۔

چار چار مہینے کے ڈھیر لگا دو۔ تاکہ پورے ملک میں پیدل جماعتیں بن کر جا سکیں انشاء اللہ —— اللہ پاک قادر مطلق ہے۔

لوگوں کو کلمے بھی یاد نہیں۔ نماز بھی یاد نہیں۔ خوش نصیبی ہوگی۔ بولتے رہو بھائی۔

دعا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ الٓمٓ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ یَآ اَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنَ الْخَیْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ —— مِنْهُ مَا لَمْ نَعْلَمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ —— مِنْهُ مَا لَمْ نَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔

اے اللہ! تو ہماری تمام لغزشوں سے درگزر فرما۔

اے اللہ! ہم تیرے قصوروار بندے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے خطاوار بندے ہیں۔

اے اللہ! تو ہماری خطاؤں کو معاف کر دے۔

اے اللہ! یہ پورا کا پورا مجمع تیرے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے۔

اے اللہ! اس کے ہاتھ پھیلانے کو قبول فرما۔

اے اللہ! تو رشد و ہدایت کے اور رحمتوں کے دروازے کشادہ فرما۔ مصیبتوں، بلاؤں، پریشانیوں اور ضلالت و گمراہی کے دروازوں کو بند فرما۔

اے اللہ! تو زلزلوں سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو خونریزیوں سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو ہوا کے طوفان سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو ہمارا بن جا اور ہمیں اپنا بنا لے۔

اے اللہ! ہم سب کا اپنے اپنے وقت پر ایمان پر خاتمہ فرما۔

اے اللہ! ہم کمزور ہیں، ہم ضعیف ہیں۔

اے اللہ! تو ضعفاء کا رب ہے۔

اے اللہ! تو ہمارے حال پر رحم و کرم کا معاملہ فرما۔

اے اللہ! پورے عالم کے اندر دین کے پھیلنے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما۔

اے اللہ! تیرے کروڑہا کروڑ بندے بغیر ایمان کے جی رہے ہیں۔

اے اللہ! تو ایسی غیبی صورتیں پیدا فرما کہ وہ بغیر ایمان والے ایمان والے ہو جائیں۔

اے اللہ! ہم لوگوں کے ایمان کے اندر تو طاقت پیدا فرما۔

اے اللہ! مضبوطی پیدا فرما۔

اے اللہ! اقوام عالم کی ہدایت کے فیصلے فرما۔

اے اللہ! حضرت جی دامت برکاتہم کو صحت و قوت، ہمت و عافیت اپنے لطف و کرم سے نصیب فرما۔

اے اللہ! تو بیماروں کو شفاء کامل و عاجل نصیب فرما۔

اے اللہ! پریشان حال کی پریشانیوں کو دور فرما۔

اے اللہ! قرضداروں کے قرضوں کی ادائیگی کی غیب سے صورتیں پیدا فرما۔

اے اللہ! جو لڑکے اور لڑکیاں شادی کے قابل ہوں، ان کیلئے بہترین جوڑ تو اپنے کرم سے نصیب فرما۔

اے اللہ! جن جن لوگوں نے زبان سے دعاؤں کیلئے کہا ہو یا خط لکھا ہو یا اس کے متمنی رہے۔

اے اللہ! تو ان سب کی اور ہم سب کی آخرت کی ضرورتوں کو عافیت کے ساتھ غیبی طریقے پر پوری فرما۔ اور ان سب کی اور ہم سب کی دنیا و آخرت کی پریشانیوں کو عافیت کے ساتھ غیبی طریقے پر، اے اللہ! تو ختم فرما۔ اور اس کی قدردانی تو نصیب فرما۔

اے اللہ! پورے عالم کے اندر اس وقت جو حالات ہیں،

اے اللہ! بڑے پریشان کن حالات ہیں،

اے اللہ! تو ہی ان پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے۔

اے اللہ! آخرت کی فضا پورے عالم کے اندر بننے لگے۔

ایمان کی فضا بننے لگی۔

ایمان کی ہوائیں چلنے لگیں۔

اے اللہ! ہدایت قائم ہونے لگے۔

اے اللہ! تو ہدایت کی صورتیں پیدا فرما۔

اس کیلئے جو ہٹ دھرمی کرنے والے اور جو ضدی قسم کے لوگ ہیں،

جو اس میں روڑا بنتے ہیں۔

رکاوٹ بنتے ہیں۔

اور ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں۔

اے اللہ! تو ان کے سرغنوں کو

اور ان کے جتھوں کو

اور اسی طرح ان کے اڈوں کو

نیست و نابود فرما۔

اے اللہ! تو قادر مطلق ہے۔

اے اللہ! تو باطل کو نیست و نابود فرما۔

حق کو پورے عالم کے اندر چالو فرما۔

اے اللہ! باطل کی آوازوں کو بے اثر فرما۔

اور حق والی آوازوں کو اثر انداز فرما۔

اے اللہ! یہ پورا کا پورا مجمع دو دن سے مستقل تیرے دین کی باتوں کو یا اللہ! سن رہا ہے۔

اور شوق سے سن رہا ہے۔ اور سنتا ہی نہیں بلکہ عمل کیلئے بھی کھڑا ہو رہا ہے۔

اے اللہ! ان کے سننے اور بیٹھنے کو قبول فرما۔

اے اللہ! نہ معلوم کون تجھے کتنا پسند آچکا ہو، اس کو ہم نہیں جانتے۔ اے اللہ! تو اپنی ناراضگی سے ہماری حفاظت فرما۔

اپنی رضامندی ہمیں نصیب فرما۔

اے اللہ! اگر تو ناراض ہو گیا تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

اے اللہ! آج تک تیرے ناراض کرنے والے کام ہم سے جتنے بھی ہوئے ہیں تو اپنے فضل سے اسے معاف فرما۔

اور تیرے راضی کرنے والے کام تیری مہربانی سے جتنے بھی ہوئے ہیں۔

تو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔

اور آئندہ بھی اے اللہ! پوری زندگی تیرے کو راضی کرنے والے کاموں کی توفیق نصیب فرما۔

اور تیرے کو ناراض کرنے والے کاموں سے حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہم سب کے باپ دادوں کی، نانا نانی اور دادا دادی اور جتنی بھی اوپر کی پشتیں اسلام کی حالت کے اندر گزر چکی ہیں ——— اے اللہ! تو ان کو عذاب قبر سے محفوظ فرما۔ اور ان کی قبروں کو منور فرما۔

اے اللہ! ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو دین کی دعوت کیلئے قبول فرما۔

ہمیں خشوع و خضوع والی نمازیں نصیب فرما۔

اے اللہ! دنیا کی محبت کو ہمارے دلوں سے عافیت کے ساتھ نکال دے۔ اور اے اللہ! آخرت کی فکر ہمارے دلوں کے اندر عافیت کے ساتھ پیدا فرما۔

اے اللہ! ناحق کی طرفداری اور حق تلفی سے اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو شماتت اور شماتت اعداء سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! تو ہمیں اپنی رحمت کے دامن میں لے لے۔

اے اللہ! ہم تیرے کمزور بندے ہیں۔

اے اللہ! جو کچھ ہمیں مانگنا چاہئے تھے، وہ ہم مانگ نہیں سکے، بغیر مانگے تو ہمیں اپنے کرم سے مرحمت فرما۔

اے اللہ! جہاں جہاں بارش کی ضرورت ہے،

وہاں پر رحمت والی اور برکت والی بارش

اپنے لطف و کرم سے نصیب فرما۔

اے اللہ! جہاں جہاں لوگ پریشان ہیں، مصیبت زدہ ہیں، اے اللہ! ان کی مصیبتوں کو اپنے لطف و کرم سے تو دور فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

بیان ۲

یہ تقریر
2 نومبر 1990ء
کو
بنگلے والی مسجد دہلی
میں ہوئی۔

جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کی جماعتیں بن بن کر جنت کی طرف چلیں گی اور جنت کے دروازے پہلے سے انہیں کھلے ملیں گے۔ اور پہریدار فرشتے یوں کہیں گے:-

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ"

سلام پہنچے تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو، لو داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کیلئے۔

نیند تو پوری ہو جائے گی قبر کے اندر، ناشتہ ملے گا عرش کے سائے کے نیچے، پانی ملے گا حوض کوثر کا، دوپہر کا کھانا ملے گا جنت میں اور رات وہاں آئے گی نہیں۔ اب ہمیشہ کیلئے مزے اڑاؤ۔ کیونکہ تم نے اللہ کو رب مانا۔ اللہ ضرورتیں پوری کرتے تھے وہ تم نے اللہ کی مہربانی سمجھی۔ اور زمین و آسمان کو دیکھ کر تم نے اللہ کو پہچانا۔ ہر حال میں تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے بدن کو تم نے اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال کیا۔

اس تقریر کا ایک پیراگراف

خطبہ مسنونہ کے بعد:۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

دلوں کے اندر اللہ کی ربوبیت کا یقین اگر اتر جائے تو سارے دین پر چلنا آسان ہو، اور دنیا کے اندر بلائیں بھی اللہ دور فرمائیں۔ آخرت کی تکلیفوں سے بھی اللہ محفوظ رکھے۔ اور دنیا کے اندر بھی اللہ نعمتوں کے دروازے کھولے۔ اور آخرت کے اندر بھی اللہ جنت مرحمت فرمائے۔

٭ عہد الست:

عالم ارواح کے اندر سارے لوگوں کو جمع کر کے اللہ نے پوچھا تھا:۔

"اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ"

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟ تو سب کی روحوں نے کہا کہ تو ہمارا رب ہے۔

ابو جہل اور فرعون کی روحوں نے بھی یہ کہا۔ ایمان والوں کی روحوں نے بھی یہ کہا —— اس لئے کو وہاں پر اللہ ہی اللہ تھے۔ امتحان کی کوئی چیز نہیں تھی۔

یہاں امتحان ہے۔ جو ضرورتیں پوری کرنے والے اللہ ہیں وہ دکھائی نہیں دیتے اور جہاں سے ضرورتیں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہیں حقیقت میں وہاں سے ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ کرنے والے اللہ ہیں، دکھائی دیتا ہے اسباب میں۔

یہ اسباب یہاں پر امتحان کے درجے میں ہیں۔ وہاں پر یہ امتحان تو تھا نہیں۔ وہاں پر تو صرف اللہ ہی اللہ تھے۔ تو سب کی روحوں نے کہہ دیا کہ اللہ آپ ہمارے رب ہیں۔

"قَالُوْا بَلٰی" (پ ۹)

اور اسی طرح جب قیامت کا دن آئے گا تو یہ جتنے اسباب ظاہر ہیں، یہ وہاں پر

ہوں گے نہیں۔

دوکان، کھیت، گھربار، سونا چاندی، روپیہ پیسہ وہاں نہیں ہوگا۔ وہاں پر اللہ ہی ہوں گے اور ان کا غیبی نظام!

٭ حسرت و یاس:

جو آج غیب ہے وہ سب کھلا ہوا سامنے آئے گا۔ اس وقت میں کٹر سے کٹر بے ایمان اور کافر بھی اللہ کو رب کہے گا۔

رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۔ (پ ۲۱)

یہ کافر کہے گا:۔

"اے ہمارے رب! ہماری آنکھ کھل گئی۔ ہمارے کان کھلے گئے۔ اب ہم کو دنیا میں واپس کر دے اب ہم اچھے کام کریں گے۔ ہمیں یقین آگیا —— اب ہمارے سامنے بات آگئی کہ اچھے اعمال پر کیا ملتا ہے اور برے عملوں پر کیا برداشت کرنا پڑتا ہے وہ ہمارے سامنے آگیا"

دنیا کے اندر ہمارے کان کھلے ہوئے نہیں تھے۔ اور ہماری آنکھیں کھلی ہوئی نہیں تھیں۔ اس بناء پر ہم کو دنیا کے اندر دکھائی دیتا تھا چیزوں میں اور اللہ نے رکھا تھا عملوں کے اندر۔

٭ نظر والے راستہ سے یقین کو ہٹاؤ:

یہ اللہ کی طرف سے امتحان ہے کہ اللہ نے رکھا ہے عملوں میں اور دکھاتے ہیں چیزوں میں اور مکلف بنایا اس بات کا کہ جہاں تمہیں نظر آتا ہے وہاں سے یقین کو ہٹاؤ۔ اور جہاں کی ہم خبر دے رہے ہیں اس پر یقین لاؤ۔ نظر والے راستے سے یقین کو ہٹاؤ اور

خبر والے راستے پر یقین کو لاؤ۔

نظر تو آتا ہے ملک ومال اور روپے پیسے سے زندگیوں کا بننا اور خبر ہے زندگیوں کے بننے کی ایمان اور اعمالِ صالحہ پر۔

نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ وخیرات جو بھی عمل ہم کریں گے اس پر زندگی بنے گی، یہ خبر ہے۔

اب جن عملوں میں زندگی بنانے کی خبر ہے۔ زندگی کا بننا اس کے اندر چھپا دیا۔

اعمال کے خراب ہونے میں زندگیوں کا اجڑنا یہ بھی چھپا ہوا ہے اور اعمال کے اچھے ہونے میں زندگیوں کا بننا یہ بھی چھپا ہوا ہے۔ ظاہر ہوگا اس کے وقت پر۔ اور اصل ظاہر ہونے کا جو وقت ہے وہ ہے موت کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ خراب عمل والے کو کسی موقع پر دنیا میں بھی انوکھے طریقے پر پکڑتے ہیں۔ اور اچھے عمل کرنے والے کو کسی موقع پر انوکھے طریقے سے نوازتے ہیں۔

انوکھے کا لفظ یاد رکھنا۔

ظاہری ترتیب میں سب برابر:

ایک تو ظاہری ترتیب ہے۔ ظاہری ترتیب میں تو مسلمان ہو یا کافر، سب برابر۔ بادل سب کے کھیتوں میں برسے گا۔ اناج سب کھیتوں میں ہوگا۔ اور پھل سب کے باغیچے میں آئیں گے اور مرغیاں سب کی انڈے دیں گی۔ دودھ کے جانور سب کو دودھ دیں گے۔ تو ظاہری ترتیب تو سب کیلئے برابر —— ایک نبی ہے اس کو بھی پتھر مارا گیا تو خون نکلا، نبی پر بھی جادو کیا جائے تو اثر ہوگا۔ اور ایک کافر کو بھی پتھر مارو تو اس کو بھی لگے گا۔ اور اگر کافر کو شہد چٹادو تو شہد اس کو بھی میٹھا معلوم ہوگا —— تو جتنی ظاہری ترتیب اللہ نے دنیا میں قائم کی ہے اس میں سب کو برابر کر دیا۔

آج کا غیب کل کا مشاہد:

لیکن اللہ کا جو غیبی نظام ہے، چھپا ہوا۔ جس کی خبر نبیوں کے ذریعہ اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ دی وہ چھپا ہوا جو غیبی نظام ہے وہ کھل کر موت کے وقت سامنے آئے گا۔

آج کا غیب ہے یہ موت پر مشاہد ہوگا۔ اور آج کا مشاہد ہے یہ موت پر چھپ جائے گا۔ آج جو دکھائی دیتا ہے وہ موت پر چھپے گا۔ اور آج جو چھپا ہوا ہے وہ موت پر دکھائی دے گا۔

اس وقت میں ہمارے سامنے چیزوں سے زندگیوں کا بننا یہ دکھائی دیتا ہے لیکن اعمال اگر خراب ہوں تو زندگیوں کا اجڑنا یہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت میں فرشتے دکھائی نہیں دیتے، جنت اور جہنم دکھائی نہیں دیتے۔

لیکن موت آئی اور آدمی قبر میں گیا تو، جو دکھائی دیتا تھا وہ بند ہو گیا۔ ملک اور مال سے جو زندگی بنتی دکھائی دیتی تھی اور جس پر آپس میں لڑائی، جھگڑے، فتنے، فساد ہوتے تھے وہ سارا کا سارا موت کے وقت میں بے اثر ہو گیا۔

قبر کے سانپ کو دنیا کا ڈنڈا نہیں مار سکتا:

اب قبر کے اندر اگر سانپ آئے تو دنیا کا ڈنڈا اسے مار نہیں سکتا۔ قبر میں جو آگ لگی تو دنیا کا پانی اسے بجھا نہیں سکتا۔ قبر کے اندر اندھیرا آگیا۔ تو دنیا کی لائٹ اس میں اجالا نہیں لا سکتی۔

ان ساری چیزوں سے کام نہ بننا یہ موت پر سمجھ میں آگیا۔ اور اعمال سے کام کا بننا یہ بھی سمجھ میں آگیا۔

اصل کامیابی نماز پڑھنے میں ہے:

اگر میں نماز پڑھتا تو داہنی طرف سے جو عذاب آیا، نماز اسے روکتی۔ لیکن آدمی نے نماز کو چھوڑ کر لاکھ روپے کا ڈرافٹ تھمایا۔

نمازی نے تو لاکھ چھوڑا، نماز پڑھی۔ اور بے نمازی نے نماز چھوڑی اور لاکھ روپیہ لیا۔ موجودہ زمانے میں تو لاکھ والا بڑا کامیاب دکھائی دیا اور نماز پڑھنے والے کی جیب میں پانچ پیسے بھی نہیں آئے۔

لیکن نماز کے اندر جو کامیابی ہے وہ چھپی ہے، جو قبر میں ظاہر ہوگی۔

اور لاکھ روپیہ لیکر جو نماز چھوڑی اس کے اوپر جو بربادی ہے یہ بھی چھپی ہوئی ہے یہ قبر کے اندر سامنے آئے گا۔

قبر کے اندر جب داہنی طرف سے عذاب آیا تو نماز روکتی وہ تھی نہیں اور لاکھ روپیہ جو ہے وہ یہاں کام نہیں آتا تو مرنے کے وقت تو سب کی سمجھ میں آگیا۔ لیکن مرنے کے وقت جو سمجھا تو کام کا نہیں۔

تو آدمی قیامت کے دن کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میری آنکھ کھل گئی۔

● ایمان بالغیب کیا ہے؟

جیسے پہلی رات کا چاند دیکھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ایک آدمی تیز نگاہ والا، ایک آدمی کمزور نگاہ والا، تیز نگاہ والے نے بتایا کہ دیکھو وہ چاند ہے۔

کمزور نگاہ والا کہتا ہے کہ بھائی میرے کو تو دکھائی نہیں دیتا ——— درخت کے اوپر بادل کے بیچ میں دیکھ لے۔ بولے درخت دکھائی دیتا ہے، بادل دکھائی دیتا ہے، چاند نہیں دکھائی دیتا۔

اب یہ کہنے لگا کہ جھوٹے! چاند کہاں ہے۔ دکھائی تو دیتا نہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد گئے ذرا مطلع صاف ہوگیا۔ بولے ادھر آ۔ دکھائی دے رہا

ہے؟ جی ہاں! دکھائی دے رہا ہے۔ تو سچا ہے۔

تو اس آدمی نے اس کی خبر کو سچا نہیں مانا۔ بلکہ اپنی نظر کو سچا مانا۔ آدمی کی خبر کو سچا مانتا تو جب چاند نہیں دکھائی دیتا تھا اس وقت کہتا بھائی! میری نگاہ کمزور ہے اور تو ہے سچا۔ تو آج اگر اس نے نبی کی بات کو اور اللہ تعالیٰ کی بات کو سچا مانا باوجودیکہ جنت اور جہنم دکھائی نہیں دیتے، فرشتے دکھائی نہیں دیتے۔ تو پھر اس کی قیمت اللہ دیں گے۔ اس پر اللہ دنیا میں بھی حالات بنائیں گے۔ اور مرنے کے بعد کے بھی حالات بنیں گے۔

جو اللہ ورسول کی بات کو سچا مانے اس کا نام ایمان بالغیب ہے۔

● ہمالیہ پہاڑ بڑا ہے، رائی کا دانہ نہیں:

ہمالیہ پہاڑ بہت بڑا ہے۔ لیکن اگر آپ اپنی دونوں آنکھوں کے اندر رائی کا دانہ ڈال دیں۔ ایک رائی کا دانہ اِدھر اور ایک رائی کا دانہ اُدھر۔ اب اس کے بعد پہاڑ کو دیکھیں، وہ پہاڑ دکھائی نہیں دے گا۔ تو اگر کوئی کم سمجھ آدمی یوں کہے کہ رائی کا دانہ اتنا بڑا، اتنا بڑا کہ ہمالیہ پہاڑ سے بھی بڑا۔

وہ کیسے؟ ——— اس لئے کہ رائی کا دانہ آگیا تو ہمالیہ پہاڑ دکھائی نہیں دیتا۔ تو ہمالیہ پہاڑ سے رائی کا دانہ بڑا۔

اسی طرح اعمال پر جو آخرت میں جنت ملے گی اور جو آخرت میں بڑے بڑے درجات ملیں گے اس کا مقابلہ اس دنیا کے ساتھ پڑ جائے تو یہ کم سمجھ آدمی اس کے دل کی آنکھ بند ہے وہ بھی اس دنیا کو بڑا سمجھتا ہے۔ جس کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر نہیں۔

جب مقابلہ پڑ گیا اعمال کا اور چیزوں کا تو یہ چیزوں کو لیتا ہے، اعمال کو چھوڑتا ہے۔ کیونکہ اعمال کے اندر جو کامیابی ہے وہ اوجھل بن گئی۔ اس دنیا کی وجہ سے جو مچھر

کے برابر بھی نہیں۔ وہ اس دنیا کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے جیسے اس نے رائی کے دانے کو بڑا سمجھا۔

رائی کے دانے کی وجہ سے جو ہمالیہ پہاڑ دکھائی نہیں دیتا تو اس سے کہا جائے گا کہ بھائی رائی کا دانہ بڑا نہیں —— تو یوں مت کہہ کہ رائی کا دانہ ہمالیہ پہاڑ سے بڑا ہے۔ یہ رائی کے دانے کی بڑائی نہیں، یہ تیری آنکھ کی چھوٹائی ہے۔ تیری آنکھ چھوٹی اتنی چھوٹی ہے کہ رائی کا دانہ تیری آنکھ میں آجائے تو ہمالیہ پہاڑ بھی دکھائی نہ دے —— تو یہ تیری آنکھوں کی چھٹائی ہے رائی کے دانوں کی بڑائی نہیں۔

سمجھ کا فرق:

یہ تیری سمجھ کی کمزوری ہے۔ یہ دنیا بڑی نہیں ہے۔ دنیا تو مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ اور یہ بات مرنے کے وقت فرعون کی بھی سمجھ میں آگئی۔ ابو جہل کی سمجھ میں بھی آگئی۔ لیکن اس وقت کا سمجھ میں آنا بیکار ہے۔ اس وقت اگر مانا تو اس نے اپنی نظر کو مانا۔ اللہ در سول کی خبر کو نہیں مانا۔

قیامت کے دن یہ سارا پردہ صاف ہو جائے گا جو آج دنیا کا پردہ آنکھوں کے سامنے ہے وہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا۔

اللہ کہتے ہیں:۔

"فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ" (پ ۲۶)

ہم نے پردہ ہٹا دیا تو تیری آنکھ بہت تیزی کے ساتھ دیکھ رہی ہے جنت کو، جہنم کو اور اعمال کی تاثیر کو۔

انوکھی مدد:

میرے محترم دوستو! اچھے عملوں کے اندر اللہ کی مدد کا آنا چھپا ہوا، برے عملوں

کے اندر اللہ کی پکڑ کا آنا یہ بھی چھپا ہوا۔

لیکن اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر بھی بھلے کام کرنے والے کو انوکھی مدد دکھا دیتے ہیں۔ انوکھی مدد دیکھ کر اس کی قدر دانی کرنی چاہئے۔ اور اگر انوکھی مدد دیکھ کر آدمی اس کی قدر نہ کرے تو پھر اس پر وبال آتا ہے۔ جیسے انوکھے طریقے پر اللہ نے آسمان سے کھانا اتارا:

عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر جب یہ ان کے ساتھیوں نے کہا۔ جب وہ آسمان کا کھانا آیا تو انہوں نے ناقدری کی تو ان کے اوپر وبال آیا۔

انوکھے طریقے پر جو مدد آتی ہے اس کی قدر دانی بھی بہت ضروری ہے۔ اور اس کی قدر دانی کیا ہے؟

اس کی قدر دانی اللہ کا شکر کر کے اور زیادہ اللہ کی بات کا ماننا۔ یہ اس کی قدر دانی ہے۔

صاحب مقام کی سوچ اور فکر:

ایک آدمی دہلی کا رہنے والا ہے۔ اس کے سامنے لال قلعہ، قطب مینار اور چاندنی چوک، یہ چیزیں روزانہ اس کے سامنے آتی ہیں۔ گزرتا ہے اور دیکھ لیتا ہے۔

لیکن جو آدمی باہر کا ہے کبھی دہلی آیا اب وہ جو دیکھنے گیا جب پھر واپس جائے گا تو ہر وقت اس کے تذکرے کرے گا کہ صاحب وہاں کی چاندنی چوک ایسی، وہاں کا قطب مینار ایسا، اور وہاں کا لال قلعہ ایسا۔ ایک آدمی جو مقام پر رہتا ہے اس کی نوعیت جدا ہے۔ تو دین کا کام کرتے کرتے اگر آدمی صاحبِ مقام بن جائے تو ہر وقت اس کے ساتھ مددیں ہی مددیں ہوتی رہیں گی۔ اور اسے اس پر تعجب اس لئے نہیں ہوگا کہ یہ تو اللہ کا وعدہ ہے۔ یہ تو ہونا ہی چاہئے۔ اللہ نے چاہا وہ ہو گیا۔

تو اس پر اس میں تکبر نہیں پیدا ہوگا۔

اور ایک آدمی کے ساتھ کبھی کبھار کوئی انوکھی مدد ہو گئی۔ جھلکی دیکھ لی۔ اور یہ آدمی صاحب مقام نہیں ہے۔ جیسے ایک تو ولی کا صاحب مقام اور ایک کبھی کبھار آنے والا۔

اسی طرح دین کا کام کرنے والوں میں ایک بنتا ہے صاحب مقام، تو اس کے ساتھ دن رات مددیں آتی ہیں۔ اور ان مددوں پر اس کے دل کے اندر تکبر اور بڑائی نہیں پیدا ہوتی۔

وہ سمجھتا ہے "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کا مفہوم۔ کہ نماز پڑھو، کامیابی ملے گی۔ اللہ نے کہہ دیا تو کامیابی ملنا طے۔

قرضے کے ادائیگی کی دعا ہم نے مانگی۔ اللہ نے قرضہ ادا کر دیا۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:-

"اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَنْ مَّنْ سِوَاكَ"

"اے اللہ حرام سے بچاتے ہوئے اپنے حلال کے ذریعہ تو میری کفایت فرما! اور اپنے فضل کے ذریعہ تو مجھے اپنے غیر سے بے نیاز فرمادے"

جو آدمی یہ پڑھے گا، اس کا قرضہ ادا ہو گا۔ اور میں نے یہ دعا پڑھی، اللہ نے قرضہ ادا کر دیا۔ یہ تو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے جو کہا وہ ہو گیا۔ دعا مانگی اور کام بن گیا۔

تو دین کا کام کرتے کرتے جو صاحب مقام بن جائے، دن رات اس کیلئے مددیں آویں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کے اندر فخر، تکبر اور ریاء وغیرہ نہیں پیدا ہو گا۔

میں بزرگ بن گیا:

اور جب کبھی کبھار کوئی جھلکی مدد کی دیکھ لی، تو ہر دم اسی کا تذکرہ کرتا رہے گا۔ جہاں بیٹھے گا —— میں فلاح جگہ جماعت میں گیا تھا۔ وہاں یوں ہوا۔ اور میں اتنے کام چھوڑ کر گیا تھا جب واپس لوٹا تو سب کام بن گئے۔ اور اب فخر کے طور پر ہر جگہ اسی کو

بیان کرتا رہے گا۔ اور اس کے اندر بڑائی کے آنے کا خطرہ ہے۔

اور جو صاحب مقام ہو گا اس کے اندر یہ بات نہیں ہو گی۔ اور جب صاحب مقام نہیں ہو گا تو اگر اس کی دعا پر کام بنا تو سمجھے گا کہ میں بزرگ بن گیا —— میں نے قرضے کی ادائیگی کی دعا مانگی تھی اور میری دعا قبول ہو گئی۔ اب میں بزرگ بن گیا۔ زبان سے تو نہیں کہے گا میں بزرگ بن گیا۔ لیکن دل کے اندر خیال کرے گا کہ اب تو میں کچھ بن گیا۔

چیزوں میں تاثیر —— انسان کا تجربہ

اور عمل میں تاثیر —— خدا کا وعدہ

لیکن آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک آدمی شہد منہ میں ڈالے اور اس کا منہ میٹھا ہو جائے تو وہ یوں کہے کہ صاحب! میں بہت بڑا بزرگ بن گیا۔

وہ کیسے؟

اس لئے کہ شہد منہ میں جاتے ہی میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔

اور میں برف کے پاس جاتا ہوں تو میرے کو ٹھنڈک لگتی ہے۔

اور میں آگ کے پاس جاتا ہوں تو میرے کو گرمی ملتی ہے۔

اور میں خوشبو والے کی دکان پر جاتا ہوں تو میرے کو خوشبو ملتی ہے۔ میں بزرگ بن گیا۔

اللہ کے بندے! خوشبو تیرے کو آنے لگی،

اور آگ سے گرمی آنے لگی —— تو اس میں تو بزرگ کیسے بنا؟

کوئی ایسا کہتا بھی نہیں۔ لیکن اگر نماز پڑھنے پر کام بنا تو یہاں یہ آجاتا ہے کہ میں بزرگ بن گیا۔

چیزوں کے اندر کی تاثیر کو انسان کا تجربہ۔ اور عمل کے اندر کی تاثیر، خدا کا وعدہ۔

اب خدا کا وعدہ اگر پورا ہوا تو اس پر یوں سمجھنے لگتا ہے کہ میں بزرگ بن گیا۔

اب جب بزرگ بننے کا خیال شیطان نے دل کے اندر ڈالا تب یہیں سے یہ گرنا شروع ہوا۔

اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:۔

لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (پ۲۷)

اپنے آپ کو بزرگ مت سمجھو۔ اپنے آپ کو یوں نہ سمجھو کہ میں بہت پاک بن گیا۔

یہ اللہ ہی جانتا ہے:۔

"هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی"(پ۲۷)

تقویٰ والا کون ہے، وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

کمی اور کوتاہی کی تلاش:

میرے محترم دوستو! جب دین کا کام تم کرتے رہو گے اور اس کے اندر اللہ کی طرف سے آزمائش کی گھاٹیاں بھی آتی رہتی ہیں۔ اگر ان آزمائش کی گھاٹیوں کے اندر بھی انسان جما رہا اور لگا رہا۔ پھر اللہ کی مدد آئی۔ پھر آزمائش کی گھاٹی آئی پھر اللہ کی مدد آئی۔ پھر آزمائش کی گھاٹی آئی تو اللہ تعالیٰ وہ دن لاویں گے کہ آدمی صاحبِ مقام بنے۔

اور صاحب مقام بن جانے کے بعد اگر اعمال کے ذریعہ اس کے کام نہ بنے تو یہ آدمی فوراً سوچے گا کہ میرے اعمال میں کسر کہاں سے آئی۔ اس کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ صاحب! میں نے فلاں عمل کیا پھر بھی اس کا اثر نہیں ظاہر ہوا۔ میں نے دعا مانگی پھر بھی میرا کام نہیں بنا۔ اور میں نماز پڑھ رہا ہوں پھر بھی مجھے کامیابی نہیں ملی اور میں قرضے کی ادائیگی کی دعا مانگتا ہوں پھر بھی میرا قرضہ ادا نہیں ہوتا —— یہ اس کی زبان پر نہیں آئے گا۔

اس کی زبان پر کیا آئے گا؟

میں عمل کر رہا ہوں لیکن اس عمل کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے عمل میں کسر ہے۔

کسر کی تلاش میں لگے اور کسر کی تلاش کرتے کرتے اگر آدمی توبہ واستغفار کرے۔ اور اگر یہ توبہ واستغفار آدمی کو کرنی آگئی تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ ساری کسر کو صاف کر دے گا۔

تو بھائی کسر کو ڈھونڈتے بھی رہو۔ اس کو ٹھیک بھی کرتے رہو۔ اللہ سے مانگتے بھی رہو۔ آدمی جب توبہ واستغفار کرتا ہے۔ اور آدمی جب گڑگڑاتا ہے اور بلبلاتا ہے تو وہ ساری کسر اور کوتاہی جو ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ واستغفار سے پاک وصاف کر کے اس کو بہت اونچے مقام پر لے آتے ہیں۔

اللہ کا پسندیدہ بندہ:

وہ گنہگار جو ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑاوے۔ وہ اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس دین کے کام کرنے والے کے جس کو دین کا کام کر کے فخر پیدا ہو۔

ایک آدمی دین کا کام کر رہا ہے، اور اس کے اندر فخر پیدا ہو گیا تو یہ اللہ کے نزدیک، نیچے اترے گا۔ اور وہ آدمی ہے تو گنہگار، لیکن اس کے اندر ندامت پیدا ہو گی اور وہ گڑگڑانے لگا تو یہ اللہ کے نزدیک مقبول ہو گیا۔

دعوت کی فضا کس لئے:

یہ جو دعوت کی فضا ہے وہ اس لئے ہے کہ اس کے اندر اللہ کو بار بار بولتے، سنتے غیب کا یقین اور چھپی ہوئی چیزوں کا یقین دل کے اندر آجائے۔

یہی بدن ہے 5½ فٹ کا۔ اس کا استعمال اگر قرآن وحدیث کے موافق ہوا، تو

اس کے اندر اللہ کی مددیں چھپی ہوئی ہیں۔ اور اس کا استعمال اگر قرآن وحدیث کے خلاف ہوا تو اس میں اللہ کی پکڑ چھپی ہوئی۔ اس میں مدد بھی چھپی ہوئی اور پکڑ بھی چھپی ہوئی۔ اور یہ آدمی کو معلوم ہوگا موت کے وقت۔ دنیا کے اندر تو کبھی کبھار۔ اور موت کے وقت میں تو بالکل پکی۔

• دیاسلائی کا کرشمہ:

میں اس کی کی مثال دوں، دیاسلائی ہے دیاسلائی۔ اس کے اندر بریانی کی دیگیں بھی چھپی ہوئیں ہیں —— دیاسلائی جلایا اور لکڑی سلگائی۔ اس لکڑی سے اور لکڑی۔ پھر اور لکڑی جلائی تو پانچ ہزار بریانی کی دیگیں اس دیاسلائی کے اندر چھپی ہوئی۔ جب اس کو صحیح ترتیب سے استعمال کیا گیا۔

اور اسی دیاسلائی کے اندر آگ کے شعلے بھی چھپے ہوئے ہیں۔ پچاس لاکھ گیلن کے پٹرول کا بہت بڑا ٹینکر ہے۔ اس میں سولہ سال کے لڑکے نے ایک دیاسلائی جلا کر ڈال دیا۔ پھر اس کے اندر ایک لکڑی لگا کر جہاں پلاسٹک کی دوکانیں تھیں وہاں پر ڈال دیا۔ اب وہاں سے شعلے شروع ہوگئے۔ پھر اس میں لکڑی لگا کر روئی کا جو گودام تھا اس کے اندر ڈال دی۔ اب شعلے پر شعلے۔ چاروں طرف آگ ہی آگ۔

تو اس دیاسلائی کے اندر آگ کے شعلے بھی چھپے ہوئے اور اس میں دیاسلائی کے اندر بریانی کی ہزاروں دیگیں بھی چھپی ہوئی۔

آدمی کے استعمال کے طریقے پر اگلا سارا نظام چلتا ہے۔

• غیبی مدد اور پکڑ کی بنیاد:

بالکل دیاسلائی کی طرح یہ ہمارا بدن ہے۔ اسی بدن کے اندر، استعمال اگر صحیح ہوگیا تو اللہ کی مدد۔ اور اگر استعمال غلط ہوگیا تو اللہ کی پکڑ۔

لیکن اللہ کی مدد اور پکڑ کا جو اصل وقت ہے وہ ہے موت کا۔ لیکن کبھی کبھار غیبی مدد اور غیبی پکڑ اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر بھی دکھا دیتے ہیں۔

جیسے دوسرے زمانے میں نبیوں کے ماننے والے تھے۔ تعداد ان کی تھوڑی، طاقت ان کی کم، سرمایہ ان کے پاس بہت تھوڑا۔ لیکن انہوں نے اپنے بدن کا استعمال نبی کے بتائے ہوئے طریقے پر کیا تو ان کے ساتھ اللہ کی مدد آئی۔

شروع کے اندر تو کچھ دکھائی نہیں دیا تو دوسرے مذاق اڑانے لگے۔ اور آج بھی اس طرح کے لوگ کہتے ہیں کہ:-

تم کہتے ہو کہ اللہ بہت بڑے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ اللہ اتنی بڑی طاقت والے ہیں تم پچھلے واقعات بھی سناتے ہو۔ نوح علیہ السلام کے زمانے میں اللہ کی مدد کشتی والوں پر یوں آئی۔ فلاں زمانے میں یوں آئی۔ اب تمہارے اندر کیوں نہیں آرہی۔ تم تو بہت پریشان ہو۔ تمہاری تو ہر جگہ کٹائی ہوتی ہے۔ پٹائی ہوتی ہے۔ مارا جاتا ہے۔ تمہاری دکانوں میں آگیں لگائی جاتی ہیں۔ تمہارے آدمیوں کو قتل کیا جاتا ہے اور تم کہتے ہو کہ "اللہ بڑا۔ اللہ بڑا"

• اللہ سب سے بڑا:

جب دیکھو یہ بے چارے "اللہ بڑا" کی آوازیں لگا رہے ہیں۔

اذان میں اللہ بڑا۔ نماز میں جب ملاقات کی جاتی ہے تو اللہ بڑا۔ جب نماز شروع ہوتی ہے تو اس کے اندر ہر جگہ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ رکوع میں جائے تو اللہ اکبر۔ سجدے میں جائے تو اللہ اکبر۔ اٹھے تو اللہ اکبر۔ یہاں تک کہ بچہ ماں کے پیٹ سے آیا تو سیدھے کان کے اندر بھی اللہ اکبر اور الٹے کان میں بھی اللہ اکبر، جنازے کی نماز ہو تو اس کے اندر اللہ اکبر۔ تو تم لوگ اللہ کو بہت بڑا کہتے ہو۔ حالانکہ تم اللہ کو بڑا کہنے والے اس قدر

پریشان ہو کہ دوسرے آکر تم کو مارتے بھی ہیں، لوٹتے بھی ہیں، کاٹتے بھی ہیں، تمہارا مذاق بھی اڑاتے ہیں، گالیاں بھی دیتے ہیں۔ لیکن تم ہو کہ ایک رٹ تمہاری لگی ہوئی ہے کہ اللہ بڑا ہے۔

خدا کے خزانے بے شمار:

تو اتنا بڑا اللہ تم اس کو کہتے ہو کہ آسمان بھی بنایا، زمین بھی بنائی۔ چاند بھی بنایا۔ سورج بھی بنایا۔ اور منی کے دو قطروں سے کتنا بڑھیا انسان بھی بنایا اور اس اللہ کو اتنا بڑا تم کہتے ہو کہ اس کے خزانے بے شمار ہیں۔

جتنے انسان بنائے اللہ نے ہر ایک کو الگ الگ صورت دے دی اور ہر ایک کو اللہ نے الگ الگ آواز دے دی۔ اس کے خزانے میں صورتیں بے شمار، اس کے خزانے میں آوازیں بے شمار۔

روزانہ تین لاکھ بچے پیدا ہوتے ہیں اور ہر بچہ نئی صورت اور نئی آواز لیکر دنیا میں آتا ہے۔ شکل بھی نئی لاتا ہے آواز بھی نئی لاتا ہے۔ اور خدا کے خزانے سے تین لاکھ بچے چھ لاکھ آنکھیں بھی لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کے خزانے میں سے آنکھوں کا اسٹاک ختم نہیں ہوا۔

تمہارے اللہ کی مدد تمہارے لئے کیوں نہیں؟

جب تم کہتے ہو کہ اللہ اتنا بڑا ہے اور اللہ بڑے طاقت والے ہیں۔ اتنے طاقت والے ہیں کہ بغیر کھمبے کے آسمان کو تھام رکھا ہے۔ اتنے بڑا اللہ کی جو انوکھی مددیں ہیں جن کو تم پچھلے واقعات کے اندر بتاتے ہو کہ کسی پر انوکھی مدد آئی اس طرح کہ آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور کسی کیلئے چھری کو کند کر دیا اور کسی کو مچھلی کے پیٹ کے اندر ہضم نہ ہونے دیا۔ اور کسی کی مدد اس طرح آئی کہ جیل خانے سے اٹھایا اور مصر کے سارے

خزانوں کا مالک بنا دیا۔

یہ ساری مددیں تم پچھلے زمانے کی بتاتے ہو تو وہ مددیں تمہارے پر کاہے کو نہیں آتیں۔ قرآنی باتیں بھی بتاتے ہو اور اللہ کی تعریف بھی کرتے ہو۔ اللہ کو بڑا بھی کہتے ہو۔ اللہ بڑا ہے یہ تمہاری نوک زبان پر ہوتا ہے تو پھر تم پر مدد کاہے کو نہیں آتی۔

دوستو! یہ باتیں کوئی نئی نہیں ہیں جو ہمارے زمانے میں کہی جارہی ہیں۔ اس طرح کی باتیں رسول کریم ﷺ کے زمانے میں اور ہر نبی کے زمانے میں کہی گئیں۔

لوگوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈراؤ:

حضور اکرم ﷺ نے جب کلمہ طیبہ کی دعوت دینی شروع کی اور اللہ کی بڑائی بیان کرنی شروع کی تو "فَكَبِّرْ" کے ساتھ اللہ رب العزت نے "قُمْ فَأَنذِرْ" بھی کہا کہ کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو ڈراؤ۔ لوگوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈراؤ۔ اللہ کی بات نہیں مانو گے تو اللہ کی پکڑ کو تم برداشت نہیں کر پاؤ گے۔

اور بھائی! ڈرانے میں تو یہیں کہیں گے نا ------ کہ اللہ بڑے ہیں۔ نہیں مانو گے تو دیکھو! جہنم ہوگی اس میں سانپ ہوں گے۔ بچھو ہوں گے۔ ہتھکڑیاں ہوں گی۔ بیڑیاں ہوں گی۔ بھوک ہوگی۔ پیاس ہوگی۔ پٹائیاں ہوں گی۔ آگ ہوگی۔ اندھیرا ہوگا۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ بہت بڑا ہے۔

اور اللہ سے ڈرانے کیلئے پچھلے واقعات سنائے جاتے ہیں۔
دیکھو! فرعون نے اللہ کی نہیں مانی تو اللہ نے کیسی پکڑ کی۔
اور دیکھو! فلاں قوم کی کیسی پکڑ ہوئی۔
تو بھائی! تم بھی اللہ سے ڈرو۔

اللہ کو ایک مانو:

اللہ کو ایک مانو۔ ایک سے زیادہ خدا نہ مانو۔ اگر ایک سے زیادہ خدا مانو گے تو تمہارے جتنے اچھے عمل ہوں گے قیامت کے دن اس کا بدلہ تمہیں نہیں ملے گا۔ یہ ساری باتیں انہیں سمجھاتے رہو۔

خراب اور کھوٹے لوگوں کی باتیں:

لیکن جو بغیر ایمان والے کھوٹے اور خراب لوگ تھے انہوں نے ان کو تکلیف پہنچانی شروع کی اور ہر طرح کی تکلیف پہنچاتے رہے۔ اور تکلیف پہنچاتے پہنچاتے یہ بھی کہتے تھے کہ بھئی تم اللہ کو بڑا کہتے ہو کہ اللہ ایسا، اللہ ایسا۔ پچھلے واقعات اور کہانیاں بھی سناتے ہو۔ لیکن وہ اللہ تمہارے ساتھ کچھ کر نہیں رہا۔

تو میرے بھائی! پچھلے لوگوں میں بھی جو خراب لوگ تھے وہ بھی اسی طرح کی باتیں کرتے تھے۔

قوم نوح کا مطالبہ:

نوح علیہ السلام کی قوم 950 سال تک یہی کہتی رہی۔ اخیر میں آکر اس نے یوں کہا:۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ (پ ۱۲)

تم دھمکی دیتے ہو اللہ کی پکڑ آئے گی، عذاب آئے گا، اس کیلئے قیامت کا انتظار کون کرے۔ اگر تم سچے ہو تو لاؤ نا۔ تم پکڑ یہیں لے آؤ۔

اس کے بعد اللہ نے خبر دی کہ سیلاب آنے والا ہے تم کشتی بناؤ۔ اب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی تو وہ سارے مذاق اڑا رہے۔

پانی کا کہیں نام و نشان نہیں اور یہ کشتی بنا رہے ہے۔ تبلیغ کا کام کرتے کرتے انہوں نے لکڑی کا کام شروع کر دیا۔ کر رہے تھے تبلیغ اور بن گئے بڑھئی۔

وہ مذاق اڑا رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا:۔

"قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ" (پ ۱۲)

تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو اور ہم تمہارے بارے میں تعجب کرتے ہیں کہ اتنا بڑا عذاب ابھی آ رہا ہے اور تمہیں ہنسی سوجھ رہی ہے؟

اور اس کے بعد آئی اللہ کی پکڑ۔ زور کی پکڑ آ گئی۔ جب پکڑ آ گئی تو کچھ نہیں کر سکے۔

ہر چیز کا ایک وقت ہے:

حضور پاک ﷺ پر قرآن پاک اترتا رہا۔ اور رسول کریم ﷺ پچھلے واقعات سناتے رہے اور یہ خراب قسم کے لوگ اس وقت بھی کہتے رہے:۔

"أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ" (پ ۷)

"یہ تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں"

اور وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ تمہارا اللہ تمہاری مدد کاہے کو نہیں کرتا۔

ان حضرات نے کہا کہ مدد کرنے کا ایک وقت ہے اور تمہاری پکڑ کرنے کا بھی وقت ہے۔ اور اللہ نے وہ وقت ہمیں بتایا نہیں۔ ہاں! اتنا کہہ دیا ہے کہ:۔

"سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" (پ ۲۷)

مجمع تمہارا ہارے گا۔ پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔

یہ اللہ کی خبر ہے:۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ۔ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ۔ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (پ ۲۳)

اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو کہ رسول ہیں۔ بے شک انہیں کو مدد دی جاتی ہے۔ اور ہمارا لشکر جو ہے بے شک وہی غالب ہے۔

اللہ کے لشکر والے لوگ:

اور اللہ کا لشکر کون ہے ——؟ جو اللہ کو ایک مانے، بڑا مانے اور نبیوں کے طریقہ پر چلے۔

پچھلے زمانے میں جن لوگوں نے نبیوں کی بات مانی وہ اللہ کے لشکر۔ اور قیامت تک جو بھی نبیوں کے طریقہ کار پر چلے گا وہ اللہ کا لشکر ہوگا۔ ہم نبیوں والا کام کریں **مغضوب علیهم** والے کام سے بچیں۔ ضالین والے کام سے بچیں۔ اور أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والا کام کریں۔ مغضوب علیهم نہ بنیں، ضالین نہ بنیں۔ اور انعمت علیهم والوں میں بن جائیں۔ تو جیسی نبیوں کے ساتھ اللہ کی مدد آئی ویسی قیامت تک آتی رہے گی۔

کرنے کے تین کام:

ہم تین کام کرتے ہیں:-

ایک مغضوب علیهم سے نکلنا۔ ایک ضالین سے نکلنا۔ اور ایک انعمت علیهم میں آنا۔

نبیوں والی ترتیب پر تین چیزیں ہیں:-

ایک تو دین کا سیکھنا، دوسرے دین پر چلنا اور تیسرے دین کی کوشش کرنا۔

تو جس نے دین کو سیکھا نہیں اور سیکھے بغیر چلا تو اس پر خطرہ ہے ضالین کا۔ کہیں گمراہ نہ ہو جائے۔

اور ایک یہ کہ دین کو سیکھ لیا۔ اور جان لیا۔ لیکن وہ دین پر چلتا نہیں۔ علم ہے لیکن عمل نہیں۔ جانتا ہے لیکن کرتا نہیں۔ تو اس کیلئے خطرہ ہے کہیں مغضوب علیهم والی لسٹ میں نہ آجائے۔

افراط اور تفریط سے بچو:

یہ نصاریٰ جو تھے ان کے اندر تھا افراط۔ اور یہودی جو تھے ان کے اندر تھی تفریط۔

نصاریٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا تو خدا کہہ دیا۔ اور یہودیوں نے جو عیسیٰ علیہ السلام کو گھٹایا تو زنا کی اولاد کہہ دیا۔

عیسیٰ علیہ السلام نہ تو خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ اللہ کے محبوب بندے اور رسول ہیں۔ اور ان کی کسی بھی طرح توہین جائز نہیں۔

میرے محترم دوستو! جاننا اور نہ کرنا یہ مغضوب علیهم والا راستہ ہے اور نہ جاننا اور کرنا، سیکھے بغیر کرنا اس میں ڈر ہے ضالین والے راستہ پر جانے کی۔

صراط مستقیم اختیار کرو:

اور ایک آدمی وہ ہے جو دین کو سیکھتا بھی ہے اور دین پر چلتا بھی ہے۔ تو اللہ سے امید ہے کہ وہ مغضوب علیهم سے بھی نکل گیا اور ضالین سے بھی نکل گیا۔ اب اسے انعمت علیهم میں آنا ہے۔

ہم دعا مانگتے ہیں:-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (پ ۱)

اے اللہ! تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اھدنا کا ترجمہ کرو؟

سیدھا راستہ بتا —— چلا —— اور پہنچا

یہ ہے جامع مسجد کا راستہ۔ یہ تو ہوا "بتا"۔

اور چل میں چلتا ہوں تیرے ساتھ۔ اور ساتھ چلانے کے بعد اخیر تک پہنچایا۔

بتا —— چلا —— اور پہنچا

مجاہدہ —— ہدایت کیلئے ضابطہ:

اللہ نے کہا کہ میں یہ کروں گا لیکن کس کے ساتھ ؟ کہ جو آدمی خود بھی کوشش کرے۔ کرنے والا تو اللہ ہی ہے لیکن جتنی کوشش اللہ نے بندے کو بتائی اتنی کوشش یہ کرے تو اللہ اسے دکھائیں گے ——— اللہ اسے چلائیں گے۔ اور امید ہے کہ اللہ اسے پہنچا بھی دیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو اللہ نے کہا وہ ہم کریں:

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (پ ۲۱)

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔

دیکھو! ایک ہے دین کا جاننا۔ اور ایک ہے دین پر چلنا۔ دین کو اگر جان لیا اور چلا۔ امید ہے کہ **مغضوب علیھم** سے نکل جائے گا اور امید ہے ضالین سے بھی نکل جائے گا۔ اور اگر جانتا ہے اور چلتا نہیں ہے تو **مغضوب علیھم** میں جانے کا ڈر ہے۔

اور اگر چلتا ہے تو دین پر لیکن سیکھے بغیر چلتا ہے تو یہ ضالین میں چلا جائے، اس کا ڈر ہے۔

ہر کام نبیؐ کے طریقے پر:

اور ایک آدمی جماعتوں میں پھرا۔ نماز بھی سیکھی اور طے کیا کہ پوری زندگی جو گزاروں گا تو نبوی طریقے کی تحقیق کر کے گزاروں گا۔ اولاد کی تربیت کا نبوی طریقہ کیا ہے؟ اس کو سیکھ لیا۔ اولاد ذرا بڑی ہو گئی تو پھر کیا کرنا؟ اس کی شادی ہونے لگی تو کیا کرنا؟ اولاد کیلئے کاروبار کی ترتیب بنانی ہے تو اس میں کیا کرنا؟

غرضیکہ انسان پر زندگی کے جو مرحلے آتے ہیں، ان مرحلوں کی وہ تحقیق کرے کہ اس میں اللہ کے حقوق کیا ہیں؟ اور نبی کا طریقہ کیا ہے؟

تو وہ ایک طرف جانتا بھی ہے اور ایک طرف چلتا بھی ہے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ **مغضوب علیھم** سے نکل جاوے گا۔ اور یہ ضالین سے بھی نکل جاوے گا۔

کار نبوت باقی ہے:

اب اسے آنا ہے "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" میں۔ تو ایک تیسرا کام اور کرنا پڑے گا۔ اور وہ ہے دین کی کوشش کرنا ——— کیونکہ نبیوں کا آنا تو اللہ نے کر دیا بند، لیکن نبیوں کا کام اللہ نے بند نہیں کیا۔ نبیوں کا جو کام تھا وہ عام ہو گیا۔ یہاں تک کہ پڑھا، بے پڑھا گریجویٹ، مالدار، غریب، کالا، گورا سب کے سب نبیوں والا کام کریں۔ یہ اللہ نے سب کے سپرد کر دیا ہے۔ اب ہم کو "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" میں آنا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔

اور سیدھا راستہ کس کا ہے؟

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" جن پر تو نے انعام کیا ان کے راستے پر چلا۔

انعام والے لوگ:

اور انعام والے کون لوگ ہیں؟

یہ بھی اللہ نے بتا دیا:-

"فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" (پ ۵)

جن پر اللہ نے انعام کیا وہ چار قسم کے لوگ ہیں: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

نبیوں نے ہر طرح کوشش کی اور دعوت کا کام کیا۔ صدیق نبی تو نہیں ہوتا لیکن بالکل نبی کی ترتیب کے اوپر کام کرتا ہے ——— صدیقین نے بھی دعوت کا کام کیا اور کوشش کی۔

اور شہداء تو وہ ہیں جو دین کا کام کرتے کرتے اپنی جان دے ڈالے۔

''اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' والے راستے پر جسے چلنا ہے اسے دین کی کوشش کرنی ہے۔ اور صالحین، نیک لوگ، صالحین کا اونچا مقام یہ ہے کہ خود نیکی کرنا۔ اور دوسروں کے اندر نیکی کا لانا۔

''وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ'' (پ ۷)

جان و مال نبوی ترتیب پر:

تو بھائی! ایک ہے دین کا سیکھنا۔ دوسرے دین پر چلنا۔ اور تیسرے دین کی کوشش کرنا۔ اور یہ مشکل بالکل نہیں۔

یہی ہمارا 5/1/4 کا بدن ہوگا۔ اور یہی ہماری عمریں جتنی اللہ نے دی ہوں گی۔ اور یہی ہمارا پیسہ جتنا اللہ نے دیا وہ ہوگا۔ بس اس کی ترتیب نبی کریم ﷺ کے طریقے پر آ جائے آدمی کے پاس دو ہزار ہے اس کی ترتیب دے دے۔ پندرہ کروڑ ہے تو اس کی ترتیب دے دے۔ اب رہی عمر چاہے اللہ نے تیس، 30 سال دی ہو چاہے اسی سال دی عمر کے بارے میں تو آدمی کو معلوم نہیں کہ کب پوری ہوگی۔ اس کا کچھ پتہ نہیں لیکن اس وقت ہم جون سی عمر میں ہیں، عمر کے اعتبار سے ہم نبوی ترتیب پر آ جائیں۔

اور جتنا ہمارے پاس مال ہے اس مال کے اعتبار سے ہم نبوی ترتیب پر آ جائیں ——— اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتے کہ کس نے کتنا مال لگایا اور کتنی جان لگائی۔ اللہ دیکھتے ہیں کہ کتنے میں سے کتنا لگایا۔ بس اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملہ ہوتا ہے۔

ایک آدمی کے پاس پانچ سو روپے ہیں۔ وہ کل پانچ سو لے آیا۔ اور پیدل جماعت میں چار مہینے کیلئے تیار ہو گیا۔ اور دوسرا آدمی کروڑ پتی اور ارب پتی ہے، وہ پینتیس 35,ہزار روپے لے کر آیا کہ میں آسٹریلیا کی جماعت میں جانے کیلئے تیار ہوں۔

پینتیس ہزار والے کی طرف سب کی سے نگاہ جائے گی۔ اور پانچ سو روپے والے کی طرف نگاہ نہیں جائے گی۔ لیکن اللہ کا معاملہ کیا ہوگا؟

پانچ سو روپے والا پورا مال خرچ کرنے والوں میں ہوگا۔ اور یہ پینتیس ہزار جو لیکر نکلا تو ہو سکتا ہے کہ یہ اس کے سارے مال کا ہزارواں حصہ ہو۔ ایک آدمی کے پاس چار لاکھ ہے اور ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ ہے۔ چار لاکھ کے اندر سے ایک لاکھ لگا دیا۔ اور ایک لاکھ والے نے ایک کا ایک لگا دیا تو اس ایک لاکھ لگانے والے کو جو جنت ملے گی وہ اس سے چار گنا زیادہ ملے گی۔ کیونکہ اس نے پورا لگایا اور اس نے چوتھائی لگایا۔

صدیق کیلئے خدا اور رسول بس!:

غزوہ تبوک کے موقع پر ابو بکر صدیق ؓ اپنا پورا مال لائے وہ چھوٹی سی گٹھری بنی۔ اور حضرت عمر فاروق ؓ اپنا آدھا مال لائے پھر بھی وہ بہت بڑا گٹھر بنا۔ حضرت عمر ؓ سمجھے کہ آج میں حضرت صدیق ؓ سے ثواب میں آگے نکل جاؤنگا۔

حضرت صدیق ؓ نے چھوٹی سی گٹھری پیش کی' اور حضرت عمر ؓ نے بہت بڑا گٹھرا پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ تم لائے کتنا؟ اس لئے کے وہ تو سامنے ہے۔ حضرت عمر ؓ سے پوچھا کہ تم نے گھر کتنا چھوڑا؟ انہوں نے کہا کہ گھر اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں ——— آدھا لایا ہوں اور آدھا گھر۔

اور صدیق اکبر ؓ سے پوچھا کہ تم نے گھر کتنا چھوڑا؟ بولے:۔ میں اللہ رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو چھوٹی گٹھری والے کا ثواب بڑے گٹھر والے سے بڑھ گیا۔ کیونکہ یہ پورا ہے۔

سب کے لئے مواقع:

اب ہمارا یہ مالدار طبقہ جو ہو گا وہ کہے گا کہ یہ مولوی صاحب جو ہیں وہ غریبوں کی بڑی حمایت کر رہے ہیں۔ ان کے تو پانچ سو پر بھی زیادہ ثواب اور ہم پینتیس ہزار خرچ کریں تو بھی کم ثواب۔

لیکن بھائی! جان لگانے میں مالدار غریبوں سے بڑھے گا۔ یہ غریب آدمی اگر پچیس میل پیدال چلے تو اس کی عادت میں ہے۔ وہ جفاکش ہے۔ لیکن مالدار آدمی جو گھنٹی بجاتا ہے تو اس کے دس آدمی کام کرنے والے آتے ہیں۔ اس نے کبھی تھیلی بھی ہاتھ سے نہیں اٹھائی۔ تو یہ مالدار آدمی اگر ایک مختصر سا بستر لیکر ایک مسجد سے دوسری مسجد تک جائے تو امید ہے کہ اس کو اس کے پچیس میل پیدال چلنے سے زیادہ ثواب اللہ دیں گے۔ —— تو قیامت کے دن یہ سیٹھ لوگ جو ہیں 'ان کو جان لگانے کا زیادہ ثواب ملے گا۔

اور مال لگانے کے اندر امید ہے کہ غریبوں کو زیادہ ثواب ملے گا۔ اس لئے کہ ان کے پاس تھوڑا مال ہے۔ اس تھوڑے میں سے لیکر وہ چلتے ہیں۔

● تین چیزیں:

تو میرے محترم دوستو! ایک تو ہے دین کا جاننا اور ایک ہے دین پر چلنا 'اور ایک ہے دین کی کوشش کرنا۔ یہ تین چیزیں اگر آگئیں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ہم سیدھے راستے پر آگئے۔ "اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ" والے راستے پر اور اللہ تک پہنچانے والے راستے پر اور اللہ کی مددوں کو لانے والے راستے پر۔

لیکن میں پھر یاد دلا دوں کہ وہ مددیں ہیں چھپی ہوئی۔ اور وہ آدمی جو ٹیڑھے راستے پر چل رہا ہے اور اس کے اعمال خراب ہیں اس کے اوپر اللہ کی طرف سے

پریشانیاں آنیوالی ہیں وہ بھی چھپی ہوئی۔

وہ اس کا مذاق اڑائے گا۔ تیرہ سال تک مذاق اڑا لیکن دین کی بات بدلی نہیں۔

● مسجد اور بازار کی آواز کا فرق:

بھائی! مسجد والوں کی بات بدلا نہیں کرتی۔ بدر کے اندر کے خوب مجاہدہ آیا لیکن بات وہی۔ "اللہ بڑے۔" پھر مدد آئی 'پھر وہی اللہ بڑے۔

عصر کے بعد کا بیان آپ نے سنا ہو گا:۔

بوڑھے کہتے: "ہماری تدبیروں سے جیتے۔" جوان کہتے:۔ "ہماری محنت سے جیتے۔"

اور اللہ کہتا ہے کہ نہ تو بوڑھوں کی تدبیر 'نہ جوانوں کی محنت 'بلکہ ہماری مدد سے جیتے۔ اب یہ مال میں جہاں کہوں گا وہاں لگے گا۔

تو بھائی! مدد آئی تو بھی "اللہ اکبر"۔ اور اگر کوئی مجاہدہ آیا تو بھی "اللہ اکبر"۔ خندق کے اندر مجاہدہ آیا تو بھی اللہ اکبر۔ ہر جگہ اللہ ہی بڑے۔ چاہے کتنی تکلیف آجائے اللہ ہی بڑے۔

یہ مسجد والی آواز نہیں بدلتی۔ بازار کی آواز بدلتی رہتی ہے۔

خریدار دکاندار سے کہتا ہے "لے پیسے! اور لا چیزیں"۔ میر پیسوں سے میرا کام نہیں بنتا۔ تیری چیزوں سے میرا کام بنے گا۔ لے پیسے اور لا چیزیں۔

اور دکاندار کی آواز کیا ہے؟ چیزوں سے میرا کام نہیں بنتا ہے 'تیرے پیسوں سے میرا کام بنتا ہے۔ پیسہ دے چیزیں لے۔

خریدار کی آواز الگ 'بیچنے والے کی آواز الگ۔ شام تک یہ آوازیں چلتی رہتی ہیں۔

اب یہ چھوٹے دکاندار کا مال سارا بک گیا اور پیسے آگئے۔ اب یہ پیسے لیکر بڑے دکاندار 'ہول سیلر کے پاس گیا۔ صبح سے شام تک تو اس کی آواز یہ تھی کہ میرے

سامان سے نہیں ہوتا تیرے پیسوں سے ہوتا ہے۔ اور جب شام کے وقت ہول سیل دکاندار کے پاس گیا تو آواز بدل گی——اب یہ کہتا ہے کہ پیسے میرے پاس ہیں۔ اس سے میرا کام نہیں بنتا۔ تیرے پاس جو سامان ہے اس سے کام بنتا ہے۔

''لا سامان لے پیسہ''۔

صبح کو کچھ آواز شام کو کچھ آواز خریدار کی الگ آواز بیچنے والے کی الگ آواز۔

یہ جتنے بازاری لوگ ہوتے ہیں نا ملک اور مال والے، روپیہ اور پیسہ والے، سونا اور چاندی والے، دکان اور کھیت والے، عہدہ اور ڈگری والے ان کی آوازیں بدلتی رہتی ہیں۔ ان کی باتیں بدلتی رہتی ہیں۔ لیکن مسجد والی آواز جو ہے ''اللہ اکبر'' یہ نہیں بدلتی۔ چاہے جتنی پریشانی و تکلیف آجائے۔ لیکن زبان پر ''اللہ اکبر'' اللہ بڑے ہیں۔

● پالنے والے اللہ، اس کا یقین ضروری:

لیکن میرے محترم دوستو! صراط مستقیم پر چلنے کیلئے ذہن کا بننا ضروری ہے۔ اور سب سے پہلا ذہن کیا بنے گا؟

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جو سارے عالموں کا رب ہے اور سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔

عالم ارواح کے اندر تو سب نے کہہ دیا ''اے اللہ! تو ہی رب'' قیامت کا دن آئے گا تو سارے مشرک و کافر بھی کہیں گے ''اللہ! تو ہی ہمارا رب ہے'' جیسے میں نے ''رَبَّنَا اَبْصَرْنَا'' والی آیت آپ حضرات کو سنائی۔

تو پچھلی لائن بالکل کلیئر، اللہ رب ہے۔

اب یہ بیچ کی لائن ہے دنیا کی زندگی۔ بس یہ لائن بھی ہو جائے کلیئر۔ اور پچھلی

کڑی پچھلی کڑی سے مل جائے اور اگلی کڑی سے، تو بالکل صراط مستقیم ہو گیا۔ اس دنیا کی زندگی میں لائن کلیئر کرنا بہت ضروری ہے۔

پچھلی لائن بالکل کلیئر ہے۔ ابو جہل نے بھی کہہ دیا اللہ رب۔ اور اگلی لائن بھی بالکل کلیئر۔ سارے ہی لوگ کہیں گے اللہ رب۔ لیکن اصل مسئلہ جو ہے وہ اس دنیا کی زندگی کا ہے۔

اس کے اندر آدمی کہہ دے اللہ رب۔

اللہ تعالیٰ بار بار یاد دلاتے ہیں:-

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

کرتا دھرتا اللہ ہیں وہ دکھائی نہیں دیتا۔ دکھائی کیا دیتا ہے؟——کاروبار کے چلنے سے میری ضرورتیں پوری ہوئیں، یہ دکھائی دیا۔ اور یہ یقین بنا——وہ جو لائن صراط مستقیم کی کلیئر تھی اب گڑبڑ ہو گئی۔ اگر آدمی کے دل کے اندر یہ بات آگئی کہ میری ضرورتیں پیسوں سے پوری ہوتی ہیں اور پیسے میرے کو کاروبار سے ملتے ہیں۔ اگر یہ بات ذہن میں آگئی تو وہ لائن ہٹ ہو گئی اب یہ سیدھے راستے پر نہیں رہا۔ اس لئے بار بار مذاکرے کی چیز ہے۔

● ذرا سوچو:

بے شک آپ نے ہوٹل کے اندر جا کر دس روپے میں کھانا کھایا۔ لیکن ہوٹل میں جو آپ نے چاول کھایا اس کے بارے میں ذرا سوچو کہ وہ کس طرح آپ تک پہنچا۔ اس کے اندر پورا نظام استعمال ہوا۔ بادلوں کا، سورج کا، چاند کا، ستاروں کا، زمین کا، آسمان کا۔ اور اس میں کروڑہا کروڑ آدمی ہزاروں سال تک استعمال ہوتے رہے۔ اس طرح چلتے چلتے وہ چاول آپ کے پیٹ میں پہنچا۔

آپ نے جو سالن کھایا اس کے اندر مرچ کہاں سے آئی؟ اس کی بھی نسل چلی نمک کہاں سے آیا؟ تیل کہاں سے آیا۔ جس جانور کا آپ نے گوشت کھایا اس کی بھی ہزاروں سال سے نسل چلی۔ نر مادہ ملے، اولاد ہوئی۔ پھر نر مادہ ملے پھر اولاد۔ اس طرح یہ بوٹی آپ کے حلق میں گئی —— آپ نے جو کچومر کھایا۔ سرکہ کھایا تو یہ سارا لمبا چوڑا کام دس روپے کے اندر نہیں ہو سکتا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

ضرورتوں کو پوری کرنے والا اللہ ہے۔

یہ جو ہم نے کپڑے پہنے، اس کے اندر جو دھاگا استعمال ہوا وہ روئی سے بنا اور روئی کی بھی ہزاروں سال سے نسل چلی۔

اگر اس طرح ہم غور کرتے رہیں تو حقیقت واضح ہوتی چلی گئی کہ ضرورتوں کا پورا کرنا یہ اللہ کا کام ہے۔ دس روپے سے ہماری ضرورت ہرگز نہ پوری ہوتی۔ یہ اللہ نے کرم فرمادیا اور دس روپے میں ضرورت پوری کر دی۔ کرنے والا اللہ ہے۔

جسم کے ایک ایک عضو کی اہمیت:

پھر اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی ضرورتیں پوری کیں۔ آنکھ دی، کان دیا، زبان دی، ہاتھ دیئے، پیر دیئے، عقل دی، دماغ دیا۔ یہ ساری چیزیں ہماری ضرورت کی ہیں۔

اس کے اندر سے ایک چیز ابھی اگر فیل ہو جائے تو دیکھئے آدمی کتنا پریشان ہوگا۔ اگر آنکھ فیل ہو گئی تو ----- ہم پر یہ دور گزر چکا ہے۔ بالکل نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اب جو دکھائی دیتا ہے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! تیرا کرم ہوا کہ 6 مہینے کے اندر تو نے دونوں آنکھوں کا آپریشن کرا کر روشنی واپس کر دی۔

اور کتنے لوگوں کے بارے میں تو ہم سنا کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر نے آنکھ کا آپریشن کیا لیکن فیل ہو گئے۔

اسی طرح ہمارے کان ہیں، زبان ہے، گردہ ہے۔ گردے کا فعل اگر ختم ہو جائے تو آدمی کا زندہ رہنا مشکل ----- روزانہ کئی کئی سو روپے خرچ کرو تب جا کر باہر سے وہ چیز ڈاکٹر ڈالتے ہیں جو گردے سے بنتی ہے۔ اور وہ بھی زیادہ دنوں تک نہیں چلتی۔ آخر آدمی کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

پھر ہمارے ہاتھ ہیں، پیر ہیں، جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو، دیکھئے اس کو کتنی الجھنیں ہوتی ہیں۔

تو اللہ ہماری یہ ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

اللہ بے نیاز ہے:

اور ان ضرورتوں کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی غرض نہیں۔

دنیا کے اندر اگر کارخانے والا مزدور کو پیسے دیتا ہے تو وہ اپنا کام لیتا ہے۔ اور مزدور اگر کارخانے میں کام کرتا ہے تو اس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ میرے کو پیسہ ملے گا۔ بڑی حکومت اگر چھوٹی حکومت کی مدد کرتی ہے تو بعد میں اپنا کوئی مطلب نکالتی ہے۔ عام طور پر دنیا میں ایسا ہی ہے کہ کوئی آدمی کسی کام کرتا ہے تو اس میں کوئی مطلب ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سب کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ انسانوں کی بھی، جانوروں کی بھی۔ ہم کو دکان دے دی۔ لیکن جانوروں کے پاس تو کوئی کاروبار نہیں۔ اللہ ان کی بھی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

اور یہ ضرورتوں کا پورا فرمانا، یہ اللہ کی مہربانی ہی مہربانی ہے۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

● میرے بندے بھولنا مت:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کے اندر تو یہ بتایا کہ ضرورتیں اللہ ہی پورے کرتے ہیں بار بار اللہ یاد دلاتے ہیں میرے بندے بھولنا مت! اس لئے کہ تو جائے گا دوکان میں۔ پھر تیرا ذہن بنے گا پیسوں سے میرا کام بنتا ہے اور چیزوں سے میرا کام بنتا ہے۔

میرے پیارے بندے دیکھ! تیرے کو بار بار یاد دلاتا ہوں —— عالم ارواح میں تو کہہ چکا ہے، قیامت میں بھی تو کہے گا۔ آج کہہ! تیرا آج کا کہنا معتبر ہوگا۔ اور دل سے کہنا معتبر ہوگا صرف زبان سے کہنا معتبر نہیں۔ ایمان اس وقت بنے گا جب تو دل سے کہے گا۔ تو آپ مسجد کے اندر زبان سے سیکھیں اور دل کے اندر اتاریں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ ضرورتوں کو پوری کرنے والے ہیں۔

ہماری ضرورتیں، ہماری عورتوں کی ضرورتیں، ہمارے بچوں کی ضرورتیں، سب کی ضرورتیں اللہ تعالیٰ غیب سے پوری فرماتے ہیں۔

چھوٹی سی بچی ہے۔ سال ڈیڑھ سال کی۔ جب آپ اس کو لقمہ دو گے تو وہ منہ سامنے کرے گی۔ کان نہیں کرے گی۔ اتنی سوجھ بوجھ اللہ نے اس کو بھی دی —— تو ضرورتوں کو پوری کرنے والے اللہ ہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

● مہربانی ہی مہربانی:

اور یہ کو ضرورتیں اللہ پوری کرتے ہیں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ان کی مہربانی ہی مہربانی ہے۔ اللہ کی کسی سے کوئی غرض نہیں۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے۔ اللہ بے غرض ہے۔

لیکن جب اللہ ہماری ضرورتیں اپنی مہربانی سے پوری کررہے ہیں اور یہ سارا زمین و آسمان بنایا تاکہ اس کو دیکھ کر اللہ کی معرفت ملے، ایمان آئے اور ہمارے اندر یہ بات آجائے کہ جو اتنا بڑا ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

● خدا کا شکر کیا ہے؟

اور اس کا شکر یہ ہے کہ یہ جو بدن $5\frac{1}{2}$ فٹ کا ہے، اس کو ہم اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال کریں۔ یہ اس کا شکر ہے۔

● دو قسم کے لوگ، اور ان کا انجام:

اب دو قسمیں انسان کی ہو گئیں۔ ایک تو شکر گزار ہے۔ اور ایک ناشکرے۔ شکر گزار تو اس بدن کو اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال کریں۔ اللہ کی تائید غیبی ان کے شامل حال ہوں گی۔ اور جنہوں نے اللہ کے کہنے کے مطابق بدن کو استعمال نہیں کیا انہوں نے ناشکری کی۔ اور کفران نعمت کی۔ تو پھر ان کیلئے اللہ کی پکڑ ہوگی۔ اس کا آخری فائنل جو فیصلہ ہوگا، وہ قیامت کے دن ہوگا۔

قیامت کے دن دو گروپ ہو جائیں گے:۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۲۳)

اے مجرمو! الگ ہو جاؤ۔

اور جو ایمان والے ہوں گے، ان سے فرشتے کہیں گے:۔

"وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ" (پ ۲۴)

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اپنے پروردگار سے ڈرنے والے ہیں۔ ان کی جماعتیں بن بن کر جنت کی طرف چلیں گی۔ اور جنت کے دروازے پہلے سے انہیں

کھلے ملیں گے اور پہریدار فرشتے یوں کہیں گے:۔

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ"(پ ۲٤)

سلام پہنچے تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو۔ سو داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے۔

● جنت میں رات نہیں آئے گی:

نیند تو پوری ہو جائے گی قبر کے اندر، ناشتہ ملے گا عرش کے سائے کے نیچے، پانی ملے گا حوض کوثر کا اور دوپہر کا کھانا ملے گا جنت میں اور رات وہاں آئے گی نہیں۔ اب ہمیشہ کیلئے مزے اڑاؤ۔ کیونکہ تم نے اللہ کو رب مانا۔ اللہ ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ وہ تم نے اللہ کی مہربانی سمجھی۔ اور زمین و آسمان دیکھ کر تم نے اللہ کو پہچانا۔ ہر حال میں تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے بدن کو تم نے اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال کیا۔

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ"

اے اللہ! جب آپ ہماری ضرورتوں کو پوری کرتے ہیں اور مہربانی کے طور پر پوری کرتے ہیں اور آپ کی کوئی غرض نہیں اور قیامت کے دن آپ شکر گزار اور ناشکرے دونوں کی لائنیں الگ الگ کردیں گے اور پھر آخری فیصلہ ہوگا۔ اس بنا پر اے میرے محبوب اللہ! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

● اللہ کی مانو اور اسی سے مانگو:

اے اللہ! ہم تیری ہی مانتے ہیں اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔ مانیں گے تو صرف تیری۔ اور مانگیں گے تو صرف تجھ سے۔

ہاں اگر تو نے اجازت دی دوسرے سے مانگنے کی تو وہ بھی تیرے ہی سے مانگنا ہوا۔ تو نے کہا کہ نبی کی بات مانو، تو تیری ہی بات کا ماننا ہوا۔ تو نے کہہ دیا کہ صحابہ کے پیچھے چلو تو بھی تیری ہی بات مانی ہوئی۔ تو نے کہہ دیا کہ اپنے زمانے کے اللہ والوں

کے کہنے کے مطابق چلو:۔

"وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ"(پ ۲۱)

تو یہ بھی تیرا ہی ماننا ہوا۔

تیری ہی مانتے ہیں اور تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔

☆ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" کے کیا معنی؟

اللہ جو کہہ دے، ہم وہ کریں۔

☆ اور "اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے کیا معنی؟

ہم جو کہہ دیں، اللہ وہ کردے۔

☆ "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ" کے کیا معنی؟

اللہ جو کہہ دے، ہم وہ کردیں۔

☆ "حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے کیا معنی؟

ہم جو کہہ دیں، وہ اللہ کردے۔

● نظر بندے کی مصلحت پر:

ہم جو کہیں گے اللہ وہ کرے گا۔ شرط یہ ہے کہ جب وہ ہماری مصلحت کے مناسب ہو ——— اور اگر ہم نے وہ کہہ دیا جو ہماری مصلحت کے مناسب نہیں تو اللہ وہ کرے گا جو ہماری مصلحت کے مناسب ہوگا۔

تو یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ ہم جو مانگیں بالکل وہی نہیں دیتے۔ بلکہ وہ دیتے ہیں جو ہماری مصلحت کے مناسب ہوتا ہے۔

● اللہ نے مانگنا بھی سکھایا:

اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھا دیا کہ جو تم اللہ سے مدد مانگو گے تو کیا مانگو گے؟

اگر انسان کے حوالہ ہو جاتا تو نہ معلوم کوئی کیا مانگتا؟ کوئی کیا مانگتا؟ چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگ لیتے۔ کوئی کہتا میرا پانی میٹھا ہو جائے۔ کوئی کہتا میرے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں، لڑکا ہو جائے۔ کوئی کہتا مجھے یہاں پہنچا دیجئے۔ کوئی کہتا وہاں پہنچا دیجئے۔ کوئی کچھ، کوئی کچھ۔

لیکن اللہ نے اس کو بھی ذکر کیا اور مانگنا بھی ہمیں سکھایا:۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" "اے اللہ! سیدھا راستہ بتا۔ اس پر چلا۔ اور پہنچا:۔

وہ سیدھا راستہ کس کا؟ ------ "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" "ان لوگوں کا راستہ، جن پر تو نے انعام کیا۔

"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" "جن پر نہ تیرا غصہ نازل ہوا اور جو نہ راستہ بھٹکے۔ نبیوں والا راستہ۔

اور پھر اللہ کی کتنی مہربانیاں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے خبر دی کہ جب بندہ کہتا ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"

تو اللہ جواب دیتا ہے:۔ "حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ" میرے بندہ نے میری تعریف کی۔

جب بندہ کہتا ہے:۔ "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

تو اللہ جواب دیتا ہے:۔ "اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ" میرے بندہ نے میری ثنا کی۔

بندہ کہتا ہے:۔ "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"

تو اللہ اس کا جواب دیتے ہیں:۔ "مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ" میرے بندہ نے میری بزرگی بیان کی۔

اور پھر جب بندہ کہتا ہے:۔ "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" "اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں —— تو اللہ کہتے ہیں:۔

اس میں تو میری بھی ہے اور تیری بھی۔ عبادت تو میری اور مدد تیری۔ شروع

کی تین آیتیں اس کے اندر تو نے میری ہی میری تعریف کی۔ اور "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں عبادت تو میری۔ اور "اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں مدد تیری۔

تو یہ ½3 آیتیں تو میری۔ اور اگلی ½3 آیتیں جو ہیں:۔ "وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" سے لیکر اخیر تک کی تو یہ میرے بندے کی۔

● نماز کی طرح نماز کے باہر بھی ہمارا بدن اللہ کے حکم کے مطابق استعمال ہو:

تو اب اس دھیان سے جب نماز پڑھیں گے تو ہمیں نماز کے اندر کتنا مزہ آئے گا۔ میں کہتا ہوں دنیا کی کسی چیز کے اندر وہ لطف اور مزہ نہیں ہے جو نماز کے اندر ہے۔

جیسے ہم نے اپنے بدن کو نماز میں اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال کیا تو جب ہم نماز سے باہر جائیں تو وہاں پر بھی ہم اللہ کے بندے ہیں۔ کاروبار کے اندر اور گھر کے اندر بھی ہمارا بدن اللہ کے مطابق استعمال ہو۔

اور پھر دوسروں کے اندر بھی یہ بات لائی جائے۔ تاکہ ان کا بدن بھی اللہ کے کہنے کے مطابق استعمال ہو۔

● اللہ کی بڑائی بیان کر کے اللہ کی طاقت سے ڈراؤ:

"قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" (پ ۲۹)

دیکھو بھائی! اللہ کی مانو اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ بہت بڑے ہیں لیکن نہ ماننے والے کہتے ہیں کہ کاہے کو ڈریں؟ آپ کہئے کہ دیکھو پہلے جو لوگ نہیں ڈرے ان کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔ اس لئے انہیں اللہ سے ڈراؤ۔

جیسے پستول ہو اور پستول سے ڈراؤ۔ یوں نالی کر کے۔ یعنی پستول چھوڑو نہیں، بس ڈراؤ۔

◉ اللہ کی پکڑ، گویا پستول سے گولی چھوٹ گئی:

لیکن جب لوگ نہیں ڈرے تو اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے جن باتوں سے انہیں ڈرایا تھا وہ بات ان کے سامنے لے آئے اور پستول کی گولی چھوڑ دی —— پانی کی شکل میں، ہوا کی شکل میں، لنگڑے مچھر کی شکل میں، اور چھوٹے پرندوں کی شکل میں۔ اس طرح اللہ جل جلالہ وعم نوالہ، نے انوکھے طریقے سے ان کی پکڑ کی۔

◉ کارتوس کی جگہ بندوق ہے، نہ کہ رومال اور پیالہ:

دیکھو ایک بات سن لو! کارتوس سے شیر تو مرتا ہے۔ مگر وہ کب مرے گا؟ جب کارتوس اپنی جگہ پر ہو۔

اور کارتوس کی جگہ کیا ہے؟ بندوق —— کے اندر کارتوس ہو تو شیر مرے گا۔ اور اگر کارتوس کو آپ نے لیا رومال میں اور یوں ہی ڈال دیا تو انشاء اللہ بلی بھی نہیں مرے گی۔

یہ دنیا میں جو سارے خراب قسم کے لوگ اچھل کود کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کارتوس کو رومال میں لیکر یا پیالے میں لیکر ڈالا جارہا ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ اللہ کی مدد آئے گی۔ جس طرح پہلے اللہ کی مدد آتی تھی۔

◉ پورے بدن کا قرآن وحدیث کے مطابق استعمال کارتوس کا پستول میں آنا ہے:

لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جو اللہ کی مدد آتی تھی یہ اس وقت ہوتا تھا جب یہ $5\frac{1}{2}$ فٹ کی بندوق میں آنکھ ہے —— تو قرآن نے جو بات آنکھ کے بارے میں کہی وہ آنکھ کے اندر داخل ہو۔ پیر کے بارے میں جو بات کہی وہ پیر میں داخل ہو۔ اسی طرح جب پورے بدن میں قرآن وحدیث والی بات داخل ہو جائے گی۔ تو یہ سمجھ کر

کارتوس جو ہے وہ پستول میں آگیا اور بندوق میں آگیا۔

اور اگر قرآن میں تو ہے، حدیث میں بھی ہے۔ کتابوں میں بھی ہے۔ تقریروں میں بھی ہے لیکن بدن کے اندر جاری نہیں ہوا۔ تو یہ سمجھو کہ کارتوس پستول کے اندر اور بندوق کے اندر نہیں آیا۔ ایسے کارتوس سے بلی بھی نہیں مرتی۔

آپ بلی کو مار رہے ہیں۔ بلی مذاق اڑا رہی ہے۔ کتے بھی مذاق اڑا رہے۔ شیر بھی مذاق اڑا رہا۔ تم کہتے ہو اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑے۔ اس سے ڈرو۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ دیکھو کچھ نہیں کیا تمہارے اللہ نے تیرہ سال سے۔

اس کے بعد پھر بدر کے اندر وہ کارتوس چھوٹا۔ اور اس میں ان کے ستر بڑے بڑے چودھری کا آپریشن ہوا۔ اور جب ان کے زہریلے پھوڑوں کا آپریشن ہوا تو دوسرے لوگ جو تھے وہ کہنے لگے کہ یہ اللہ بڑا۔ اللہ کہتے تھے، دیکھو ان کے ساتھ اللہ کی مدد آئی۔ بھائی چلو! ہم بھی اس اللہ کو مانیں۔ جو اللہ ایسے کمزوروں کی مدد کرتا ہے ہم بھی اس اللہ کو مانیں۔

اب ابوسفیان بھی اللہ کو ماننے پر آگئے۔ ابو جہل کا بیٹا بھی آگیا۔ ابو جہل کا بھائی بھی آگیا۔ یہ سارے ہی اللہ کو ماننے پر آگئے۔

◉ دعا اور محنت میں جوڑ ضروری:

ہم روز مسجد میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی دعا مانگ رہے لیکن جب گھر میں جاتے ہیں کاروبار میں جاتے ہیں تو نبیوں کے دشمنوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

بھائی دعا اور محنت کے اندر جوڑ ہونا چاہیے۔ آج جو پوری دنیا میں مسلمان پریشانیوں میں مبتلا ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا اس کی ایک لائن پر جارہی ہے اور محنت دوسری لائن پر جارہی ہے۔

دعا مانگ رہا ہے یہ نبیوں والی۔ اور جب مسجد سے باہر نکلا تو محنت کر رہا ہے نبیوں کے دشمنوں والی۔

بھائی دیکھو! جیسی دعا مانگے، اسی کے مطابق محنت ہو۔ دعا مانگے کہ اے اللہ میرے کو اولاد دے تو اسے شادی بھی کرنا چاہئے۔ دعا مانگی کہ اے اللہ! کھیتی میں برکت دے۔ تو میں اسے کھیت میں ہل بھی چلانا چاہئے۔

دعا تو مانگی، اللہ اولاد دے اور شادی کرتا نہیں۔ دعا مانگی کہ کھیتی میں برکت دے اور کھیتی کرتا نہیں۔

• جانا ہے بمبئی، اور سوار کلکتے کی ریل پر:

اس کو ایک مثال سے سمجھو: —— ایک آدمی کو بمبئی جانا ہے اور بمبئی کی ٹرین کھچا کھچ بھری ہوئی ہے۔ سامنے ایک دوسری ریل خالی مل گئی اس میں بیٹھ گیا۔ وہ تھی کلکتے والی۔ اور اس میں بیٹھ کر دعا مانگنی شروع کی کہ اے اللہ! میرا کھانا حلال کا، میرا کپڑا حلال کا اور میں تبلیغ میں بھی لگا ہوا۔ دعا کی قبولیت کی ساری شرطیں میرے اندر پائی جا رہی ہیں۔ اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ! میرے کو خیریت کے ساتھ بمبئی پہنچا دے اور خود دعا مانگنے کے ساتھ ساتھ بھی فون کرا دیا۔ وہاں اس کے لوگ بیت اللہ شریف میں اور مسجد نبوی میں بھی دعا مانگ رہے اور پورے عالم کے سارے اولیاء اللہ کو فون کرا دیئے کہ میں خیریت کے ساتھ بمبئی پہنچ جاؤں۔

بیٹھا ہے کلکتے کی ریل میں۔ اور دعا مانگی جا رہی ہے بمبئی پہنچنے کی —— مسجد میں آ کر دعا مانگتا ہے نبیوں والی اور بازار میں جا کر محنت کرتا ہے نبیوں کے دشمنوں والی۔ تو دعا میں اور محنت میں ٹکر ہو گئی۔ تولے بھر کی زبان تو ہل رہی ہے بمبئی کیلئے اور ½-2 من کا بدل ہل رہا ہے کلکتے کیلئے۔

مسجد میں تولے بھر کی زبان ہل رہی ہے نبیوں والی دعا کیلئے۔ اور جب مسجد سے باہر جاتا ہے تو ½-2 من کا بدل جو ہل رہا ہے وہ **مغضوب علیھم ولا الضالین** والے طریقہ پر —— تو دعا اور محنت میں تطابق نہیں رہا۔ اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ جو دعا مسجد میں آ کر زبان سے مانگی جاتی ہے، ویسی ہی محنت مسجد سے باہر جا کر بھی ہو۔

چاروں طرف سے دعائیں ہو گئیں۔ لیکن جب ٹرین پہنچے گی تو انشاء اللہ کلکتہ پہنچے گی۔ بمبئی نہیں۔

روزانہ کروڑوں مسلمان نبیوں کی لائن کی دعا مانگ رہے ہیں:- "**اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ**" لیکن اللہ کہتا ہے کہ میں تجھے سیدھا راستہ دکھاؤں گا، چلاؤں گا، پہنچاؤں گا لیکن تو محنت بھی تو نبیوں والی کر۔

"**وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا**" (پ ۲۱)

جب تو چلنا شروع کر دے گا تو تیرا راستہ کھلتا رہے گا۔ یہاں سے کھڑے کھڑے دیکھ رہا ہے تو راستہ تو تجھے بند دکھائی دے گا۔ بس تو چلتا رہ، تیرا راستہ کھلتا جائے گا۔

• چار مہینہ، برائے مشق:

اب تم کہو گے کہ پھر بھائی کاروبار اور گھر چھوڑ دیں۔ نہیں! بالکل نہیں! بس چار مہینہ دے کر اپنے بدن کو قرآن و حدیث کے مطابق استعمال کرنے کی مشق کر لو۔ تو انشاء اللہ یہ کارتوس جو ہے وہ پستول کے اندر اور بندوق کے اندر آ جائے گا۔

قرآن کے اندر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:-

"**قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ**" (پ ۱۹)

مسلمانوں سے کہو کہ نظریں نیچی کریں۔

اگر آدمی نظریں نیچی کرنے والا بن گیا تو قرآن کی یہ آیت اس کی آنکھ کے اندر آ گئی۔

پیروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:۔

"یَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا"(پ۱۹)

زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔

لو بھائی! قرآن کی آیت کا اثر اس کے پیر میں بھی آگیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:۔

"یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"(پ۴)

غور کرتے ہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں۔

تو گویا قرآن کی آیت اس کے دماغ کے اندر آگئی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ تقویٰ و توکل کے بارے میں بھی قرآن میں فرماتے ہیں:

"اور تقویٰ و توکل کی جگہ ہے دل"

تو گویا اس کے دل کے اندر بھی قرآن کی آیت آگئی۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! بدن کے ہر اعضا قرآن و حدیث کے مطابق استعمال ہوں، اس کیلئے اپنے وقت کو فارغ کریں اور چار مہینہ اللہ کے راستے میں لگائیں۔

بیان ۳

بیرون ملک کیلئے
جماعتوں کی تشکیل کے سلسلہ میں
8 فروری 1993ء کو
بنگلور کے خصوصی اجتماع
کا خطاب

خطبہ ———

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً"

اَمَّا بَعْدُ!

زندگی گزارنے کے دو راستے:

محترم بزرگو اور دوستو!

—— دنیا کے اندر زندگی بسر کرنے کے دو راستے ہیں:

ایک راستہ تو ہے سیدھا اور دوسرا راستہ ٹیڑھا ہے۔

سیدھا راستہ اللہ کی رضامندی کو پہنچاتا ہے۔ سیدھے راستے پر چلنے والے پر دنیا کے اندر امتحانات پیش آتے ہیں۔

آزمائشیں پیش آتی ہیں۔

اور اللہ پاک کی مدد بھی آتی ہے۔

ساتھ ہی سیدھے راستے پر چلنے والے کے اندر روحانی طاقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے یہ اندر ہی اندر بڑھتی رہتی ہے۔ دوسرے کو دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں تک کہ جو ٹیڑھے راستہ پر چلنے والے ہیں، انہیں بھی وہ دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بھی یوں ہے۔

دنیا ہی جہنم کا منظر:

ٹیڑھے راستہ پر چلنے والے ہر آدمی کا ذہن یہ ہوتا ہے کہ اپنا جذبہ پورا ہو جائے اور ہر آدمی جب اپنا جذبہ پورا کرنے پر آتا ہے تو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ اس سے دوسرے آدمی کا جذبہ پورا ہوا یا ٹوٹا —— اس طرح وہ اپنا جذبہ پورا کرنے کیلئے بہت سوں کے جذبے توڑتا ہے۔ اب جن کے جذبے ٹوٹے ہیں وہ بھی اسی خیال کے ہیں۔ وہ بھی اپنا جذبہ پورا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لئے بعض مواقع ایسے آتے ہیں کہ بہتوں کے جذبے ٹوٹنے کے بعد ایک کا جذبہ پورا ہوتا ہے۔ اور جن جن کے جذبے ٹوٹے ہیں وہ سب انتظار میں رہتے ہیں کہ اگر ہمارا موقع آئے گا تو ہم ملکر اپنا جذبہ پورا کریں گے۔ تو جب کئی لوگوں کے جذبے توڑ کر ایک آدمی اپنا جذبہ پورا کرتا ہے تو گویا اس نے جتنوں کے جذبے توڑے ان کو اپنا دشمن بنالیا۔

اب وہ سارے ملکر اس کا جذبہ توڑنے کی فکر میں رہیں گے اور موقع کی تلاش میں رہیں گے۔ اب یہ راستہ انسان کیلئے بڑی الجھن کا راستہ ہے۔ باوجودیکہ اس کے ہاتھ میں ملک ہو، مال ہو، روپیہ پیسہ ہو، سونا چاندی ہو، کارخانہ ہو، کپڑا مل ہو، رہنے کا مکان بھی بہت بڑا ہو، اس کے پاس مجمع اور جتھا بھی زیادہ ہو، لیکن دنیا کے اندر ہی اسے جہنم کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اندر سے اسے چین نہیں ہوتا۔ اسے سکون نہیں ہوتا۔

دنیا اور آخرت دونوں جگہ راحت ہی راحت:

اس کے بالمقابل جو آدمی سیدھے راستہ پر عمل کرنے والا ہوتا ہے، اس کو بھی مجاہدے پیش آتے ہیں، ابتلا آتی ہے، آزمائشیں آتی ہیں۔ لیکن یہ مجاہدے، یہ تکلیفیں اور یہ آزمائشیں اللہ کی طرف سے اس کی روحانی طاقت کو بڑھانے کیلئے آتی ہیں۔ ان مجاہدات و آزمائشات کے اندر اس کا ایمان اور زیادہ بڑھ جاتا ہے اور ایمان جتنا طاقتور ہوتا

ہے، اللہ کی حمایت اتنی ہی اس کے ساتھ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اللہ کی مدد اتنی ہی اس کے ساتھ زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر تو اس کیلئے دنیا و آخرت دونوں جگہ راحت ہی راحت ہے۔

موت کا معاملہ:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ایک معاملہ موت کا ہے موت کا معاملہ ایسا ہے کہ جس کا وقت آگیا ہے، جس جگہ پر آگیا اور جس طرح آگیا، اسے وہاں پر مرنا ہی ہے۔ اور موت کب آئے گی؟ کہاں آئے گی؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ اسے تو بس اللہ جانتے ہیں۔

لیکن اگر ہجرت کرنے والا مرا تو

وہ اللہ کی بات مانتے مانتے مرا

اللہ کو خوش کر کے مرا

ایسے شخص کی موت کے وقت میں فرشتے آئیں گے۔ استقبال کریں گے۔ تسلی دیں گے کہ آئندہ کا غم مت کرو۔ پچھلے کا غم مت کرو۔ آئندہ کے بارے میں خوف مت کرو۔ اور جون سی جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اس کی خوشخبری لے لو۔

اللہ کا ظاہری نظام اور غیبی نظام:

اللہ پاک اپنی قدرت سے کئی کام تو ایسے کام کرتے ہیں جو انسان کو دکھائی دیتے ہیں۔ اور کئی کام ایسے کرتے ہیں جو انسان کو دکھائی نہیں دیتے۔

جو کام اللہ پاک انسان کو دکھاتے ہیں اس کا نام "ظاہری نام"

اور جو کام اللہ پاک انسان کو دکھاتے نہیں ہیں، اس کا نام "غیبی نظام"

اب غیبی نظام انسان کی حمایت میں آئے یا اس کے خلاف ہو، وہ انسان کو دکھائی نہیں دیتا۔ اور ظاہری نظام، یہ انسان کے مصالح کے تحت ہے، اس کے موافق پڑ رہا ہے، یا مخالف۔ یہ سب کچھ انسان کو دکھائی دیتا ہے۔ انہیں ظاہری آنکھوں سے دکھائی

دیتا ہے۔ اور انسان کے حواس بخوبی اسے محسوس کرتے ہیں۔ جب انسان اپنے دیکھے پر چلتا ہے تو سمجھ بوجھ کر چلتا ہے۔

ظاہری نظام کا حال:

میرے محترم دوستو! میں نے تین تین باتیں بتائیں:-

ایک تو آنکھوں دیکھے پر چلنا۔

دوسرے سمجھ بوجھ کر چلنا۔

تیسرے اپنے گردے یعنی اپنی طاقت پر چلنا۔

اور پھر نتیجہ نکلتا ہے:-

انسان کو کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ بھی دیتے ہیں۔ یہ انسان کو جو نظر آتا ہے وہ پورا نہیں آتا۔ اسے تھوڑا نظر آتا ہے۔ اور جتنا انسان کو نظر آتا ہے اس میں سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ اس سے بھی تھوڑا ہے۔ آدمی کو جو دکھائی دیتا ہے اول تو وہ تھوڑا ہے۔ اسے پورا دکھائی نہیں دیتا۔

ماں کے پیٹ کے اندر تھا پوری ماں دکھائی نہیں دیتی تھی۔

دنیا کے پیٹ کے اندر آیا تو پوری دنیا دکھائی نہیں دیتی۔

جہاں انسان رہتا ہے یہ گھرا ہوا ہے گھیرنے والے اسے پورا نہیں دیکھنے دیتے۔ اسی طرح زمانہ بھی انسان کو پورا دکھائی نہیں دیتا۔ جو زمانہ گزر چکا وہ انسان کے ہاتھ سے نکل چکا۔ اور جو زمانہ آنے والا ہے وہ انسان کے قابو میں نہیں۔ لے دے کر انسان کے سامنے وہ زمانہ ہے جو موجود ہے۔ اب موجودہ زمانہ وہ زمانہ ہے جو باقی نہیں رہتا۔ اب اس وقت میں سات بجکر دس منٹ ہوئے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ساڑھے سات بج جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے اندر پورا دن چلا جائے گا۔ تو موجودہ زمانہ انسان کے پاس

باقی نہیں رہتا۔

انسان کے پیچھے سے آگے کی طرف جارہا ہے۔ اب یہی بنگلور کے اندر تھوڑی دیر کیلئے انسانوں سے جو بیچ ہوئی —— تو یہ موجودہ زمانہ ہے یہی انسان کے پاس محفوظ اور موجود رہنے والا ہے۔ پچھلا زمانہ تو باقی نہیں رہا۔ اگلا زمانہ ابھی ہاتھ نہیں آیا۔ اور وہ یہ موجودہ زمانہ بھی ہاتھ میں رہے گا نہیں۔

موجودہ زمانہ کا حال اور قیامت تک کیلئے رہبری:

نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال، اس سے ہمیں قیامت تک رہبری تک ملتی رہے گی۔ اس کیلئے تیرہ سال مکہ مکرمہ کے اور دس سال مدینہ منورہ کے ہمارے لئے رہنما اور رہبر ہیں۔

جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرماگئے، تو اس کے بعد آپ کا لایا ہوا جو پاک طریقہ تھا وہ ختم نہیں ہوا۔ وہ برابر قیامت تک امت میں چلتا رہے گا۔ اس کیلئے محنت چلتی رہے گی۔ لیکن حضور ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جو زمانہ آیا ہے، یہ زمانہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اور بھی نبی اس دنیا سے پردہ فرماگئے لیکن ان کے بعد سمجھ دار قسم کے لوگ دوسرے نبی کی آمد کا انتظار کرتے تھے۔ جو لوگ دینداری چاہتے تھے۔ جو لوگ امن و سکون چاہتے تھے۔ جو لوگ اللہ سے تعلق چاہتے تھے۔ وہ لوگ انتظار کرتے تھے کہ کوئی نبی آوے —— پھر وہ نبی آتے تھے تو ساتھ دینے والے تھوڑے سے ہوتے تھے اور مقابلہ کرنے والے زیادہ ہوتے تھے۔ ایسا حال ہر جگہ ہی تھا لیکن حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرماجانے کے بعد اب کوئی نبی آنے والے نہیں ——!

نبیؐ کے بعد خلفا کے دور سے رہبری:

اب نبی والا کام نبی والے طریقے پر حضور ﷺ کے چلے جانے کے بعد کیسے ہو؟ ایک تو نبی کی موجودگی ختم۔ جس زمانے کے جو نبی ہوتے تھے وہ بتادیتے تھے کہ اب نبی کون ہوگا۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے تو حضور اکرم ﷺ والا کام آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر آپ کے دنیا سے جانے کے بعد کیسے کرنا ہے اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ اس امت کو خلفاء راشدین کے حوالے فرماکر تشریف لے گئے۔ اور یوں ارشاد فرمایا:-

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" (الحدیث)

تم لوگ میرا راستہ مضبوط پکڑو اور خلفائے راشدین کا طریقہ مضبوط پکڑو۔

تو ذات نبوت کے بعد کار نبوت کو نہج نبوت پر کرنا یہ ہے خلافت یعنی اللہ کا خلیفہ ہونا۔ اور یہ خلافت والا راستہ جو اللہ پاک نے خلفاء راشدین کے ذریعہ بتایا قیامت تک آنے والا جتنا دور ہوگا اس کے اندر تئیس سال دور نبوی، پھر خلفاء راشدین کا دور اور اس کے بعد جب تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پردہ فرمالینے کے بعد جو بھی دور آیا اس کے اندر ہمارے جتنے بھی اکابرین، مشائخ، علماء اور اللہ والے تھے ان کے وقت میں حالات پیش آئے تو انہوں نے قرآن میں دیکھا۔ حدیث میں دیکھا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں دیکھا اور غور کیا۔ اس کے اندر بے چین ہوئے، بیقرار ہوئے، اللہ سے دعائیں مانگیں، اور اللہ پاک نے ان کیلئے راستہ کھول دیا۔ پھر انہیں راستہ دکھائی دینے لگا۔ اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

نبوت کے بعد نبیؐ کا پہلا کلام:

دور نبوی سے ہمیں کیا کیا سبق ملا۔ دور خلفاء راشدین سے ہمیں کیا کیا سبق ملا۔

اب ہمارے اوپر جو حالات آئیں گے،

ہمارے اپنے گھریلو حالات آئیں گے،

ہمارے اپنے خاندانی حالات آئیں گے،

یا ہمارے اپنے ملکی حالات آئیں گے،

یا ہمارے اوپر عالمی پیمانے پر جو حالات آئیں گے۔

ان سارے حالات میں کیا کرنا ہے وہ اس سے ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ تیرہ سال پہلے دور نبوی کے جو حالات تھے وہ ایمان کی دعوت کے تھے۔ حضور ﷺ نے نبوت ملتے ہی جو سب سے پہلا کام کیا وہ کلمے کی دعوت کا تھا۔ فرماتے تھے:

"أيها الناس! قولوا، لا إله إلا الله، تفلحوا" (الحديث)

، جب آپ نے یہ دعوت دی تو لوگوں نے جلدی نہیں مانی۔ لیکن جس نے مانی پختگی سے مانی۔ کلمے کی یہ دعوت کیا تھی؟ اے لوگو لا الہ الا اللہ کہہ لو۔ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ یعنی اس بات کا اقرار کرلو اور دل میں یقین پیدا کرو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

• دعوت کے ذریعہ کرنے کے کام:

اللہ پاک کرتا دھرتا ہیں۔ اور اللہ پاک کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں۔ اس لئے اللہ پاک کی عبادت اور اس کی بات ماننا لازم ہے۔ تب دنیا کی اور آخرت کی زندگی بنے گی۔ چاہے آدمی مالدار ہو یا غریب ہو۔ چاہے حالات موافق ہوں یا مخالف ہوں، اس کے ساتھ مجمع تھوڑا ہو یا زیادہ۔ لیکن جسے اللہ ہدایت نہ دے اس کی زندگی بگڑ گئی۔

دوستو! دعوت کی لائن سے یہ کرنے اور سمجھانے کے کام ہیں۔

• تکلیفیں عارضی ہیں:

دعوت کی اس راہ میں تکلیفیں آتی ہیں۔ صحابہ پر بھی تکلیفیں بہت آئیں۔ ان تکلیفوں میں آدمی کے گھبرا جانے کا اندیشہ ہے۔ آدمی گھبرا جائے گا تو خود بخود چھوڑ دے گا۔ ایسے موقعہ پر قرآنِ پاک سے رہنمائی ملے گی۔ قرآن پاک کی آیتوں میں چند باتیں ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں آخرت کی زندگی بیان کی گئی ہے۔ تاکہ آدمی کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ یہ عارضی زندگی ہے، اصلی نہیں، اصلی زندگی آخرت کی باقی ہے۔

• تمام انبیاء کی دعوت میں قدرِ مشترک:

مکہ مکرمہ کے اندر جو قرآن پاک اترا۔ ایک تو اس میں قیامت کا تذکرہ بہت ہوا۔ دوسرے جنت اور جہنم کا تذکرہ بہت ملے گا۔ اور پچھلی امت کا تذکرہ بھی کثرت سے ملے گا۔ کہ ان کے نبیوں نے دو باتوں کی دعوت دی:۔ ایک کلمے کی اور ایک نماز کی۔

مثلاً:۔ "يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" (پ ۸)

اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو۔ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں "اللہ کی عبادت کرو" میں "نماز" آگئی اور "سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں" میں "کلمہ" آگیا۔ یہ کلمہ طاقت والا بن جائے اور نماز جاندار بن جاتے تو اللہ کی حمایت ہو گی۔

• قرآن میں پچھلے واقعات کا اعادہ کس لئے:

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

—— اسی آدمی ایسے ہوں گے تو کوئی انسان اور پوری کی پوری قوم بھی اس کا

مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قومِ عاد پوری کی پوری چند آدمیوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اللہ کی طرف سے ایک ہوا آئی اور وہ سارے غرق ہو گئے۔

تو رسول اکرم ﷺ نے کلمہ کی دعوت شروع کی اور جس نے کلمہ پڑھا، اس نے بھی دعوت دینی شروع کی اس پر تکلیفیں آئیں اور اس وقت قرآن کا نزول ہوا تو اس میں پچھلے واقعات آئے تاکہ آدمی کو تسلی ہو۔ پس نبیوں پر اور ان کے ماننے والوں پر تکلیفیں تو آئیں لیکن اخیر میں اللہ کی مدد بھی آئی۔

● نہ ماننے والوں کے ساتھ خدا کا معاملہ:

نبیوں اور ان کے ماننے والوں کی دعوت جس نے نہیں مانی اور قبول نہیں کی تو ان کو ڈھیل دے دی گئی۔ انہیں خوب کودنے پھدکنے دیا گیا اور پھر اخیر میں اتنی زور سے اللہ پاک نے پچھاڑا کہ وہ اٹھ بھی نہیں سکے ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئے۔ جیسے بدن میں کوئی پھوڑا ہوتا ہے تو اندر کیل بھر جاتی ہے پھر ابھرتا ہے اسی طرح جو غلط لوگ ہیں انہیں اللہ پاک پھوڑے کی طرح تھوڑے وقت کیلئے ابھرنے دیتے ہیں۔ ابھرتا ہے پھولتا ہے اور جب بھر جاتا ہے تو جھڑ جاتا ہے۔ جیسے فرعون زہریلا پھوڑا تھا کہتا:-

"اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى"

کہ دیکھو میں سب سے اونچا ہوں۔ تو اللہ پاک نے اسے اونچا ہونے دیا۔ کیل بھرتا رہا اور پھر پھٹ گیا۔

تو جس کے اندر خرابی بھری ہوگی اور خرابی کے ذریعہ جو اونچا ہوا تو اللہ پاک بیچ میں اسے پھاڑ دیں گے۔ یہ اللہ کا نظام ہے تاکہ قیامت تک آنے والے ان واقعات سے تسلی لیں۔

● قرآن پاک کی تعلیم کی ضرورت:

کلمہ کی دعوت شروع ہوئی تو تکلیفیں شروع ہوئیں تب تعلیم کے حلقے شروع ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی تعلیم ہی تو کر رہے تھے۔ اب گھر گھر تعلیم ہونے لگی۔ اور تعلیم میں کیا ہوتا تھا، قرآن پاک ہی تو پڑھتے تھے۔

● دعوت اور تعلیم کا باہمی ربط اور فرق:

قرآن پاک کی ایک تو ہے تلاوت، یعنی تعلیم کے طور پر پڑھنا اور ایک ہے دعوت کے طور پر پڑھنا۔ اسی طرح سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ایک تو ہے اس کو ذکر کے بطور پڑھنا۔ ایک ہے اللہ کی پاکی بیان کرنا۔ اللہ کی بڑائی بیان کرنا۔ اللہ کی تعریف دوسرے کے سامان بیان کرنا۔ اب یہ دعوت بن جائے گی تنہائی میں بیٹھ کر یاد کریں تو ذکر۔

دوسرے کے سامنے یہ بات کریں گے تو دعوت ہوگی۔ چاہے بیوی ہی کے سامنے کیوں نہ ہو۔ اور پھر دعوت والی ساری مددیں اللہ پاک لانی شروع فرمادیں گے۔

دعوت کی راہ میں ———

● محض تکلیف ہی نہیں، مدد بھی آتی ہے:

ایک طرف تو دعوت و تبلیغ کا کام شروع ہوا۔ اس پر تکلیفیں آئیں تو تعلیم چلی۔ اس راہ میں بعض مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خوشگوار ماحول بھی عطا فرمایا۔ اچھے حالات بھی آئے۔ نصرت و مدد کے واقعات بھی ہوئے۔ ایسا نہیں کہ مکہ مکرمہ میں بس تکلیف ہی تکلیف تھی۔ بلکہ مکرمہ میں بھی اللہ پاک کی نصرت و مدد شامل تھی۔ چنانچہ ابو جہل نے رسول پاک ﷺ کے بارے میں کوئی غلط منصوبہ بنایا، وہ گیا۔ اس

نے سوچا کہ میں رسول پاک ﷺ کو تکلیف پہنچاؤں ——— ارادہ ہی کیا تھا کہ فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے بیان کیا کہ مجھے تو کچھ پروالے دکھائی دیے۔ اور مجھے بہت ڈر لگ گیا۔ اس سے پیچھے ہٹ گیا۔ اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے اسے نوچ ڈالتے۔

تو بعض موقعوں پر یہ بات بھی ہوئی۔ رسول پاک ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہوئی۔ اور حیرت انگیز طریقے پر ہوئی۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ وغیرہؓ کے ساتھ ہوئی۔ حضرت عمرؓ جب ہجرت کرنے لگے تو یہ چھپ کر نہیں گئے۔ بالکل سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر گئے۔ تو دیکھئے دونوں قسم کے حالات مکہ کے اندر پیش آئے۔

حضرت ضمادؓ کے قبول اسلام کا واقعہ:

ایک بہت بڑے شاعر، بہت بڑے مقرر حضرت ضمادؓ مکہ تشریف لائے۔ بے ایمانوں نے ان کے کان بھر دیئے۔ کہ دیکھو ہمارے یہاں یہ قصہ ہوا ہے۔ ان کی (حضور پاک کی) بات تم مت ماننا۔ اور دیکھو! سننا بھی نہیں۔ اس لئے کہ جو ان کی بات سنتا ہے وہ اثر لے لیتا ہے۔

بہت بڑا شاعر ہے اور خطیب ہے لیکن اس نے اپنے کان میں انگلی ڈال دی۔ تاکہ آپ ﷺ کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا کہ دیکھو! وہی شخص ہے۔ اس سے بچتے رہنا۔ کچھ دیر تو بچتے رہے۔ پھر خیال آیا کہ میں کوئی بے وقوف آدمی ہوں، میں تو خود مجمع کو ہلا دینے والا ہوں۔ مجمع کے ذہن کو پھیر دینے والا۔ مجھے کون پھیرے گا؟ یہ خیال آیا اور رسول پاک ﷺ کے پیچھے پیچھے گھر گیا۔ اور گھر جا کر کہا کہ آپ کیا بات کرتے ہیں؟

رسول اکرم ﷺ نے ان کے سامنے دعوت پیش کی۔ بہت متاثر ہوئے۔ اور وہیں کلمہ پڑھ لیا۔ کلمہ پڑھ کر واپس جانے لگے تو لوگوں نے چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ

بھی پھر گئے ——— پھر وہ اپنی قوم کے اندر گئے۔ اللہ پاک نے ان سے کتنا زبردست کام لیا۔ یہ سب کچھ ہمیں تاریخ کی اور سیرت کی کتابوں سے معلوم ہے۔

مشکلات کا حل:

اس راہ میں دونوں حالتیں آتی ہیں۔ ایک طرف تو مجاہدہ، ابتلاء، آزمائش اور تکلیفیں یہ بھی ہوا۔ دوسری طرف نصرت کے حالات آئے۔ انہیں حالات کے اندر رہ کر علاج تلاش کرنا ہے۔ اگر صرف موافق حالات آویں تو انسان اترا جائے اس کا خطرہ ہے۔ اور مخالف حالات آویں گے تو گھبرا جائے، اس کا اندیشہ ہے۔

اب انسان کیلئے جو حل بتایا گیا ہے وہ یہ کہ اللہ پاک کا ذکر کرنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا ہے۔ جتنا اللہ پاک کا ذکر کرے گا، جتنی تلاوت کرے گا اور دعا مانگے گا، اس قدر اللہ پاک سے تعلق ہوگا۔ اور اللہ پاک سے تعلق ہوا تو موافق حالات کے اندر بجائے اترانے کے شکر کرے گا۔ اور مخالف حالات کے اندر بجائے گھبرانے کے صبر کرے گا۔ اور صبر کرے گا تو اللہ کی طاقت ساتھ میں ہوگی۔ **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ** اور شکر کرے گا تو اللہ کی نعمتیں بڑھیں گی۔ **لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ**

تو دونوں حالتوں کے اندر یہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔ اگر ذکر کرے گا، تلاوت کرے گا، دعا مانگے اللہ پاک سے تعلق جڑے گا۔ تو تکلیفوں کے اندر بھی اللہ پاک سے قریب ہوگا اور نعمتوں کے اندر بھی۔

اکرام مسلم کی اہمیت:

ایک طرف کلمے کی دعوت، ایک طرف تعلیم کے حلقے، اللہ پاک کا ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت اور دعاؤں کا مانگنا یہ شروع ہوا وہیں ایک بات اور بھی ہوئی۔ جو بھی کلمہ پڑھنے والا ہوتا تھا وہ

اپنی پوری قوم میں اکیلا۔

پورے خاندان میں اکیلا۔

باقی پوری قوم خلاف، پورا خاندان خلاف ہے۔ پھر تو ہر خاندان کا اکیلا اکیلا کلمہ پڑھنے والا بہت پریشان ہوگا۔ اس لئے کہ پورا پورا خاندان ایک طرف، اور یہ آدمی اکیلا ایک طرف۔ تو یہ اکیلا آدمی کیا کرے، اس کا انتظام اللہ پاک نے یہ کیا، جس نے کلمہ پڑھا۔ وہ ایک دوسرے کا اکرام کرے۔ اور کلمہ والے ایک بن جائیں۔ ان کے اندر اجتماعیت آجائے۔ جسے ہم "اکرام مسلم" کہتے ہیں۔

• اکرام مسلم اور مواخاۃ اسلامی کے نمونے:

کلمے والے آپس میں یہ نہ دیکھیں کہ یہ میری قوم کا ہے یا نہیں۔ دیکھو حضرت بلال حبشیؓ ان کو اسلام لانے کے بعد تکلیف ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ جو قبیلہ بنو تیم کے بہت بڑے سردار تھے۔ انہوں نے خرید کر آزاد کردیا کوئی خاندانی جوڑ نہیں۔ صرف اس بناء پر کہ انہوں نے کلمہ پڑھا۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اکرام کیا۔

اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے یہ دیکھنے کیلئے کہ دعوت دینے والا جو شخص کھڑا ہوا ہے، کیا ہیں؟ کیسے ہیں؟ یہ بھی ان کو معلوم ہے کہ لوگوں کو ان سے ملاقات کا علم ہوا تو یہ خود مارے جائیں گے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے لیجا کر چپکے سے کھانا کھلادیا۔ حالانکہ کوئی خاندانی جوڑ نہیں۔ تو اکرام مسلم جس کا چوتھا نمبر ہے اس کے ذریعہ کلمہ والوں کے اندر اجتماعیت پیدا ہوئی۔ اور جتنی اجتماعیت کلمہ والوں دعوت والوں میں پیدا ہوئی اتنا غیر کلمہ والوں پر اللہ کی جانب سے رعب پڑتا ہی تھا۔

• کلمہ والوں کے آپسی کشاکش کا نتیجہ:

اب اگر ایمان والے دین کا کلمہ پڑھنے والے اور کلمے کی دعوت کا کام کرنے والے لوگوں کے درمیان کشاکش رہی تو اس کا ایک نقصان تو یہ ہے کہ خود کمزور ہوں گے۔ اور دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ دوسرے کے اندر سے رعب نکل جائے گا:-

"فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ" (پارہ ١٦)

یعنی تمہارے اندر آپس میں کشاکش ہوگی تو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا (دھاک) اکھڑ جائے گی۔

تو اس بناء پر جو کلمے والے تھے انہوں نے ایک دوسرے کا اکرام کیا اور کلمہ والوں میں اجتماعیت پیدا ہوتی چلی گئی۔ اگرچہ تھوڑے سے تھے۔

• پوری انسانیت کی فکر ضروری ہے:

اچھا اب اس پر بھی غور کرو، رسول کریم ﷺ پورے عالم کیلئے نبی بن کر تشریف لائے۔ اور آپ ﷺ کی جو امت ہے اس کے ایک ایک آدمی کو اللہ پاک نے پورے عالم کیلئے پیدا کیا۔ ایک ایک امتی پورے عالم کیلئے ہے۔ پورے عالم کی فکر کرنے والا اپنی بھی، خاندان والوں، قوم والوں کی بھی فکر کرے۔ کیونکہ ہم رسول کریم ﷺ کے امتی ہیں۔

ضروری ہدایات

اب ظاہر ہے کہ جو پورے عالم کی فکر کرتا ہے۔ ان تک اللہ کی بات پہنچاتا ہے تو آپ جانتے ہوں گے کہ ان کاموں میں کوئی آمدنی نہیں ہے کوئی بھی کام کرنا ہو، تو اس میں آمدنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پیسے ہونے چاہئیں۔ یہاں بھی ابھی آپ کہیں گے کہ بھائی میں تو جانے کے لئے تیار ہوں تو آپ سے پوچھا جائے کہ کتنا خرچ کرنے کے

لئے تیار ہو۔ اگر سال بھر کے لئے جا رہے ہو تو کتنا خرچ کرو گے۔ اگر چار مہینے کے لئے جا رہے ہو تو کتنا خرچ کرو گے۔ اور میرے محترم بزرگو اور دوستو! خرچہ کے ساتھ چونکہ کام دین کا اور دعوت کا کرنا ہے تو یہ بھی پوچھا جائے گا تم نے یہ چار مہینہ، سال بھر کام میں لگایا یا نہیں؟

● بیرون ممالک کیلئے کیسے لوگوں کی جماعت تشکیل دی جائے:

اب اگر آپ نے چار مہینہ لگایا ہے مگر چالیس پچیس سال پہلے تو پھر بیرون ممالک کیلئے تشکیل کرنے والے کہیں گے کہ تم نے پچیس سال پہلے چار مہینے لگائے تو ایسے آدمی کو ہم بیرون نہیں بھیجا کرتے۔ بیرون ممالک تو ایسے آدمی کو بھیجتے ہیں جو مقامی کام کرتا ہے اور سال کا چلہ تو کم سے کم دیتا ہی رہے۔ سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری اور روزانہ کی جو ترتیب ہے وہ کرتا رہے۔ تاکہ اس کے اندر دین کی دعوت کی فکر آئے۔ انسانیت کا غم آئے اور نبیوں والا درد آئے۔

● کم صلاحیت والے بھی حیرت انگیز کارنامے انجام دیتے ہیں:

نبیوں والا درد، انسانیت کا غم، دین کی فکر اگر آگئی تو بعض مرتبہ کم صلاحیت والے آدمی سے بھی اللہ پاک اتنا کام لے لیتے ہیں کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔

جماعتیں زیادہ آگئیں، کوئی امیر ملتا نہیں۔ جو پڑھے لکھے ہیں وہ سارے ایک جماعت میں چلے جاتے ہیں۔ ان سے اگر کہا جائے کہ بھائی دو دو آدمی ان بے پڑھے لوگوں میں لگ جاؤ تو وہ تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ انہیں تیار ہو جانا چاہئے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر اچھا خاصا مجاہدہ پڑے گا۔ اور اسی مجاہدہ کے اندر روحانی ترقی ہوگی۔ اسی مجاہدہ میں اللہ پاک راستہ کھولیں گے۔

لیکن یہ پڑھے لکھے لوگ عام طور پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ

اب تیار ہونے لگے ہیں اور پڑھے لکھے لوگ ان پڑھوں کو لیکر جانے لگے ہیں لیکن پھر بھی بعض مرتبہ بے پڑھوں کی جماعتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

● بے پڑھوں کی کارگزاریوں کے مثالی واقعات:

ایک موقعہ پر بے پڑھوں کی جماعت زیادہ تھی۔ کوئی زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا تو سمجھا کر ان کو بھیج دیا۔ کہ تم یہاں سے جماعت لیکر جاؤ تم میں سے ایک آدمی کو ہم امیر بنا دیتے ہیں۔ اب جہاں جاؤ گے تمہیں پڑھے لکھے آدمی ملیں گے۔ ان پڑھے لکھے آدمیوں کی خوشامد کرنا اور یہ کتاب (فضائل اعمال) دینا تاکہ تم کو پڑھ کر سنادیں۔ اور ان سے اپنے کلمے وغیرہ ٹھیک کرنا۔ اور چھ نمبر ان لوگوں کے سامنے پیش کر دینا اس طرح ایک جماعت بے پڑھوں کی یہاں سے نکلی۔ اور پڑھے لکھوں سے انہوں نے اپنی نماز بھی درست کر لی۔ کتاب بھی سنی اور پڑھے لکھے لوگوں سے انہوں نے بیانات بھی کروائے۔ بستی کے امام صاحب جب بھی کھڑے ہو کر بیان کرتے تو محض لعن طعن شروع کر دیتے۔ لوگ ان کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتے۔ کہ ارے بھائی! ان کا بیان مت کرو۔ یہ کھڑے ہوتے ہیں تو لوگوں پر لعن طعن شروع کر دیتے ہیں۔ ادھر یہ جماعت جو گئی تھی اس نے ادھر اُدھر سے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ امام صاحب نے اپنی سورۃ فاتحہ ٹھیک کرائی۔ ان سے کتاب سنی۔ پھر امام صاحب سے کہا "امام صاحب! بیان آپ کریں لیکن چھ نمبر کے اندر رہ کر بیان کرنا ہے۔

اب چھ نمبر کے اندر امام صاحب کو جو باندھ دیا تو انہیں جیسے ہاتھی کے سر پر کوا بیٹھا ہوا ہے۔ بار بار خیال لگا رہتا ہے کہ چھ نمبر سے ہٹا تو نہیں۔ اس طرح چھ نمبر کی پابندی کے ساتھ انہوں نے بیان شروع کیا۔ اس کے بعد پھر ایک بڑے میاں کھڑے ہو گئے۔ کہ بھائی اسی کو سیکھنے کے لئے ہم لوگ چل رہے ہیں۔ ہم تو بے پڑھے لکھے لوگ ہیں، تم

لوگ پڑھے لکھے لوگ ہو۔ تم ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہماری نماز ٹھیک ہو جائے۔

تو اس طرح انہوں نے لوگوں کی تشکیل کی۔ امام صاحب کی بھی تشکیل کی۔ کسی کی تین کی، کسی کی چلہ کی، حتیٰ کہ چار مہینے کی بھی جماعت تھی۔

ایک جگہ اور میں آپ کو قصہ سناؤں۔ ایک جماعت ایک جگہ گئی۔ وہاں پورا کا پورا گاؤں کلمہ چھوڑ چکا تھا۔ اور مسجد کے اندر گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ یہ جماعت وہاں پر گئی۔ گاؤں والوں نے کہا کہ بھائی! جب ہمارے پاس کلمہ تھا تو تم لوگ آئے نہیں۔ اور اب ہم لوگ کلمہ چھوڑ چکے ہیں تو تم لوگ آئے ہو۔ کیا فائدہ تمہارے آنے کا؟ اب ان دل میں آخرت کا غم اور دین کا درد نیز آخرت کی فکر پیدا ہوئی۔ یہ جماعت ہچکیاں مار مار کر رو رہی ہے۔ کہ یہ پورا گاؤں ہمیشہ کیلئے جہنم میں جائے گا۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ تو دیکھو زیادہ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں لیکن انسانیت کا غم اور نبیوں والا غم اللہ پاک نے دیا۔ خوب روئے۔ گاؤں والے تعجب کرنے لگے کہ بھائی! تم روتے کیوں ہو؟ ہم تم کو کھانا دیں گے۔

ان لوگوں نے کہا کہ کھانا تو ہماری دیگچی میں موجود ہے۔

ارے بھائی اگر تم کو پیسے چاہئیں تو ہم تم کو پیسے دے دیں؟

انہوں نے کہا کہ "دیکھو! ہمارے پاس پیسے بھی موجود ہیں!"

بھائی! سردیوں میں کمبل نہ ہو تو کمبل دے دیں؟

انہوں نے کہا کہ "دیکھو! کمبل بھی موجود ہے"

گاؤں والے پوچھنے لگے: "پھر تم روتے کیوں ہو؟"

دیکھو! کیسا اثر پڑتا ہے۔ انسانیت کا جب غم، درد اور فکر ہوتی ہے تو اس کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ اثر پڑے بغیر نہیں رہتا۔

خالد بن ولیدؓ کس قدر مخالف تھے۔ رسول پاک ﷺ کے اخلاق کا ان پر اثر پڑا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ پر اثر پڑا۔

ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ پر اثر پڑا۔

● حضرت عکرمہؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ:

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ تو ابو جہل کا بیٹا عکرمہؓ نکل کر بھاگ گیا۔ ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھیں۔ عکرمہؓ نے سوچا مکہ میں رہنا ہی نہیں ہے۔ کسی دوسری جگہ چلے گئے بیوی نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت! میرے میاں کو امن دے دیجئے۔ جب امن ملے گا اور اچھے ماحول کو دیکھے گا تو کیا عجب کہ اللہ اسے جنت والا راستہ دکھادیں۔ رسول پاک ﷺ نے اسے امن دے دیا۔ اب بیوی تلاش میں گئی۔ عکرمہؓ بالکل باہر نکل گئے اور نکلنے کے بعد ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی چل پڑی۔ اب خدا کا غیبی نظام دیکھو:

کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ ڈوبنے کے قریب ہو گئے۔ کشتی کا جو چلانے والا تھا۔ اس نے کہا کہ کشتی کے بچنے کی کوئی امید نہیں سوائے اس کے کہ ایک خدا کو مانو۔ وہی بچا سکتا ہے۔ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

عکرمہ کہنے لگا کہ اسی کلمہ سے تو بھاگ کر ہم آئے اور یہ کلمہ ہمارے پاس یہاں پر بھی آ گیا۔ اتنے میں سامنے بیوی دکھائی دی۔ عکرمہ تعجب میں پڑ گئے۔ بیوی نے اشارہ کیا تو عکرمہ نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ مجھے مار ڈالیں گے۔ کیونکہ میں زندگی بھر ان سے لڑتا رہا۔ مجھ سے پورا بدلہ اتاریں گے، میرا گلا کاٹیں گے۔ بیوی نے کہا کہ انہوں نے امن دے دیا ہے۔ تب عکرمہ ساتھ چلے۔ راستہ میں بیوی سے محبت کرنا چاہا۔ بیوی نے کہا میں محبت نہیں کرنے دوں گی۔ اس لئے کہ میں کلمہ والی ہوں اور تم بغیر کلمے والے ہو۔ اس کا بہت زبردست اثر پڑا۔

رسول پاک ؐ کا اپنے دشمن کے ساتھ کردار:

اس کے بعد مکہ میں آئے۔ رسول پاک ﷺ کے پاس پہنچے۔ تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب ؓ سے کہا کہ عکرمہ آرہا ہے ابو جہل کا بیٹا۔ تم اس کے باپ کو برا مت کہنا۔ اس لئے کہ باپ کو اگر برا کہو گے تو اس کے باپ تک تو گالیاں پہنچیں گی نہیں۔ لیکن اس کے بیٹے کو تکلیف ہو گی۔

اب جب عکرمہ رسول پاک ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ اپنا بستر چھوڑ کر اس حالت میں کہ چادر کندھے کے اوپر ہے اور وہ گھسٹ رہی ہے، استقبال کیلئے دروازہ پر پہنچے۔ یہ شخص ہے جو ہر معرکہ کے اندر آپ کے خلاف لڑنے والا اور آپ ﷺ کو ختم کردینے کی سعی ناتمام کرنے والا ہے اور آپ ﷺ اس کے استقبال کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ عکرمہؓ کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے اور اپنے بستر پر بٹھایا۔ مارے شرم کے ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے دعوت دی۔ تو یہ ابو جہل کا بیٹا حضرت عکرمہؓ بن گئے اور انہوں نے وہیں پر کلمہ پڑھ لیا۔ اور کلمہ پڑھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ اللہ کے پیارے نبی! میں نے جتنا مال اور جتنی جان دین کے مٹانے پر لگایا ہے، اس سے دوگنی جان اور مال دین کے پھیلانے پر لگاؤں گا۔ یہ حضرت عکرمہؓ نے کہا۔

اخلاق کی تسخیری قوت:

یہ خوب یاد رکھو، اخلاق کا برتنا اور مانوس کرنا یہ حیرت انگیز چیز ہے۔ اس کے ذریعہ آپ اپنے گھر والوں میں بھی دین لا سکیں گے۔ اور اس کے ذریعہ کام کرنے والے احباب کے اندر اجتماعیت بھی پیدا ہو گی۔ یہاں تک کہ اگر آپ کاروباری آدمی ہیں تو اگر آپ کی دکان پر کوئی آدمی غیر مسلم آئے جو خدا کا نہ ماننے والا ہے آپ اس کے ساتھ بھی اخلاق برتیں گے، جھوٹ نہیں بولیں گے، غبن نہیں کریں گے، دھوکا

نہیں دیں گے، خیانت نہیں کریں گے، اچھی طرح بٹھائیں گے، میٹھے انداز میں اس سے بات کریں گے، اور آپ کے ذہن میں صرف پیسے کمانا نہ ہو بلکہ آپ کے ذہن میں رسول پاک ﷺ کے لائے ہوئے پاکیزہ اخلاق کا برتنا ہو، تو میرے بھائیو! رسول پاک ﷺ کی لائی ہوئی ایک ایک چیز ایسی ہے کہ جو انسانوں کے دلوں کو اس طرح کھینچتی ہے جس طرح مقناطیس کی طرف لوہا کھنچتا ہے۔ یہ جاذبیت اور کشش ہے آپ ؐ کے لائے ہوئے طریقے کے اندر۔ ایسا نہیں کہ جب پوری زندگی حضور ﷺ کے طریقے کی طرف آجائے گی تب لوگوں کے دل کھنچیں گے۔ بلکہ جو بھی چیز اور جتنی بھی آتی چلی جائے گی۔ آپ کی باتیں اور خوبیاں تو دل کو کھینچنے والی بنیں گی۔

دوسروں کیلئے رونا کام آیا:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اندر کی بے چینی، اندر کا درد، اندر کا غم، یہ انسانیت کے قلوب کو کھینچنے والی چیزیں ہیں۔ اب دیکھو نا! وہ جماعت جو کم پڑھوں کی تھی اور اس بستی میں گئی تو ہچکیاں مار مار کر روئی ——— لوگوں نے پوچھا کہ کھانا تمہارے پاس، پیسہ تمہارے پاس، تو پھر اتنی بے چینی اور بیقراری کے ساتھ آخر تم رو کیوں رہے ہو؟

تو جماعت والوں نے کہا: "ہم تمہارے لئے رو رہے ہیں، تم نے کلمہ چھوڑ دیا" یہ سن کر یہ سیدھے سادے بے غرض لوگ جن کا ہمارے برے بھلے سے کوئی مطلب نہیں۔ مگر وہ ہمارے بھلے کی خاطر رو رہے ہیں، ہچکیاں مار مار کر رو رہے ہیں، اللہ نے توفیق دی۔ اور سب نے توبہ کر کے اپنی دنیا بدل ڈالی۔

اخراجات کے مسئلہ کا حل کیا ہے:

ہم نے بتایا کہ کلمے کی دعوت، تعلیم کے حلقے، اللہ کا ذکر، دعاؤں کا مانگنا اور اس

کے ساتھ ایک دوسرے کا اکرام، لیکن یہ چاروں کام ایسے تھے جس کے اندر خرچ ہی خرچ ہے، آمدنی نہیں ہے۔ اور جو کام پورے عالم کے اندر کرنا ہو، بغیر آمدنی کے کیسے ہو؟ دو گھنٹے کلمے کی دعوت دو ایک پیسہ جیب میں آتا نہیں۔ دو گھنٹہ تعلیم کرو چار گھنٹہ تلاوت، ذکر اور دعا مانگو اور بعد میں جیب ٹٹولو، ایک پائی جیب میں نہیں آتی۔ اور جب اکرام کرو گے تو جیب سے اور نکالنا پڑے گا۔ تو جس کام میں خرچ ہی خرچ ہو آمدنی نہیں تو وہ کام دنیا میں کیسے؟ اپنی قوم میں بھی کرنا، خاندان میں بھی کرنا، ملک میں بھی کرنا، بیرون ملک میں بھی کرنا، قیامت تک کے لوگوں میں بھی کرنا اور اس میں خرچ ہی خرچ۔ آمدنی کا تو نام ونشان بھی نہیں۔ تو یہ کام دنیا میں چلے کیسے؟

● اللہ کے خزانوں کی کنجی:

اللہ پاک نے اس کا یہ انتظام کیا کہ رسول پاک ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر جو خزانے تھے وہ دکھائے۔ اور اس کی چابی آپؐ کے حوالہ کر دی۔ وہ چابی کیا تھی؟ وہ تھی نماز! اور یوں فرمایا کہ جب تمہاری کوئی ضرورت اٹک جائے تو "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" نماز پڑھو اور اللہ سے مانگو۔ یہ اللہ کے خزانے ہیں۔ اور انہیں لینے کی کنجی ہے نماز۔ نماز پڑھو اور خزانے لو۔ اس نماز کو لیکر آپ تشریف لائے۔ تو اب جہاں کوئی کام اٹکے گا۔ ہم نماز پڑھیں گے اور اللہ سے کہیں گے۔

● نماز کو جاندار کیسے بنایا جائے:

لیکن بھئی نماز جاندار ہونی چاہئے۔ کہیں ذہنوں کے اندر یہ نہ آئے کہ ہم نماز پڑھ کر اللہ سے کہتے ہیں اور ہمارے کام بنتے نہیں۔ یہ ذہن میں نہ آجائے۔ نماز جاندار ہونی چاہئے —— اور نماز کو جاندار بنانے کیلئے نماز میں پانچ باتیں لانی ہوں گی۔

1:- ایک کلمے والا یقین۔

2:- فضائل والا علم۔

3:- مسائل والی شکل۔

4:- اللہ والا دھیان۔

5:- اخلاص والی نیت۔

کلمے والا یقین ملے گا دعوت کی فضا میں۔

فضائل کا علم، یہ ملے گا تعلیم کے حلقوں میں۔

مسائل والی شکل، یہ ملے گی علماء سے پوچھ کر۔

اللہ والا دھیان، یہ ملے گا تلاوت اور ذکر سے۔

اور اخلاص والی نیت یعنی اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ، یہ کیسے ملے گا؟ اس کو ذرا تفصیل سے بتاؤں گا:-

● اخلاص نیت کی قوت:

رسول اکرم ﷺ کیلئے مکہ کے پہاڑ کو سونا بنانے کی پیشکش اللہ کی طرف سے فرشتے نے کی۔ لیکن رسول اکرم ﷺ نے انکار کر دیا۔ آپؐ جانتے تھے کہ پہاڑ اگر سونا بن گیا، چاندی ہیرے جواہرات بن گئے۔ اور سونا چاندی دیکر لوگوں سے دین کا کام لیا تو لوگ پھر سونے اور چاندی کیلئے دین کا کام کریں گے۔ اللہ کیلئے نہیں کریں گے۔ اور جب سونا چاندی کیلئے دین کا کام کیا جاتا ہے۔ تو پھر دین میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ جو فرعون کو زیر کر دے —— قیصر و کسریٰ کو زیر کر دے —— جالوت کو زیر کر دے —— ابوجہل کے مجمع کو زیر کر دے۔ جب سونے چاندی کیلئے دین کا کام کیا جائے گا۔ تب دین میں طاقت نہیں آئے گی۔ جب اخلاص کے ساتھ دین کا کام نہ کیا جائے تو دین میں برکت نہیں آتی۔ اگر سونے چاندی کیلئے دین کا کام کیا جائے تو وہ برکتیں جو نبی

اسرائیل نے حاصل کیں وہ برکتیں نہیں مل سکتیں۔ جو برکتیں صحابہ نے حاصل کیں وہ برکتیں نہیں مل سکتیں۔ تو دین کا کام سونے چاندی کیلئے نہ ہو۔ دین کا کام اللہ کو راضی کرنے کیلئے ہو۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے سونے چاندی کا انکار کر دیا تاکہ لوگ دین کا کام اللہ کو راضی کرنے کیلئے کریں۔

● اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ:

اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دین کا کام آدمی کرے اپنی دنیا کو قربان کر کے۔ جبھی امید ہے اخلاص کے پیدا ہونے کی۔ اور اگر دین کو ذریعہ بنایا اپنی دنیوی اغراض کے پورا کرنے کا تو خطرہ ہے کہ دین نکل جائے گا۔

● اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں:

یہ بنی اسرائیل جو راندۂ درگاہ ہوئے وہ اسی لئے ہوئے کہ نبیوں کی اولاد تھے، اور دین کے کام کو دنیا طلبی اور خود غرضی کیلئے کرنا شروع کیا۔ تو ہوتے ہوتے دین زندگی سے نکل گیا اور دنیا ہی دنیا رہ گئی۔

اور صحابہ کرام بت پرستوں کی اولاد تھے۔ صحابہ کرام کے باپ، دادا۔ پردادا یہ سارے کے سارے بت پرست تھے لیکن انہوں نے جب اللہ کو راضی کرنا طے کر لیا اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے جو تکلیف اٹھانی پڑی ارادہ کر لیا کہ تکلیف اٹھالیں گے اور اللہ کو راضی کر کے جنت میں جائیں گے۔ اللہ کو ناراض کر کے جہنم میں نہیں جائیں گے۔ جب ان کے اندر یہ اخلاص آگیا اور رسول اکرم ﷺ کے کہنے کے مطابق انہوں نے قدم اٹھایا تو "اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ" میں شامل ہو گئے۔ اور پوری دنیا کیلئے اللہ پاک نے ان کو رہبر بنا دیا۔

اگر بت پرستوں کی اولاد صحیح کام کرتی ہے اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرتی ہے تو

وہ دنیا کا امام بنتی ہے۔ اور اگر انبیاء کی اولاد دین کا کام خود غرضی اور دنیا طلبی کیلئے کرتی ہو تو وہ "مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ" بن کر ہمیشہ کیلئے جہنمی بن گئی۔ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ اللہ تو یہ دیکھتا ہے کہ ایک اللہ کی طاقت کو کس نے مانا ——— اور ایک اللہ کی عبادت کس نے کی۔

● امت کا سب سے مفلس شخص:

نماز کے اندر طاقت پیدا کرنے کیلئے پانچ باتیں ضروری بتائی گئی ہیں اس کی رعایت سے یہ نماز جاندار بن گئی۔ لیکن جاندار بننے کے بعد نماز اپنے پاس باقی رہے اس کیلئے فکر ہونی چاہئے۔ نماز بنی بنائی دوسرے کے پاس چلی جائے گی اگر دوسرے کا آپ نے حق دبایا۔ کسی کی غیبت کر دی۔ کسی پر تہمت لگا دی۔ کسی کو خواہ مخواہ برا کہہ دیا۔ تو یہ جتنے حقوق العباد ہیں جب آدمی اسے ادا نہیں کرتا تو آپ کا بنا بنایا عمل اس کیپ اس چلا جاتا ہے۔ جس کا حق دبایا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

میری امت کا مفلس کون ہے؟

لوگوں نے کہا:۔ ایسا شخص جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔

فرمایا: نہیں! میری امت کا مفلس شخص وہ ہے کہ نیکیوں کا ڈھیر لیکر قیامت میں آئے اور لوگ یوں کہیں گے کہ اس نے مجھے گالی دی ہے۔ اس نے مجھ پر تہمت لگائی۔ میری زمین دبالی۔ میرا پیسہ چرا لیا۔ تو ساری نیکیاں دوسروں کے پاس چلی جائیں گی پھر ایک کہے گا کہ اللہ پاک میں تو رہ گیا۔ اس نے مجھے اتنی گالیاں دی تھی۔ اللہ پاک کہیں گے کہ اس کی آمدنی ختم ہو گئی۔ اب چلی تیری اتنی برائیاں اس کے اوپر ڈال دیں۔ تو یہ شخص تو نیکیوں کا ڈھیر لیکر آیا اور وہ دوسرے کے پاس چلا گیا۔ اس لئے حقوق العباد کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔

❁ اجتماعی مال میں سخت احتیاط ضروری:

خاص کر جو اجتماعی مال ہوتے ہیں اس کے اندر تو بہت فکر سے کام کرنا ہوگا۔ اجتماعی مالوں میں ذرا بے احتیاطی ہو جاتی ہے تو ایسے مالوں میں پکڑ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔اس کے اندر ذرہ برابر بے فکری نہیں ہونی چاہئے۔

❁ حضرت عمرؓ کے سخت احتیاط کے واقعات:

حضرت عمرؓ اس کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے ایک اونٹ خریدا۔ اور اسے مسلمانوں کی زمین میں چرلیا۔ اونٹ موٹا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو پتہ چلا۔ پوچھا کتنے میں خریدا؟ بتایا اتنے میں۔ چرلیا کہاں؟ بتایا کہ مسلمانوں کی چراگاہ میں۔

ارشاد فرمایا کہ جتنے میں تو نے خریدا تھا اتنے پیسے تو لے لے، اور باقی جتنا نفع ہو اسے بیچ کر بیت المال میں داخل کر، باپ کے کندھے پر رہ کر تو مت کھا۔ قیامت کے دن خدا کے سامنے پیشی ہونے والی ہے۔

ایک لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی آئی۔ حضرتؓ نے پوچھا یہ کس کی لڑکی ہے؟ آپ کے بیٹے نے کہا کہ حضرت! یہ آپ کی پوتی ہے۔ فرمایا کہ یہ میری پوتی ہے۔ کتنی دبلی پتلی ہے۔ لڑکھڑا رہی ہے انہوں نے کہا کہ جو آپ وظیفہ دیتے ہیں یعنی خرچہ، وہ پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی ہو گئی۔ بیٹے کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا وظیفہ بڑھادیں۔

حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اپنا کاروبار خود کرلے اور اپنا خرچہ خود اٹھا۔ بیت المال سے تجھے نہیں ملے گا۔

تو حضرت عمر فاروقؓ کو بڑی بے چینی تھی۔ قیامت کا واحد درجہ استحضار تھا۔

بہر کیف! اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے خزانے دکھادیئے۔ اس کی کنجی دے دی۔ اور پھر نماز جاندار بنانے کیلئے پانچ طریقے بتادیئے۔ اور نماز کو اپنے پاس

محفوظ رکھنے کیلئے بھی حقوق العباد کی ادائیگی ضروری بتلائی یہ چھ نمبر آگئے لیکن یہ سارے کام مکہ مکرمہ میں انفرادی طور پر ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ جب رسول پاک ﷺ کا جانا ہوا تو وہاں پر یہ سارے کام اجتماعی طور پر ہونے لگے۔ اس طرح ان چھ نمبروں کے ذریعہ ہمارے اندر استعداد پیدا ہو جائے گی پورے دین پر چلنے کی۔

❁ بدر والی مدد کب آئے گی:

مدینہ منورہ میں مسلمانوں پر مختلف حالات آئے۔ ایک حال تو بدر کا آیا۔ تو اگر بدر جیسا مصیبت والا حال آجائے تو اس کے اندر تین کام کریں گے تو بدر والی مدد آئے گی۔

بدر کے اندر اسلام کے سبھی بگڑے قسم کے دشمن آئے تھے، اسلام کو بالکل ختم کر دینے کیلئے۔ وہاں پر صحابہ نے تین کام کئے:

1:- صبر۔

2:- تقویٰ۔

3:- گڑگڑانا۔

بس قیامت تک کیلئے اصول معلوم ہو گیا کہ جب بہت پریشانی چاروں طرف سے گھیر لے تو ایک طرف صبر ہو، ایک طرف تقویٰ اور ایک طرف اللہ سے خوب گڑگڑانا ہو۔

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (پ ٤)(آل عمران)

اگر تمہارے اندر تقویٰ ہو گا۔ اللہ مدد کرے گا۔

اور تیسری چیز کو اس طرح بیان فرمایا:-

"اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ" (پ ٩)

مدد کا دن یاد کرو، جب تم گڑگڑا رہے تھے۔ تو اللہ پاک نے قبول کیا تمہارا گڑگڑانا

اور کہا کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔

● اللہ کی مدد کب اٹھ جاتی ہے:

اور دیکھو اللہ کی آئی ہوئی مدد، اٹھ جاتی ہے چار باتوں سے:

1:- ایک تو دنیا کا ارادہ کرنا۔

دین کا کام کرنے والوں میں جب دنیا کا ارادہ ہو جاتا ہے تو حسب ذیل بقیہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں:

2:- رائے میں کمزوری۔

3:- آپس میں کشاکش۔

4:- بات کا نہ ماننا۔

جب دین کا کام کرنے والوں میں یہ چار چیزیں آجاتی ہیں تو آئی ہوئی مدد آسمان کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس سے کام کرنے والے عمل کو چھوڑتے ہیں۔ اور عمل کو اگرچہ تھوڑے آدمی چھوڑتے ہیں لیکن تکلیف اور آزمائش سب پر آتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ پر بھی تکلیف آئی:-

"وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَ بِاِذْنِهٖ"(پ ۴)

اللہ کا وعدہ احد کے اندر بھی پورا ہوا کہ تم آگے بڑھتے جا رہے تھے لیکن تمہارے اندر چند باتیں پیدا ہو گئیں۔

"حَتّٰىٓ اِذَا فَشِلْتُمْ" رائے میں کمزور پڑ گئے۔

"وَتَنَازَعْتُمْ" اور آپس میں کشاکش میں پڑ گئے۔

"وَعَصَيْتُمْ" بات نہ مانے۔

"مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ" تمہاری محبوب چیز (غلبہ) اللہ نے تم کو

دکھا دیا۔ (سورۂ آل عمران پارہ ۴)

لیکن تین باتیں تمہارے اندر پیدا ہو گئیں۔ اور کیوں ہوئیں؟ یہی پہلی اور چوتھی وجہ ہے۔

"مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا" ایک مجمع تم میں کا دنیا کا ارادہ کرنے لگ گیا۔ اگرچہ وہ دنیا حلال تھی، بطور مال غنیمت کے تھی۔

● مدد اٹھا دیئے جانے کی پہلی مصلحت، آزمائش:

دنیا کی طرف نگاہ کا جانا یہ دل کے اندر غبار پیدا کر دیتا ہے۔

"مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ"(پ ۵)

ان میں وہ لوگ تھے جو آخرت کی سرفرازی کا ارادہ کر رہے تھے۔ ان کا مقصد خوشنودیٔ رب تھا۔ اور بس! اس لئے آخر میں کیا ہوا؟

"ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"(آل عمران پ ۴)

پھر پانسہ پلٹ دیا ان کے اوپر غالب آنے سے تم کو پھیر دیا۔

اور ایسا کیوں کیا؟

تاکہ تم کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالے!

لیکن اب پندرہویں صدی والے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کریں گے۔ صحابہؓ کو معاف نہیں کریں گے۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ پندرہویں صدی والے صحابہ کو معاف کریں یا نہ کریں۔ میں تو معاف کر چکا۔ کیونکہ انہوں نے گڑگڑا کر معافی مانگ لی۔ تو دیکھو قیامت تک آنے والے لوگوں کو اصول بتا دیئے اور اللہ سے معافی مانگ کر خود بھی صاف ہو گئے۔

محترم دوستو! جن لوگوں کی نگاہ کی طرف چلی گئی۔ ان کے اوپر دنیا کا غبار آ گیا تھا۔ ان کو آزمائش کی بھٹی میں ڈالا تاکہ فلٹر ہو جائے۔ جس ایمان کے اوپر اللہ کی مدد آتی

ہے اس میں دنیا کا غبار آگیا تو اللہ نے فلٹر کرنے کیلئے آزمائش کی بھٹی میں ڈالا۔ تو ایک مصلحت اللہ کی یہ تھی کہ۔

"وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا"

اور قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا۔ جب کام کرنے والوں کی نگاہ دنیا کی طرف جاتی ہے تو بعض مرتبہ اللہ پاک آزمائش کی بھٹی میں ڈال دیتے ہیں تاکہ فلٹر ہو جائے۔

● دوسری مصلحت، روحانی طاقت میں اضافہ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کا ارادہ آخرت کی بھلائی کا تھا۔ خدا کی خوشنودی کے حصول کا تھا، ان کو آخر آزمائش کی بھٹی میں کیوں ڈالا؟

اس لئے! تاکہ روحانی طاقت بڑھ جائے۔ آخرت کے درجات بلند ہو جائیں:۔

"يَأْلَمُوْنَ كَمَا تَأْلَمُوْنَ ج وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ"

یعنی بڑی بڑی امیدیں ہیں۔ اللہ کے بڑے بڑے انعامات و درجات انہیں ملیں گے۔

● تیسری مصلحت، شہادت سے سرفراز کرنا:

میرے محترم دوستو! ایک مصلحت اس میں یہ تھی کہ بعض لوگوں کی موت کا وقت اور جگہ اور سبب معین تھا۔ اس کو شہادت کا ثواب دینا تھا۔ "وَيَتَّخِذَ مِنْكُمُ الشُّهَدَاءَ"

● چوتھی مصلحت، کھرے اور کھوٹے کی تمیز:

اور ایک مصلحت اس میں یہ بھی ہے تھی کہ جب دین کا کام چلتا ہے اور دین والوں کی آؤ بھگت زیادہ ہوتی ہے تو اس موقع پر جو اغراض والے ہوتے ہیں وہ بھی دین والوں کے ساتھ گھس جاتے ہیں۔ اور اپنی اغراض پوری کیا کرتے ہیں، جب کھرے اور کھوٹے مل جاتے ہیں تو اللہ پاک آزمائش کی بھٹی میں ڈالے دیتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے کہ جو جما رہے گا وہ کھرا ہوگا اور جو کھوٹا ہوگا اکھڑ کر ہٹ جائے گا۔

"مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ"

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم اسی طرح ایمان والوں کو نہیں چھوڑتے بلکہ ہم آزمائش کی بھٹی میں ڈالیں گے تاکہ کھرے اور کھوٹے الگ ہو جائیں۔ جو کھرے ہوں گے وہ اخیر تک جمے رہیں گے اور جو کھوٹے ہوں گے وہ اکھڑ کر ہٹ جائیں گے تو یہ مختلف مصلحتیں آزمائش کی بھٹی میں ڈالنے کی تھیں۔

● قیامت تک کیلئے رہبری:

نبی پاک ﷺ کی سیرت مبارکہ ہم لوگوں کی رہبری کر رہی ہے کہ مخالف حالات میں اللہ پاک کی مدد کس طرح ملتی ہے اور یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ ایسے حالات آتے کیوں ہیں؟ چنانچہ غزوۂ خندق کے اندر تو حیرت انگیز حالات آگئے۔ اوپر سے، نیچے سے، ہر جگہ سے حملے کی خبریں ہیں۔

"اِذْ جَآؤُكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ط وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا۔" (احزاب پارہ ۲۱)

یہ منظر جو آج پوری دنیا میں ہے ------ یہ حضور رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں غزوۂ خندق کے موقع پر اس لئے آئے تاکہ قیامت تک رہبری ہو۔

جب تمہارے اوپر چاروں طرف سے دھاوا بول دیا۔ اوپر سے بھی، نیچے سے بھی۔ آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق سے جا لگے۔ اور خیالات آنے جانے لگے۔ تب ایمان والوں کو ایمان کی بھٹی میں ڈالا اور خوب ہلا دیا۔ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں فتنے تھے انہوں نے کہا کہ اللہ پاک کا رسول سے جو وعدہ تھا وہ دھوکہ ہے۔

یہ بات میرے دوستو! ایسا شخص ہی زبان پر لاسکتا ہے جس کے اندر برائیاں ہوں۔ جس کی زبان پر ایسی بات آئی سمجھو کہ اس کے دل میں برائی ہے۔

● پریشان کن حالات بھی، زیاتی ایمان کا سبب ہے:

تو غزوہ خندق کے موقع پر جب چاروں طرف سے پریشانی آئی تو ایمان والے کہنے لگے:۔

"هٰذَا مَاوَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَازَادَهُمْ اِلاَّ اِيْمَاناً وَّتَسْلِيْماً"(پ)

ان پریشان کن حالات کے اندر ان پکے ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور بڑھ گئی۔

● ایمان والوں کی دو قسمیں:

ایمان لانے والوں میں دونوں قسم کے تھے۔ ایک قسم وہ تھی کہ اللہ سے جو وعدہ کیا تھا سچ کر دکھایا اور اللہ کے نام پر جان دے دی اور باقی وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ کی بات مانتے مانتے ہم جان دے دیں۔ ذرہ برابر ان کے اندر تبدیلی نہیں آئی۔ نہ تو حالات خراب ہونے پر بزدلی آئی اور نہ اچھے حالات آنے پر مٹکنے لگے۔ جس کو اللہ پاک نے بیان فرمایا:۔

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالاً صَدَقُوْا"(پ۲۱)

● مخالف حالات آتے کیوں ہیں؟

اللہ پاک یہ حالات اپنے بندوں پر اس لئے لائے تاکہ جو سچے ہیں وہ سچ کر دکھائیں اور جو بگڑے لوگ ہیں ان کو یا تو اللہ سدھار دے گا یا اللہ انہیں جہنم کے اندر بھیج دے گا:۔

"لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ"
(احزاب پ۲۱)

میرے بھائیو! دیکھو نیت یہ کرو کہ اللہ پاک بگڑے لوگوں کو سدھار دیں تاکہ ان کو لیکر ہم جنت میں جائیں۔ یہ نیت پوری زندگی کیلئے کرلیں۔ دیکھو نا! نبی کے کریمانہ کردار کا جو حضرت عکرمہ کے ساتھ آپ نے برتا، نتیجہ یہ ہوا کہ آگے ابوجہل کے گھرانے کے ۸۰ لوگوں نے دین کیلئے جان قربان کردی۔ پورا گھرانہ قربان ہوگیا صرف ایک لڑکی اور ایک لڑکا اس خاندان کا بچ کر مدینہ منورہ پہنچے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کی آپس میں شادی کردی تاکہ یہ خاندان ختم نہ ہوجائے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ کے دین کیلئے قربانیاں دینی ہیں۔ اگر اللہ کے دین کیلئے قربانیاں نہیں دیں گے تو بعض نامناسب چیزوں پر قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اسی لئے آپ حضرات یہ نیت کریں کہ پورے عالم کے اندر جماعتیں بھیجنی ہیں۔

انشاءاللہ

بیان ٤

نومبر 1994ء میں
لندن سے آئے ہوئے
لوگوں کے سامنے
مرکز نظام الدین دہلی
میں خصوصی خطاب

میرے محترم دوستو! ——————

جیسے اللہ کے نبی ؐ یتیم تھے، اور حضرت حلیمہؓ نے یتیمی کی حالت میں گود میں لیا، تو اللہ کے نبی ؐ یہاں پر جس پاکیزہ طریقے اور جس دین کو لیکر آئے وہ پاکیزہ طریقہ اور دین بھی آج دنیا کے اندر یتیم بن چکا ہے۔ پونے چار سو کروڑ جو ایمان نہیں لائے اور کلمہ نہیں پڑھتے، وہ تو اس یتیم کو دھکے مارتے ہی ہیں، لیکن جو کلمہ پڑھنے والے سوا سو کروڑ پوری دنیا میں ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ اس یتیم دین کو اپنی دکان میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اپنے گھروں میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اپنی شادی میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اس لئے کہ پوری دنیا کا جیسا معاشرہ ہے اس معاشرہ کے اندر مسلمان بھی آگیا۔ حالانکہ یہ معاشرہ تباہی لانے والا ہے، بربادی لانے والا ہے۔

اسی تقریر کا ایک پیراگراف

خطبہ ——

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ وَلَاھَادِیَ لَہٗ —— وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْرا"

اَمَّا بَعْدُ!

اگر مادیات متوازن ہوں تو نظام عالم ٹھیک چلتا ہے:

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے جس طرح مادی لائن سے اس توازن کے ساتھ عالم کے نظام کو چلایا ہے کہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی اس کا جب توازن باقی رہتا ہے تو نظام عالم ٹھیک چلتا ہے۔ اگر ہوا تیز چل گئی تو تباہی۔ پانی زیادہ آگیا سیلاب کی شکل بن گئی تو تباہی۔ زمین ہل گئی تو تباہی، کسی پہاڑ سے اگر آگ نکل کر آگئی تو تباہی۔ لیکن یہ چاروں چیزیں اگر توازن کے ساتھ ہوں تو نظام عالم ٹھیک چلتا رہتا ہے۔

روحانی نظام کی ترتیب:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روحانی لائن کے درست ہونے کیلئے انسان کی جان اور مال کو چار چیزوں پر لگانے کی ترتیب قائم کر دی ہے۔ اگر انسان اپنی جان اور مال کو چار چیزوں پر توازن کے ساتھ لگا دے تو عالم کا روحانی نظام بھی درست ہوگا۔

عالمی امن وامان کے حصول کا ذریعہ:

روحانی نظام کو ترتیب رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت مبارکہ سے معلوم ہوگی۔

جان کی طاقت اور مال کا سرمایہ یہ دو چیزیں اللہ نے انسان کو دی ہیں، ان کا استعمال اگر چار چیزوں میں ہو اور ترتیب کے ساتھ ہو تو پورے عالم کے اندر صدیوں پشت آگے تک کیلئے امن وامان کا قائم رہنا پورے عالم کے اندر دین کا پھیلنا، رحمۃ للعالمین کا مظاہرہ ہونا یہ ہوتا رہے گا اور جو جو مرتا رہے گا۔ اس کا تعلق جنت سے ہوتا رہے گا۔

اس کیلئے جان و مال کو توازن کے ساتھ لگانا ہوگا اپنی ضروریات پر، دوسرے عبادات پر، تیسرے اخلاقیات پر، چوتھے دعوت پر، یعنی دعوت، اخلاق، عبادات ضروریات ان چار چیزوں پر انسان کو جان ومال ایک ترتیب کے ساتھ لگانا ہوگا۔

انسان میں چار نسبتیں:

انسان میں اللہ نے چار نسبتیں دی ہیں ایک نسبت تو اللہ نے دی ہے عام جانداروں والی۔ دوسری نسبت فرشتوں والی۔ تیسری نسبت دی خدا کا خلیفہ ہونے والی اور چوتھی نسبت دی ہے نبیوں کی نیابت والی۔

پھر چوتھی نسبت نیابت نبوت میں دو حصے ہیں۔ ایک ہے نیابت انبیاء کی۔ اور ایک ہے نیابت سید الانبیاء کی۔ (علیہم الصلوٰۃ والتسلیم)

نسبت حیوانیت:

انسان میں پہلی نسبت جو عام جانداروں والی دی ہے اس کے اثر سے بھوک کا لگنا اور اس وقت کھانا پیاس کے وقت پانی کا پینا، نرمادہ جیسے ملتے ہیں، نرمادہ کا ملنا۔ رہنے کیلئے

مکانات کا بنانا۔ ضروریات کا پورا کرنا۔ پیشاب، پاخانہ، گرمی، سردی کا بچاؤ، بچوں کا پالنا۔ یہ باتیں سارے جاندارں میں موجود ہیں۔ یہ عام جانداروں والی نسبت ہے۔ جس کو عربی زبان میں حیوانیت کہتے ہیں۔ میں لفظ حیوانیت کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ کہ ذرا کم اردو داں ہے وہ سمجھے گا کہ جانور بنادیا۔ اس لئے احتیاط کا لفظ جاندار کہا۔ ورنہ اصل عربی کا لفظ ہے حیوانیت۔

انسان اور دیگر جانداروں میں فرق:

بھوک پر کھانا، پیاس پر پینا، یہ عام جانداروں میں بھی ہے اور انسان میں بھی۔ یعنی اپنے بشری تقاضوں کا پورا کرنا۔ اس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی ہے لیکن دو پابندیوں کے ساتھ۔

ایک پابندی اس بات کی ہے کہ حکم الٰہی کی رعایت ہو۔ اور دوسری پابندی یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے طریقے کی رعایت ہو۔ ان دو پابندیوں کے ساتھ کھانا پینا، میاں بیوی کا ملنا اور مکان بنانا، کپڑوں کا بنانا، کاروبار کرنا، شادیوں کا کرنا، ان دو پابندیوں کے ساتھ اللہ پاک نے سب کی اجازت دی ہے۔

اللہ نے ہی انسان میں یہ تقاضے رکھے ہیں۔ اس لئے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی اجازت بھی دی ہے مگر یہ دونوں پابندیاں جانور پر نہیں ہیں۔ بلی اس کو تو جہاں دودھ مل جائے وہ پی لے گی۔ اس سے زلزلہ نہیں آجائے گا۔ بلی کو جہاں کہیں چوہا مل جائے۔ کھالے گی۔ یہ کوئی ظلم نہیں۔ اسی طرح جانور کو جہاں کہیں پیشاب پاخانہ کی حاجت ہوئی وہ سب کے سامنے کرلے گا۔ اس پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن پابندیاں انسان پر ہیں۔ یہ فرض ہے تمام انسانوں اور جانوروں میں۔

نسبت ملکوتیت:

دوسری نسبت اللہ نے انسانوں کو فرشتوں والی دی ہے۔ یعنی خدا کی عبادت کرنا۔ یہ فرشتوں والی نسبت ہے جو جانوروں میں نہیں۔

اس لئے انسان کے اندر فرشتوں والی نسبت سے عبادت آئی۔ اور جانوروں والی نسبت سے تقاضوں کا پورا کرنا آیا۔ تو جب انسان خدا کی عبادت کرے گا۔ اپنے تقاضوں کو دبا کر کرے گا۔ مگر فرشتہ خدا کی جب عبادت کرے گا، تو اسے تقاضہ دبانا نہیں پڑتا۔

انسان ایک بیچ کی مخلوق ہے:

بھوک اور پیاس، پیشاب اور پاخانہ، بیوی اور بچے نیز تھکن یہ تقاضے فرشتوں میں نہیں۔ فرشتہ جو عبادت کرے گا تقاضا دبائے بغیر کرے گا۔ اور جانور صرف تقاضے پورا کرے گا عبادت نہیں کرے گا۔ تو فرشتہ عبادت کرے گا، اس کو تقاضے نہیں ہیں اور جانور تقاضے پورا کرے گا اس پر عبادت نہیں۔ جبکہ انسان عبادت کرے گا تو تقاضے بھی درمیان میں حائل ہیں۔ جنہیں دبا کر عبادت کرے گا۔ اس لئے انسان ایک بیچ کی مخلوق ہے۔

فرشتوں اور انسان کی عبادت کا فرق:

انسان کے اندر اللہ نے تقاضے بھی رکھے اور عبادت کا حکم بھی دیا۔ اس لئے انسان روزہ رکھے گا تو کھانا پینا اور بیوی کا تقاضہ دبا کر رکھے گا۔ نماز پڑھے۔ گا تو نیند کا تقاضا دبا کر نماز پڑھے گا۔ عصر کی نماز گاہکوں کا تقاضہ دبا کر پڑھے گا۔ زکوٰۃ دے گا تو مال کا تقاضہ دبا کر دے گا۔ حج کرے گا تو وطن کا تقاضہ قربان کرکے حج کرے گا۔ تو آرام و

راحت کا تقاضہ دبائے بغیر حج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر عبادت کو پھیلانے کیلئے دعوت کا کام کرے گا تو بھی تقاضے اسے دبانے پڑتے ہیں۔ وطن کا چھوڑنا، کھانے پینے کا آگے پیچھے ہو جانا، موسم کی تبدیلی کو برداشت کرنا یہ سارے تقاضوں کو دبائے بغیر عبادت کو پھیلانے والی دعوت کا کام بھی انسان نہیں کر سکتا۔ فرشتوں اور انسانوں کی عبادت میں یہی بڑا فرق ہے۔

❁ انسان عبادت میں ترقی کر کے خدا کا خلیفہ بنتا ہے:

اگر انسان عبادت کو چھوڑ دے اور صرف تقاضوں کو پورا کرنے میں لگ جائے۔ صرف کھانے اور کمانے میں تو یہ انسان جانور بن جائے گا۔ بلکہ جانور سے زیادہ بدتر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ انسان اپنے تقاضوں کو دبا کر خدا کی عبادت میں طاقت پیدا کرے تو پھر یہ انسان فرشتوں سے آگے بڑھ جائے گا اور اتنا آگے بڑھے گا کہ خدا کا خلیفہ بن جائے گا۔

فرشتہ کروڑوں سال اگر خدا کی عبادت کرے گا تو وہ خدا کا خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اس میں استعداد نہیں۔ اور انسان یہ صرف ساٹھ ستر سال زندگی میں خدا کا خلیفہ بن سکتا ہے۔

خدا کا خلیفہ کب بنے گا؟ اگر عبادت کے اندر طاقت پیدا کرے تب یہ فرشتوں سے آگے بڑھ کر خدا کا خلیفہ بنتا ہے۔

❁ خدا کا خلیفہ بننے کا مطلب:

خدا کا خلیفہ بننے کا معنی ہے اس کے اندر اخلاق کا آنا اور اخلاق کے آنے کا مطلب ہے دوسروں کی زندگی بنانے پر اپنی جان اور مال کا لگانا۔

تو جب اس انسان کو خدا کا خلیفہ بنتا ہے اور اس میں خدا کی خلافت کے جوہر آنے

ہیں تو جس طرح اللہ رزاق ہے تو انسان کے اندر بھی خدا کی صفت رزاقی کا ایک مظاہرہ ہو گا۔ یعنی بھوکوں کو کھلانا۔ یہ انسان بھوکوں کو کھانا کھلا کر صفت رزاقی کا مظاہرہ کرے گا۔ اسی طرح یہ انسان لوگوں کے عیبوں پر پردے ڈالے گا۔ اور ستار کی خلافت والا کام کرے گا۔ لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرے گا اور غفار کی خلافت والا کام کرے گا۔ یہ لوگوں پر رحم کرے گا کیونکہ رحیم کا خلیفہ ہے۔ یہ لوگوں پر کرم کرے گا کیونکہ کریم کا خلیفہ ہے۔ غلطیوں کو معاف کرے گا کیونکہ غفار کا خلیفہ ہے اور جب دنیا میں نامناسب حرکتیں ہوں گی تو پھر جہاد بھی کرے گا کیونکہ یہ قہار کا بھی خلیفہ ہے۔ تو یہ چونکہ اللہ کا خلیفہ ہے اس لئے اس کے اندر اخلاق آئیں گے۔

❁ جہاد و قتال اخلاق سے بری نہیں:

جہاد و قتال کا جو حکم ہے وہ بھی اخلاق سے بری نہیں۔ چنانچہ پوری بدن کے اندر اگر زہریلا پھوڑا ہے تو اس زہریلے پھوڑے کو کاٹ کر بدن کی حفاظت کرنا یہ سمجھداری والی بات ہے اور بدن کے ساتھ احسان بھی ہے اسی طرح دنیا کے اندر اگر ابو جہل اور ابو لہب جیسے لوگ فتنہ وفساد مچا رہے ہوں تو ان پھوڑوں کا آپریشن کر کے زائل کر دینا اور دنیا میں امن وامان کا قائم کر دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خلافت والا ہی کام ہے۔

میرے محترم دوستو! جتنا خدا کی خلافت والی بات انسان کے اندر آتی جائے گی یہ انسان اخلاق والا بنتا جائے گا۔ بر بنائے اخلاق یہ اپنے جان ومال کو لگائے گا۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے پر، ننگوں کے پہنانے پر، بے شادی شدہ لوگوں کی شادیاں کرنے پر اور اسی طرح بغیر مکان والوں کے مکان پر، پریشان حالوں کی پریشانی دور کرنے پر یہ انسان اپنی جان اور مال کو بطور اخلاق کے لگائے گا۔

اخلاق کو سب اچھا سمجھتے ہیں:

اخلاق ایک ایسی چیز ہے کہ اسے دنیا کا ہر ایک آدمی اچھا سمجھتا ہے۔ اخلاق کی طرف ساری دنیا کا سر نگوں ہوتا ہے۔ مسلمان ہو یا غیر مسلم یا کہ دہریہ ہو، ہر شخص اسے پسند کرتا ہے۔

محترم دوستو! تین چیزیں میں نے بتائیں کہ ضروریات کا پورا کرنا انسان کے جاندار ہونے کے اعتبار سے ہے اور عبادت کا کرنا فرشتوں کی شباہت کی وجہ سے اور اخلاق کا برتنا خدا کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اخلاق اور خلافت کا حصول دعوت کے ذریعہ ہوگا:

لیکن دوستو! پوری دنیا کے بسنے والے انسانوں کو جانور خانے سے نکال کر عبادت کے ذریعہ فرشتوں کی جماعت میں لاکر عبادت میں طاقت پیدا کراکرے اخلاق تک پہنچانا اور خدا کا خلیفہ بنانا یہ نبیوں والی نعمت کا حصول دعوت کے کام کے ذریعہ ہوگا۔ نبیوں نے انسانوں کو جانور پنے سے نکال کر عبادات کرا کر اخلاق تک پہنچایا اور خدا کی خلافت والے جواہر ان میں اجاگر کئے۔

نبیوں والا دعوت کا کام، اب مسلمانوں کا فریضہ:

ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ پر نبیوں کا آنا بند ہو گیا۔ تب نبیوں والا دعوت کا کام اس مسلمان کو کرنا ہے جس نے کلمہ پڑھا ہے۔

بازاروں میں جا کر لوگ جب اپنے تقاضوں کے پورا کرنے میں لگے ہوں، تو حلال و حرام کا خیال کئے بغیر حکم الٰہی کو توڑ کر جو اپنے تقاضوں کے پورا کرنے، کھانے کمانے میں لگے ہوں، اس کے اندر سے لوگوں کو نکالنا، مسجدوں میں لانا، ان کو عبادت

کرانا، حلقے میں بٹھانا ذہن بنا کر جماعتوں میں نکالنا ان کے اخلاق اور ہمدردی کا لانا اور انہیں اللہ کے دین کی دعوت کیلئے کھڑا کرنا اب یہ کام اس امت کا ہوگا۔

لوگوں کو داعی بنانا یہ ختم نبوت والا کام ہے:

دعوت کے ذریعہ جانور پنے سے لوگوں کو نکال کر عبادت کے راستے سے فرشتوں جیسا بنانا اور پھر عبادت کے اندر طاقت پیدا کرا کر ان کے اندر اخلاق کا لانا یہ کام تو ہے پچھلے نبیوں کا۔ لیکن سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام اس سے آگے ہے۔ وہ یہ کہ اخلاق والا بنا کر پھر اسے دین کا داعی بنانا۔

کیونکہ خود داعی بننا یہ تو پچھلے نبیوں کا کام ہوا۔ ایک ہے لوگوں کو داعی بنانا۔ یہ ختم نبوت والا کام ہوا۔

اپنے علاقہ میں دعوت کا کام کرنا یہ نبیوں کی نقل ہے:

مقامی کام کرنا، مقام پر دعوت کی فضا کا بنانا، تعلیم کے حلقوں کا قائم کرنا، ذکر و تلاوت کی فضا کا بنانا، گشتوں کا کرنا، گھر گھر در در جا کر کلمے کی دعوت کا دینا ہر گھر میں تعلیم کے حلقوں کا قائم کرنا، ہر گھر میں سے ایک ایک آدمی کو نکالنا، مسجدوں کے اندر آکر ان بستیوں کے رہنے والوں میں مسجد کے ذریعہ کام کرنا، یہ سارا مقامی کام نبیوں والا کام ہے۔ نبیوں نے اپنے اپنے مقام پر کام کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ملک مصر میں کام کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے شہر مدین میں کام کیا۔

پورے عالم میں دعوت کے کام کی فکر، فکر سید الانبیاءؐ کا کام ہے:

دعوت کا کام اپنے علاقے میں کرنا یہ نبیوں کا کام ہے۔ لیکن پورے عالم کی فکر

کر کے دعوت کا یہ کام پورے عالم کے اندر جاری کرنے کی کوشش کرنا اور اپنے مقام سے جماعتیں بنا کر پورے عالم کے اندر بھیجنا یہ سید الانبیاء ﷺ کا کام ہے۔ نفر فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے میں نکلنا۔ رسول کریم ﷺ نے دونوں کام کئے ہیں۔ پچھلے نبیوں والا کام بھی کیا۔ کہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے دعوت کی فضاء بنائی۔ اور ختم نبوت والا بھی کام کیا۔ کہ داعی تیار کر کے ان کو اللہ کے راستے میں بھیجا۔ اور لوگوں میں ایسا ماحول بنایا۔ پھر اس ماحول کو حرکت دے دیا۔

● دعوت کے ماحول کا نتیجہ:

آپ ﷺ نے صحابہ کا ماحول بنایا۔ اور پھر حرکت میں جو آیا تو مدینہ منورہ میں ایک پاکیزہ ماحول دعوت کا بنا۔ جس کی ذریعے بڑے بڑے بہترین اخلاق بنے عبادات میں بڑی طاقت آگئی اور تقاضوں کا پورا کرنا ضروریات کے درجے میں آگیا۔ فضولیات کے درجے میں نہیں رہا۔ جبکہ پہلے تقاضے فضولیات کے درجے میں تھے۔ ضرورت سے زیادہ کھانا پینا اور مکان کا بنانا یہ فضولیات میں آتا ہے۔

انسان اگر فضولیات میں آیا تو شیطان کی طرف جا رہا ہے۔ جانور پنے سے نکل کر شیطان پنے کے اندر آگیا۔

"اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا" (پ۱۹)

وہ برابر ہیں چوپایوں کے، بلکہ وہ زیادہ ہی بہکے ہوئے ہیں راہ سے۔

● رسول پاک ﷺ کا پہلا کام:

سیرت پاک کو دیکھو گے تو سب سے پہلا کام جو حضور ﷺ نے کیا ہے وہ دعوت کے ذریعے کلمے والا یقین اور اللہ کا یقین دلوں کے اندر پیدا کرنا ہے۔ دل ایمان کی طاقت سے بھرا ہوا ہو گھر گھر، در در کلمے کی دعوت کو لیکر جا رہے ہوں، یہی پہلا کام ہے

جو رسول پاک ﷺ نے کیا۔ اور صحابہ سے کرایا ہے اور ہر نبی نے بھی کیا ہے:-

● دعوت سے خلافت تک:

دعوت کے ذریعہ ایمان کی طاقت بنے گی۔ اللہ سے تعلق قائم ہو گا۔ اللہ کے ضابطے معلوم ہوں گے۔ عبادات میں طاقت پیدا ہو گی۔ پھر یہ عبادات انسان کو اخلاق تک پہنچا دیں گی۔

جب دعوت کا کام ہو گا نہیں تو ایمان کمزور ہو جائے گا۔ اللہ کا ڈر نکل جائے گا۔ پھر عبادات کی طرف بھی آدمی نہیں چلے گا۔ اگر چلے گا بھی تو بے طاقت عبادت ہو گی۔ جو اسے اخلاق تک نہیں پہنچائے گی۔ ایک طرف تو وہ نماز پڑھے گا اور دوسری طرف پھر وہ رشوت لے گا۔ ایک طرف توجہ کرے گا اور دوسری طرف وہ لوگوں کی زمینیں دبائے گا۔ ایک طرف وہ روزہ رکھے گا اور دوسری طرف وہ لڑائیاں لڑے گا۔

اس کی عبادات اخلاق تک نہیں پہنچاتیں۔ کیونکہ اس کے اندر ایمان کی طاقت رہی۔ ایمان کی طاقت اس لئے نہ رہی کہ اس کو دعوت کی فضا نہ ملی۔

دعوت کی فضا میں ایمان کی طاقت ہے۔ اور ایمان کی طاقت سے عبادت میں طاقت ہو گی اور عبادت میں طاقت ہونے سے اللہ کا تعلق ملا۔ اللہ کا تعلق ملا۔ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی بات اس میں آگئی۔

● کچہریوں اور جیل خانوں سے اخلاق نہیں آئے گا:

عبادت میں طاقت ہو گی تو انسان اخلاق والا بنے گا۔ صرف اس کا محکمہ قائم کرنے سے، کچہریاں بنانے سے، جیل خانے بنانے سے دنیا میں اخلاق نہیں آجائے گا بلکہ اخلاق اور زیادہ گر رہے ہیں۔ عبادت میں جب طاقت پیدا ہو گی تب آدم اخلاق والا بنے گا۔ کیونکہ اللہ کا تعلق جب اسے ملے گا تو پھر اللہ کا خلیفہ ہونے والی بات اس میں منتقل ہو جائے گی۔

عالم کا نظام درہم برہم کیسے ہوتا ہے؟

جب یہ دعوت انسان سے چھوٹی تو ایمان کمزور بنا آخرت کی فکر چھوٹی۔ دنیا کی اہمیت آئی۔ مال سے زندگیوں کے بننے کا خیال پیدا ہو گیا۔ عبادات کے اندر مال کمانے کا ڈھنگ دکھائی دیا عبادات چھوٹی اور عبادات کیں بھی تو بے جان۔ پھر مال اور جان کے ذریعہ اخلاق کا برتنا نہ رہا تو انسان کے اندر جانور پنا آگیا اور جب جانور پنا آگیا تو پورے عالم کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

انسان نما جانور:

جب انسان اپنی ساری طاقت کھانے کمانے اور تقاضوں کے پورا کرنے پر لگا دیتا ہے اور اس کی جان و مال عبادات و اخلاق اور دعوت پر نہیں لگتی تو پھر یہ جانور سے زیادہ بدترین جاتا ہے۔

جانور کی تین قسمیں:

جانور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جانور تو وہ ہوتا ہے جو اپنے تقاضے پورا کرتا ہے۔ دوسرے کو نقصان پہنچائے بغیر جیسے کبوتر اور دوسری چڑیاں کہ دانہ چگ لیا اور واپس آگئے۔ انسان بھی جب جانور پنے پر آتا ہے تو اس کا اپنا کھانا کمانا بچوں کا پالنا، اپنا مکان بنانا، اپنی شادیاں اپنی ضروریات ہوتی ہیں، دوسرے کا چاہے جو کچھ ہو۔

دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنا نفع:

انسان پہلے تو چڑیا اور کبوتر نما جانور بنتا ہے۔ اگر اس نے اپنا علاج نہیں کیا تو پھر اس سے دوسرے قسم کا جانور بنتا ہے۔ جو زیادہ خطرناک ہوتا ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنا نفع کرتا ہے۔ کہ جیسے شیر اور چیتا کہ بکری کی جان گئی تو گئی اپنا پیٹ بھرا۔

دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنا نفع لینا۔ انسان اس درجے پر آجاتا ہے۔ چوری ہے، ڈکیتی ہے، رشوت ہے، ملاوٹ ہے، جھوٹ ہے، غبن ہے، خیانت ہے۔ یہ خرابیاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ جس میں دوسرے کو نقصان پہنچا کر اپنا نفع کرتا ہے۔

انسان تیسرے درجہ کا جانور کب بنتا ہے:

اگر انسان نے اپنے آپ کو نہیں سنبھالا اور علاج نہیں کیا تو پھر وہ تیسرے نمبر کا جانور بنتا ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اپنے کو نفع ملے یا نہ ملے، جیسے سانپ بچھو، یہ کسی کو کاٹ کھاتے ہیں تو سامنے والے کو تکلیف تو ہوئی مگر اپنا پیٹ نہیں بھرا۔ اپنا کوئی نفع نہیں ہوا۔ سانپ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور سامنے والے کی جان چلی گئی۔ تو انسان اس تیسرے نمبر کا جانور بنتا ہے۔ اس قسم کا نام ہے حسد، کینہ، بغض اور کپٹ۔ یہ آدمی کے اندر پیدا ہو جاتا ہے تو پوری کوشش اس بات کی کرتا ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچے۔ چاہے مجھے نفع ہو یا نہ ہو۔

جانوروں سے زیادہ بدتر:

جب انسان ان تینوں قسموں جیسا جانور اس دنیا کے اندر بن جاتا ہے تو جانوروں کی طرح آپس میں لڑتا رہتا ہے۔ جیسے کتے آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ اور سینگ والی بکری بغیر سینگ والی بکری کو مارتی رہتی ہے۔ اسی طرح آدمی بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ بلکہ جانوروں سے زیادہ بدتر ہو جاتے ہیں۔ بدتر اس لئے ہوتے ہیں کہ باقاعدہ فوج بنا کر لڑتے ہیں۔ فوجیں بنا کر لڑنا جانوروں میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ مگر انسان ایسا بھی کرتا ہے۔

حیوانیت اور خلافت میں فرق:

صرف کھانا کھالینا یہ تو ہے حیوانیت، دوسرے کو کھلانا یہ ہے خلافت خود پی لینا یہ تو ہے حیوانیت، دوسرے کو پلانا یہ ہے خلافت۔ اپنا مکان بنانا یہ تو عام جانداروں والا کام ہے، دوسروں کو مکان بنا کر دینا یہ خلافت والا کام ہے، آدمی نے خلافت والا کام چھوڑ دیا اور اس نے صرف جانوروں والا کام شروع کر دیا۔

انسانی کمالات کی حیثیت:

صرف زیادہ کھالینا انسان کیلئے یہ کمال نہیں۔ زیادہ کھانا کمال ہوتا ہے تو سب سے زیادہ کمال والا ہاتھی ہونا چاہئے۔ اونچے مکان بنالینا یہ کمال نہیں۔ اگر یہ کمال ہوتا تو چڑیا بہت بہت کمال والی ہوتی کیونکہ وہ بہت اونچے پر اپنا گھونسلہ بناتی ہے۔ تہہ خانے بنالینا یہ کمال نہیں اگر کمال ہوتا تو چوہے سب سے زیادہ باکمال ہیں۔ کہ وہ اندر کے تہہ خانے بنالیتے ہیں۔

بجلی کی فٹنگ کرلینا یہ کوئی کمال نہیں:

اگر عبادات، اخلاق و دعوت یہ تین صفتیں نہیں ہیں تو صرف بجلی کی فٹنگ کرلینا یہ کوئی کمال نہیں، اس لئے کہ بیا ایک جانور ہوتا ہے، جو پرندہ ہے وہ گھونسلہ بنا کر جگنو جو ایک چمکدار قسم کا کیڑا ہے۔ رات کے وقت میں اڑا کرتا ہے۔ اس کو پکڑ کر اپنے گھونسلے میں فٹ کر کے بجلی کا کام لیتا ہے۔ تو جانور بھی اس طرح کا کام کرلیتا ہے۔ ہاں بجلی کی فٹنگ انسان کے اندر کمال جب ہے کہ اس کے ساتھ عبادات، اخلاق اور دعوت ہو، اگر یہ تین صفتیں انسان کے اندر نہیں ہیں، تو کوئی کمال کی چیز انسان کے اندر نہیں ہے۔

ڈاکٹر بننا کمال نہیں:

محترم دوستو! اگر وہ تین خوبیاں نہیں تو ڈاکٹر بننا بھی کوئی انسانی کمال نہیں۔ ڈاکٹری تو بندر بھی کرلیتا ہے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ بندر لوگوں کو بہت پریشان کر رہے تھے۔ گھر والوں نے چھت کے اوپر زہر ملا کر روٹیاں پھیلادیں۔ بندروں نے سونگھا اور بھاگ گئے۔ پھر بندروں کا بڑا سردار آیا۔ اس نے سونگھا تو وہ بھی چلا گیا۔ پھر یہ سارے بندر ایک ایک لکڑی لیکر آئے۔ لکڑی چوستے رہے روٹی کھاتے رہے۔ مرا ایک بھی نہیں۔ تو اتنی ڈاکٹری تو بندر بھی کرلیتا ہے۔ ڈاکٹر بننا اس وقت کمال ہے جب اس کے اندر عبادت بھی ہو۔ اس میں اخلاق بھی ہوں اور اس کے اندر دعوت بھی ہو۔ پھر یہ باکمال ڈاکٹر ہے۔

حکمرانی انسانی کمالات میں سے نہیں:

اسی طرح حکومت کا چلانا۔ یعنی حکمرانی یہ بھی انسانی کمالات میں سے نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ وہ تین باتیں ہیں تب وہ کمال والا ہے۔ حاکم اگر وہ خالی حکومت چلا رہا ہے یہ تین خوبیاں نہیں ہیں تو یہ حکومت چلانا کوئی کمال نہیں۔ کیونکہ جانور بھی حکومتیں چلاتے ہیں۔ اگر آپ حضرات کو علم الحیوانات سے تعلق ہوگا تو اس بات کو سمجھیں گے۔ یہ شہد کی مکھی ہے۔ ان میں ایک ہوتی ہے رانی۔ اس کے ساتھ دوسری مکھیاں آجاتی ہیں۔ وہ باقاعدہ پھول چوسنے کیلئے بھیجتی ہے۔ وہ پھول چوس چوس کر آتی ہیں۔ اور چھتہ بناتی ہیں۔ اور بہت ترکیب کے ساتھ وہ چھتہ مرتب ہوتا ہے۔ اور باقاعدہ حکومت اور قانون ہوتا ہے اس کا۔ ترتیب سے شہد لاکر چوس چوس کر رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی مکھی غلط پھول چوس کر آتی ہے تو جلاد مقرر ہوتا ہے۔ وہ جلاد ایسی مکھی کو ختم کر دیتا ہے۔

● الیکشن لڑنا انسانی کمالات میں سے نہیں:

اگر وہ تین خوبیاں نہیں ہیں، تو الیکشن لڑنا یہ بھی انسانی کمالات میں سے نہیں ہوگا۔ الیکشن لڑنا یہ بھی جانوروں کے اندر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرغا ہو، پچیس مرغیاں ہو، ان میں کسی قسم کی کوئی لڑائی نہیں۔ اگر ایک دوسرا مرغا لے آؤ اب ان دونوں مرغوں کے اندر کمپیٹیشن ہوگا۔ آپس میں ان کے اندر خوب لڑائی ہوگی یہ لڑائی باقاعدہ لڑی جاتی ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کھانا دانا اس سے تجوریاں بھری ہوئی ہیں۔ کھانے کی لڑائی نہیں۔ پانی جب تک گھڑے میں ہے، پانی کے پینے میں لڑائی نہیں۔ بیوی کی بھی لڑائی نہیں۔ کسی کی کوئی بھی بیوی ہو۔ یہاں حلال و حرام کا سوال نہیں۔ مکان کی بھی لڑائی نہیں۔ ہر مرغے اور مرغی کے دڑبے الگ الگ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر لڑائی کیوں جاری ہے۔ لڑائی نہ تو رہنے کی، نہ کھانے کی، نہ پینے کی، نہ بیوی کی، نہ مکانوں کی، پھر دو مرغوں کی لڑائی کیوں جاری ہے؟ ان دو مرغوں کی لڑائی صرف اس بات کی ہے کہ ان مرغیوں میں بڑا بن کر کون رہے۔

● گھر کا بڑا کون؟

جیتنے والے مرغے کے تین کام ہوتے ہیں۔ ایک تو سینے کا اونچا کرنا۔ پروں کو پھڑ پھڑانا اور تیسرا کام یہ ہوتا ہے کہ اکڑتا ہوا چلتا ہے اور مرغیاں اس کے پیچھے چلتی ہیں۔ یہ منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کا کام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ مرغا جو ہارا اسے اگر دانہ کھانا ہے تو چپکے سے کہیں کھالے میرے گھر میں نہیں۔ پینا ہے تو چپکے سے پی لے۔ کسی مرغی کو استعمال کرنا ہے تو چپکے سے کرلے۔ میرے سامنے نہیں۔ اگر میرے سامنے اس نے گردن اٹھائی تو پھر دو چار ٹھوڑیاں مار کر پرانی یاد دلاتا ہے کہ بھول گیا۔ یہ بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اس مرغے کا خیال ہے کہ گھر کا بڑا میں ہوں۔ حالانکہ گھر کا بڑا گھر کا مالک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مہمان آئے اور جیتنے والے مرغے ہی کو کاٹ کر کھلا دیا جائے اور ساری لڑائی ختم۔

● اللہ سب سے بڑا ہے:

آدمی کہتا ہے کہ مجھ کو زیادہ ووٹ مل گیا اس لئے میں بڑا بن گیا۔ لیکن میناروں سے آواز نکلتی ہے: "اللہ اکبر" "اللہ سب سے بڑا ہے۔ جب اللہ بڑا ہے تو تیرا وقت آیا کہ ایک بٹن دبا دیں گے اور تو وہیں ختم۔ انسان کی کیا حیثیت؟

● ایٹمی طاقت والا بھی اپنی جان نہیں بچا سکا:

محترم دوستو! چاروں طرف شور مچ رہا ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں ایٹمی طاقت ہے۔ مگر دوستو! تیس سال پہلے کا قصہ ہے۔ تیس ملکوں کا آپس میں معاہدہ تھا۔ ایک ایسی حکومت کے ساتھ جس کے صدر کے پاس ایٹمی طاقت تھی۔ تیس ملک کہہ رہے تھے کہ ایٹمی طاقت کے خدا ہمارے ساتھ ہیں اور دنیا سہم رہی تھی۔ اخباروں میں ریڈیو میں خبریں آرہی تھیں۔ مگر بھائی کالے اور گوروں میں ہوگیا اختلاف۔ ان کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کیلئے اپنے بنگلے سے صدر صاحب نکلے۔ پانچ موٹریں آگے پانچ موٹریں پیچھے۔ تاکہ ان میں صدر صاحب کی موٹر کا پتہ نہ چلے کہ کس موٹر میں صدر صاحب بیٹھے ہیں۔ چلتی ہوئی موٹر میں ایک گولی لگی اور صدر صاحب پانی تک نہ لے سکے اور وہیں پر ختم ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ ایٹمی طاقت کے ذریعہ تو تیس ملکوں کی حفاظت تو کیا کر سکتا ہے، جب اللہ کی طرف سے پکڑ آگئی تب پستول کی صرف ایک گولی سے تجھے تیری ایٹمی طاقت نہیں بچا سکتی۔

خدا کی طاقت کو تسلیم کرو تو بیڑا پار ہو اور اللہ کی طاقت کو تسلیم نہیں کرو گے تو بیڑا غرق ہے۔ یہ ہے دعوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔

● ریسرچ کرنے والوں کی خود فراموشی:

محترم دوستو! وہ خوبیاں اور کمالات جو ابھی ذکر کیئے گئے، جب ساری خوبیاں جانوروں میں بھی موجود ہیں، اگر انسان بھی ان چیزوں میں لگا تو تین خوبیاں عبادت، اخلاق اور دعوت اس کے اندر پیدا نہ ہوں گی۔

انسان جب جانوروں کی طرح آپس میں لڑیں گے۔ ایک دوسرے کا خون کریں گے۔ فسادات ہوں گے۔ جنگیں ہوں گی۔ تو یہ اتنا بے قیمت ہوگا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ بے قیمت اگر کوئی ہے تو وہ انسان ہے۔ حالانکہ اللہ نے اسے اتنا اچھا اور قیمتی بنایا کہ فرشتوں سے سجدے کرادیئے۔

لیکن انسان نے پاخانے سے لیکر چاند تک کا ریسرچ کیا مگر اس نے اپنے آپ کو نظر انداز کیا ہے۔ ڈاکٹروں نے پاخانے کا تو ریسرچ کیا۔ سائنسدانوں نے چاند کا ریسرچ کیا۔ لیکن اپنا ریسرچ نہیں کیا۔ اور اپنے کو نظر انداز کیا۔

● آج سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق انسان ہیں:

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق آج دنیا میں انسان ہے۔ رہنے کا مسئلہ ہے تو انسان کو مارا جائے۔ دکان کا مسئلہ ہے تو انسان کو مارا جائے۔ زمین کے ٹکڑوں کیلئے لاکھوں انسانوں کو مارا جائے۔ ہتھیار ں کو بیچنے کیلئے انسان کو مارا جائے۔

● برتھ کنٹرول اور انسان کی بے قیمتی:

جتنی سکیمیں ہیں منصوبہ بندی کی، آئندہ انسانوں کو دنیا میں آنے سے روکنے کی

ہیں۔ "دو یا تین بچے گھر میں ہوتے ہیں اچھے" "تین بچے ہو گئے، اگلا بچہ کبھی نہیں" یہ ہیں نعرے مگر کسی جگہ ایسا بھی کوئی قانون ہے؟ کہ ایسا کوئی درخت اگاؤ جس میں صرف تین انار ہوں۔ ایسا کھیت اگاؤ جس میں پیداوار صرف تین من گیہوں ہو۔ اس کا کوئی قانون نہیں۔

لیکن یہ حضرت انسان ایسے بندھے ہیں کہ تین سے زیادہ دنیا میں نہ آویں تاکہ ہمیشہ عیش و آرام میں رہیں۔

اس سے آپ اندازہ لگاویں کہ آج سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق دنیا میں ہے تو وہ انسان ہے۔ کیونکہ اس انسان نے اپنی قیمت کو کھو دیا جس انسان کو اللہ نے اتنا قیمتی بنایا تھا کہ فرشتوں تک پر فضیلت دینی تھی۔

خدا کا معاملہ بھی ———

● اب انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا:

جب انسانوں نے جانوروں جیسے کام کیے۔ انسانوں سے انسان کی زندگیاں اجڑنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ناراض ہو کر فیصلہ کرلیا کہ چلو ہم بھی جانوروں جیسا تمہارے ساتھ معاملہ کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک زلزلہ لاتے ہیں۔ اور لاکھوں کو ختم کردیتے ہیں۔ ہواؤں کا طوفان، پانی کا سیلاب لاتے ہیں۔

• میکسیکو کے زلزلوں کا مقابلہ آج کی ایٹمی طاقت نہ کرسکی۔ ہنگری کے طوفان اور جنوبی ہند کے سیلاب کا مقابلہ دنیا کی ایٹمی طاقت نہیں کرسکی۔ ایک ایک حادثے کے اندر اتنے آدمی مرتے ہیں کہ لاشیں بٹورنے والے بھی باقی نہیں رہتے۔ اور ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ جیسے تیز طوفان چلے تو اخباروں میں یہ نہیں آتا کہ کتنے گھونسلے ٹوٹے

اور کتنی چڑیاں مریں اور کتنے انڈے ٹوٹے۔ اس طرح کی خبریں بھی اخباروں میں نہیں آتیں۔ تو اللہ میاں کے یہاں بھی ایسے لوگوں کا شمار نہیں کہ سیلاب میں کتنے مرے۔

ارے مرے مرگئے جانوروں جیسے تھے سارا کوڑا کباڑا جہنم میں گیا۔ کوئی اہمیت ایسے انسانوں کی اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

● نمازی کا کنکشن ساتوں آسمانوں سے:

اب رسول پاک ﷺ نے انسانوں کے اندر سے خرابیاں نکال کر خوبیاں لانے کی ترکیب بتائی کہ اپنی جان اور مال کو چار باتوں پر لگاؤ۔ ایک تو عبادت پر اخلاق پر دعوت پر اور پھر بچا کھچا مال اپنی ضروریات پر۔

یہ وہ خوبیاں ہیں جو انسان کو قیمتی بنادیں گی۔ جب ہم عبادت کریں گے تو فرشتے ہمارے ساتھ ہوں گے۔ نماز کے اندر بھی فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک آسمان میں فرشتے رکوع کرتے ہیں۔ ایک آسمان میں فرشتے سجدے میں ہیں اور ایک آسمان میں قیام میں ایک آسمان میں قعدہ میں ہیں۔ جب یہ انسان نماز پڑھتا ہے تو کبھی اس کا کنکشن کسی آسمان سے ہوتا ہے۔ کبھی کسی سے۔ کبھی چوتھے آسمان سے کبھی پانچویں و چھٹے اور ساتویں آسمان کے فرشتوں کے ساتھ اسے مناسبت ہوتی ہے۔

● عبادات میں فرشتوں کی معیت:

جب تعلیم کا حلقہ ہوتا ہے تو فرشتے گھیرتے ہیں۔ اس وقت بیان ہوا تو زمین سے آسمان تک فرشتے ہیں۔ جب آدمی دین سیکھنے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے پیروں کے نیچے پر پھیلاتے ہیں۔ جب آدمی کسی کو دین سکھاتا ہے تو سارے آسمان کے فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔ جب ایک بیمار کی تیمارداری صبح کی جاتی ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے فرشتوں کو انسانوں کی خدمت میں لگادیا ہے۔ جب یہ عبادت والا کام کرے گا تو فرشتوں والی خوبی اس کے اندر پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

● کند ہم جنس باہم جنس پرواز:

فرشتوں کے اندر ایک خوبی ہے:

"لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ" (پ ۲۸)

جس بات کا حکم ہو، یہ نافرمانی نہیں کرتے۔ وہی کرتے ہیں جو ان سے کہا جائے۔

میرے محترم دوستو! عبادات کے راستے سے آدمی فرشتوں جیسا بنے گا۔ جس کی صحبت میں آدمی رہے گا اس کا اثر آدمی پر پڑے گا۔ آدمی اگر بکریاں چرانے والا ہو تو نرمی آئے گی۔ آدمی اونٹ چرانے والا ہو تو سختی آئے گی۔ کیونکہ اونٹ میں سختی ہے۔ بکری میں نرمی ہے۔ اس لئے آدمی اگر فرشتوں کی صحبت میں رہے گا تو فرشتوں جیسا بنے گا۔

● مسجد والے اعمال سے آدمی فرشتوں جیسا بنے گا:

تبلیغ میں نکلنے کے بعد مسجد والے جو اعمال بتائے جاتے ہیں، ان سارے اعمال کے اندر فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک اصول کے ساتھ آدمی اگر وقت گزارے تو یہ آدمی فرشتوں جیسا بنتا ہے۔ حالانکہ آدمی شرابی تھا۔ اس کو شراب سے نہیں روکا گیا۔ لوگوں کو معلوم بھی نہیں کہ شراب پیتا ہے۔ لیکن فرشتوں کی صحبت میں رہ کر اس کی شراب چھوٹی کہ فرشتوں جیسا بن گیا۔ اب اپنے معبود کی نافرمانی ہرگز نہیں کرے گا۔

● شیطان کب کب چکمہ دے گا؟

محترم دوستو! بعض تو وہ اعمال ہیں کہ جس میں فرشتے آتے ہیں۔ جو میں نے آپ کو ابھی گنا دیئے۔ لیکن بعض اعمال وہ ہیں کہ جن میں شیطان آتے ہیں۔ ہمیں ایسے اعمال سے بچنا ہے۔ شیطان کے ماحول میں اگر ہم رہیں گے تو ہمارے اندر خرابیاں

شیطان والی پیدا ہوں گی۔

شیطان کے اندر تین خرابیاں ہیں:

"أَبىٰ، وَاسْتَكْبَرَ، وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ" (پ ۱)

جو بات اللہ نے کہی اس کا انکار کر دیا۔

تکبر کیا ——— اور

ناشکری کی۔

تو جو شیطان کی صحبت میں رہتا ہے اس کے اندر یہ تین خرابیاں آتی ہیں۔ اس کے ساتھ وہ اعمال بھی بتا دیے گئے جہاں فرشتے آتے ہیں۔ تبلیغ کے جتنے اعمال ہیں، ہر عمل میں فرشتے آتے ہیں۔ میں نے حدیثیں ڈھونڈھ رکھی ہیں اس کے تعلق سے۔

شیطان کب کیا کیا چکمہ دیتا ہے وہ قرآن بتاتا ہے اور بار بار بتاتا ہے۔ تاکہ لوگ اس دشمن سے بچیں۔ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو شیطان ساتھ میں کھائے گا۔

رات کو مکان بند کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو رات میں شیطان اندر آجائے گا۔

بیت الخلاء جاتے وقت اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو شیطان شرمگاہ سے کھیلے گا۔

بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے جب کپڑے اتارے اس سے پہلے اگر اللہ کا نام نہ لیا اور صحبت کے وقت میں انزال کے وقت جو دعا آتی ہے وہ دل سے نہ پڑھے تو شیطان بھی صحبت کرے گا۔

آگے اگر حمل ٹھہرا تو بچے میں شیطان کے اثرات ہوں گے۔ پھر وہ بچہ نافرمان ہوگا۔

اسی طرح اگر اللہ کے حکموں کو توڑتے ہیں تو شیطان ساتھ میں ہو جاتا ہے۔

"وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَلَهٗ قَرِيْنٌ" (پ ۲۵)

جب آدمی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے غفلت کرتا ہے تو شیطان ساتھ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا واقعہ:

حضرت ابو بکرؓ کو ایک آدمی نے بہت برا بھلا کہا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ برداشت کرتے رہے۔ اور رسول پاک ﷺ پاس بیٹھے سنتے رہے۔ جب تھوڑی دیر ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی طرارا آگیا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی بولنا شروع کر دیا۔ تب رسول اکرم ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول پاک کی خدمت میں گئے۔ اور جا کر عرض کیا کہ حضرت! جب تک وہ بولتا رہا آپ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ اور جب میں نے بولنا شروع کر دیا تو آپ اٹھ کر چل دیے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

جب وہ تم کو بول رہا تھا اور تم برداشت کر رہے تھے تو تمہارے پاس ایک فرشتہ کھڑا کھڑا مدافعت کر رہا تھا۔ کیونکہ برداشت کرنے سے خدا کی غیبی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب آپ نے بھی بولنا شروع کر دیا تو لڑائی کی سی کیفیت ہو گئی۔ تب فرشتہ جو تھا چلا گیا۔ اور شیطان آگیا۔ چونکہ میں اللہ کا نبی، میں نے کہا شیطان آگیا تو میں بھی چل دوں۔

میرے محترم دوستو! یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ برداشت کرو گے تو غیبی طاقت ساتھ ہوگی۔ اور اگر لڑائی کرو گے تو پھر شیطان ساتھ میں ہوگا۔ اور شیطانی حرکتیں ہوں گی۔

ساری دنیا کا رجوع دین و ایمان کی طرف کب ہوگا؟

دوستو! فرشتوں والی نسبت انسان کے اندر عبادات کے ذریعہ آتی ہے۔

عبادات چار قسم کی ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ یہ چار عبادتیں اللہ تعالیٰ نے فرض کر دی ہیں۔ اگر یہ چاروں عبادتیں ڈھنگ پر آگئیں، تو یہ عبادتیں اخلاق تک

پہنچادیں گی۔ اور خدا کی خلافت تک پہنچادیں گی۔

اور جب ساری دنیا کا رجوع دین وامان کی طرف ہو جائے گا تب دنیا میں دین، اخلاق اور صحیح معاشرت اور معاملات پھیلیں گے۔

غیروں کے سامنے کیا چیز جائے گی:

عبادات انسانوں کی چھپی رہتی ہیں۔ عبادات عام طور پر دنیا والوں کے سامنے نہیں جاتیں۔ نماز ہماری مسجدوں کے اندر، روزے ہمارے پیٹ میں۔ زکوۃ ہم دیتے ہیں مسلمانوں کو، غیر کو نہیں دے سکتے۔ اور حج ایسی جگہ پر کہ جہاں غیر مسلموں کا داخل ہونا ممنوع۔ تو عبادات تو ہماری چھپی رہتی ہیں۔ لیکن عبادات کے اندر طاقت پیدا ہو کر ہمارے اندر اخلاق آجائے تو اخلاق، معاشرت، معاملات جب ہمارے صحیح ہو جائیں گے تو یہ دوسرے لوگوں کے سامنے بھی جائیں گے۔

اخلاق کے مظاہرے کی جگہ:

ہمارے گھر کے اخلاق، ہمارے کاروباری لائن کے معاملات کی صفائی، ہمارے رہن سہن کی صفائی، یہ سب چیزیں دنیا کے لوگ دیکھیں گے۔ سکول کے اندر کے اخلاق تعلیم دینے والے کے اخلاق۔ اسی طرح دفتر کے اندر اگر اخلاق کے ساتھ جائے گا، تو سارے دفتر کے لوگ دیکھیں گے۔ اور یہ چیز دنیا کے اندر دین وایمان کو پھیلائے گی۔ لوگ تو اخلاق کو دیکھتے ہیں اور اخلاق کے مظاہرے کی جگہ وہ بازار ہے اور گھر ہے یعنی مسجد کے باہر کا حصہ ہے۔ مسجد کے اندر تو عبادات اور ایمانیات کے ذریعہ اپنے اندر روحانیت کو پیدا کرنا ہے۔

عبادتوں کا مزاج ہی معلم اخلاق ہے:

نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یہ چاروں عبادتیں ہمیں اخلاق سکھائیں گی (انشاءاللہ) لیکن جب یہ جاندار ہوں۔

نماز سے اخلاق آئیں گے جبکہ ہمارے اندر نماز والا مزاج پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ ایک تو نماز کا پڑھنا ہے اور ایک ہے نماز کا ایسا پڑھنا کہ نماز کا مزاج آجائے۔ روزے کا مزاج آجائے۔ زکوۃ کا مزاج آجائے اور حج کا مزاج آجائے۔

نماز کا مزاج:

نماز کا مزاج کیا ہے؟

جیسے نماز کے اندر ہم نے اپنے پورے بدن کو، ہاتھ پیر، آنکھ کان، زبان سب کو اللہ کے حکموں کی جکڑ بندی میں دیدیا ہے۔ نماز کا مزاج یہ ہے کہ نماز کے باہر بھی یہ ہمارا پورا بدن اللہ کے حکموں کی جکڑ بندی میں آجائے۔

نماز کا مزاج کیا ہے؟

اللہ کے حکموں پر جان لگانے کا مزاج آجائے۔ یعنی نماز ایسی پڑھے کہ اللہ کے حکموں پر جان لگانے کا مزاج آجائے۔

جیسے نماز کے اندر آنکھ پر پابندی ہے، اگر نماز کے باہر بھی گیا مثلاً کاروبار میں تو اب یہ آنکھ پابند رہے۔ کوئی خوبصورت لڑکی اگر گاہک بن کر آئی تو یہ آنکھ اس کو نہ دیکھے۔ کان اس کی بات کو بلا ضرورت نہ سنے۔ اور اپنے اوپر پابندی رکھے۔ اس لئے زنا کی ابتدا ہی ہوتی ہے آنکھ سے۔ اور اس کی انتہا شرمگاہ سے ہوتی ہے۔ اللہ نے یہ دونوں کنارے بتادیئے ہیں:-

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ" (پ۱۸)

مسلمانوں سے کہہ دو نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

نظر شیطان کی تیروں میں سے ایک تیر ہوتا ہے۔ زہریلا تیر تو آدمی مسجد سے باہر جائے گا۔ تب بھی نظر پر پابندی ہے ہاتھوں پر پابندی کہ اس ہاتھ سے حرام کا پیسہ نہیں لے گا۔ اس کان سے غیبت نہیں سنے گا۔ کیونکہ نماز میں اللہ کے حکم پر اپنے کو پابند کیا تھا تو نماز سے باہر اپنے کو پابند کیوں نہیں کرے گا۔

زکوٰۃ کا مزاج:

محترم دوستو! دوسری عبادت زکوٰۃ کا کیا کرشمہ ہے؟ کہ اللہ کے حکموں پر مال لگانے کا مزاج پیدا ہو جائے۔ زکوٰۃ تو ایک محدود رقم ہوگی۔ چالیس لاکھ روپے میں ایک لاکھ روپے دینی پڑے گی۔ انتالیس لاکھ روپیہ پھر بھی بچ گیا۔ اگر ایک لاکھ روپیہ صحیح تقسیم سے مستحقوں کو عطا کیا تب واقعی میں زکوٰۃ والا مزاج پیدا ہو جائے گا۔ زکوٰۃ والا مزاج کیا ہے؟

اللہ کے حاکموں پر مال لگانے کا مزاج پیدا ہو جائے! اب زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جو مال بچ گیا یہ مال لگے گا تو بھی اللہ کے حکموں پر لگے گا۔

روزے کا مزاج:

روزہ کے ذریعہ ہمیں کس مزاج پر جانا ہے؟

وہ ہے اللہ کے حکموں پر تقاضے دبانا آجائے۔ کھانا، پینا، اور بیوی یہ تینوں تقاضے دبا کر آدمی روزہ رکھتا ہے۔ روزہ تو صرف رمضان میں رکھنا ہے اس کے علاوہ روزہ فرض نہیں۔

مگر دوستو! گیارہ مہینے بھی چھٹی نہیں۔ روزہ ایسا رکھے کہ اللہ کے حکموں پر تقاضے دبانے کا مزاج پیدا ہو جائے۔ جب ایسا مزاج پیدا ہو جائے گا تو آدمی ضرورت کے

مطابق کھائے گا، پہنے گا، مکان بنائے گا اور شادی کرے گا تو صرف ضرورت کے مطابق۔

خدا کی راہ میں مال لگانے کا جذبہ عبادات سے پیدا ہوگا:

جب آدمی میں تقاضے دبانے کا مزاج پیدا ہوگا تو ظاہر ہے پیسہ اس کے پاس بہت بچے گا۔ اب تقاضے دبانے پر جو پیسہ بچا اور زندگی کو سادگی پر ڈالنے سے جو پیسہ بچا کہاں لگے گا؟ زکوٰۃ کے مال کو اللہ کے حکموں پر لگانے کا مزاج پیدا ہو گیا تو حاجت مندوں کو دے کر زکوٰۃ کا مال ختم ہو گیا۔ لیکن گھومتے گھومتے اس کو معلوم ہوا کہ سید گھرانا بھی بہت محتاج ہے۔ تکلیف سے ہے۔ زکوٰۃ اس کو تو نہیں دے سکتے لیکن روزہ رکھنے سے اللہ کے حکموں پر تقاضے کے دبانے کا اس کو جو مزاج پیدا ہوا تو یہ آدمی اپنے تقاضے دبا کر زکوٰۃ کے مال کے علاوہ جو مال اس کے پاس ہے اخلاقی طور پر وہ سید گھرانے پر لگائے گا۔

زکوٰۃ تو اس نے رمضان میں پوری ادا کر دی لیکن عید کے بعد اس نے دیکھا کہ پڑوس میں سے عورت کے چیخنے کی آوازیں آئیں۔ اس کو بچہ پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے پاس پیسہ نہیں۔ شوہر باہر کام سے گیا ہے۔ اب یہ نہیں سوچے گا کہ اگلے سال رمضان میں روپے لگاؤں گا۔ بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ جو مال ہے وہ ضرورت مندوں پر لگا کر ضرورت کو پوری کرے گا۔ زکوٰۃ کے مال کے علاوہ مال کا لگانا یہ اخلاقی طور پر ہوگا۔ یہ ہے اخلاق۔

احکامات کی دو قسمیں:

عبادات جو ہیں یہ تو قانونی حکم ہیں اس کے علاوہ جو کام کرے گا وہ اللہ کا اخلاقی حکم ہوگا۔ ایک ہے قانونی حکم اور ایک ہے اخلاقی حکم۔ قانونی حکم اگر چھوڑا تو جہنم ہوگی۔ اخلاقی حکم اگر چھوڑا تو جہنم میں نہیں جائے گا۔ لیکن جنت میں اس کا درجہ بلند نہیں

ہوگا۔ قانونی حکم تو پورا کرے گا ڈر کے مارے، لیکن اخلاقی حکم پورا کرے گا ترقی کیلئے۔

عدل اور احسان کا مطلب:

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَأمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" (پ ١٤)

اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم کرتے ہیں۔ عدل کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟

جتنے قانونی احکام ہیں وہ ہیں عدل، اور اخلاقی احکامات ہیں احسان۔ اب آپ پورے قرآن پر غور کیجئے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: "وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ قانونی حکم ہے۔ اگر یہ ٹوٹا تو مرنے کے بعد جہنم، سانپ کا کاٹنا اور دوسرے عذاب ہیں۔ اور دنیا میں مال پر وبال کا آنا ہے۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی موجب وبال ہے:

زکوٰۃ کے ادا نہ ہونے پر دنیا میں مال پر وبال آتا ہے۔ جب زکوٰۃ کے مال کے ساتھ مل جاتا ہے تو دوسرے مال کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔

ایک شہر کے اندر حکومت کا بڑا زبردست چھاپہ پڑا۔ بہت سے تاجر بیچارے پریشان ہو گئے۔ یہاں خطوط آئے، یہ دیندار تاجر تھے۔ ان کی مالیات پر بڑی پریشانی آئی تھی۔ ان میں جو میرے جاننے والے تھے میں نے ان کو خط لکھا کہ تم لوگ غور تو کرو، زکوٰۃ کے دینے میں بھول تو نہیں ہوئی۔ کہیں زکوٰۃ کا مال تو تجارت میں رولنگ نہیں کر رہا ہے؟

میرے یہ خط لکھنے پر ان لوگوں نے حساب کیا۔ بلکہ ایک تاجر جو زیادہ جاننے والا تھا اس نے کئی سالوں کا حساب میرے پاس بھیجا۔ کہ یہ ہمارا حساب ہے زکوٰۃ کا۔ میں نے انگریزوں کے زمانے میں چونکہ حساب پڑھاتا تھا۔ اس لئے اللہ کے فضل و کرم سے

بہت کچھ حساب جانتا ہوں ——— آجکل تو لوگ بس کیلکولیٹر جانتے ہیں۔

میں نے حساب جوڑ کر ان کو بتایا کہ ایک سال کے اندر تم نے پانچ ہزار زکوٰۃ کم دی ہے اور تین سال تک یہ کمی رہی۔ انہوں نے انگریزی مہینے گنے تھے۔ میں نے ہجری مہینے گنے۔ ہجری مہینے میں حولانِ حول یعنی سال کا گزرنا جلدی ہوگا۔ ہجری سال ۳۴۵ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور عیسوی سال ۳۶۵ یا ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ میں نے یہ حساب گن کر انہیں بتایا۔ انہوں نے کان پکڑ لیا۔ پھر اس نے میرے پاس خط لکھا کہ ہمارے حساب کے اندر بھی بہت سی بھول چوک ہوئی تھی۔ اور زکوٰۃ کم ادا ہوئی۔ اور زکوٰۃ جب کم ادا ہوئی تو زکوٰۃ کا مال رولنگ کرتا رہا۔ اس لئے وبال آیا۔

پس زکوٰۃ کا مال جب غیر زکوٰۃ کے مال میں مل جاتا ہے تو بغیر زکوٰۃ کے مال پر بھی تباہی و بربادی آسکتی ہے۔ اس لئے زکوٰۃ کا مال الگ نکال کر مستحقین کو خود تلاش کر کے دینا ہوگا۔

غریب کو اکرام کے ساتھ زکوٰۃ دی جائے:

میرے محترم دوستو! جس ضلع کے آپ رہنے والے ہیں، وہاں کے ضرورت مندوں پر آپ کا مال لگنا چاہئے۔ ضرورت مندوں کو خود آپ جانتے ہوں ضرورت مندوں کا تلاش کرنا مالدار کے ذمہ ہوتا ہے اسی احترام و اکرام کے ساتھ زکوٰۃ دینی ہوتی ہے مالدار کو غریب کے گھر بھیجا۔ غریب کو مالدار کے گھر نہیں بھیجا۔

"نِعْمَ الْاَمِيْرُ عَلٰى بَابِ الْفَقِيْرِ وَ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ"

یعنی بہترین مالدار وہ ہے جو غریب کے دروازے پر جائے اور بدترین غریب وہ ہے جو مالدار کے گھر پر جائے۔ اس لئے مالدار کو غریب کے دروازے پر جانا چاہئے۔

زکوٰۃ لینے والے کو ذلیل نہ سمجھا جائے:

زکوٰۃ اکرام واحترام کے ساتھ دی جائے کسی کو ذلیل بنا کر نہ دی جائے۔ مسجد ڈلے پتھر سے جو بنی ہے اس کا ہم احترام واکرام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پر ہمارا فرض ادا ہوتا ہے۔ جب ڈلے پتھر سے ہمارا فرض ادا ہوتا ہے تو یہ ڈلا پتھر مسجد کا قابل احترام بنتا ہے، تو ایک مسلمان غریب کو تلاش کر کے دنیا اس کے گھر تک پہنچ کرا کے دینا ہے۔

اسلام غریب وامیر، دونوں کا حامی:

دنیا کے اندر جو مالدار ہے وہ تو حامل دنیا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ غریبوں کی کمر توڑیں گے تو ہماری ملکیت باقی رہے گی اور جو غریب ہے وہ جانتا ہے کہ مالداروں کا پیٹ پھوڑیں گے تو ہم کو روٹی اور کپڑا ملے گا۔ غریبوں کا نظریہ روٹی اور کپڑا اور مالداروں کا نظریہ کہ ہماری ملکیت باقی رہے اور اللہ میاں جو غریبوں کے بھی حامی، امیروں کے بھی حامی ہیں وہ رب العالمین ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے ذریعے ایسا پاکیزہ طریقہ بتلا دیا کہ جس میں مالداروں کی ملکیت بھی باقی رہے، اور غریبوں کو بھی روٹی کپڑا ملے اور لڑائی نہ ہو۔ یہاں لڑائی جو ہوتی ہے غریب کہتا ہے تیرا پیٹ پھوڑ دوں، مالدار کہتا ہے تیری کمر توڑ دوں، تو مالدار سود کے راستے غریب کی کمر توڑ دیتا ہے۔ اور غریب چوری، ڈاکے کے ذریعہ مالدار کا پیٹ پھوڑتا ہے۔

مہنگائی کی وجہ سود:

جتنا بازار مہنگا ہوتا ہے وہ سود کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ سودی لین دین جب بند ہوگا کہ رسول پاک ﷺ نے جو معاشرت ہمیں بتائیں ہے وہ معاشرت ہم میں آجائے۔ اور وہ معاشرت قرض دینا ہے بغیر سود کے۔ قرض لینے والا جب تک ادا نہیں

کرے گا صدقے کا ثواب ملے گا۔ وقت کے اندر ادا نہیں کیا آپ نے ڈھیل دے دی تو ڈبل صدقے کا ثواب۔ مثلاً ہزار روپیہ آپ نے قرض دیا مہینہ کے وعدہ پر تو مہینہ بھر صدقے کا ثواب ملے گا۔ مہینہ بھر کے میں نہ دے سکا تو پھر دو ہزار کے صدقے کا ثواب آپ کو ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ترغیب دیتے ہیں:۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (پ ۳)

یعنی اگر وہ تنگدست ہے اس کا ہاتھ کھل جائے اس وقت تک کیلئے اس کو چھوٹ دے دو۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ ۳)

اور اگر پھر بھی نہ سکے تو اسے معاف کر دو۔ یہ وہ معاشرت ہے، جو رسول پاک ﷺ نے بتائی۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو:

یہ وہ معاشرت ہے جس سے دوسرے پر اپنا مال لگانا آپ کو آگیا۔ آپ جب مسجد کے اندر بیٹھے تو ایمان وعبادت میں طاقت پیدا ہوئی۔ اللہ کے خزانے کا یقین پیدا ہوا۔ یہاں آپ نے سن لیا زمین والے پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ یہاں آپ نے سنا:۔

"وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ" (پ ۲۲)

یعنی جتنا تو خرچ کرے گا اللہ کے نام پر اللہ اس کا بدل دے گا اور دوسرے پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ اگر تم دوسروں پر رحم کرو گے اپنی حیثیت کے مطابق لیکن اللہ تم پر رحم کرے گا تو اپنی شان کے مناسب دنیا میں کرے گا۔ قبر میں کرے گا۔ حشر میں کرے گا۔ جنت میں کرے گا۔ اور اگر گناہوں کو مٹانے کیلئے جہنم میں داخل ہوئے تو جہنم کی آگ اسے نہیں لگائے گی۔ ایمانیات وعبادات اور تعلیم کے حلقوں کے

راستے مسجد کے اندر رہ کر یہ ذہن بنا۔ اب آدمی اگر بازار میں گیا تو بازار میں دونوں قسم کے آدمی ہیں۔ بغیر مسجد والے اور مسجد والے بھی۔

بازار میں ایک لڑکی آئی نو سال کی۔ دو روپیہ لیکر۔ کہ بھائی یہ دو روپیہ لے لے، دال، چاول، آٹا اور شکر دیدے تو تاجر نے دو روپیہ لیکر کھینچ کر مارا کہ بھاگ جا۔ دو روپے میں دوکان لوٹنے کیلئے آئی ہے۔ نکل جا یہاں سے۔ تب بے چاری روتی ہوئی دوسری دکان پر گئی۔ ہر جگہ اسے دھکے مارے گئے لیکن ایک دوکان پر خدا کا، خلیفہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اور جو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہ ہے اسلام کا مثالی اخلاق:

اللہ نے انسان کو درد دل کے واسطے پیدا کیا ہے۔ عبادت تو فرشتے بھی کرتے ہیں۔ مگر انسان کی عبادت اس لئے ہے کہ عبادت کرتے کرتے اس کے اندر اخلاق آجائے۔ اللہ سے تعلق عبادت کے ذریعے ٹھیک ہو جائے اور اخلاق کے ذریعہ بندوں سے بھی اس کا تعلق ٹھیک ہو جائے۔

تو وہ لڑکی ہر دکان سے دھکے کھا کر اس بندۂ خدا کی دکان پر پہنچی۔ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ کہہ رہی ہے کہ کچھ مہینے ہوئے ایکسیڈنٹ میں میرے باپ کا انتقال ہو گیا صرف میری ماں ہے کوئی زمین جاگیر ہمارے پاس نہیں، کوئی کاروبار نہیں۔ میری ماں شریف گھرانے کی عورت ہے، بیوہ ہو گئی اور گھر میں ہمارے خرچہ نہیں۔ تو وہ لوگوں کے برتن مانجھ دھو کر ہمارا گزارہ کرتی ہے۔ میری ماں کی غربت سے لوگ فائدہ اٹھا کر زیادہ کام لیکر تھوڑے پیسے دیتے ہیں۔ وہ وصول کر لاتی ہے اور ہم بچوں کا پیٹ پالتی

ہے۔ آج اسے کوئی مزدوری ملی نہیں تو آج ہمارے گھر پر فاقہ ہے۔ اگر دو روپیہ کا کچھ سامان کوئی ہمیں دے دے تو ہمارے گھر میں بھی آگ جل جائے گی۔ اللہ تیرا بھلا کرے گا۔

اس آدمی نے اس بات کو سنا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگیا۔ کہ اے اللہ! ہماری بستی کا ایک گھرانہ اس وقت تنگی میں ہے ہم تو بڑھیا قسم کی غذائیں کھائیں، اور ان کو دال روٹی نصیب نہیں۔ چار سو، پانچ سو روپے کا سامان ٹوکرے کے اندر بھر کر اپنے آدمی کے ساتھ اس بیوہ کے گھر تک پہنچا دیا اور دو روپیہ بھی واپس کر دیا۔

اب اس گھر کے اندر جو کھانا پکا ہے، دھواں نکلا ہے۔ کئی دنوں سے سوکھی روٹیاں کھا رہے تھے آج انہیں اچھی غذا ملی۔ یہ یتیم بچے۔ بیوہ عورت اس کی بچیاں یہ سارے کے سارے کھائیں گے۔ اور ان کی آنکھوں کے اندر سے خوشی اور شکر کے جو آنسو نکلیں گے اور جب یہ ہاتھ اٹھائیں گے تاجر کیلئے دعا کرنے کے واسطے تو جو اللہ بادل کی بارش زمین پر ڈال کر بادل کے پانی سے ایک من کا دس من گیہوں بناتا ہے، اس بیوہ عورت کی آنکھ سے، یتیم بچوں اور بچیوں کی آنکھوں سے بھی پانی نکلا ہے کیا عجب ہے کہ اس کے ذریعہ تاجر کی سات سات نسلوں تک کے فاقے خدا دور کرے۔

یہ ہے زندگی جو رسول پاک ﷺ ہمیں بتا کر گئے۔ اب یہ شخص گھر میں آیا اور اپنی بیوی بچوں کو جمع کیا اور سارا قصہ۔ اس یتیم بچی کا سنایا تو گھر بھر کی عورتوں کے بھی ذہن بن گئے۔ بیوی نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں کچھ رقم لیکر جاؤں۔ اور وہاں جا کر حالات کو دیکھوں۔ وہاں پر بیوی گئی اور سب حالات دیکھ کر واپس آئی۔ سارے گھر والوں کو جمع کیا اور کہا کہ چھ مہینے سے اس کا شوہر انتقال کر چکا ہے۔ اس کی چار جوان بیٹیاں ہیں جو شادی کے قابل ہیں۔ لیکن پیسے نہ ہونے کی بناء پر یہ بیوہ بے چاری جوان بیٹیوں کی شادی نہیں پاتی۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بیٹے بیٹیاں بھی بہت

سے ہیں۔ جو چاروں طرف سے میرے سامنے آکر بلک گئے۔ دو جوان بیٹیاں بخار میں مبتلا تھیں اور تڑپ رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا یہ معاشرت مسلمانوں کی نہ رہی۔ اس لئے یہ گھرانہ پریشان ہے۔ جوان بیٹیاں بیماری میں تڑپ رہی ہیں۔ ان کا کوئی علاج کرنے والا نہیں۔ غربت وافلاس سے بن بیاہی بیٹھی ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں۔ یہ حال دیکھ کر اس بندۂ خدا کا سارا گھر بیٹھ کر رویا اور اللہ سے معافی مانگی کہ اے اللہ! قیامت کے دن تو ہماری پکڑ مت کرنا کہ ہم لوگ تو کھا رہے ہیں مرے اور ہمارے ان پڑوسیوں کو دال بھی نصیب نہیں ہے۔ اے اللہ! قیامت کے دن تو ہماری پکڑ مت کرنا ہم سے غلطی ہوگئی۔ ہمیں خود ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے لوگوں کو دینا چاہئے تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو چار پانچ ہزار کی رقم دی اور وہ بیوہ عورت کے پاس گئی اور جا کر کہا بیٹیوں کی شادی کا انتظام کرو اور علاج کا انتظام بھی ہم کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر کو فون کرکے خون ہی کہہ دیں گے۔

● پونے چار سو کروڑ انسانوں کا غم بھی ضروری:

میرے محترم دوستو! اور بزرگو! ایک گھرانے کی تکلیف پر ہم لوگوں کو کس قدر رقت طاری ہوگئی۔ میرے اوپر بھی اور آپ کے اوپر بھی میں کہتا ہوں کہ پونے چار سو کروڑ انسان جو بغیر ایمان کے اس دنیا سے جا رہے ہیں اور جنہیں مرتے ہی فرشتے مارنا شروع کریں گے اور آگ میں جلانا شروع کریں گے۔ اس کیلئے کون روئے گا۔

● مخلوق کے درد میں نبیؐ نے اذیتیں سہیں:

رسول پاک ﷺ کو یہ چیزیں بے چین کرتی ہیں۔ آپ "مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَان دَائِمُ الْفِکْرَہ" ہوتے تھے۔ آپ دیکھتے تھے کہ لوگوں میں ایمان نہیں رہا۔ بے چین ہو جاتے تھے بے قرار ہو جاتے تھے کہ اے اللہ! تیرے احکامات ٹوٹ رہے ہیں۔

مرتے ہی ان پر تیرا عذاب آئے گا۔ اے اللہ! میں کس طریقہ سے انہیں سمجھاؤں۔ راتوں کو اٹھ کر خدا کے سامنے روتے تھے۔ بے چین ہوتے تھے۔ بے قرار ہوتے تھے۔ اے اللہ! ہدایت کے دروازے کو کھول دے اگر شب میں آپ کا یہ حال تھا تو دن میں ایک ایک گھر پر جاتے تھے ایک ایک در پر جاتے تھے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ تم نے مجھے دھکے مار لئے تم نے، مجھے پتھر مار لئے تم نے، میرے دانت توڑ لئے جو کرنا تھا، تم نے کر لیا۔ مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور پانی کا چھڑکاؤ کر کے مجھے ہوش آیا۔ کسی اور مقصد سے نہیں۔ میں صرف تمہاری خیر خواہی میں آیا ہوں۔ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں عام آدمی نہیں ہوں۔ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے۔

سن لو! مرنے کے بعد ایک زندگی آئے گی۔ قیامت کا دن آئے گا۔ اللہ کے سامنے جانا ہوگا۔ اللہ کے واسطے بات مان لو۔ لیکن وہ پتھر مار رہے ہیں۔ اتنے کہ رسول پاک ﷺ بے ہوش کر گر پڑ رہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کو بے ہوشی کی حالت میں زید بن حارثہؓ اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر طائف تشریف لائے ہیں۔ مکہ والے ہدایت کی بات سننے کو تیار نہیں۔ خواہش ہے کہ طائف کا کوئی خاندان ہدایت کی بات قبول کر لے۔ تاکہ پاکیزہ اسلامی زندگی ان کے اندر چالو کر دیں۔ اسلامی معاشرت کیا ہے؟ اسلامی معاملات کیا ہیں؟ اسلامی اخلاق کیا ہیں؟ عبادات کیا ہیں؟ ایمانیات کیا ہیں؟ جب تک مجمع نہ ملے کس طرح انہیں لوگوں میں چالو کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ دعا فرماتے کہ اے اللہ جماعتوں کی جماعتوں کا رخ اس طرف پھیر دے۔

● منیٰ میں دعوت اور لوگوں کا ظلم وانکار:

رسول پاک ﷺ کے زمانے میں منیٰ جاتے تھے۔ ایک ایک خاندان سے کہتے تھے:

"مَنْ یَّنْصُرُنِیْ؟"

کون مجھے ٹھکانہ دے گا؟

تاکہ میں اس پاکیزہ طریقے کو زندہ کروں اور وہ پاکیزہ طریقہ دنیا کیلئے نمونہ بن جائے۔ دنیا کے بسنے والے انسان جہنم کی طرف جانے سے بچیں۔ دنیا میں امن وامان آجائے۔ میں یہ طریقہ لیکر آیا ہوں۔ کون ہے تم میں جو مجھے اپنے پاس ٹھیرا لے۔ اپنے خاندان میں مجھے کون لے جائے گا۔ لیکن حضور ﷺ دعوت دے رہے ہیں ایک ظالم آتا ہے، اونٹنی کے اوپر ایک کونچے مارتا ہے۔ اونٹنی بدکتی ہے اور رسول پاک ﷺ زمین پر گر پڑتے ہیں اور کپڑے غبار آلود ہو جاتے ہیں۔ اندازہ ہوا کہ یہ خاندان مجھے نہیں لے جائے گا۔ میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں۔ تو دوسرے خاندان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کو سمجھانا شروع کیا۔ اس خاندان والے نے کہا جب تمہارے مکہ والے نہیں مانتے ہم کیوں مانیں۔ ہم مانیں گے تو سارے عرب کے لوگ ہم سے لڑائی کریں گے۔ ہم تم کو اپنے خاندان وقبیلہ میں لے جانے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

عام الحزن:

اسی موقعہ پر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا جو بڑی حمایت اور ہمدردی کرتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا بھی انتقال ہو گیا جن کی وجہ سے بڑا سہارا تھا۔ رسول اکرم ﷺ سوچتے ہیں۔ ابو طالب چلے گئے۔ بیوی بھی چلی گئی۔ اور مکہ والے چاروں طرف سے مجھے مارنے کی فکر میں ہیں۔ اس طرح یہ سال میرا غمگینی کا سال ہے۔ اب کیا کروں سوچا کہ طائف کو چلوں۔ شاید طائف والے بات کو مانیں۔ طائف میں جاکر آپ ﷺ نے کوشش فرمائی تو طائف والوں نے اس قدر آپؐ پر ظلم کیا کہ چھوٹے چھوٹے بچے، اوباش اور بدمعاش قسم کے آدمی آپؐ کے پیچھے لگا دیے۔

اور اس قدر آپ ﷺ کے اوپر پتھر مارے گئے کہ آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

گالیوں اور پتھروں کے جواب میں دعائیں:

میرے محترم دوستو اور بزرگو! حضرت زید بن حارثہؓ نے اپنے کندے کے بل اٹھایا۔ پانی کا چھڑکاؤ کیا تو آنکھیں کھلیں آپ ﷺ دیکھتے ہیں کہ سامنے فرشتہ کھڑا ہے کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ غضب میں آچکے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو میں ملا دوں۔ پہاڑوں کی خدمت میرے ذمہ ہے۔ پہاڑ میرے قبضے میں اللہ نے دیے ہیں۔ یہ طائف والے بالکل ختم ہو جائیں گے۔ تو رسول پاک ﷺ نے اس موقعہ پر دعا مانگی:۔

"اَللّٰهُمَّ اَشْكُوْا اِلَيْكَ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ"

اے اللہ! میں اپنی کمزوریوں کی شکایت کرتا ہوں۔ اے اللہ! کہیں تو مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گیا۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر یہ ایمان نہ لائے تو ان کی اولاد ایمان لائے گی۔ وہ فرشتہ کہتا رہا کہ خدا کا عذاب تیار ہے آپ اجازت دیں۔ مگر آپؐ عذاب کو رکواتے ہیں۔ یہاں لوگوں کو سمجھاتے ہیں اور پتھر پڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔

نبیؐ نے مخلوق کو جہنم سے بچانے کیلئے اذیتیں سہیں:

میرے محترم دوستو! ہمارے نبی کریم ﷺ نے اتنی تکلیفیں اس لئے اٹھائیں تاکہ پوری دنیا کے انسانوں کے اندر امن وامان آجائے۔ اور یہ انسان جنت کے اندر چلے جائیں اور یہ انسان جہنم کے انگاروں سے بچ جائیں۔ جہنم کوئی خیالی چیز نہیں یہ حقائق ہیں جو مرنے کے بعد سامنے آنے والے ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ بے چین وبے قرار ہو کر پھرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ بے چین وبے قرار ہو کر پھرتے تھے کہ دنیاوی زندگی کے اندر اور پورے عالم کے اندر آخرت کے فکر

کی ایک فضا بن جائے۔ ایسی ایک ترتیب لیکر رسول پاک ﷺ دنیا کے اندر آئے۔

● یتیم دین کو گود لینے والے کیلئے حلیمہ سعدیہ والا شرف:

آج رسول اکرم ﷺ کا ہی دین چاروں طرف سے رستا جا رہا ہے۔ اور چاروں طرف سے بگڑتا جا رہا ہے۔ اب یہ دین یتیم ہو چکا ہے جیسے رسول اکرم ﷺ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے اور عورتیں بچے لینے کیلئے آئیں دودھ پلانے کیلئے۔ تو انہوں نے مالداروں کے بچوں کو اٹھایا۔ رسول پاک ﷺ کو نہیں اٹھایا یہ سمجھ کر یہ یتیم بچہ ہے، باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ دادا کے ایسے تو بہت سے پوتے ہیں۔ ہم کو کیا انعام ملے گا۔ حضور ﷺ کو کسی نے یتیم سمجھ کر ہاتھ نہیں لگایا۔ مالداروں کے بچے لے لئے۔ حضرت حلیمہؓ بہت پریشان حال عورت تھیں۔ ان کی چھاتی میں دودھ نہیں تھا۔ ان کے علاقہ میں قحط تھا۔ اونٹنی کا دودھ بھی سوکھ چکا تھا۔ انہوں نے بھی یہاں آکر کوشش کی کہ کسی مالدار کا بچہ مل جائے تاکہ کچھ پیسے مل جائیں اور میں کچھ کھا پی لوں تاکہ میری چھاتی میں دودھ آجائے۔ اونٹنیوں کو کھلاؤں پلاؤں تاکہ ان کے تھنوں میں دودھ آئے۔ خود حضرت حلیمہ سعدیہ کا بچہ تھا رات بھر وہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے روتا تھا حضرت حلیمہؓ مکہ پہنچیں۔ لیکن حضرت حلیمہ کو کسی نے بچہ نہیں دیا۔ اس لئے کہ جب اپنے بچے کو دودھ نہیں پلا پاتی ہمارے بچوں کو کیا پلائے گی۔ حضرت حلیمہ کو بچہ نہیں ملا۔ اور رسول پاک ﷺ کو دودھ پلانے والی نہیں ملی۔ حضرت حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ کوئی بچہ نہیں مل رہا ہے، ہاں ایک یتیم بچہ ہے۔ جس کا کوئی اٹھانے والا نہیں ہے اگر کہو تو اس یتیم بچے کو لے لیں۔ انعام تو ملنے کی کوئی امید دنیا میں دکھائی نہیں دیتی لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔ تو ثواب کی نیت سے کہو تو میں لے لوں۔ دنیا میں تو کچھ نہیں ملے گا۔

● تم حضرت حلیمہؓ کا ذہن لیکر یہاں آئے ہو:

اے میرے پیارو! اللہ تمہیں جزائے خیر دے تمہارا یہاں پر آنا ثواب ہی کیلئے ہے۔ تم یہاں دنیا کیلئے نہیں آئے نہ ہمارا دل گوارہ کرتا ہے، نہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے۔ ہم ظاہر کو ہی دیکھ کر کہہ سکتے ہیں۔ تمہارا ذہن یہ بتا رہا ہے کہ تم یہاں دنیاوی غرض سے نہیں آئے۔ اتنی تکلیفیں اٹھا اٹھا کے تم یہاں آئے ہو۔ یقیناً اللہ کے دین کی فکر لے کر آئے ہو۔ تمہارا ذہن حضرت حلیمہؓ والا ذہن ہے۔

● برکتی بچہ اور برکات کا ظہور:

تو حضرت حلیمہؓ نے کہا دنیا میں تو کچھ ملے گا نہیں لیکن ہمیں آخرت میں ثواب ملے گا۔ ان کے شوہر بھلے آدمی تھے انہوں نے کہا اچھا اس یتیم بچے کو لے لو۔ جب اور بچہ نہیں ملتا۔ حضرت حلیمہؓ نے حضور پاک ﷺ کو جب گود میں اٹھایا تو گود میں اٹھاتے ہی حضرت حلیمہؓ کی دونوں چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ ایک طرف سے حضور پاک ﷺ کو دودھ پلایا دوسری طرف سے آپؐ کے رضاعی بھائی حضرت حلیمہؓ کے بچے نے دودھ پیا۔ برکتوں کا مظاہرہ حضور ﷺ کو گود میں لیتے ہی شروع ہو گیا۔ چارہ ڈالنے کیلئے اونٹنی کے پاس گئیں تو دیکھا کہ اونٹنی کا تھن دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ دوہا تو پیالہ بھر گیا۔ حضرت حلیمہؓ کا سواری کا یہ جانور بہت دبلا تھا۔ اور عورتوں کے جانور موٹے تھے۔ وہ عورتیں تو چلیں گئیں کہ حلیمہ کا کون انتظار کرے۔ اس کا جانور بڑا دبلا ہے۔ چلے گا بھی نہیں۔ حضرت حلیمہؓ جب حضور ﷺ کو گود میں لیکر سوار ہوئی ہیں، اور یہ جانور چلا ہے تو جانور کے اندر بھی طاقت آگئی۔ بہت تیزی کے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ راستے میں جو ساتھ کی عورتیں ملیں، ان کے جانور سے بھی یہ جانور آگے نکل گیا۔ تب ساری عورتیں کہنے لگیں کہ حلیمہؓ کو "برکتی بچہ" مل گیا۔ گھر پہ جہاں حضرت

حلیمہؓ کی بکریاں چرتی تھیں وہاں بطور برکت کے از خود خوب سبزہ ہو جاتا تھا۔ تب سارے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں، وہاں پر لے جاؤ۔ اس لئے کہ اسے برکتی بچہ مل گیا ہے۔

• کلمہ پڑھنے والوں میں بھی غیر اسلامی معاشرہ داخل ہو رہا ہے:

میرے محترم دوستو! جیسے اللہ کے نبیؐ یتیم تھے۔ اور حضرت حلیمہ نے یتیمی کی حالت میں گود میں لیا۔ تو اللہ کے نبیؐ یہاں پر جس پاکیزہ طریقے اور جس دین کو لیکر آئے وہ پاکیزہ طریقہ اور دین بھی آج دنیا کے اندر یتیم بن چکا ہے۔ پونے چار سو کروڑ جو ایمان نہیں لائے کلمہ نہیں پڑھتے وہ تو اس یتیم کو دھکے مارتے ہی ہیں۔ لیکن جو کلمہ پڑھنے والے سوا سو کروڑ پوری دنیا میں ہیں ان کا یہ حال ہے کہ اس یتیم دین کو اپنی دکان میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اپنے گھروں میں داخل نہیں ہونے دیت۔ اپنی شادی میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اس لئے کہ پوری دنیا کا جیسا معاشرہ ہے اس معاشرے کے اندر مسلمان بھی آگیا۔ حالانکہ یہ معاشرہ تباہی اور بربادی لانے والا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جس معاشرے کو لیکر تشریف لائے وہ ہمدردی والا معاشرہ ہے وہ رحم دلی والا معاشرہ ہے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی والا معاشرہ ہے۔ ایسا پاکیزہ معاشرہ لیکر آپ ﷺ تشریف لائے جس کے ذریعہ امن و امان قائم ہوگا۔

• دنیا والا معاشرہ امن والا معاشرہ نہیں:

لیکن دنیا کے اندر جو معاشرہ ہے وہ معاشرہ امن و امان کا معاشرہ نہیں ہے۔ یہ معاشرہ تو پیسے بنانے والا معاشرہ ہے۔ اس کے اندر تو فضولیات میں کوشش زیادہ لگوائی جائے گی۔ تاکہ آدمی زیادہ فضول خرچی کے اندر آئے۔ آدمی جتنا فضول خرچی کے اندر آئے گا یورپ اور امریکہ کی منڈیاں اتنا زیادہ چل سکیں گی۔

نئی نئی ایجادات کرتے ہیں۔ نئی نئی گھڑیوں کی ڈیزائن نئے نئے کپڑوں کی ڈیزائن آتی رہتی ہیں اور اس کو ٹیلی ویژن پر دکھاتے ہیں۔ اس کو ایڈورٹائزنگ اور پبلسٹی پر ملین نہیں، بلکہ بلین ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ اور اس کو سارا نوجوان طبقہ دیکھتا ہے۔ ایڈورٹائزنگ کے اندر ایک کپڑا ایک سال پہنا اور اسے آرٹ اور فیشن قرار دے دیا تو اب وہ سڑکوں کے اوپر آگیا۔ اب یہ نئے کپڑے نوجوانوں کے بدنوں پر آگئے۔ اس وجہ سے عام زندگی یورپ اور امریکہ والوں کی بالکل پریشان کن زندگی ہے اور سارا مال چند گھرانوں کے اندر سود کی راہ سے جمع ہو رہا ہے اور پوری دنیا پریشان ہے۔

• مغرب کو خطرہ عبادتوں سے نہیں اسلامی معاشرت سے ہے:

یہ اللہ کے دشمن، ہمیں عبادتوں کی راہ سے بالکل نہیں دیکھیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان اگر نماز پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، وہ تو اپنا چرچ بھی دے دیں گے تمہیں نماز پڑھنے کیلئے۔ انہیں خطرہ تمہاری عبادتوں سے نہیں، تمہاری نمازوں اور روزوں سے نہیں۔ انہیں خطرہ حج اور زکوۃ سے نہیں ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ نماز، روزہ اور عبادات مسلمان چاہے خوب کر رہے ہوں لیکن معاشرت تو وہی ہے جو ہم نے چالو کی ہے۔ یعنی مسلمانوں نے یورپ والی معاشرت اختیار کی ہے۔ اگر اس معاشرت میں مسلمان رہیں گے تو ہماری منڈیاں چلتی رہیں گی۔ اور ہمارے سود کے اڈے برابر چلتے رہیں گے۔

• دوا تمہارے پاس ہے اور پوری دنیا بیمار ہے:

میرے محترم دوستو! رسول پاک ﷺ جس معاشرت کو لیکر تشریف لائے ہیں، وہ معاشرت جب ہم چالو کریں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ دوسری معاشرتیں نیچے اتریں گی۔ تب دنیا کے اندر امن و امان آئے گا۔ ہم نے پوری دنیا کا اندازہ لگالیا

ہے۔ ساری دنیا پریشان ہے۔ راستہ چاہتی ہے۔ لیکن انہیں راستہ نہیں مل رہا ہے۔ راستہ توصرف رسول پاک ﷺ لیکر آئے لیکن وہ صرف کتابوں کے اندر موجود ہے۔ مسلمانوں کے اندر وہ موجود نہیں ہے۔پانی تمہارے پاس ہے۔ اور پوری دنیا پیاسی مر رہی ہے۔ دوا تمہارے پاس ہے اور پوری دنیا بیماری میں مر رہی ہے۔

اس کو کتابوں میں سے نکالو اور اپنی زندگیوں میں داخل کرو۔ تاکہ دنیا کے لوگ اسے دیکھیں اور پورے عالم کے لوگ اس پاکیزہ طریقے کو لینے کیلئے بالکل تیار ہیں۔

● تب کسی کے روکنے سے تم رک نہیں سکو گے:

یہ پاکیزہ طریقہ آئے کیسے؟ اس کیلئے حضور اکرم ﷺ نے چار چیزوں کے اندر جانی اور مالی قربانیوں کی ترتیب بتادی ہے۔ اپنے تقاضوں کو ضروریات کے درجے میں لے آؤ۔ فضولیات سے نکالو۔ پھر جان و مال کا جو حصہ بچے وہ عبادات میں، اخلاقیات میں اور دعوت کے اندر لگے۔ جب آپ یہ کریں گے تو خدا کا غیبی نظام چلے گا اور خدا کے غیبی نظام سے کونے کے کونے اور ملک کے ملک اللہ کی طرف جب پلٹا کھائیں گے تو کسی کے تھامنے اور روکنے سے تم رک نہیں سکو گے۔ رسول پاک ﷺ جیسی پاکیزہ زندگی لیکر تشریف لائے وہ آپ حضرات جانتے ہیں۔ آج چاہے عیسائی مرد ہوں یا عیسائی لڑکیاں ہوں کس قدر انہیں پریشانیاں ہیں۔ اس لئے ہمارے کاروبار کی ہمارے معاملات کی ہمارے رہن سہن کی پاکیزہ زندگی جب یورپ اور امریکہ دیکھے گا تو سچ کہتا ہوں تمام انسان اس پاکیزہ طریقے کو ہاتھوں ہاتھ لینے کیلئے امنڈ پڑیں گے۔

● شریر قسم کے لوگ ہر زمانہ میں رہیں گے:

شریر قسم کے لوگوں کیلئے میں نہیں کہتا۔ شریر قسم کے لوگ ہر زمانے میں رہے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اور پہلے کے نبیوں کے زمانے میں بھی۔

دور صدیقی اور دور فاروق میں شریر قسم کے لوگ تھے۔ دور عثمانی میں زیادہ تھے دور علی میں کچھ اور زیادہ تھے تو حضرت معاویہ کے دور میں اس سے بھی زیادہ۔ انہیں بالکل کھلے گا۔ لیکن عام پبلک کے اندر ایک صلاحیت ہے۔ عام پبلک بہت پریشان ہے اس کے سامنے کوئی راستہ نہیں ہے۔

● اگر یہی اسلام ہے تو میں مسلمان ہونے کیلئے تیار ہوں: (ایک واقعہ)

ہوائی جہاز کے اندر ہم لوگ سوار ہوئے۔ بیروت سے استنبول کیلئے امریکن ہوائی جہاز تھا۔ تین چار سو پسنجر تھے۔ ایک لڑکی خدمت گزار (ایئر ہوسٹس) آئی۔ ہمارے ساتھی ایک بڑے افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس لڑکی سے کہا کہ ایک گلاس پانی لاؤ۔ وہ پانی لیکر آئی تو اس سے کہا کہ گلاس یہاں رکھ دے۔ ہاتھ سے نہیں لیا اس سے وہ لڑکی بعد میں ان سے کہنے لگی کیا ناراض ہوگئے تم مجھ سے میرے ہاتھ سے کوئی چیز نہیں لیتے۔ انعام بھی نہیں دیا تم نے۔ وہ کہنے لگے کہ بھائی میں مسلمان ہوں اور مسلمان دوسرے کی لڑکیوں کو نہیں دیکھا کرتا۔ مسلمان اپنی بیوی کیلئے ریزرو ہوتا ہے۔ وہ لڑکی حیرت میں پڑ گئی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان بیوی اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ کھانا پکاتی ہے۔ اور مسلمان شوہر کما کر اپنی بیوی کو دیتا ہے۔ اس نے کہا یہ تو بالکل بادشاہوں والی زندگی ہے۔ پھر اس نے پوچھا تمہارے خیال میں ایسے کتنے مسلمان ہیں؟ بتایا کہ کروڑوں پاکستان میں ہیں، بنگلہ دیش میں ہیں۔ اور کروڑوں دوسرے ممالک میں رہتے ہیں۔

کہنے لگی ارے کروڑوں مسلمان بھرے پڑے ہوئے ہیں جن کی ایسی پاکیزہ زندگی ہے۔ میں تو روزانہ سفر کرتی ہوں۔ مجھے تو ایک مسلمان ایسا نہیں ملا۔ میں تو پلین میں

روزانہ سفر کرتی ہوں مجھے تو ایک بھی مسلمان ایسا نہیں ملا۔ اگر یہ ہی اسلام ہے تو میں بھی مسلمان بننے کیلئے تیار ہوں۔

● مغربی معاشرہ میں ایک لڑکی کی حیثیت:

آپ حضرات جانتے ہیں کہ یورپ میں شادیوں کا جو نظام ہے "لو میرج"۔ یہ کس قدر گندہ مزاج ہے۔ لڑکا اور لڑکی جب جوان ہو جائیں تو پھر ماں باپ کے پاس نہیں ٹھہرتے۔ ماں باپ کی خدمت بھی وہ نہیں کرتے۔ ماں باپ ان کو روکتے بھی نہیں۔ شادی کا انتظام وہ خود کریں۔

یہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ ایک ایک لڑکی پندرہ پندرہ اور بیس بیس دن تک شوہر کی طرح کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔ اور بیوی کی طرح رہتی ہے۔ یہ پسند نہیں یا تو اس کے پاس چلی گئی۔ وہ پسند نہیں آیا تو دوسرے کے پاس چلی گئی۔ یہ زندگیاں ہیں ان کی۔ اب اگر ایک لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ گئی اور وقت گزارا لیکن ان بن ہو گئی اس لڑکے نے چھوڑ دیا تو اب یہ اکیلی رہے گی۔ ماں باپ کے پاس تو جائے گی نہیں۔ بوائے فرینڈ اسے کوئی ملا نہیں۔ اب ایسی لڑکیاں کیا کریں؟

● مغرب میں لڑکیوں کی حالتِ زار:

انگلینڈ کے اخباروں کے اندر یہ آتا ہے کہ اس مہینے میں اتنی ہزار لڑکیوں نے ٹیلی فون بکس کے اندر کھڑے کھڑے رات گزاری۔

میرے محترم دوستو! یورپ سے آنے والے یورپ پر غصہ کرتے ہیں۔ اور ہم کو یورپ میں رہ کر یورپ والوں پر رحم آتا ہے۔ کہ اے اللہ! کس طرح پریشان ہیں یہ یورپ والے۔ رحمۃ للعالمین کا جو طریقہ تھا وہ کتابوں کے اندر رہ گیا۔ اور یورپ والے اتنے پریشان ہیں اگر مسلمانوں کے اندر یہ پاکیزہ طریقہ آتا ہے تو یورپ والوں کو راستہ ملتا۔

● مسلمان لڑکیوں کا طرزِ معاشرت:

ہماری لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گھر رہتی ہیں۔ ماں باپ ان کے خرچ اٹھاتے ہیں۔ ان کی شادیاں ماں باپ کرتے ہیں۔ اور شوہر کے پاس جب جاتی ہیں تو شوہر خرچہ اٹھاتے ہیں۔ کس قدر پاکیزہ ہے یہ زندگی۔

میں کئی راتوں روتا رہا۔ کہ یا اللہ کتنی ہزار لڑکیاں ہیں جو عیسائی ہیں وہ ٹیلی فون بکس کے اندر کھڑے کھڑے رات گزارتی ہیں۔ اس لئے کہ انہیں کوئی دوسرا بوائے فرینڈ ملا نہیں اور نہ ماں باپ رکھتے ہیں۔

● لوگ تمہاری قبروں کو چمٹ چمٹ کر روئیں گے:

آپ حضرات یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں صرف پاکیزہ اسلامی معاشرہ کا تذکرہ کر رہا ہوں، صرف مذاکرہ کر رہا ہوں۔ اس کے مذاکرے میں جب آپ حضرات پر اتنا اثر پڑ رہا ہے تو جب یہ پاکیزہ زندگی دنیا کے اندر آئے گی تو لوگ امنڈ امنڈ کر تمہارے پاس آئیں گے۔ اور جب تم مرو گے تو تمہاری قبروں کو چمٹ چمٹ کر ہچکیاں مار مار کر روئیں گے کہ یہ آدمی تھا جس نے ویسٹ انڈیز کا سفر کیا۔ اس نے برازیل کا سفر کیا اور وہاں کے لوگوں میں پاکیزہ زندگی چالو کر دی۔

● ساری باتیں کیونکر قابو میں لائی جاسکتی ہیں:

میرے محترم دوستو! یہ ساری باتیں قابو میں لانے کے واسطے ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ دعوت والے کام کو ہم اپنا کام بنائیں اور دعوت کے ذریعے ایمانیات میں طاقت پیدا کریں۔

اخلاق والی زندگی دنیا میں چالو جب ہوگی کہ ہماری معاشرت ٹھیک ہو جائے۔ ہمارے معاملات درست ہو جائیں۔

اگر آج مولانا صاحب نے یہ بات بیان کیا تو بہت سے یورپ کے چودھریوں کے ذہن میں آیا ہوگا کہ بھائی ہم بھی اس طرح کی ایک کالونی بنائیں گے۔ ہم بھی یوں کریں گے اور یوں کریں گے۔ میرے پیارو! اس طرح کالونیاں نہیں بنا کرتیں۔ جڑ کے بغیر درخت نہیں لگا کرتے۔

● پاکیزہ معاشرے والی کالونی کیسے بنے گی:

دعوت کی زمین ہو، ایمانیات کی جڑ ہو، تعلیم کے حلقوں کا پانی ہو، اللہ کے فکر کی غذا ہو، جان و مال کی قربانی کی کھاد ہو۔ نفسیات، شیطانیت اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ ہو اور کلمہ اسلام اور ارکان اسلام کا تنا ہو، پورے دین کا درخت ہو، اخلاق کا پھل ہو اور اخلاص کا رس ہو۔ پھر دیکھئے پورے عالم کے اندر دین پھیلتا ہے کہ نہیں۔ یہ ترتیب ہے اس کی کالونیاں بنانے سے نہیں بنتیں کہ بیٹھ کر پیسے جمع کیا اور کالونیاں بنادیں۔ اس کی پوری ترتیب ہے جو رسول پاک ﷺ نے بتائی وہ یہ ہے کہ دعوت پر جان و مال لگا کر دنیا کے اندر بسنے والے انسانوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی ہے کہ کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔

● خدا کی طاقت تسلیم کرو تو بیڑا پار ہوگا:

دعوت کے ذریعہ دنیا والوں کو یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی طاقت تسلیم کروگے تو تمہارے بیڑے پار ہوں گے اور اگر خدا کی طاقت تسلیم نہیں کروگے تو تمہارے بیڑے غرق ہوں گے۔ یہ سارے نبیوں نے دعوت دی اور پوری دنیا کو یہ دعوت ملی۔

● ساری دنیا کی طاقتیں مکڑی کے جالے ہیں:

تمہیں بھی خدا کی طاقت کو تسلیم کراتا ہے۔ یہ مینارے والا "اللہ اکبر" پورے عالم

کے اندر لیکر جاتا ہے۔ خدا طاقت اور برکت دے۔ خدا کی طاقت کے مقابلے میں ساری دنیا کی طاقتیں مکڑی کے جالے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ مکڑی ہمیشہ ویران گھروں میں جالے تنا کرتی ہے۔ آباد گھروں میں مکڑی جالا نہیں تنا کرتی۔ آج دنیا ویران ہوچکی ہے۔ دعوت دین سے اللہ کے دین کے مذاکروں سے اور فکر آخرت سے۔

● پورا عالم مکڑی اور مکڑی کے جالوں سے بھرا ہے:

آپ حضرات نے بتایا کہ اتنا کام ہورہا ہے۔ فلاں جگہ سے اتنی جماعتیں نکلیں الحمدللہ جتنا ہوا اس پر تو خدا کا شکر ادا کرنا ہے۔ لیکن دیکھنا ہے باقی کتنا ہے۔ اس باقی کو دیکھ کر اور سامنے رکھ کر پھر قدم اٹھانا ہے۔ اور دنیا میں پھر کر دعوت دینی ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دینا ہے کہ خدا کی طاقت کے مقابلے میں جتنی طاقتیں ہیں دنیا کی، یہ مکڑی کے جالے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ سارے مکڑی کے جالے ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح خدا کے خزانوں کے مقابلے میں ساری دنیا کا کل مال اور خزانہ مچھر کے پر کے برابر نہیں۔

● دنیا کی طاقتوں کی مثال:

ایک ویران گھر ہے اس میں مکڑی نے جالا تن دیا۔ اس کے اوپر ایک کبوتری نے گھونسلا بنادیا۔ اس گھونسلے کے تنکے اس جالے پر گرے اور کبوتری کے انڈوں کے چھلکے بھی ٹوٹ کر اس پر گرتے رہے۔ جالا ٹوٹا نہیں۔ کیونکہ مکڑی نے اس پر سہارا دے رکھا ہے۔ تنکے کے اوپر تنکے گر رہے ہیں مگر جالا نہیں ٹوٹ رہا ہے۔ اب اس جالے کے اندر چھوٹے چھوٹے کیڑے پھنسے جسے مکڑی کھاتی رہی اور طاقت والی بنتی رہی۔ ادھر سے ادھر بھاگی ادھر سے ادھر آرہی ہے ——— اس مکڑی نے جالا تنا۔ تو دوسری مکڑی نے بھی وہاں جالا تنا۔ اس طرح پورا گھر مکڑی اور مکڑی کے جالوں سے بھر گیا۔ اسی

طرح پورا عالم مکڑی اور مکڑی کے جالوں سے بھر گیا۔ آج فلاں مکڑی (سربراہ مملکت) فلاں مکڑی کے پاس گئی۔ فلاں مکڑی، فلاں مکڑی، سے ملی اور فلاں گورا مکڑا چلا اور لال مکڑی سے ملا۔ اور چار گھنٹے تک اس سے بات چیت کی۔ اور فلاں اتنے مکڑے (سربراہان مملکت) جمع ہوئے۔ خدائے پاک کی قسم مکڑی کے جالے سے زیادہ یہ اہمیت نہیں رکھتے۔ خدا کی طاقت کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

● اللہ کے عذاب کا جھاڑو:

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم والوں کو دعوت دی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم والوں کو دعوت دی اور یہ ہمارے نبی ﷺ کی دعوت تھی اور ہمارے صحابہؓ کی دعوت تھی۔ تم بھی اس دعوت کو لیکر ساری دنیا کے اندر پھیل جاؤ۔ اور ساری دنیا کو یہ بتادو کہ خدا کی طاقت کو تسلیم کروگے تو تمہارے بیڑے پار ہوں گے۔ اور اگر خدا کی طاقت کو تسلیم نہیں کروگے تو تمہارے بیڑے پار غرق ہوں گے۔ ان جالوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فرعون کے پاس ملک کا جالا، ہامان کے پاس وزارت کا جالا، قارون کے پاس مال کا جالا تھا۔ یہ بنی اسرائیل کو خوب دھتکار رہے تھے۔ اس وقت جب ان کے اندر ایمان کی طاقت نہیں تھی۔

لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ دعوت کی فضا بنائی۔ بنو اسرائیل کے دلوں کے اندر اللہ کی طاقت کا یقین پیدا ہو، تب اللہ پاک نے مصر کے جالوں کو صاف کرنے کا ارادہ کیا۔ تب عذاب کا ایک جھاڑو آیا۔ اور فرعون کے ملک کا جالا صاف کردیا۔ اور اللہ کے عذاب کا دوسرا جھاڑو آیا تو قارون کے مال کا جالا صاف کردیا اور اللہ کے عذاب کا تیسرا جھاڑو آیا تو ہامان کی وزارت کا جالا صاف کردیا۔ یہ

سارے کے سارے جالے ہیں۔ خدائے پاک کی قسم ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

● ہماری طاقت بندوق کی ایک گولی سے بھی کم:

یہ ہم اپنی طاقت نہیں بتارہے ہیں۔ ہم اس اللہ کی طاقت بتارہے ہیں جس اللہ کے ماننے والے ہیں۔ ہماری تو صرف اتنی طاقت ہے کہ کوئی ہمیں گولی ماردے اور ہماری موت کا وقت آگیا ہے تو ہم مرجائیں گے بلکہ اس کیلئے گولی کی بھی ضرورت نہیں اگر کوئی گھونسا ماردے اور ہمارا وقت آچکا ہے تو ہم مرجائیں گے۔ ہم اپنی طاقت کو نہیں بتارہے ہیں۔ جس اللہ کے ہم قائل ہیں اور جس اللہ کو ہم ماننے والے ہیں اس اللہ کی ہم طاقت بتارہے ہیں۔

● روحانی طاقت بھی خدائی گرفت سے نہیں بچاسکتی:

جاؤ تم پوری دنیا کے اندر پھیل جاؤ۔ امریکہ میں پھیل جاؤ۔ کینیڈا میں پھیل جاؤ۔ سال سال کی، چالیس چالیس دن کی جماعتیں لیکر پھیل جاؤ۔ کینیڈا میں پھیل جاؤ، امریکہ میں پھیل جاؤ۔ اور ہر جگہ جاکر بتاؤ کہ اگر خدا کی طاقت تمہارے خلاف ہوگئی تو تم کچھ نہیں کرسکوگے۔ جب خدا کی پکڑ آجائے گی تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں کچھ نہیں کرسکیں گی۔

میں تو اس سے بھی آگے بڑھ کر کہوں گے کہ اگر خدا کی پکڑ آجائے تو روحانی طاقت بھی نہیں بچاسکتی۔ جب خدا کی پکڑ آگئی تو نوح علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچاسکی۔

● ایمان کی طاقت کے معنی:

ایمان کی طاقت کے معنی ہیں اللہ کی طاقت کا یقین دل کے اندر آجائے اور

مخلوقات کی طاقت کا ڈر دل سے نکل جائے۔ مخلوقات کی طاقت کا ڈر دل سے نکلے گا قربانیوں سے۔ اور اللہ کی طاقت کا دل کے اندر یقین آئے گا بار بار اللہ کا بول بولنے اور سننے سے اور دعوت کی فضا بنانے سے۔

● کرنے کے دو کام:

پیارے دوستو! اس ایمان کی طاقت کو زیادہ کرنے کیلئے دو کام کرنے ہوں گے:

ایک تو دعوت کی فضا بنانا۔ بار بار اللہ کی بڑائی کا بول بولنا اور سننا۔ گھروں کے اندر اللہ کی بڑائی کا بولنا اور سننا عورتوں اور بچوں میں بولنا اور سننا مسجدوں کے اندر بولنا اور سننا۔ بازاروں میں بولنا اور سننا۔ سڑکوں پر بولنا اور سننا۔ ملکوں ملکوں کے اندر جا کر بولنا اور سننا۔ اس طرح ہر جگہ جا کر دعوت کی فضا بنانا اور اس کیلئے قربانی دینا۔ جب قربانی دیں گے تو مخلوقات کا یقین نکلے گا۔ اور جب دعوت دیں گے تو خدا کا یقین آئے گا۔ اس لئے ایک تو دعوت کا دینا ضروری ہے۔ اور دوسرے اللہ کا بول بولنا ضروری ہے۔

● دنیا میں دین زندہ ہو جائے یا ہماری اور تمہاری قبریں یورپ میں بنیں:

یہ کام صرف چار مہینے کا نہیں صرف سال بھر کا نہیں قرآن میں کہیں چار مہینہ اور ایک سال نہیں ہے۔ یہ سال اور چار مہینہ تو صرف عادت ڈالنے کیلئے ہے۔ قرآن نے تو ہمیں بتادیا کہ پوری جان اور پورا مال خدا خرید چکا:-

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ"

یہ ساری زندگی کا کام ہے کرتے کرتے مرو اور مرتے مرتے کرو۔

پیارو! بستر لپیٹ کر اللہ کے راستے میں نکل جاؤ یا تو اللہ کا دین دنیا میں زندہ ہو جائے یا ہماری اور تمہاری قبریں جا کر یورپ میں بنیں۔ اب بتاؤ تم میں سے کون ہے جو پوری زندگی مشورے کے مطابق گزارنے کیلئے تیار ہے۔

بیان ⑤

یہ تقریر
نومبر 1994ء
کو
تبلیغی مرکز دہلی میں ہوئی

اجتماعیت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے کو نفع پہنچائے، دوسرے سے نفع لینے کی فکر نہ کرے۔ اللہ سے لینا اور بندوں کو دینا اس سے اجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ سے لینے کا نام عبادت ہے اور بندوں کو دینے کا نام خلافت ہے۔ یعنی ایک ہاتھ پھیلا رہے ہیں اللہ سے لینے کیلئے، اور دوسرا ہاتھ پھیلا رہے بندوں کی طرف، دینے کیلئے۔

اسی تقریر کا ایک پیراگراف

خطبہ مسنونہ

اما بعد! قال الله تبارك و تعالىٰ:

اعوذ بالله من الشيطان الرّجيم

بسم اللهِ الرَّحمٰن الرّحيم

وَالسّٰبِقُوْنَ الاَ وَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَداً ذٰالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورة توبه ۱۱)

وقال النبى صلى الله عليه وسلّم:۔

اَصْحَابِىْ كَالنُّجُوْمِ، بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

اوكمال قال عليه السلام

● صحابہؓ کی زندگی ہمارے لئے اُسوہ ہے:

محترم بزرگو اور دوستو! میں نے خطبہ میں ایک حدیث شریف پڑھی ہے۔ اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ ہدایت کی توفیق کے تم اگر طلبگار ہو،

ہدایت والی زندگی تم اپنانا چاہتے ہو،

ہدایت کی روشنی تم اگر لینا چاہتے ہو،

توتم میرے صحابہ میں سے جس کسی کی اتباع کرلوگے، تمہیں

ہدایت ملے گی۔

روشنی ملے گی۔

ایمانی زندگی گزارنے کا قرینہ ملے گا۔

اگر تم دعوت و تبلیغ کی محنت سے جڑے ہوئے ہو۔ طلب علم کا مشغلہ اپنا رہے ہو۔ تجارت و حرفت کو ذریعہ معاش کے طور پر منتخب کر رہے ہو۔ سیاست و سیادت کے میدان میں اتر پڑے ہو، جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ سینہ میں موجزن ہو یا خدمت خلق کی سعادت سے سرفراز ہو رہے ہو تو زندگی کے ان تمام میدانوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں

صحابہ کرام کے مجاہدات،

صحابہ کرام کے ارشادات،

صحابہ کرام کے معمولات،

ہمارے اور تمہارے لئے رہنما ہیں، مثال ہیں، معیار ہیں۔

دین کیلئے قربانیاں،

دینی اخلاق میں طاقت،

اور دین کی حفاظت کیلئے جدوجہد،

یہ خوبیاں ہمارے اندر آئیں گی دور صدیقی سے۔

اور اگر مخلصین و متبعین دین کی قربانیوں کے نتیجہ میں اور دعوت و تبلیغ کی پوری دنیا میں چل رہی محنت کے نتیجہ میں، امت مسلمہ دنیاوی جاہ و حشمت، ثروت و دولت اور عزت

وعظمت سے ہمکنار ہوتی ہے۔ تو پھر اس وقت دور فاروقی ہمارے لئے رہنما ہوتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کا دور ہمارے لئے مینارۂ ہدایت بنتا ہے۔

بے مثال فتوحات اسلامی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا امت میں چلن۔

علوم وفنون کی خدمت پر نظام حکومت کی تشکیل۔

اعلیٰ اصول تمدن پر نظام حکومت کی تشکیل۔

زندگی کے ان تمام گوشوں میں سیرت فاروقی اور ان کے کارنامے ہمارے لئے ہدایت ہیں، گائیڈ ہیں، رہنما ہیں۔

زندگی کے ہر دور میں

● صحابہؓ ہمارے لئے رہنما ہیں:

مگر چونکہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت مطہرہ وہ شریعت ہے، جو قیامت تک کے جملہ انسانوں کیلئے نسخہ ہدایت ہے اور قیامت تک دعوت و تبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس شریعت مطہرہ کے اصول پر انسانوں کو جمع فرماتے رہیں گے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے انسانوں کو قیامت تک اصول ملیں گے اور ہم زندگی کے کسی بھی معاملے میں صحابہ کرام کی زندگی سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

فتنوں کا سیلاب ہو، مال و دولت کی فراوانی ہو، فتوحات کا دور دورہ ہو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے ہمیں اصول ملیں گے۔

اور اگر اختلاف وانتشار ہو، بدامنی و بے کسی کا ماحول ہو جب بھی صحابہ کرام کی زندگیوں سے ہمیں نجات اور کامیابی کے زریں اصول ملیں گے۔

اختلاف وانتشار کے ماحول میں بھی

● صحابہؓ کرام کا عمل ہمارے لئے اسوہ ہے:

اختلاف وانتشار کا ماحول جو ملک میں بے اطمینانی اور بدامنی کی فضا پیدا کر رہا ہو لیکن ہو دونوں طرف مخلص۔ اختلاف کرنے والے اغراض پسند نہ ہوں اور ان کے درمیان کچھ اغراض پسندوں نے سازش کے ذریعہ اختلاف کرادیا ہو تو ایسے وقت میں، اس اختلاف کے دور میں کام کرنے والے کیا کریں؟

یہ اصول ملیں گے حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں۔

● حضرت عثمان غنیؓ کے دور سے سبق:

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مخلص کام کرنے والوں کے درمیان اغراض والوں نے اختلاف کرادیا تھا۔ یہ باغی لوگ تھے جنہوں نے اختلاف کرایا۔ حضرت عثمانؓ سے انہوں نے یوں کہا کہ تم خلافت چھوڑ دو ہم دوسرا خلیفہ بنائیں گے۔ حضرت عثمانؓ انہیں سمجھا رہے تھے مگر وہ دنیا کے طالب تھے، نہ مانے۔

تب مخلص صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ سے یوں کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم باغیوں کو قتل کردیں۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہے، میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اب آپ کے ساتھی چپ ہوگئے۔

پھر ساتھیوں نے کہا کہ حضرت! اگر آپ ان کے قتل کا حکم نہیں دیں گے تو پھر یہ آپ کو قتل کردیں گے۔ اس لئے آپ کی جان بچانے کا صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے۔ کہ آپ خلافت چھوڑ دیں تاکہ آپ کی جان بچے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں خلافت نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ اللہ کے

پیارے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے اور یوں کہا ہے کہ:

"عثمان تم کو ایک لباس پہنایا جائے گا اور لوگ اسے اتارنے کا مشورہ دیں گے۔ اور تم اترنے مت دینا۔ اور وہ یہ خلافت کا لباس ہے"

● جان کو خطرے میں ڈال کر حکم نبیؐ کی پیروی کی:

حضرت عثمان غنیؓ نے خلافت کو نہیں چھوڑا۔ یہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے حکم کو پورا کرنے کیلئے۔ ورنہ قطعاً ان میں خلافت کی ہوس نہیں تھی۔

حضرت عثمانؓ پر بعض نافہم لوگوں نے الزام لگایا ہے کہ ان کو عہدے کی بڑی ہوس تھی۔ مخلص دوستوں کے مشورہ پر بھی عہدہ نہیں چھوڑا۔ یہ ناسمجھی کی بات ہے۔ حضرت عثمانؓ بالکل صاف تھے۔ صرف حضور ﷺ کی بات کو پورا کیا تھا۔

● حضرت عثمان غنیؓ کے اصول:

حضرت عثمانؓ کے مخلص دوستوں نے کہا کہ حضرت! آپ باغیوں کو قتل کرنے کا حکم بھی نہیں دیتے اور نہ خلافت چھوڑتے ہیں، پھر تو باغی آپ کو ماردیں گے۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یہ میرے بس کی چیز نہیں۔

پھر یہی ہوا کہ باغی حضرت عثمانؓ کے مکان میں آگئے اور لوہے کا تار لیکر حضرت عثمانؓ کے سر پر مارا۔ قرآن آپ سامنے رکھا ہوا تھا۔ خون کے چھینٹے قرآن پر گرے جہاں لکھا ہوا تھا:-

"فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ"

تمہاری طرف سے اللہ کفایت کرے گا۔

اور حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوگئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

تو اگر اغراض والے مخلص کام کرنے والے میں اختلاف کرادیں، تب حضرت

عثمانؓ کے اصول چلیں گے۔

حضرت عثمانؓ کے اصول کیا ہیں؟ تحمل کرنا، برداشت کرنا، صبر کرنا، لیکن اللہ و رسول کے حکموں کو نہ چھوڑنا۔

خانہ جنگی کے وقت میں بھی ——

● صحابہؓ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی:

لیکن یہ اغراض والے مخلص کام کرنے والوں میں اگر اتنا اختلاف کرادیں کہ آپ میں لڑائی ٹھن جائے تو ایسے وقت میں حضرت علیؓ کے اصول چلیں گے۔ حضرت علیؓ کے دور میں اغراض والوں نے مخلص کام کرنے والوں میں لڑائی کرادی۔ چنانچہ دو لڑائیاں ہوئیں۔

ایک جنگ جمل، اور

دوسری جنگ صفین۔

دونوں طرف مخلص کام کرنے والے۔ لیکن اغراض والوں نے ان میں آپس میں لڑائی کرادی۔ ایسے وقت میں حضرت علیؓ نے کیا برتاؤ کیا؟ یہ برتاؤ برتا کہ چاہے سامنے لڑنے والے ہیں مگر ان کی محبت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ان کے اکرام میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ان کے ملنے ملانے میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ایک طرف تو حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی ہیں اور دوسری طرف اغراض والوں نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو کردیا۔ رضی اللہ عنہما۔ ایک مجمع ان کے ساتھ، ایک مجمع ان کے ساتھ۔

اور دوسری میں ایک طرف حضرت علیؓ ہیں اور دوسری طرف حضرت معاویہؓ

ہیں۔ دونوں طرف مخلصین کا مجمع ہے۔ مگر اغراض والوں نے گھس کر جنگ کرادی۔

● حضرت علیؓ کا اپنے مخالفین کے ساتھ برتاؤ:

جنگ کے اس زمانہ میں بھی حضرت علیؓ کا رویہ اپنے مخالفین کے ساتھ کیا تھا؟

میں بتاتا ہوں:

دوستو اور بزرگو! جب حضرت علیؓ کے ساتھی نے حضرت زبیرؓ کو شہید کردیا تو حضرت علیؓ کا وہ ساتھی حضرت علیؓ کے پاس آیا انعام لینے کیلئے۔

دوستو سن رہے ہو وہ شقی کہہ رہا ہے کہ میں نے حضرت زبیرؓ کو جہنم میں بھیج دیا، لیکن حضرت علیؓ نے چہرہ پھیر لیا۔ ناراض ہوگئے۔ ڈانٹا اور یوں کہا: حضرت زبیرؓ تو جنت میں ہیں۔ اور تو جہنم میں جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"زبیر (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور زبیر (رضی اللہ عنہ) کا قاتل جہنمی ہے"

اس لئے تو ضرور جہنمی ہے۔

تو دیکھئے اپنے گروپ کا آدمی ہے۔ اس نے غلط کام کیا تو اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ حضرت علیؓ کے اصول سے معلوم ہوا کہ اپنے گروپ کا آدمی ہے، غلط کام کیا تو اس سے ناراض ہوگئے اور بہت صدمہ ہوا۔

● حضرت طلحہؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کو صدمہ:

حضرت طلحہؓ شہید ہو چکے ہیں۔ ان کا جنازہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ لاش کے پاس گئے اور دہاڑیں مار مار کر روئے۔ خوش نہیں ہوئے کہ دیکھو میرے مقابلے پر لڑنے آئے تھے مارے گئے۔ نہیں بلکہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ اور حضرت طلحہؓ کی انگلیاں لیکر بوسہ دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ

"ہائے اس شخص نے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کیلئے اپنی کتنی انگلیاں شہید کروائیں۔"

بہت روئے اور رو کر یوں کہا کہ:

"کاش! آج سے کئی سال پہلے میں مر گیا ہوتا تو مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے"

حضرت علیؓ کا رویہ دیکھ کر آپ نے کہ آمنے سامنے لڑنے کی موت پر انہیں کس قدر صدمہ ہے۔ اکرام میں فرق نہیں آیا۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیرؓ عنہا کی اولاد و رشتہ داروں کے ساتھ زندگی بھر حضرت علیؓ محبت کا معاملہ کرتے رہے۔

نماز علیؓ کی اچھی اور کھانا تمہارا اچھا ہے:

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک دوسری بھی جنگ ہے۔ حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان خود غرضی والوں نے لڑائی کرا دی۔

اس جنگ کے واقعات میں آتا ہے کہ ایک صاحب حضرت علیؓ کے ساتھی تھے۔ لیکن کھانے کا جب وقت آئے تو وہ حضرت معاویہؓ کے دستر خوان پر نظر آتے۔

جنگ کی صفیں لگتیں تو حضرت علیؓ کے ساتھ۔

نماز کیلئے صف لگتی تو حضرت علیؓ کے ساتھ۔

حضرت معاویہؓ کو اس کے تعلق سے علم ہوا تو بلایا اور بلا کر پوچھا کہ بھائی یہ کیا؟ کھانا تو ہمارے دستر خوان پر اور نماز قتال ان کے ساتھ۔ رہنا ان کے ساتھ۔

اس نے کہا کہ نماز تو حضرت علیؓ کی اچھی ہے۔ ہاں کھانا تمہارا اچھا ہے۔ (اللہ اکبر۔ اللہ غریق رحمت کرے)

حضرت معاویہؓ نے ان کو اجازت دے دی اور ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اسے روکنا مت، دستر خوان پر کھانے کیلئے آئے تو کھانے دینا۔

قیصر روم کو حضرت معاویہؓ کا جواب:

اس جنگ کے دوران حضرت معاویہؓ کے پاس قیصر روم کا سفیر آیا اور کہا کہ

تمہاری حضرت علیؓ سے لڑائی ہو رہی ہے۔ کہو تو مدد کیلئے فوج بھیج دوں؟ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا کہ جا کر کہہ دو کہ یہ تو ہماری آپس میں لڑائی ہے لیکن اگر حضرت علیؓ جہاد کیلئے لشکر تیار کریں اور یہ اعلان ہو کہ قیصر روم پر حملہ کریں گے تو حضرت علیؓ کے لشکر کا سب سے پہلا فوجی معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔

یہ ان لوگوں کے اندر کا خلاص تھا کہ نوبت قتل و قتال کی ہے۔ لیکن اکرام میں اور دین کے تقاضہ کیلئے اپنی انا اور سرداری کا خیال تک نہ ہو۔

یہ جہاد نہیں خانہ جنگی ہے، حضرت علی کا اعلان:

حضرت علیؓ کی فتح ہونے پر لوگ ان کے پاس آئے اور کہا جو لوگ مقابل کے شہید ہوگئے تو کیا ان کی عورتوں کو ہم باندی بنالیں؟

ان کے لڑکوں کو ہم اپنا غلام بنالیں؟

مرنے والوں کے مال کو ہم آپ میں مال غنیمت کے طور پر تقسیم کرلیں؟

اللہ غریق رحمت کرے حضرت علیؓ کو۔ حضرت علیؓ کھڑے ہوگئے، اور اعلان کر دیا:

خبردار! یہ جہاد نہیں ہے آپس کی خانہ جنگی ہے۔ اس لئے جو شہید ہوگئے ان کی عورتیں بالکل آزاد ہیں۔

ان کے بچے بلا شبہ آزاد ہیں۔

مال ان کا قرآن کے مطابق ان کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

دور علویؓ کی خانہ جنگی میں مسلمانوں کیلئے رہنمائی:

محترم بزرگو اور دوستو! حضرت علیؓ کے زمانے میں آپس کی جو خانہ جنگی ہوئی، اگر یہ نہ ہوئی ہوتی تو قیامت تک مسلمانوں کے اندر آپس کی لڑائیوں میں کیا کرنا ہوگا؟ کتنا مشکل ہوتا ہے۔ قرآن پاک کے اندر ایک آیت ہے:

"وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ" (پ۲۶)

اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرادو۔ پھر اگر چڑھا چلا جائے، ان میں سے ایک دوسرے پر، تو تم سب لڑو۔ اس چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر آیا تو ملاپ کرادو ان میں برابر اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں انصاف کرنے والوں سے۔

قرآن پاک کی ان آیات کا مطلب سمجھنا بڑا مشکل ہوتا۔ اگر حضرت علیؓ کے دور کے یہ واقعات نہ ہوتے۔

◉ خلفاء راشدین کا مقام:

رسول پاک ﷺ فرما گئے ہیں:۔

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" (الحدیث)

یعنی اے مسلمانو! میرے طریقے کو مضبوطی سے پکڑلو۔ اور خلفاء راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑلو۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ جب دنیا سے پردہ فرما گئے تو وہ دور آیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ کے دور تک کبھی نہیں آیا۔

نبی تو اور بھی پردہ فرما گئے لیکن نبی کے دنیا سے جانے کے بعد پھر دوسرے نبی کے آنے کا دنیا میں انتظار رہتا تھا۔ ہمارے نبی ایسے گئے کہ اب دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

◉ خلافت کیا ہے؟

حضور اکرم ﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد پھر یہ امت نبیوں والا کام

کیسے کرے؟ اس بات کا پتہ چلے گا خلفاء راشدین کے دور سے۔

خلافت کیا ہے؟

نبی کی ذات کے بعد نبوت والا کام نبی والے طریقے پر کرنا۔

خلافت کیا ہے؟

ذات نبوت کے بعد کار نبوت کو نہج نبوت پر کرنا۔

یہ ہے خلافت، اور یہ خلفاء راشدین کے دور سے معلوم ہوگا۔

◉ دور خلافت کے راہنما اسباق:

اجازت دیجئے کہ میں اپنی گزشتہ بات ایک بار پھر دہرادوں:

دور صدیقی ہمیں بتاتا ہے کہ چاروں طرف سے جب فتنے کھڑے ہو جائیں اور دین مٹنا شروع ہو جائے تو کام کرنے والے قربانیاں کیلئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ قربانی میں امت کو آگے بڑھایا اور اللہ نے فتنے دور کردیئے۔

دور فاروقی نے بتایا کہ جب مخلص کام کرنے والوں پر دنیا حلال بن کر آجائے بغیر مانگے ہوئے تو اس وقت میں سادگی کے اندر فرق نہ آوے اور جتنا مال ہو سکے دین کے کام پر لگادیا جائے۔ قرآن وحدیث کے تقاضوں کے مطابق خرچ کیا جائے۔

دور عثمانی نے کیا بتایا کہ دین کے کام کرنے والوں پر جب مصیبت آجائے اور اغراض والے گھس کر ان میں اختلاف کرادیں، تو تحمل، برداشت، اور صبر سے کام لیا جائے لیکن اللہ ورسول کے حقوق نہ چھوڑے جائیں۔

اور اگر اغراض والے اخلاص والوں میں جنگ کرادیں تو ایسے موقعہ پر حضرت علیؓ والے اصول چلیں گے۔ کہ اکرام واحترام اور آپس کی محبت میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔

یہ ہے خلافت راشدہ کا خلاصہ۔

• قیامت تک کیلئے اصول:

قیامت تک اس امت پر جتنے حالات آنے والے ہیں ملکوں میں، خاندانوں میں، قوموں میں، گھروں میں۔ ان حالات کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟ اور نبی ﷺ کا کیا طریقہ؟ اس کو سمجھنے کیلئے

تیئس سال رسول اکرم ﷺ والے۔

ڈھائی سال صدیق اکبرؓ والے۔

بارہ سال حضرت عمر فاروقؓ والے۔

بارہ سال حضرت عثمان غنیؓ والے۔

پانچ سال حضرت علیؓ کا زمانہ۔

یہ تمام زمانے قیامت تک امت کیلئے اصول رہیں گے۔ ہمارے جتنے علماء اور مشائخ درمیان میں گزرے امت پر بہت سے حالات آئے تو انہوں نے قرآن کو ہاتھ میں لیکر دیکھا کہ کیا کرنا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حدیثوں کو لیکر دیکھا کہ کیا کرنا ہے۔

اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کو سامنے رکھ کر دیکھا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔

علماء اور مشائخ نے غور کر کے امت کی رہنمائی کی ہے۔

• صحابہؓ ہمارے لئے نمونہ ہیں:

ہمارے لئے تین چیزیں ہیں:

ایک طرف قرآن۔

ایک طرف رسول اکرم ﷺ کی حدیثیں۔

اور ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں۔

کیونکہ قرآن کہتا ہے:

"وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"(پ ۱۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ مہاجرین اور انصار سے اللہ راضی ہے۔ دوسرے ان لوگوں سے بھی راضی ہے۔ جو مہاجرین اور انصار کے پیچھے پیچھے اخلاص سے چلے۔

قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ قیامت تک صحابہ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے۔

• جنت میں جانے والے لوگ:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اندر بہتر فرقے ہوئے اور میری امت کے اندر تہتر فرقے ہوں گے بہتر تو جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت کے اندر جائے گا۔

جنت کے اندر جانے والا فرقہ کون ہوگا؟

"مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ"

جس راستے پر میں اور میرے صحابہ کی زندگی قیامت تک امت کیلئے نمونہ ہے۔

معلوم ہوا کہ قیامت تک مسلمانوں کیلئے تین باتیں رہنما ہیں:-

ایک طرف قرآن۔

ایک طرف حدیث۔

ایک طرف صحابہ کی زندگی۔

صحابہ کے آپسی اختلافات کا راز:

اب رہا یہ کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان بہت سی باتیں ایسی ہوئیں کہ جس کے تعلق سے ان میں آپسی اختلاف ہوا۔ مگر اس کے اندر اللہ کی بڑی مصلحت یہ تھی کہ بعض مناسب لوگوں سے دعوت کا کام دنیا میں لینا ہے تو کس اصول سے ایسے نامناسب لوگوں کو مناسب راستے پر لایا جائے۔ ان اختلافات میں یہ اصول مضمر ہیں۔ پوشیدہ ہیں اور قیامت تک ہی اصول چلیں گے۔

کہ صحابہ کرام کی زندگی ہمارے سامنے ہو۔ کہ نامناسب کام ہو جانے کے بعد انہوں نے رو دھو کر توبہ کی۔ تو اللہ نے انہیں معاف کردیا۔ لہٰذا ہر صحابی "رضی اللہ عنہ" ہوا۔ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا۔

حضرت امیر معاویہؓ بادشاہوں کیلئے نمونہ ہیں:

خلافت راشدہ پوری ہوئی۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کا دور آیا۔ حضرت معاویہؓ حضور اکرم ﷺ کے صحابی ہیں۔ حالت کفر و شرک میں کچھ بھی انہوں نے کیا لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو پچھلے سارے گناہ مٹ گئے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت میں نہیں پوچھیں گے۔ حضرت معاویہؓ بھی اس امت کے واسطے رہبر ہیں۔ حضرت معاویہؓ کا زمانہ بعد والے زمانہ میں ہونے والے بادشاہوں کے واسطے نمونہ ہے۔ بادشاہ لوگ اپنی بادشاہت کا نظام کیسے چلائیں؟ حضرت امیر معاویہؓ ان کیلئے نمونہ ہیں۔

یا اللہ! کوئی مجھے ٹوکنے والا نہیں، امیر معاویہؓ کا واقعہ:

ایک قصہ سناؤں آپ حضرات کو!

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"مسلمانو! بیت المال میں مسلمانوں کا جو اجتماعی مال ہے، ہمارا ہے جہاں جی چاہے گا ہم خرچ کریں گے۔ جس کو جی چاہے دیں، اور جس کو چاہیں نہ دیں"

حضرت معاویہؓ نے خطبہ میں یہ کہا کہ اور سارا مجمع ٹھنڈا تھا۔ کیونکہ ان کی ہی حکومت تھی۔ تین چار ہفتے ہر جمعہ کو خطبے میں یہ بات کہی۔ لیکن مجمع چپ! پھر ایک مرتبہ یہ خطبہ دیا تو ایک بڑے میاں کھڑے ہوئے اور بھرے مجمع میں کہا:

حضرت! مسلمانوں کا اجتماعی مال بیت المال کا ہے۔ یہ آپ کا نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا ہے۔ بغیر مسلمانوں سے مشورہ کئے آپ کو خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ بڑے میاں کو لیکر گھر گئے۔ اور اس کے بعد والے جمعہ کو تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ اور خطبہ دے کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی ایک بات سنی تھی۔ وہ اس کے متعلق تھی ۔ کون سا بادشاہ جنتی ہے اور کون سا بادشاہ جہنمی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ بادشاہ جہنمی ہوگا جو اجتماعی مال کو چاہے تبلیغ کے اندر ہو، چاہے کسی اور ادارے میں، اس کا کھانا جائز نہیں۔ جس طرح یتیم کے مال کو ہر ایک کیلئے کھانا جائز نہیں۔ یتیم کا جو کاروبار کرے گا اگر وہ مستغنی ہے تو وہ اس میں سے ایک پیسہ نہ لے۔ لیکن اگر ایک آدمی تنگدست ہے اور یتیم کے کاروبار کو سنبھال رہا ہے تو قرآن ضرور اتنی اجازت دیتا ہے کہ اپنی ضرورت کو پورا کرلے۔ اجتماعی مال بہت ہی فکر کے قابل ہے۔ قیامت کے دن اس کا حساب ہوگا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے خطبہ میں یہ کہا کہ یہ حدیث نے حضور ﷺ سے سنی۔ اب میں نے یہ بات کہہ کر دیکھنا چاہا کہ میں جنتی ہوں یا جہنمی۔

● اللہ کے کرم سے امید ہے کہ جنت ملے گی، کیونکہ ایک ٹوکنے والا مل گیا (امیر معاویہؓ)

حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ جب میں نے کئی مرتبہ خطبے دیئے اور سارا مجمع سناٹے میں رہا۔ تو میں سارے دن دہاڑیں مار مار کر روتا رہا کہ:-

اے اللہ! تیرے نبی کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ میں ایک غلط بات پورے مجمع میں کہہ رہا ہوں۔ کوئی مجھے ٹوکنے والا نہیں ہے اس فرمان کے مطابق تو میں جہنمی ہوں گا۔ اس لئے میں روتا رہا۔ لیکن جس دن بڑے میاں نے کھڑے ہو کر بھرے مجمع میں ٹوکا، تو مجھے اطمینان ہوا۔ اور میں بہت خوش ہوا کہ اے اللہ تیرے رحم و کرم سے امید ہے کہ جنت ملے گی۔ کیونکہ ایک ٹوکنے والا مجھے مل گیا۔

● موجودہ دور کون سا دور ہے؟

محترم دوستو! ایک قصہ سنا دوں!

ایک جگہ پرانے کام کرنے والے عرب حضرات ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوئے ہمارا بیان ہوا۔ موضوع ''خلفائے راشدین کا دور'' تھا۔ میں نے بہت مختصر بیان کیا اور پھر عربوں سے میں نے پوچھا کہ بتاؤ یہ کون سا دور ہے؟ دور صدیقی ہے، فاروقی ہے یا دور عثمانی یا دور علوی۔

ایک پرانے عرب کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ دور فاروقی دکھائی دیتا ہے!

میں نے کہا کیوں؟

انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے کہ دین کا جو بھی کام کرنے والے ہیں، ان کے پاس آج مال اچھا خاصا آ گیا ہے۔

● دور فاروقی مال آنے سے نہیں بنتا:

میں نے عرض کیا کہ دور فاروقی صرف مال آنے سے نہیں بنتا۔ دور فاروقی بنتا ہے دور صدیقی کی قربانیوں کے نتیجہ میں۔ تو دور صدیقی یہ جڑ کا دور ہے۔ اس کے اندر خوب قربانیاں ہیں۔

دور صدیقی میں ایمان میں طاقت پیدا کی گئی۔

دور صدیقی میں اخلاق میں خوب قوت پیدا کی گئی۔

جس سے دین کا درخت خوب نکھرا۔ اس لئے دور نبوی اور دور صدیقی جڑ کا دور ہے اور دور فاروقی پھل کا دور ہے۔ دور فاروقی آتا ہے دور صدیقی کے نتیجے میں۔ خالی مال آنے سے دور فاروقی نہیں بنتا۔

● دور فاروقی کب بنتا ہے؟

دور فاروقی اس وقت بنتا ہے جبکہ قربانیاں دے کر چاروں طرف دین پھیلے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مخلصین کے قدموں پر دنیا حلال بنا کر ڈال دیں۔ دنیا بغیر مانگے آوے اور حلال طریقے پر آوے۔ تب یہ دور فاروقی ہے۔

غور کرو! آجکل مال جتنا آرہا ہے، کاروبار کے راستے سے یا کسی اور واسطے سے۔ اس میں اکثر و بیشتر حرام ملے گا۔ دوسرے مال مانگ مانگ کر جمع کیا تو یہ دور فاروقی نہیں۔

وہاں مال مانگا نہیں گیا تھا۔ بغیر مانگے حلال مال آیا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے مال حلال بن کر بغیر مانگے ہوئے مسلمانوں کے پاس آئے۔

● مدارس دینیہ کے چندہ کو حرام کہنا ہمارا منہ نہیں:

لیکن میرے محترم بزرگو اور دوستو! تم لوگ مدرسہ والوں پر اعتراض مت کرنا

کہ بھائی یہ لوگ تو چندہ مانگ مانگ کر مدرسے چلا رہے ہیں۔

چندہ مانگنا اگر حرام ہوتا تو پھر جن مدرسوں میں ہم لوگوں نے پڑھا اور بڑے بڑے علماء جو قرآن و حدیث سے واقف ہیں جب انہوں نے چندہ کو حلال کہا ہے تو چندہ کو حرام کہنا یہ ہمارا تمہارا منہ نہیں ہونا چاہئے۔

"لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ" (پ ۲۸)

یہ ان کے اصول ہیں۔ اسی اصول پر وہ عمل کرتے ہیں۔ کیسا مانگنا حلال ہے اور کیسا مانگنا حرام ہے۔ علماء یہ چیز اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس پر ہمیں بالکل اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی جان بچانے کیلئے مردار کا کھانا جائز ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان مسائل کے اندر ہمیں بولنا نہیں ہے۔

● ممنوع طریقے پر مال آیا تو دور قارونی ہے:

لیکن دور فاروقی اس وقت بنتا ہے جبکہ حلال مال آئے اور بغیر مانگے آئے یعنی ایسے مانگے بغیر جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ پھر تو یہ دور فاروقی ہے۔ اور اگر شریعت کے منع کئے ہوئے طریقے پر مانگ کر آیا یا مال حرام کا آیا تو پھر دور فاروقی نہیں بنے گا بلکہ یہ دور قارونی بنے گا۔

● وہ لوگ جن کیلئے یہ دور فاروقی بن سکتا ہے:

اس دور قارونی کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام والی بے چینی اور بے قراری کام آئے گی۔

لیکن میرے محترم دوستو! اگر دین کے کام کرنے والوں کے پاس مال آیا تو ہمیں حق نہیں ہے کہ ہم سب کے بارے میں یہ کہہ دیں کہ یہ دور قارونی ہے۔ کیونکہ کچھ مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کے پاس مال آیا اور بغیر

مانگے آیا اور حلال کا آیا تو ان کیلئے ہم دور قارونی نہیں کہہ سکتے۔ ان کیلئے دور فاروقی بن سکتا ہے۔

عام طور سے جو دکھائی دیتا ہے تو یہی ہے کہ مال حرام طریقہ سے آتا ہے یا مانگنے سے آتا ہے لیکن اگر کہیں ایسا نہیں تو پھر وہاں دور فاروقی ہے۔

● موجودہ دور دورِ عثمانی نہیں بن سکتا:

جب میں نے یہ بات کہی تو وہ عرب صاحب جنہوں نے دور فاروقی بتایا تھا بیٹھ گئے تب ایک دوسرے عرب صاحب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ دور عثمانی ہے! میں نے کہا کہ کیوں؟ ——— انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ آجکل دین کا کام کرنے والوں میں اختلاف بہت ہے ——— میں نے کہا دور عثمانی اس وقت بنتا ہے جب دونوں طرف مخلصین ہوں اور ان میں اختلاف کرنے والے اغراض والے اور دنیا طلبی والے ہوں تب تو دور عثمانی بنے گا ——— لیکن اگر دونوں طرف اغراض والے ہوں دونوں طرف دنیا طلبی والے ہوں۔ دونوں طرف مال کی طلب رکھنے والے ہوں پھر یہ دور عثمانی نہیں بنے گا۔ کیونکہ دونوں طرف اغراض والے تھے ان میں اختلاف ہوا تو یہ تو دور شیطانی بنا اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام والے آنسو کام میں آئیں گے۔

● وہ لوگ جن کیلئے یہ دور دور شیطانی نہیں بن سکتا:

اکثر و بیشتر جگہ دین کا کام کرنے والوں میں جب اختلاف ہوتا ہے تو عام طور سے دونوں طرف اغراض والے ہوتے ہیں۔

لیکن اگر کہیں پر دونوں طرف اخلاص والے ہوں اور دنیا طلبی والے لوگوں نے اختلاف کرا دیا ہو تو وہاں دور عثمانی بنے گا۔ مستثنیات ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ہمیں الزام نہیں لگانا چاہئے کہ جہاں اختلاف ہے اس کو شیطانی کہنا شروع کر دیں۔ ہمیں حق نہیں۔

• دورِ علوی کب بنتا ہے:

جب میں نے یہ بات کہی تو سارے عرب چپ، کہ ہماری زبان پر یہ بھی نہیں آرہا کہ یہ دور علوی ہے۔ دور فاروقی نہیں، دور عثمانی نہیں پھر دور علوی کیوں نہیں؟

ہر جگہ مسلمان آپس میں لشکر بند ہو کر لڑ رہے ہیں مگر پھر بھی ہمیں ہمت نہیں کہ کہیں یہ دور علوی ہے!

کیونکہ یہ دور دور علوی اس وقت بنے گا جب دونوں طرف لڑنے والے مخلصین ہوں۔ یہاں تو پوری دنیا میں جتنی لڑائیاں چل رہی ہیں۔ وہ تو ملک ومال کیلئے چل رہی ہیں۔

• دوسرے کے بارے میں حسنِ ظن اپنے بارے میں فکر مند:

لیکن ایک بات کھل کر عرض کردوں کہ پورے عالم کے اندر مسلمانوں کی آپس کی جتنی لڑائیاں ہیں، ان سب کے بارے میں ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ کہہ سکیں کہ یہ اپنے اغراض کیلئے لڑے اگر کہیں کوئی لڑائی اللہ کے دین کیلئے ہو رہی ہو تو وہاں دور علوی بن سکتا ہے۔ حق اور دین زندہ ہو جائے۔ اگر مسلمان کہیں اس کیلئے لڑ رہے ہیں تو یہ دور علوی بن جائے گا اس جگہ کیلئے۔

محترم بزرگو اور دوستو! بات بہت اشاروں کے ساتھ ہو رہی ہے۔ سمجھدار لوگ سمجھ جائیں۔ اور جن کی سمجھ میں نہ آئے وہ سمجھنے کی کوشش بھی نہ کریں۔

دیکھئے ہرگز ہرگز کسی ادارے میں دین کا کام کرنے والے پر کسی طرح کا الزام لگانے کا ہمیں حق نہیں، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ ہر آدمی اپنی فکر کرے۔ دوسرے کے بارے میں حسنِ ظن اور اپنے بارے میں فکر مند ہو تو یہ آدمی بہت ترقی کرے گا۔

• یہ فتنوں کا دور ہے:

پھر عربوں نے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ بتادیجئے میں نے کہا کہ عام طور سے پورے عالم کے جو حالات ہیں اس میں اس وقت ہر جگہ فتنہ ہے۔ جھوٹی نبوت کے دعوے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہمارے لئے بس قرآن ہے یہ حدیث کو نہیں مانتے۔ بعض ایسے ہیں کہ جو حضرت علیؓ کی محبت میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ حد سے زیادہ۔

بعض ایسے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں حکومت آئے گی تو دین چلے گا!

اور ہم کہتے ہیں حکمت ہوگی تو دین چلے گا۔

• ایمان میں طاقت پیدا کرو:

ہم خواہ مخواہ حکومت والوں سے کہیں کہ تم نیچے کو آؤ ہم تمہاری جگہ پر آئیں گے۔ اور اسلام کو پوری دنیا میں چلائیں گے۔ تو یہ پوری دنیا سے لڑائی کا مول لینا ہے۔ اور اگر ہم یہ کہہ دیں حکومت والو! اور اے بڑے بڑے تاجرو! مال تمہارے ہاتھ میں رہے!

اے جاگیردارو! زمین تمہارے ہاتھ میں رہے۔

عہدیدارو! عہدہ تمہارے ہاتھ میں رہے۔

ہم ایک کوڑی تم سے نہیں لے رہے ہیں۔ ہم صرف تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم اپنے اندر ایمان میں طاقت پیدا کرو۔ اور اللہ کی عظمت دلوں میں پیدا کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے پاک طریقے کے اندر لوگوں کا یقین پیدا کرو۔ پاک کلمے والا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرو اور نماز خشوع و خضوع والی سیکھو۔ اور پوری زندگی کے اندر حضورؐ کے طریقے کا علم لیکر اس کے طریقے کے مطابق زندگی گزارو۔

جو بھی کرو، قیامت کے استحضار کے ساتھ:

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ پاک کا ذکر اتنا کرو کہ ہر وقت اللہ کا دھیان جما رہے۔ آخرت کی فکر رہے۔ اس لئے کہ قیامت کے دن تمہیں اللہ کے سامنے جانا ہے۔ اور دنیا کے اندر ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب کا سب باقاعدہ لکھا جا رہا ہے۔ خواہ بھلا ہو یا برا۔ اور یہ سارے کا سارا قیامت کے دن ہر ایک کے سامنے کھل کر آ جاوے گا۔ اور اللہ پاک فرماوے گا کہ اپنا رجسٹر تم دیکھ لو۔ اپنا حساب تم کر لو۔ اس لئے قیامت کے استحضار کے ساتھ۔

تاجر، اپنی تجارت چلائے۔

کھیتی کرنے والا کھیتی کرے۔

حکومت چلانے والا حکومت چلائے۔

سائنس والے سائنسی ترقیات کریں۔

لیکن اللہ کی عظمت ہمارے دلوں میں ہو۔ ہم حضرت رسول اکرم ﷺ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیں۔ اور ہر وقت آخرت کا استحضار ہو۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:-

"وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا"(پ۱۵)

"ہر انسان بھلا یا برا جو کچھ کر رہا ہے وہ اس کے گلے کا ہار ہے اور لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ اور وہ رجسٹر ہر آدمی کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اور یہ کہہ دیا جائے گا کہ اپنا رجسٹر خود پڑھ لے۔ اپنا حساب تو خود کر"

یہ بڑی درد بھری آیت ہے۔ جب آدمی اپنا رجسٹر دیکھے گا، تو تنہائیوں کے اندر

جو کام کئے ہوں گے اور تنہائیوں کے اندر جو باتیں کی ہوں گی وہ ساری کی ساری اس کے اندر لکھی ہوئی ملیں گی۔ اس لئے کہ اللہ کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، وہ سب کے سب، فرشتے لکھتے ہیں۔

قیامت کے دن جب وہ نامہ اعمال یعنی رجسٹر سامنے آئے گا تو انسان حیران رہ جائے گا اور یوں کہے گا:-

"مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا"(پ۱۵)

"کیا ہو گیا اس رجسٹر کو کہ چھوٹی اور بڑی کوئی چیز نہیں چھوڑی اور ہر کوئی عمل جو دنیا میں کیا تھا وہ سب اس کے اندر آ گیا"

آخرت اعمال کے مکافات کی جگہ:

دنیا میں جتنے بھی عمل ہم کرتے ہیں تو جنت میں حوروں، باغات، نہروں اور ایوانوں کی شکل میں بدل جائیں گے اور برے اعمال زنجیروں ہتھکڑیوں بیڑیوں اور سانپ بچھو کی شکل اختیار کر لیں گے۔ اللہ پاک اور اللہ کے نبی ﷺ ہمیں اس کی خبر دے رہے ہیں۔

"سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ"

ہم نے ان کلمات کو زبان سے ادا کیا اور جنت کے اندر درخت لگ گئے۔ زکوٰۃ ادا نہیں کی تو بہت بڑا اژدہا بن گیا۔ زکوٰۃ ادا نہیں کی سونے چاندی کے پترے بنا کر قیامت کے دن داغا جائے گا۔ اور اگر ہم کوئی اچھا عمل کریں گے تو وہ کسی نعمت کی شکل قیامت کے دن اختیار کرے گا۔

اللہ کے خزانے:

اس کی مثال دنیا میں لیجئے! مثلاً:-

ایک گٹھلی ہے آم کی۔ معمولی سی۔ اس کو آپ نے زمین کے اندر ڈالا۔ پانی سے سینچا۔ تو اس کے اندر سے پورا درخت نکل آیا۔ اور سینکڑوں پھل آگئے۔ ان سینکڑوں آموں میں سے ہر ایک کے اندر ایک ایک گٹھلی اور ہر گٹھلی میں سینکڑوں آم۔ تو اس طرح صدیوں تک کروڑوں آم بنیں گے جو محض ایک گٹھلی کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اور اسے اللہ پاک نے نکالا ہے۔

اسی طرح مرد اور عورت جب ملتے ہیں تو منی کے دو قطرے جمع ہونے سے بیٹا پیدا ہوا۔ اب بچہ بڑا ہوا تو اس کے دس بچے ہوئے۔ پھر ان دس بچوں میں سے ہر ایک کے پانچ پانچ لڑکے ہوئے۔ اس طرح سینکڑوں سال تک لاکھوں انسان تیار ہوں گے۔ اور وہ چھپے ہوئے تھے منی کے دو قطروں میں۔ اللہ پاک کہہ رہے ہیں کہ اس پر غور کرو۔

میری قدرت تو دیکھ کتنی بڑی ہے۔

میرے خزانے تو دیکھ کتنے بڑے ہیں۔

خدا کی نعمتوں کا اسٹاک ختم نہیں ہوتا:

دنیا میں اس وقت روزانہ تین لاکھ بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر بچہ کے دو دو آنکھیں ہیں۔ اس طرح اللہ کے خزانہ سے ہر روز چھ چھ لاکھ آنکھیں سپلائی ہو رہی ہیں۔ اور اتنے ہی کان، اتنے ہی ہاتھ۔ لیکن اللہ نے کبھی اعلان نہیں کیا کہ آنکھوں کا اسٹاک ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ اللہ کے خزانے بے شمار ہیں۔

"وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ" (پ۱۴)

ہر چیز کے بے شمار خزانے ہمارے پاس موجود ہیں۔ لیکن اس میں سے جو چیز ہم اتارتے ہیں وہ ترتیب کے ساتھ اتارتے ہیں۔

دین میں سبقت کرنے والے کی فضیلت:

وہ لوگ جو دین کے کام میں آگے بڑھنے والے ہیں جن کے ہاتھوں دوسرے بھی دین سے لگتے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت بتائی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" (پ۲۷)

یعنی دین کے کام میں آگے بڑھنے والے قیامت کے دن اللہ کے قریب ہوں گے۔

"فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ" (پ۲۷)

"ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ" (پ۲۷)

پہلے زمانہ میں زیادہ ہوتے تھے اور بعد میں تھوڑے ہو جائیں گے۔

"عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ" (پ۲۷)

سونے کے تاروں میں جڑے ہوئے تختوں پر تکیے لگا کر یہ جنتی آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

"یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ" (پ۲۷)

چھوٹی عمر کے خدمت گزار چکر لگا رہے ہوں گے۔ کھانے پینے کی چیزیں لیکر۔

"بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ" (پ۲۷)

کپ، گلاس، پیالے شراب سے بھرے ہوں گے۔ شراب گندی نہیں ہوگی۔ جسے لیکر پھر رہے ہوں گے۔ یہ برتن، پیالے ایسے ہوں گے جن سے شراب جھلک رہی ہوگی اور چھلک بھی رہی ہوگی۔ یعنی دیکھنے میں پر تکلف ہوں گے۔

"لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ" (پ۲۷)

شراب ایسی ہوگی کہ اس شراب کے پینے کے بعد سڑک پر چکر نہیں لگائیں گے

اور نہ منہ سے بکواس کریں گے۔

"وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ" (پ۲۷)

جون سے میوے تو چاہے پسند کرے اور جون سے پرندے کا گوشت تو چاہے پسند کرے۔

ایک ضرورت انسان کی بیوی کی بھی ہے، وہ بھی اللہ پاک فراہم کریں گے:۔

"وَحُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ" (پ۲۷)

اور نہایت خوبصورت بیویاں جیسے چھپی ہوئی موتیاں ہوں۔ اللہ پاک مرحمت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کہاں سے ملیں گی؟

"جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" (پ۲۷)

دنیا میں جو عمل کرو گے وہی عمل وہاں یہ شکل اختیار کرے گا۔

"وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا" (پ۲۷)

جو کچھ بھی عمل کیا وہ وہاں حاضر ہو گیا اور نعمتیں بن گئیں۔

آگے ارشاد ہے:۔

"لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا" (پ۲۷)

کسی قسم کی بے ہودہ بات جنت کے اندر سننے میں نہیں آئے گی۔ بس ہر طرف ایک ہی آواز ہوگی، سلاماً سلاماً یعنی آپس میں سلام کریں گے، فرشتے آکر سلام کریں گے۔ اور جب اللہ کی ملاقات ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کہیں گے:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ" (الحدیث)

"قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ" (پ۲۳)

یہ جب اللہ سے ملاقات ہوگی، اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے:

٭ مجرموں کے ساتھ خدا کا معاملہ:

میرے محترم دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ انعامات کا معاملہ جن کے ساتھ کریں گے ان کا یہ ذکر تھا۔

جنہوں نے بھلے عمل کیے، صراط مستقیم پر چلے، دعوت والی فضا جنہوں نے بنائی بہت سے لوگوں کو لیکر چلے اور خود بھی چلے یہ ان کا ذکر تھا۔

لیکن اگر خدا کو ناراض کرنے والے راستے پر چلے۔

مغضوب علیہم والے راستے پر چلے۔

ضالین والے راستے پر چلے۔

تو قیامت کے دن کہہ دیا جائے گا:۔

"وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ" (پ۲۳)

الگ ہو جاؤ اے جرم کرنے والو!

اب اے مجرمو اب تم بھلوں کے ساتھ مت رہو۔ دنیا میں بھلے برے ساتھ رہتے رہے۔ اب اے مجرمو! تم الگ ہو جاؤ۔

پھر جو مجرم ہیں ان کیلئے حیرت میں ڈالنے والی سزائیں مسلط ہوں گی بہت پریشان ہوں گے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے اور تمہاری بھی۔

٭ صلاحیت والے لوگوں میں دین آجائے، ضرورت اس کی ہے:

میرے محترم دوستو! میں جو عرض کر رہا تھا وہ یہ کہ ہم کسی سے کہیں کہ بھائی تو حکومت چھوڑ دے۔ ہم حکومت چلائیں گے۔ قانون اسلام کا چلائیں گے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے بجائے ہم حکومت والے سے، جاگیرداروں سے بھی اور مزدوروں سے بھی جا کر کہیں کہ:

تمہاری حکومت تمہیں مبارک!

تمہارا مال تمہیں مبارک!

تم ایک اللہ کی عظمت اپنے دل کے اندر پیدا کرلو اور نمازیں جاندار پڑھنی شروع کردو حضورؐ کے طریقے کا علم حاصل کرو۔ اللہ کا ذکر کرکے اللہ سے تعلق پیدا کرو۔ قیامت کا استحضار اور دوسروں کے ساتھ معاملات اچھے رکھو اور ہر کام اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرو۔ دعوت کے کام کو اپنا کام بناؤ۔ اور تم اپنی حکومتوں میں رہو۔

کتنا ہی بڑا دیندار ہو، اس کو اگر حکومت دیدی جائے تو حکومت کا چلانا کوئی آسان نہیں ہے۔ حکومت کا چلانا بڑے بڑے عہدوں کا ڈیل کرنا یہ صلاحیت والے کا کام ہوتا ہے۔ بس ان صلاحیت والے لوگوں کے اندر دین آجائے۔

اگر یہ کام آپ حضرات نے پورے عالم کے اندر کیا اس طریقہ پر جو طریقہ آپ کو بتایا گیا ہے تو ایک طرف اللہ تعالیٰ سے جوڑ پیدا ہوگا۔ اور ایک طرف انسانوں کا آپس میں جوڑ ہوگا۔

اجتماعیت پیدا کرنے کا طریقہ:

اجتماعیت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے کو نفع پہنچائے۔ دوسرے سے نفع لینے کی فکر نہ کرے۔ اللہ سے لینا اور بندوں کو دینا اس سے اجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ سے لینے کا نام عبادت ہے۔ اور بندوں کو دینے کا نام خلافت ہے۔ یعنی ایک ہاتھ پھیلا رہے اللہ سے لینے کیلئے۔ اور دوسرا ہاتھ پھیلا رہے بندوں کی طرف دینے کیلئے۔

ہم صحابہؓ سے مستغنی نہیں ہوسکتے:

اہل باطل میں جو لوگ سمجھ بوجھ والے ہیں وہ امت کو صحابہ سے دور کرنے کی

چال چلتے ہیں۔ حالانکہ زبان پر اسلام اور قرآن کا نام ہوتا ہے۔

وہ سارے واقعات جو میں نے ذکر کئے، نیز اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں جنہیں یہ لوگوں کو جمع کرکے سناتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ جس طرح آپس میں لڑتے رہے۔ اور جس نے زنا بھی کیا ہو۔ شراب بھی پی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ لوگ ہم کو قرآن سکھائیں گے۔ ہم تو قرآن کو ڈائریکٹ سمجھیں گے۔

قرآن کو جتنا صحابہ نے سمجھا ہے بعد والے اسے اتنا نہیں سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کے سامنے قرآن اترا۔ قرآن نازل ہونے پر رسول اکرم ﷺ نے جو بات ارشاد فرمائی وہ انہوں نے اپنے کان سے سنی ہے۔ اس لئے ان کی بات جتنی صحیح ہے بعد والے اگر محض قرآن کو سامنے رکھ کر سمجھیں گے بالکل صحیح نہیں ہوگی۔ بات صحیح ان کی ہی ہوگی جنہوں نے ڈائریکٹ حضور ﷺ کی بات سنی ہوگی۔

جس نے سنا اس نے سمجھا:

اس کی مثال میں دے دوں کہ جیسے ایک شخص نے اپنے پہریدار کو کہلوایا کہ فلاں (ملازم کا نام) موٹر آرہی ہے۔ اسے روکو مت جانے دو!

اس ملازم نے جس سے حاکم نے کہا، دوسرے سے کہا۔ دوسرے نے تیسرے، اور پھر اس نے اصل ذمہ دار کے پاس پرچہ لکھ دیا کہ موٹر کو روکو مت جانے دو۔

پرچہ جس کو ملا وہ "روکو" کی بجائے "مت" پر رکا۔ اور معاملہ کو بالکل الٹا کردیا۔

تو جس نے سنا، اس نے سمجھا روکو! مت جانے دو۔ اس نے سمجھا:-

"روکو مت! جانے دو" تو دیکھو! پندرہ لوگوں کے واسطہ سے بات پہنچی تو لفظ وہی رہا معنی بدل گیا۔

جملہ ایک، معنی الگ الگ:

ایک آدمی دستر خوان پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے: "پانی لاؤ!" تو اس کا مطلب کیا ہے کہ "گلاس میں لاؤ"

ایک آدمی غسل خانے میں جاتے وقت کہہ رہا ہے۔ "پانی لاؤ!" تو اس کا مطلب ہے "بالٹی لاؤ" ایک آدمی بیت الخلاء جاتے وقت کہے کہ "پانی لاؤ" تو اس کا مطلب ہے "لوٹے میں لاؤ" ایک آدمی دم کرنے کیلئے کہہ رہا ہے "پانی لاؤ" تو اس کا مطلب ہوگا کہ شیشی میں لاؤ۔ تو جملہ ایک ہی ہے۔ مگر معنی الگ ہو گئے۔ یہ کون سمجھے گا وہی جس نے سنا تو صحابہ رسول اکرم ﷺ کی بات کو جتنا سمجھیں گے اس کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

یہ ان کی چال ہے کہ صحابہ سے ان کو کاٹو۔ اس قسم کے واقعات بیان کرو اور ڈائریکٹ قرآن کو سمجھو۔ میں نے یہ سارے واقعات تفصیلی کیوں بتائے۔ اس لئے کہ صحابہ کی زندگی سے قیامت تک اصول اس امت کو ملیں گے۔ اس لئے بتائے گئے تاکہ ان کی اتباع کے ذریعہ کامیابی قدم بوس ہو۔ صحابہ سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔

شیطان کی بڑی چال:

دیکھو! قرآن پاک کی کھلی ہوئی آیتیں ہمارے سامنے ہیں۔ مگر ایک آدمی ڈائریکٹ قرآن کو سمجھنے والا تاریخ کی کتاب "ابن الاثیر" کو سامنے رکھ کر قرآن کی آیتوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔

یہ شخص ڈبے کے اندر سے خنزیر کا گوشت نکال نکال کر کھا رہا ہے۔ ہمارے ساتھی نے کہا "بھائی یہ تو حرام ہے۔ یہ تو خنزیر کا گوشت ہے" یہ ناراض ہو گیا۔ اور کہا کہ تم ھدایہ (ایک کتاب کا نام ہے) کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں۔ قرآن کو تم لوگ جانتے ہی نہیں۔ یہ قرآن میں ہے۔

میرے ساتھی نے کہا:- ارے قرآن میں خنزیر کا گوشت حلال ہے؟

اس نے کہا:- ہاں! اور قرآن کی آیت پڑھی:-

"وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ" (پ٦)

"یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا کھانا تمہارے لئے حلال اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے؟"

تو دیکھو ڈائریکٹ قرآن سمجھنے والا خنزیر کھا رہا ہے یا نہیں کھا رہا ہے۔

ہمارا بھائی سمجھدار تھا۔ اس نے کہا قرآن کی دوسری آیت کھلم کھلا حرام قرار دے رہی ہے:-

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ" (پ٦)

"یعنی مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے"

اس پر ڈائریکٹ قرآن سمجھنے والا کہتا ہے کہ یہ حضورؐ کے زمانے کا خنزیر حرام ہے جو گندگی کھاتا تھا آج کے زمانے کا خنزیر اچھی غذا کھاتا ہے۔ اس لئے حلال ہے۔

دیکھو یہ کتنی بڑی شیطان اور اہل باطل کی چال ہے کہ حلال و حرام کا محکمہ اپنے ہاتھ میں ہے۔

تمام صحابہ اور رسول کریم ﷺ نے اس آیت کا جو مطلب بتایا وہ یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذبح کیا ہوا چند شرطوں کے ساتھ حلال ہے، ہم نے تو یہ سمجھا:-

اور یہ قرآن کو سامنے رکھ کر ایک گھنٹہ کیلئے جمع ہونے والے قرآن کی آیتیں پڑھ کر کہیں گے کہ وکیل صاحب آپ اپنی رائے بتائیے، ڈاکٹر صاحب اپنی رائے بتائیے۔ یہ رونے کی چیزیں ہیں رونے کی چیزیں۔

ہمیں کوئی غم نہیں:

محترم دوستو! دعوت کا کام ہم لوگوں نے چھوڑ دیا تو رسول پاک ﷺ کا پاک دین دنیا سے ختم ہو کر دنیا کے کروڑوں انسان جہنم کی طرف جا رہے ہیں اور ہمارے دلوں کو صدمہ نہیں۔ ہمارے دلوں کے اندر درد و غم نہیں۔

اگر بیوی کو کینسر کی بیماری لاحق ہو گئی اور وہ چارپائی پر تڑپ رہی ہو، ڈاکٹر نے کہہ دیا ہے کہ اب بچے گی نہیں، تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ کہ دو جوان بیٹیوں کی شادی کا کیا ہو گا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے جو دودھ مانگ رہے ہیں یہ بچے کہہ رہے ہوں گے کہ ماں!! اماں! دودھ تو لا۔ میری ماں کہاں گئی۔ اس حالت میں بچوں کو دیکھ کر کتنا رونا آتا ہے۔

میرے دوستو! کہنے کی بات یہ ہے کہ بیوی کی جدائی پر جتنا آج غم ہے۔ حضور اکرم ﷺ والا لایا ہوا دعوت کا کام امت نے چھوڑا۔ اس کی وجہ سے آج کروڑوں کروڑوں انسان بغیر کلمہ کے جہنم کی طرف جا رہے ہیں اور اس کا ہمارے دلوں کے اندر کوئی غم نہیں ہے۔ نہ کوئی اس کا درد ہے، نہ بے چینی ہے، نہ بے قراری ہے۔ ہماری راتوں کی نیندیں اڑ جانی چاہئیں کہ یا اللہ! کیا ہو رہا ہے؟

——— چار چار مہینے جماعتوں کے اندر پھر کر۔ اور مقام پر رہ کر، مسجد وار جماعت بنا کر۔ گشتوں میں، تعلیموں میں، گھر والوں کے ساتھ ذہن بنانے میں، لوگوں کے در در، گھر گھر جا کر ٹھوکر کھانے میں۔ اور ان کی کڑوی کسیلی سننا اور برداشت کرنا، جو تکلیف آئے اسے برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگنا کہ اے اللہ! تیرے ہاتھ میں ہے کہ تو عالم انسانی میں ہدایت کی ہوائیں چلا دے۔

اس طریقے سے چاروں طرف راتوں کو رونے والے، اور چاروں طرف دن کو خوشیاں کرنے والے اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرنے والے اگر وجود میں آگئے۔

تو میرے محترم دوستو! اللہ پاک خوش ہو جائیں گے۔ اور جب اللہ فیصلہ کر دیں گے تو اللہ پاک بڑے قادر مطلق ہیں، کیا عجب ہے کہ کونے کونے اور ملک ملک ایمان کی طرف آنے شروع ہو جائیں۔ اور مسجدیں آباد ہونا شروع ہو جائیں۔ اور بڑے بڑے دین کے داعی تیار ہو جائیں۔ اور چاروں طرف دین کی دعوت کی فضائیں تیار ہو جائیں۔ جیسے رسول اکرم ﷺ کے دور کے اندر کتنی مخالفت کرنے والے تھے۔ لیکن کیسے راتوں کو رونے والے بن گئے۔ اور ان کے اندر کیسا امت کا درد بس گیا۔ آج کے حالات میں ہمیں کامیابی ان کے راستے پر چلنے سے ہی ملے گی۔

ان کے طور و طریق کو زندگیوں میں رائج کرنے پر ہی ملے گی۔

اللہ پاک ہمیں اور تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

بیان ٦

22 اکتوبر 1995ء

اجتماع عید گاہ

دہلی

ملک شام میں ایک مسجد کے افتتاح کے موقع پر (جس میں کہ وزیر، وزراء بھی تھے) میں نے کہا کہ ہماری جماعتیں تمہارے ملکوں میں آویں گی۔ تو تم لوگ ان کا ساتھ دینا —— اور ہماری جماعتوں کی علامات یہ ہوں گی کہ یہ جماعت اپنا خرچ کرکے آوے گی، پیسہ نہیں مانگے گی۔ کندھے پر بستر اٹھائے گی مسجدوں کے اندر ٹھہرے گی۔ یہ لوگ اپنا کھانا پکا کر کھائیں گے۔ اور لوگوں کے گھروں پر جاکر کوشش کرکے انہیں مسجدوں میں لائیں گے، ان کو نماز سکھائیں گے، دین سکھائیں گے۔ اور ان کی جماعت بنا کر باہر نکالیں گے اور چار مہینہ کی تشکیل کریں گے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْاَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (پ۹ اعراف،ع ۲)

وقال اللّٰہ تعالیٰ:-

فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ

(پ۷ انعام،ع ۱۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا —— لیکن دوستو! یہ اس وقت ہوگا جبکہ وہ اپنی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر گزارے۔

● جانور سے بھی زیادہ بدترین:

اور اگر یہ محنت اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہ انجام دے بلکہ دنیا کے اندر پھیلی ہوئی چیزوں پر ہی مکمل اعتماد کرلے، تب یہ انسان اشرف المخلوقات نہیں رہتا۔ بلکہ جانور سے بھی زیادہ بدترین بن جاتا ہے۔

اشرف المخلوقات ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر اللہ پاک نے صلاحیت اور استعداد رکھ دی ہے ساری مخلوقات سے بہتر ہونے کی، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس کے اوپر محنت کرے۔

● جنت کس کی؟

میرے محترم دوستو و بزرگو! اللہ جل جلالہ و عم نوالہ، نے انسان کے بننے کا بھی

راستہ بتایا اور یہ بھی بتادیا کہ انسان کیسے بگڑتا ہے۔ انسان کے بگڑنے پر دنیا میں کیا معاملہ ہوگا اور آخرت میں کیا سزا ہے؟ —— بننے پر دنیا میں کیسی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور آخرت میں کیا جزا ہے؟

لیکن جو بات اللہ نے بتائی ہے وہ غیب کے اندر ہے، آخرت میں ظاہر ہوگی۔ جو بات انسان کو دکھائی دیتی ہے، وہی اس کے مدنظر ہوتی ہے لیکن آخرت میں جب معاملہ اس کے خلاف ہوتا ہے تب آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے جو کیا غلط تھا۔

جتنے بھی انبیاء وعلیہم السلام کی بات ماننے والے تھے، جب ایمان کی طرف آگئے، عبادت میں لگ گئے، حصول علم میں جٹ گئے، اللہ کا ذکر کرنا، ایک دوسرے کا اکرام کرنا، لوگوں کا حق ادا کرنا، رحم کرنا، مہربانی کرنا، نیتوں کو ٹٹولتے رہنا کہ میں اللہ کو راضی کرنے کی بات کررہا ہوں یا نہیں۔ جب انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں کے اندر یہ بات تھی تو باوجودیکہ وہ تعداد میں کم تھے، طاقت میں کمزور تھے، سرمایہ کے اعتبار سے غریب تھے، لیکن چونکہ اللہ کی طاقت دینداری کی بناء پر ان کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اور اللہ کے خزانوں سے دینداری کی بناء پر کنکشن ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کا بدلہ مرنے کے بعد یہ ہوگا کہ جہنم کے فرشتے ان کو جہنم میں نہیں لے جاسکیں گے۔ کیونکہ اللہ کی خوشنودی اسے حاصل ہے۔ اور چونکہ اعمال پر اللہ کی طرف سے دیئے جانے والے خزانے سے اس کا تعلق ہے پس اس کا اثر یہ ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ ہر قسم کی نعمتیں اللہ پاک مرحمت فرمائیں گے اور کروڑہا کروڑ سال کے بعد بھی جنت والوں پر کوئی وبال نہیں آئے گا۔ نہ ہی جنت کے اندر اکتاہٹ ہوگی کہ بھائی! کروڑہا کروڑ سال ہوگئے، جنت کے اندر رہتے ہوئے۔ اب باہر بھی چلیں۔

اللہ کی پکڑ کب آتی ہے؟

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے آکر لوگوں کو سیدھا راستہ بتایا اور لوگ سیدھے راستے پر آئے۔ سیدھے راستے پر آنے والوں کو شروع میں مجاہدے اور تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ مگر بعد میں پھر اللہ کی مدد بھی آئی۔ اور جنہوں نے نبیوں کی بات کو نہیں مانا۔ اپنے مال و طاقت، اور تعداد کی کثرت کے گھمنڈ میں رہے، ان پر اللہ کی طرف سے پکڑ آئی۔

تکبر اور اس کا انجام:

تین چیزوں کا گھمنڈ اور تکبر آدمی کو ہوتا ہے:۔

ایک یہ کہ میرے پاس سرمایہ زیادہ ہے،

دوسرے یہ کہ میرے پاس طاقت زیادہ ہے،

تیسرے یہ کہ میرے حمایتی اور ساتھی زیادہ ہیں،

—— ان تین چیزوں کے اندر لوگ اتراتے ہیں۔ اور بڑے خراب خراب کام کرتے ہیں۔ خیانت کرنا، دھوکا دینا، لوگوں کو تکلیفیں پہنچانا، ظلم کرنا، ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس میں خوب مال جاتا ہے۔ پوری طاقت لگاتے ہیں۔ پھر جا کر "ہاں میں ہاں" ملانے والے کچھ مل جاتے ہیں لیکن اس سے ان کی آخرت کی زندگی بگڑ جاتی ہے۔ ان کی قبر بگڑ جاتی ہے —— بگڑتے بگڑتے آخر میں ایک ایسا جھٹکا لگتا ہے کہ ان کی دنیا کی زندگی بھی بگڑ جاتی ہے۔

بندروں کی طرح اچھل کود:

جب آدمی کا ذہن اللہ کی طرف سے ہٹتا ہے اور دوسری طرف چلا جاتا ہے جب

ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے مصیبت آتی ہے، تو لنگور کی طرح اچھل کود کرتے ہیں۔ ایک جگہ جب مصیبت آئی تو اچھل کر دوسری طرف چلے گئے۔ پھر وہاں پر مصیبت آئی تو بندر کی طرح اچھلے، کسی اور طرف چلے گئے۔

اسی طرح جو اللہ سے جڑے ہوئے نہیں ہوتے، وہ کبھی ادھر کبھی ادھر ہوتے رہتے ہیں۔ ان بے چاروں کو کبھی چین نہیں رہتا۔ میں ان کو غریب کہتا ہوں، یتیم کہتا ہوں، مسکین کہتا ہوں، چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی بڑا کہتے ہوں، لیکن ان کو چین نہیں رہتا۔

اللہ کے فیصلے سے کوئی بچ نہیں سکتا:

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ایک جھٹکے میں تباہ ہو گئی۔ ان کی برائیوں کے جو سردار تھے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی بیوی، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! تو کشتی کے اندر سوار ہو جا۔ تو اللہ کی طاقت کو مان لے۔

بیٹے نے یوں کہا کہ میں پہاڑ کے اوپر چلا جاؤں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا:۔

"سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ"(پ ۱۲ هود، ع ۳)

میں جا چڑھوں گا پہاڑ پر، جو بچا لے گا پانی سے

نوح علیہ السلام نے کہا:۔

"لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ"(پ ۱۲، ع ۳)

آج اللہ کے فیصلے سے کوئی بچ نہیں سکتا، سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کرے۔

بالآخر انجام وہی ہوا جو قوم والوں کا ہوا:۔

"وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ"(پ ۱۲ هود، ع ۳)

بہت بڑی موج آئی، اور وہ غرقاب ہو گیا۔

قوم عاد کی سرکشی اور خدا کا عذاب:

اب قوم عاد آئی۔ اس کو حضرت ہود علیہ السلام نے سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ

دیکھو! بہت برا ہوگا اگر اللہ کی بات کو نہیں مانا، اور اللہ کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا۔ اللہ کی عبادت نہیں کی۔

دیکھو! اللہ بہت بڑے لشکر والا ہے، پوجا صرف اللہ کی کرنی ہے۔

انہوں نے کیا سمجھا کہ —— نوح علیہ السلام کی قوم کو تو اللہ نے پانی سے ہلاک کیا۔ اور ہمارا گروہ ہم کو یہ بتا کے گیا ہے کہ پہاڑ واٹر پروف ہیں۔ ہماری ٹانگیں لمبی لمبی ہیں، ایک چھلانگ لگائیں گے اور اوپر چلے جائیں گے۔ پانی ہمارا کچھ نہیں کر سکے گا۔ یہ گمان کر کے یہ لوگ پہاڑ کے اوپر چلے گئے۔ حالانکہ اللہ کے یہاں سزا دینے کے طریقے متعدد ہیں۔ اب کی بار اللہ نے زور کی ہوا چلائی۔ ہوا تو پہاڑوں کے اوپر بھی چلتی ہے۔ جس سے سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔

قوم ثمود کی سرکشی اور خدا کا عذاب:

اس کے بعد قوم ثمود آئی۔ اللہ کے رسول نے اس کو بھی سمجھایا کہ دیکھو!! اللہ کی طاقت کو مان لو۔ تم سے پہلے قوم نوح اور قوم عاد نے نہیں مانا تو وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو تم بھی تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ مگر قوم ثمود کے ذہن میں کیا تھا —— ؟

کہ اللہ کے یہاں تباہ و برباد کرنے کیلئے کیا ہے؟ —— صرف ہوا اور پانی —— ! جبکہ ہمارے پاس "واٹر پروف" بھی ہے اور "ایئر پروف" بھی ہے۔ پہاڑوں کے اندر ہی مکان بنالیں گے۔ پہاڑوں کے اندر ہی رہیں گے نہ تو پانی وہاں تک پہنچ سکے گا اور نہ ہوا پہنچے گی۔

لیکن اللہ پاک نے ان کو سزا دی۔ باوجودیکہ یہ لوگ پہاڑ کے بہترین مکانوں کے اندر تھے —— ایک فرشتے نے زور کی چیخ ماری۔ جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ اور وہی جگہ ان کیلئے قبر بن گئی۔

نعمت و مصیبت کا خدائی ضابطہ:

سارے انبیاء علیہم السلام کے قصے میں اللہ نے یہ بات بتائی کہ جنہوں نے بھی اللہ کی طاقت کو تسلیم کیا۔ اللہ کے خزانوں کو مانا۔ اللہ کی ذات و صفات پر یقین کیا۔ اللہ پاک نے ان کی مدد فرمائی۔ اور جنہوں نے نہیں مانا، باوجود طاقت، سرمایہ اور تعداد کے اللہ نے ان کی پکڑ فرمائی۔

رسول کریم ﷺ نے بھی اپنے زمانہ کے بے ایمان اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو سمجھایا کہ دیکھو! سمجھ جاؤ! کہیں تمہارے اوپر مصیبت نہ آجائے۔ میری بات مان لوگے تو آسمان سے بھی برکت ہوگی۔ زمین سے برکت ہوگی۔ آپس میں امن، چین، سکون اور محبت پیدا ہوگی۔ مزیدار زندگی دنیا کی بھی بنے گی اور مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ لیکن ان لوگوں نے اس بات کی طرف دھیان ہی نہیں دیا اور کہا کہ:-

"رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ" (پ ۲۳)

قیامت کے دن کا کون انتظار کون کرے، ہمارے لئے قیامت میں جو سزا اور حساب ہے، اس کو دنیا میں لے آ ——

لیکن اللہ پاک بڑے مہربان ہیں۔ کتنا ہی گنہگار آدمی ہو۔ اس کی فوراً پکڑ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کیلئے ہدایت کا اور ایمان کا سامان کرتے ہیں۔ اور انتظام کرتے ہیں۔ ان کے پاس نبیوں کو بھیجتے ہیں۔ ان کے اوپر مصیبتیں لاتے ہیں:-

"لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ" —— تاکہ گریہ وزاری کرنے لگیں۔ کہ اے اللہ! ہماری مصیبت کو دور کر دے، ہم تیری بات کو مانیں گے۔

اور کبھی اللہ پاک ان کے اوپر نعمتیں ڈالتے ہیں "لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ" تاکہ وہ شکر

گزاری کریں کہ اے اللہ! ہم تو بہت گنہگار ہیں۔ ہم نے بہت گناہ کا کام کیا۔ پھر بھی آپ نے اتنی نعمتوں سے نوازا۔ اے اللہ! ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اب تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ سارے انتظامات کرتے ہیں۔ انسان کو سیدھے راستے پر لانے کیلئے۔

عذاب سے قبل خدائی ضابطہ!

بالکل ہٹ دھرمی پر جب آدمی آجاتا ہے تو پھر آخر میں اللہ پاک وہی کرتے ہیں کہ ان کی آخرت کی زندگی بگڑ جاتی ہے۔ دنیا کی زندگی اور قبر کی زندگی بگڑ جاتی ہے اور دنیا بنتے بنتے اخیر تک پہنچ گئی۔ لیکن اللہ کا ایک جھٹکا آیا تو بنی بنائی دنیا بگڑ گئی۔ فرعون کی بھی بگڑی، قارون کی بھی بگڑی، ہامان کی بھی بگڑی، یہ ساری باتیں قرآن کے اندر نازل ہوئی۔ اور اس زمانے کے بے ایمانوں اور ایمان والوں کو پڑھ پڑھ کر سنائیں گئیں۔ تو ایمان والوں نے بات مان لی اور کہا کہ بے شک یہی بات ہے، جو آپ نے کہا۔

لیکن جو بے ایمان تھے، انہوں نے نہیں مانی، بلکہ کہا کہ:-

"اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ" (پ۷)

"یہ تو پرانی کہانیاں ہیں" —— مگر اب بھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی پکڑ نہیں کی۔ لیکن بہت ہی ہٹ دھرمی پر لوگ آگئے۔

جب بگڑے ہوئے لوگ زیادہ ہٹ دھرمی پر آجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اکثر ایسا کرتے ہیں کہ سدھرے لوگوں کو ایک طرف کر دیتے ہیں، اور بگڑے لوگوں کو ایک طرف کر دیتے ہیں۔ سدھرے ہوئے لوگوں پر غیبی مدد لاتے ہیں اور بگڑے لوگوں پر غیبی پکڑ —— ہر نبی کے زمانہ میں اللہ پاک نے ایسا کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا کیا۔ انصار نے مطالبہ کیا کہ آپ مدینہ آجائیں۔ رسول کریم ﷺ مدینہ

منورہ تشریف لے گئے۔ اور صحابہ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

ابوجہل کا غرور چکنا چور!

غزوۂ بدر میں ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے ذہن میں یہ تھا کہ ہمارے پاس طاقت ہے۔ پونجی ہے۔ ہماری تعداد زیادہ ہے۔ ان کو جاکر صرف ختم کرنا ہے۔ ختم کر کے "ٹی پارٹی" کریں گے۔ اس میں عربوں کی دعوت کریں گے ------ تو دیکھو! چودہ سال سے یہ لوگ اچھل رہے تھے۔ مگر جب بدر کا غزوہ ہوا تو بے ایمان مکہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ اصل طاقت کس کے پاس ہے۔

اب اللہ نے ان لوگوں کو اجازت دے دی ہے کہ ان بھٹکے ہوئے لوگوں کو پکڑیں۔

قربانی کا مزاج کس طرح بنایا گیا:

مکہ کے اندر اللہ پاک نے اجازت نہیں دی تھی۔ مکہ مکرمہ کے اندر بھٹکے ہوئے لوگ ایمان والوں کو مارتے تھے۔ ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔ جب کہ اہل ایمان ڈرپوک نہیں تھے۔ مارنے والے اگر بہادر تھے تو مار کھانے والے بھی بہادر تھے۔ یہ بات اور ہے کہ بہادر کو بہادر نہیں مار سکتا۔ وہ فوراً مقابلے پر آجائے گا۔

لیکن یہ مار کھانے والے صحابہ جو بہادر تھا۔ ان کے ذہن میں ایک بات بیٹھی ہوئی تھی کہ اللہ بڑا طاقت والا ہے۔ اس کے حکم کو ہی پورا کریں گے تو اللہ کی طاقت حمایت میں آئے گی۔ اور اللہ کا حکم توڑیں گے، تو اللہ کی طاقت ہمارے خلاف ہو جائے گی۔ کیونکہ اللہ پاک کا حکم مکہ کے اندر یہ تھا:-

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" (پ۵)

"کیا نہیں دیکھا ان لوگوں کو جن سے کہہ دیا گیا کہ روک لو اپنے ہاتھوں کو

اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ دو"

کہ وہ لوگ تم پر ظلم کریں گے۔ مگر تم صبر اختیار کرو۔ اجتماعی طور پر حملہ نہ کرو، نماز ادا کرو۔ زکوۃ نکالو۔ تاکہ نماز اور زکوۃ کے ذریعے اللہ کے حکموں پر اپنی جان اور مال لگانے کا مزاج پیدا ہو جائے۔ ان باتوں کے ذریعہ بڑی روحانی ترقی حاصل کرو گے۔ اور بہت آگے بڑھ جاؤ گے۔ لیکن اپنے ہاتھوں کو روکو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔ خوب مار کھایا، برداشت کیا۔ اس سے ان کے اندر صبر آیا۔ تقویٰ آیا۔ ان کے اندر دعا کی طاقت آئی اور روحانی طاقت بڑھتی چلی گئی۔

● موسوی تعلیم:

بدر کے موقعہ پر کفار مکہ کو بڑا غصہ آیا کہ کمزور اور بے حیثیت لوگ ہمارے تجارتی قافلہ کو گرفتار کرنے کیلئے نکل پڑے ہیں، ان کی اتنی ہمت ہو گئی؟

اللہ پاک بھٹکے ہوئے لوگوں کو کبھی ذرا غصہ بھی دلاتے ہیں تاکہ وہ غصہ میں آکر ٹکرا جائیں۔ جیسے فرعون کو غصہ آیا بنی اسرائیل پر، کہ یہ ہمارے مار کھانے والے۔ ان کی پٹائیاں کرکے، ان کی عورتوں سے ہم اپنے گھر کا کام لیتے تھے۔ اور اب ان کی یہ ہمت ہو گئی کہ سب کے سب جمع ہو کر مصر سے نکل رہے ہیں۔ اس پر فرعون کو بڑا غصہ آیا۔ مگر بنی اسرائیل کو اس بات پر اطمینان تھا کہ اللہ کے حکم کو پورا کرنے کیلئے جب ہم نکلے ہیں، تو اللہ کی طاقت ہمارے ساتھ ہو گی اور اللہ کی طاقت کا مقابلہ ساری دنیا کی طاقتیں ملکر نہیں کر سکتیں۔

"فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلاً اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ""(پ ۲۵)

میرے بندوں کو لیکر اے موسیٰ راتوں رات نکل جاؤ۔ اور فرعون تمہارا

پیچھا کرے گا۔ یہ یاد رکھنا۔

تو ظاہراً ان بنی اسرائیل پر بڑا مجاہدہ آیا۔ تکلیف اٹھائی۔ اتنی تکلیف کہ ایک طرف تو فرعون پیچھا کر رہا ہے اور دوسری طرف وطن چھوٹ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے وطن کے اندر کمانا، کھانا سب گیا۔ لیکن ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کا حکم پورا کریں گے تو اللہ کی طاقت ہمارے ساتھ ہو گی۔ اللہ کی نعمتوں کے خزانے سے ہمارا تعلق ہو گا۔ یہی تعلیم ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

● حالات سے متاثر ہونا عیب نہیں!

محترم دوستو! اور بزرگو! جب حالات بگڑتے ہیں تو اچھے سے اچھے آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اچھے سے اچھے دیندار متاثر ہو جاتے ہیں۔ حالات سے اثر لینا عیب نہیں۔ لیکن اتنا متاثر ہونا کہ اللہ کا حکم ٹوٹ جائے، یہ عیب ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کا حکم چھوٹ گیا تو اللہ کی طاقت خلاف ہو گی۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہیں چھوٹا اور حالات سے متاثر ہو گئے تو اس متاثر ہونے میں حرج نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی متاثر ہو گئے۔ اللہ پاک نے کہا کہ جاؤ فرعون کے پاس اور اسے دعوت دو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی گھبرا گئے۔

"اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی"(پ ۱۶)

ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر زیادتی کرے یا سرکشی کرے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:-

"لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی"(پ ۱۶)

مت ڈرو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں میرے علم اور قدرت سے کوئی نکل نہیں سکتا۔ گھبراتے کیوں ہو؟ چنانچہ اللہ پاک اس موقع پر ان کو تسلی دے رہے ہیں۔

بنی اسرائیل پر خدا کی اچانک مدد!

میرے محترم دوستو اور بزرگو! —— بنی اسرائیل وطن چھوڑ کر نکل گئے کاروبار چھوڑ کر نکل گئے۔ فرعون کو پتہ چلا تو اسے غصہ بہت آیا۔ اس نے کہا کہ اچھا! ان کی ایسی ہمت ہو گئی۔ چاروں طرف چپراسیوں کو دوڑادیا اور کہا کہ اعلان کردو:۔

"اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْ ذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ"(پ ۱۹)

کہ یہ بنو اسرائیل بہت تھوڑے ہیں۔ ہم ان سے مخاصمت کریں گے۔ اور سب مل کر جا ملیں گے۔

چنانچہ سب کے سب بنو اسرائیل کے تعاقب میں چلے۔ یہیں بنو اسرائیل پر مجاہدہ آیا کہ آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ اور یہ درمیان میں چاروں طرف سے گھر گئے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ" چاروں طرف سے ہمارے لئے پریشانی ہی پریشانی ہے۔ آگے جائیں تو سمندر ڈبوئے، پیچھے جائیں تو فرعون مارے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوچا اگر اللہ کے ماسوا کا اثر ان پر پڑا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی مدد رک جائے۔ اس لئے بھرپور زور دے کر کہا:۔

"كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ"(پ ۱۹ شعراء ع ۸)

ہرگز نہیں! میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھ کو راہ بتلائے گا۔

اللہ پاک جب مدد فرماتے ہیں تو مدد کرنے کے دو سیکنڈ پہلے پتہ بھی نہیں چلتا کہ خدائی مدد آنے والی ہے اور جب مدد آجاتی ہے تو آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ نے کیسے مدد کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ کیسے مدد کریں گے۔ لیکن اتنا معلوم تھا کہ مدد ضرور فرمائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا لیا۔ اور سمندر

پر مار دیا۔ پھر تو سب نے دیکھا کہ سمندر میں راستے ہی راستے نکل آئے۔ جس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم گزر رہی تھی۔

فرعون نے کہا کہ دیکھو! سمندر کے اندر بھی راستے بن گئے۔ نہ معلوم کیا کیا ہو رہا ہے۔ اب جو بھی بنی اسرائیل کا آدمی ملے اس کی پٹائی شروع کردو۔

"سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ" (پ ۹ سورۃ الاعراف۔ ع ۵)

ان حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم والوں کی ڈھارس بندھائی۔ فرمایا:۔

"اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا"(پ ۹)

اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

اللہ کی طاقت صبر کرنے والوں کے ساتھ!

اس واقعہ میں قیامت تک کیلئے ہماری رہبری ہے کہ جب چاروں طرف سے مصیبت آجائے تو اس وقت میں اللہ سے مدد مانگیں۔ اور صبر کرے۔ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوتی ہے۔ اور اللہ سے مدد مانگنے والوں کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:۔

"اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا"(پ ۹)

اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

"اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ"(پ ۵ الاعراف، ع ۵)

بے شک زمین اللہ کی ہے۔ جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔

کبھی یہ زمین بھلوں کو دیتا ہے، جیسے داؤد علیہ السلام، سلمان علیہ السلام۔ اور کبھی یہ زمین بروں کو دیتا ہے۔ جیسے فرعون۔ ہامان۔ قارون —— لیکن

"وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ"(الآیۃ)

انجام تقویٰ والوں کا بہتر ہوگا۔

● چھوٹے مجرم کو سزا بڑے مجرم سے:

اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ اللہ پاک چھوٹے مجرم کو سزا دینے کیلئے بڑے مجرم کو متعین کردیتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل چھوٹے مجرم تھے۔ کیونکہ یہ اللہ کو مانتے تھے، نبیوں کو مانتے تھے، آخرت کو مانتے تھے۔ لیکن کام بے ایمانوں جیسے کرتے تھے۔ دنیاداروں جیسا کرتے تھے۔ اوپر سے لیبل دین کا تھا اندر دنیا بھری ہوئی تھی۔ تو ان پر اللہ پاک غضب ناک ہوئے اور ایک بڑا مجرم ان کے اوپر مسلط کردیا۔ اور وہ فرعون تھا۔ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس نے ان کو خوب ستایا۔ خوب مارا پیٹا۔

● چھوٹے مجرم کی سزا:

چھوٹے مجرم کی چھوٹی جیل میں سزا ہوتی ہے اور بڑے مجرم کی سزا بڑی جیل میں ہوتی ہے۔ کلمہ پڑھنے والا اگر کام خراب کرتا ہے تو یہ چھوٹا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے چھوٹے جیل خانہ یعنی دنیا کے اندر سزا دیتے ہیں۔ اور آج بھی اللہ پاک یہی کر رہے ہیں۔ ایمان والے جب ان کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں، اور کام بے ایمانوں جیسا کرتے ہیں۔ سود، جھوٹ، چوری، غبن، خیانت، ناپ تول میں کمی، ڈنڈی کا مارنا، ملاوٹ کرنا ان ساری خرابیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ اور گھروں کے اندر بھی نہ معلوم کتنی قسم کی خرابیاں ان کی عورتوں اور بچوں میں ہوتی ہیں، حالانکہ اللہ کو مانتے ہیں، نبی کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں، تو یہ چھوٹے مجرم ہوئے۔ ان کے اوپر بڑے مجرموں کو سزا دینے کیلئے متعین کردیتے ہیں۔ بڑے مجرم وہ ہیں جو نہ اللہ کو مانتے ہیں، نہ نبی کو مانتے ہیں، نہ آخرت کو مانتے ہیں۔

● بڑے مجرموں کو بیک وقت انیس قسم کی سزائیں:

پھر بڑے مجرم کو سزا کہاں ہوگی؟

بڑے مجرم کی سزا بڑے جیل خانے میں ہوگی —— اور وہ بہت ہی ڈرنے کی جگہ "جہنم" ہے۔ جس کے اندر جہنمیوں کو انیس قسم کی سزائیں اللہ پاک دیں گے، اور بیک وقت دیں گے۔ ہر سزا دینے کیلئے بے شمار فرشتے ہوں گے۔

"وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ"(الآية)

"اللہ کے لشکر کو کوئی نہیں جانتا، مگر وہی جانتا ہے"

ہر سزا دینے کیلئے فرشتوں کا سردار اور اس کے ماتحت نہ معلوم کتنے فرشتے مقرر ہوں گے۔ اس طرح انیس سردار اور ان کے ماتحت سزا دینے والے فرشتے ہوں گے۔

"عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ"(الآية)

اور ان کو انیس قسم کی سزائیں ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ بڑے مجرم ہیں۔

● جہنمیوں کا کھانا اور پانی:

جس اللہ نے آسمان و زمین اور چاند و سورج کو اپنے ایک حکم سے بنایا۔ ایک حکم دے کر اس کو توڑ بھی دے گا۔ انہوں نے اس اللہ کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے اللہ ان کو جہنم میں ڈال دے گا۔ اس کے اندر ایک ہزار سال تک کھانا مانگتے رہیں گے۔ جس پر انہیں کانٹے دار درخت ملیں گے۔ بھوک کی وجہ سے وہ کھانا شروع کریں گے حلق کے اندر وہ چبھ جائیں گے۔ جس کی وجہ سے وہ چیخیں ماریں گے اور پانی پانی چلائیں گے۔ ایک ہزار سال تک پانی مانگیں گے۔ تب کھولتا ہوا بدبودار پانی انہیں دیا جائے گا۔

● نبیؐ کی بات کروڑوں سال بعد بھی سچی:

یہ حضرت محمد ﷺ کی دی ہوئی خبر ہے یہ جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کروڑ ہا کروڑ سال کے بعد بھی غلط نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ وہ جو بات کہتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (پ۲۸۔ النجم، رکوع ۵)

"اپنے جی سے کوئی بات نہیں کہتے۔ جو بات ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے"

نبی پاکؐ کی ہجرت، اور سراقہ ابن مالک:

جب آپ ﷺ غار ثور سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ نکلے اور چھپ کر مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو چاروں طرف کفار مکہ نے آدمی دوڑا دیئے کہ جو کوئی ان کو زندہ پکڑ کر لاوے یا مار ڈالے تو اس کو انعام ملے گا۔ چاروں طرف آدمی پھیل گئے۔ لیکن اللہ کی شان دیکھئے:۔

سراقہ ابن مالک نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ (اور یہ وہی شخص ہے کہ بدر کے دن جس کی شکل میں شیطان آیا تھا) "جسے خدا رکھے، اسے کون چکھے" "اس کا گھوڑا زمین کے اندر دھنس گیا۔ اور وہ گھبرا گیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اب میں نہیں پکڑوں گا۔ تب گھوڑا نکل سکا اور چلنے لگا۔ پھر سوچا کہ یہ تو اتفاقیہ ہو گیا ہوگا میں ضرور پکڑوں گا۔ مگر پھر گھوڑا دھنسا۔ دو تین مرتبہ ایسا ہوا۔ تو اس نے طے کر لیا کہ اب میں ہر گز تعرض نہیں کروں گا۔

فرمانبرداروں اور نافرمانوں کیلئے فلسفہ نعمت و مصیبت:

دیکھو! اس بات کو ذہن میں اچھی طرح بٹھالو کہ اگر آدمی فرمانبردار ہے تو اس پر بھی نعمتیں اور تکلیفیں آتی ہیں۔ اور اگر نافرمان ہے تو اس پر بھی نعمتیں اور تکلیفیں آتی ہیں ------ فرمانبرداروں پر اللہ کی مدد آتی ہے، لیکن عموماً بالکل آخر مرحلہ میں۔ اور نافرمانوں کو نعمتیں دیتا ہے۔ اور بالعموم شروع میں ہی دیتا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں بٹھالو کہ نافرمان پر جو نعمت آتی ہے وہ ایسی ہے جیسے چوہے کے پنجرے میں گھی کی روٹی۔ یہ خوش کرنے کیلئے نہیں رکھی جاتی بلکہ چوہے کو گرفتار کرنے کیلئے رکھتی جاتی ہے۔ اور فرمانبرداروں کو جو نعمت ملتی ہے، وہ ایسی ہے جیسے طوطے کے پنجڑے کی نعمت۔ طوطے کے پنجڑے میں نعمت رکھی جاتی ہے دل بہلانے کیلئے ------ تو نافرمانوں کیلئے جو نعمت ہے وہ چوہے کے پنجڑے والی نعمت ہے جو آخر میں گرفتار ہوگا۔ اور فرمانبردار پر جو نعمت آتی ہے۔ وہ طوطے کے پنجڑے والی نعمت ہے جو خوش ہو کر رکھی جاتی ہے۔

نافرمانوں کی تکلیف کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو غصہ میں چھرا مار دیا جائے اور غصہ کے چھرے کا انجام موت ہے۔ لیکن فرمانبردار پر جو مصیبت آتی ہے، وہ ایسی ہے جیسے آپریشن کا چھرا۔ آپریشن میں بھی چھرا مارا جاتا ہے۔ لیکن آپریشن کے چھرے کا انجام تندرستی ہے۔ تو دونوں چھروں کے اندر فرق ہے اس فرق کو سمجھ لو۔

اس فرق کو قرآن پاک میں اللہ پاک نے الگ الگ بیان فرمادیا ہے۔ فرمانبرداروں کی نعمت کا نام اللہ پاک نے "فتح برکات" رکھا ہے اور نافرمانوں پر جو نعمتیں ڈالتے ہیں اس کا نام "فتح ابواب" رکھا ہے۔ اور ان کے بارے میں الگ الگ آیتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

"فتح برکات" فرمانبرداروں کیلئے:

فرمانبرداروں کیلئے نعمتوں کے بارے میں فرمایا:-

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" (پ ۹۔ الاعراف۔ ع ۲)

اگر بستیوں والے ایمان والے بن گئے۔ تقویٰ والے بن گئے۔ تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیں گے۔

آمدنی میں زیادتی سے دھوکہ:

لیکن اگر کوئی آدمی یوں کہے کہ مولوی صاحب آپ چاہے جتنی تقریریں کریں، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارا سارا کاروبار حرام ہے۔ اس میں شریعت کی کسی پابندی کا لحاظ نہیں ہے۔ اس کے اندر جھوٹ ہے۔ دھوکا، غبن، خیانت، رشوت، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ سب کچھ ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی اللہ پاک نے ہمیں بڑی برکت دے رکھی ہے۔ تو میں کہوں گا کہ اس بے چارے کو دھوکا لگ رہا ہے۔ کیونکہ نافرمانی کے ساتھ جو آمدنی زیادہ ہو جائے وہ ایسی ہے جیسے قارون کی آمدنی ہے۔ اور اللہ کی فرمانبرداری کے ساتھ جو آمدنی ہو، وہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کی آمدنی جیسی ہے۔ خالص آمدنی کے زیادہ ہونے سے یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کی طرف سے برکت آئی ——— ارے پہلوان کا بدن گٹھیلا اور موٹا ہے۔ اور ایک آدمی ہے کہ اس کا بدن بیماری کی وجہ سے موٹا ہو گیا ہے۔ اگر ایسا شخص یوں کہے کہ دیکھو پہلوان بھی موٹا، اور میں بھی موٹا ——— ارے میرے بھائی! پہلوان کے بدن کا موٹا ہونا تندرستی ہے اور اس کا بدن ورمیلا اور بیماری کی وجہ سے ہے۔

تو اسی طرح اگر نافرمانی کے ساتھ آمدنی زیادہ ہے تو سمجھ لو کہ ورمیلا بدن ہے۔ اور اگر فرمانبرداری کے ساتھ آمدنی زیادہ ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ گٹھیلا بدن ہے۔

فتح ابواب نافرمانوں کیلئے:

اگر باوجود خدا کی نافرمانی کرتے رہنے کے آمدنی ہو گئی تو اللہ پاک اس کو دوسری آیت میں فرماتے ہیں:-

"فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ" (پ ۷، الانعام ع ۱۱)

جو نصیحت کی گئی، اسے بھول گئے۔ (زندگی نافرمانی والی بنالی) تو ہم ہر چیز کے دروازے ان کیلئے کھول دیتے ہیں۔

ملک کا دروازہ، مال کا دروازہ، ہر لائن کا دروازہ، حالانکہ وہ نافرمان ہے، خراب کام کرنے والا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:-

"حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ" (پ ۷ الانعام۔ ع ۱۱)

یہاں تک کہ جب نعمتوں کے دروازے کھلے اور وہ خوش ہو لئے تو ہم ان کی اچانک پکڑ کر لیتے ہیں، اور وہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ آخر یہ کیا ہو گیا۔

خدا کی پکڑ اچانک ہوتی ہے:

کبھی تو اللہ کی طرف سے پکڑ آتی ہے اچانک اور کبھی آہستگی سے آتی ہے مثلاً چوہے گھر کے اندر زیادہ ہو گئے۔ چالیس پچاس پنجرے گھر کے اندر پھیلا دیئے گئے۔ اور ہر پنجرے کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ہر پنجرے میں الگ الگ قسم کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ اب چوہے آئے، دیکھنے لگے کہ دیکھو!!! نعمت ہی نعمت ہے ——— اب فرض کرو کہ اگر کوئی سمجھانے والا سمجھائے کہ نعمت تو ہے لیکن اس نعمت کے پیچھے مصیبت بھی ہے! ——— تو وہ کہے گا کہ بس چپ رہ۔ اونٹوں کے زمانے کی باتیں کرتا ہے راکٹ کے زمانہ میں۔ نعمت تو دکھائی دے رہی ہے، مگر مصیبت کہاں ہے؟

ناصح نے کہا کہ مصیبت تو بہت بھاری ہے۔ میری بات تو مان لو ——— اب اس نے کہا کہ جب تو اندر گھسے گا اور روٹی کے ٹکڑے کھینچے گا تو کڑ کڑ کی آواز آئے گی۔ اگر اس پر بھی تم نے نہیں مانا اور زور سے کھینچا تو کھٹ کی آواز آئے گی۔ تب سمجھو کہ وارنٹ کٹ گیا۔ اب چاروں طرف سے تیرے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا اور تو اندر ہی اندر رہے گا۔ جب صبح ہوگی تو لڑکے آئیں گے اور خوشی منائیں گے کہیں گے کمبخت تو ہماری کتابیں کھا جاتا تھا۔ وہ بڑے بڑے سوجے لائیں گے اور تجھے چبھوئیں گے۔ تب تو اندر تکلیف کے مارے کودے گا۔ اور بچے باہر خوشی کے مارے کودیں گے۔ اس کے بعد عورتیں آئیں گی۔ کڑھائی میں پانی گرم کریں گی اور اوپر ڈالیں گی۔ اس گرم پانی کے اندر تو مر جائے گا۔ پھر تجھے سڑک پر پھینک دیا جائے گا۔ بلی آئے گی اور تجھے کھا جائے گی۔ تو یہ سب مصیبتیں اس نعمت کے پیچھے چھپی ہوئی ہیں۔

ایمان والوں کا مقابلہ دجال بھی نہیں کر سکے گا!

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ہم اچانک پکڑتے ہیں، اور آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ ارے یہ کیا ہو گیا ——— ؟ جیسے

فرعون، ہامان اور ابو جہل کو پکڑا۔

قیصر و کسریٰ کو اچانک پکڑا۔

اخیر میں یاجوج اور دجال کی بھی اچانک پکڑ کرے گا۔

حالانکہ دجال کے پاس اتنا مال ہوگا کہ کسی خراب آدمی کے پاس حضرات آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک نہیں ہوا ہوگا۔ اور یاجوج و ماجوج کے پاس اتنی طاقت ہوگی کہ بھٹکے ہوئے لوگوں میں اتنی طاقت والا آج تک کوئی نہیں گزرا۔ لیکن جب اللہ کی طاقت ان کے خلاف ہوگی، اور اللہ کے تکلیفوں والے خزانے سے اس کا تعلق ہوگا،

تو ان کی طاقت اور ان کا خزانہ کام نہیں آئے گا ------ اور انہیں کے زمانے میں اہل ایمان جو بڑے غریب ہوں گے، تعداد بھی انہیں کے برابر۔ لیکن اللہ کی طاقت ان کے ساتھ ہوگی۔ اللہ کی برکتیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ تب ان ایمان والوں کا مقابلہ یاجوج و ماجوج بھی نہیں کر سکیں گے۔ دجال برباد ہوگا۔ چالیس دن کے اندر یاجوج و ماجوج بھی برباد ہوں گے۔ صرف چند دنوں کے اندر ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ چاروں طرف سے برکتوں کے خزانے کھول دے گا۔

میرے محترم دوستو! چوہا نہیں مانتا ہے۔ کیونکہ اس کو مصیبت دکھائی نہیں دیتی۔ اس نے چاروں طرف گھوم پھر کر کہا کہ نہ تو بچے دکھائی دیتے ہیں اور نہ عورتیں۔ یہ تو بیکار کی باتیں کرتا ہے۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ ساری چیزیں موجود ہیں مگر چوہا نہیں دیکھ سکا۔ اسی طرح اللہ کے نبی نے جو جنت اور دوزخ کی باتیں بتائیں، وہ سب سچ اور حق ہیں۔ اس سے بچی بات نہیں ہو سکتی۔ بھلے وہ آج ہماری نظروں سے او جھل ہے۔

آپ ﷺ معراج میں تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعض آئندہ کی باتیں بتائیں اور موجودہ زمانے کی بھی۔ آپ ﷺ نے جنت کو دیکھا۔ زمین سے آسمان پر اعمال کا جانا دیکھا۔ اور آسمان سے زمین پر فیصلوں کا اترنا دیکھا۔

کرنے والی ذات صرف اللہ کی:

خدا جو آسمان پر فیصلہ کرتا ہے۔ اس کا مقابلہ ساری دنیا کے لوگ نہیں کر سکیں گے۔ اللہ کا فیصلہ تباہی و بربادی کا آئے گا تو ساری دنیا کے لوگ مل کر اپنی طاقت اپنے سرمائے کے ذریعہ تباہی سے بچ نہیں سکتے۔ اور اگر اللہ کا فیصلہ امن و امان کا آئے گا تو ساری دنیا کے لوگ مل کر اس امن و امان کو ختم نہیں کر سکتے۔ کرنے والی ذات صرف اللہ

کی ہے۔ اللہ کو تسلیم نہیں کرو گے تو تمہارے بیڑے غرق ہوں گے۔

"قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" (پ۲۹۔ مدثر ع ۱۵)

میرے پیارے نبی کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو ڈراؤ، اور اللہ کی بڑائی بیان کرو۔

ہر جگہ آپ حضرات کو جماعتیں بنا بنا کر جاتا ہے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرنی ہے سب کو سمجھانا ہے کہ اللہ کی طاقت کو تسلیم کرو تو تمہارے بیڑے پار ہوں گے۔ اور اگر اللہ کی طاقت کو تسلیم نہیں کرو گے تو جب تک اللہ ڈھیل دے گا پتہ نہیں چلے گا۔ اور جس دن اللہ کی پکڑ آئے گی تو اس پکڑ سے ساری طاقتیں اور سارے سرمایہ دار مل کر نہیں بچا سکتے۔

ابتلاء اور عذاب کن کیلئے:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! فرمانبرداروں کیلئے جو نعمت آتی ہے، اس کا نام "فتح برکات" ہے۔ اور نافرمانوں کیلئے جو نعمت آتی ہے اس کا نام "فتح ابواب" رکھا گیا۔ اسی طرح تکلیف بھی دو طرح کی ہے:- فرمانبرداروں والی تکلیف، اس کا نام "ابتلاء" ہے۔ اور ایک نافرمانوں والی تکلیف ہے اس کا نام "عذاب" ہے۔

"وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" (پ۲۱ سجدہ ع ۵)

اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب بڑے عذاب سے پہلے تاکہ وہ پھر کر آجائیں۔

عذاب روانہ کرنے کیلئے

دنیا کے اندر جتنی تکلیفیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں، وہ اس لئے ہیں کہ آدمی روانہ کر لے۔ جیسے گاڑی جب ون وے اور نو انٹری ایریا میں چلی جاتی ہے۔ تو پولیس والے سیٹی بجاتے ہیں، لال جھنڈی دکھاتے ہیں اور چلاتے ہیں "لائن ڈینجر، لائن ڈینجر" اور ڈنڈا مارتے ہیں۔ اگر ڈرائیور کہتا جائے کہ بالکل نہیں لائن کلیر اور کہتا ہوا

آگے چلا گیا تو وہ پولیس بڑے پولیس کے پاس فون کر دیتا ہے۔ وہ گاڑی کے منتظر ہوتے ہیں۔ جب گاڑی آتی ہے۔ تو ایک دم سے ٹائر فیل کر دیتے ہیں، لائسنس طلب کرتے ہیں اور حوالات کے اندر بند کر دیتے ہیں۔ پھر حوالات میں اس کی پٹائی کرتے ہیں۔

قیامت فیصلہ کا دن

یہ قبر بھی حوالات ہے اور قیامت DAY OF FINAL JUDGEMENT یعنی فیصلے کا دن ہے۔ اب وہ ڈرائیور حوالات کے اندر جس قدر پٹتا ہے وہ تم جانتے ہو۔ تب کہتا ہے میں روانہ کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے چھوڑ دو ------ تو پولیس والے کہیں گے کہ تو روانہ کرنے کو تیار ہے لیکن اب ہم تجھ کو روانہ ہونے نہیں دیں گے جب سیٹی بجی تھی، جب ڈنڈا موٹر پر مارا تھا، جب لال جھنڈی تجھے دکھائی گئی تھی۔ تب اگر روانہ کرتا تو ٹھیک تھا۔ اب ہم تجھے روانہ نہیں ہونے دیں گے۔

اسی کو اللہ پاک بھی کہتے ہیں کہ جب میں نے زلزلوں کے ڈنڈے مارے، میں نے طوفان کی سیٹیاں بجائیں، میں نے طاعون کی بیماری کی جھنڈیاں دکھائیں تاکہ تم روانہ کر لو، اور صراط مستقیم پر آجاؤ۔ نبیوں والے طریقہ پر آجاؤ، لیکن اس وقت تو تم نے سنا نہیں اور اب تم روانہ کرنا چاہو گے تو ہم تم کو روانہ ہونے نہیں دیں گے دنیا کے اندر نبیوں نے آکر سمجھایا۔ نبیوں کا آنا بند ہوا تو جماعتوں نے پھر کر سمجھایا لیکن تم نے بات کو نہیں سمجھا اور اسی غلط راستے پر رہے۔ باوجودیکہ تمہارے اوپر ڈنڈے زلزلوں کے، طوفانوں کے اور ہواؤں کے پڑتے رہے۔ لیکن تم نے روانہ نہیں کیا۔ اب مرنے کے بعد جب تم پر سزائیں آئیں تو کہتا ہے کہ میں روانہ کرنے کو تیار ہوں لیکن اب اللہ تجھے روانہ نہیں کرنے دے گا۔

"حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ" (پ۱۸ سورۃ مومنون۔ ع۶)

یہاں تک کہ پہنچے ان میں کسی کو موت، کہے گا اے رب مجھ کو پھر بھیج دیجئے مرنے والا کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے لوٹا دے۔ اب میں لوٹ کر اچھے اچھے کام کروں گا۔ اگر مجھے حرام کا مال لاکھوں میں بھی ملے گا تب بھی میں نہیں لوں گا۔ تھوڑے مال پر گزارہ کروں گا۔ مجھے تو لوٹا دے۔

اللہ کہے گا ہم تجھے نہیں لوٹاتے۔ کلا! ہرگز نہیں۔ تمہارے سامنے ایک جگہ برزخ ہے، اس کے اندر تمہیں اس دن تک رہنا ہو گا جب تک کہ ایک ایک کو اٹھا کر اللہ کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے۔ تمہیں اب عالم برزخ میں جانا ہو گا۔ اب تم کو لوٹاؤں گا نہیں۔

● فرمانبرداروں پر تکلیف کی مثال:

اور تکلیف فرمانبرداروں پر بھی آتی ہے:-

"وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ"(پ ۲۔ سورۃ البقرہ۔ ع ۳)

اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو آزما کر رہیں گے کچھ خوف سے، بھوک سے اور جان و مال اور میووں کے نقصان سے ——— تم کو ڈر ہو گا کہ اگر ہم نے اللہ کی بات مانی، تو ہماری آمدنی کم ہو جائے گی۔ پھر بعد میں ڈر ہی نہیں بلکہ سچ مچ کی تکلیف بھی ہو گی۔ بھوک بھی ہو گی۔ اور مال بھی بجائے ملنے کے اور جاتا رہے گا۔ جانیں بھی جاتی دکھائی دیں گی اور نتیجہ بھی تمہارے خلاف دکھائی دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"(پ ۲ البقرہ۔ ع ۳)

اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو کہ جب ان کے اوپر تکلیف آتی

ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں۔ اور اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

● موت ایک پل ہے:

مثلاً حج کو جاتا ہے، بیوی بچے پہلے جہاز سے، بھائی بہن دوسرے جہاز سے، ماں باپ تیسرے جہاز سے اور خود چوتھے جہاز سے گئے۔ کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل کے اندر ہوتا ہے کہ سب جہاز مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ میں بھی پہنچ جاؤں گا۔

"اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ"

موت ایک پل ہے، جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے۔

تو ہم بھی اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف جانا ہے۔ جتنے بھی اس دنیا سے ہم سے پہلے چلے گئے ہیں، اللہ کے پاس جا کر ان سے ملاقاتیں کر لیں گے۔

"أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ"(پ ۲ البقرہ۔ ع ۳)

ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی۔ اور وہی لوگ سیدھی راہ پر ہیں۔

● بیرون ملک میں ہماری جماعت کا قصہ:

اب میں اپنے بیان کو ایک قصہ سنا کر ختم کرتا ہوں۔ سارا بیان تو آپ لوگوں نے سن لیا۔ آخرت کی بات کو آپ لوگوں نے بار بار سنا۔ دنیا کے اندر کا اتار چڑھاؤ سنا۔ نعمتوں اور تکلیفوں کا امتحان سنا اب اگر یہ قصہ سنا دوں تو ساری باتوں کیلئے ذہن ہموار ہو جائے گا۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہارا بھی ویسا ہی قصہ بنا دے۔

ہم لوگ گئے ملک شام ——— اور ہمارے ساتھ اچھی خاصی جماعت تھی۔ حضرت مولانا یوسف صاحب کی زندگی میں ہمارے بیرون ملک کے چار سفر ہوئے ہیں۔ پہلا حجاز مقدس کا 1971ء میں۔ اور دوسرا سفر عمرہ کیلئے اور پھر وہاں سے مصر کا۔

تیسرا سفر عمرہ کیلئے اور پھر وہاں سے شام کا۔ اور چوتھا سفر مراکش کا۔ یہ چار سفر بڑے تفصیلی ہیں۔

ان دنوں ہمارا سفر شام کا تھا اور ہمارے ساتھ اچھی خاصی جماعت تھی۔ دمشق، حلب، حمص وغیرہ ان جگہوں پر ہماری جماعتیں پھریں۔ پیدل بھی پھریں اور سواریوں سے بھی پھریں۔ دمشق کے اندر ایک جگہ ہم لوگ کام کر رہے تھے۔ ہمارے ساتھ سفر میں جو لوگ چلتے تھے وہ غریب بھی تھے اور امیر بھی تھے۔ ڈاکٹر بھی تھے اور انجینئر بھی، قلی بھی تھے اور مزدور پیشہ بھی۔

● مسجد کے افتتاح میں شرکت:

ہم لوگ گشت کر رہے تھے۔ اوپر سے برف پڑ رہی تھی۔ لوگ مانوس ہو رہے تھے۔ مسجدیں بھر رہی تھیں۔ اتنے میں ایک مسجد کا افتتاح وہاں کی حکومت کی طرف سے طے ہوا۔ اس افتتاح کے اندر کئی ملکوں کے وزراء و سفراء اور ملک شام کی سپریم کورٹ کے جج اور بہت سے وزراء جمع ہوئے۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب کوئی افتتاح ہوتا ہے تو بڑے بڑے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ دو منٹ کی تقریریں کرتے ہیں۔ اور آخر میں ایک رسی ہوتی ہے، اس کو کاٹ دیتے ہیں، افتتاح ہو گیا۔

اب وہاں ایک بڑے باثر شخص جو ہماری جماعت کے ساتھ رہ چکے تھے ان کے دل میں یہ بات آئی کہ تبلیغ کی بات سارے وزراء اور سفراء بھی سنیں۔ کیونکہ انہیں یہ سب سننے کا موقع نہیں ملتا۔ ان سے ملاقات کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے اردگرد سیکورٹی ہوتی ہے —— وہ ہمارے پاس بھی آئے اور کہنے لگے کہ تم لوگ بھی ہماری اس مسجد کے افتتاح میں آجاؤ۔ میں نے کہا کہ بھائی —— ہم لوگ تو

یہاں پر کام کریں گے۔ مسجد کے افتتاح سب مل کر کرلیں تو ہم بھی کبھی اس مسجد میں آئیں گے اور گشت کریں گے۔ لوگوں کو جمع کریں گے اور کام کریں گے، ابھی مت لے جائیے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! تمہیں ابھی چلنا ہے۔

● عام لوگوں میں کام کرنا زیادہ سود مند:

ہم نے کہا کہ دیکھو! ایسے بڑوں کے پاس جا کر بات کو سمجھانا مشکل ہے۔ عام پبلک تو بات کو سمجھ رہی ہے۔ ان کے اندر جب دینداری آئے گی، جب اخلاق آئیں گے، جب وہ قتل و غارت گری کو چھوڑ دیں گے، چوری ڈکیتی کو چھوڑ دیں گے۔ تو انشاء اللہ یہ لیڈر بھی متاثر ہوں گے کہ یہ لوگ اچھے لوگ ہیں۔ لوگوں کو اچھا بناتے ہیں اس لئے ہمیں ابھی عام لوگوں کے اندر کام کرنا ہے۔ لیکن بھائی ان کا اصرار بڑھا اور ہمارا انکار بڑا۔ آخر ہم ہار گئے تو ہم نے کہا چلو!

● وفود سے ملنے کا نبوی طریقہ:

پھر ہم نے کہا کہ ہمارے یہ کمبل اور کپڑے دیکھو! اور ان لوگوں کو دیکھو، تو ہمارا اور ان کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھے گا۔ زیادہ سے زیادہ کپڑا ذرا صاف کرلیں گے۔ ٹوپی ذرا صاف پہن لیں گے۔

دوستو! اس میں کوئی حرج نہیں۔ وفود سے ملنے کے کپڑے رسول اللہ ﷺ کے الگ ہوتے تھے، خیر ہم وہاں چلے گئے۔ اپنا اپنا کمبل اوڑھ کر ایک طرف جماعت بیٹھ گئی۔ ان لوگوں کی دو دو منٹ کی تقریریں سنیں۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب آپ باتیں کریں۔ میں نے کہا کہ بات تو ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ نہیں! تمہیں بھی کرنی ہے۔ اور انہوں نے میرا تعارف لوگوں سے کرایا کہ یہ ہمارے ہندوستان سے آئے ہوئے مہمان ہیں۔ یہ جو کام کرتے ہیں، اس کا بہت فائدہ ہوا

ہے۔ کتنی جگہوں پر چوریاں ڈکیتیاں ہو رہی تھیں، وہاں کے لوگوں نے چھوڑ دیا۔ قتل و غارت گری ہو رہی تھی، لیکن ان کی برکت سے کتنوں کی جانیں بچ گئیں۔ یہ جتنے لوگ ہندوستان سے آئے ہیں یہ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمیں ان کی بھی باتیں سننی ہیں تو سب نے کہا کہ ضرور سنیں گے۔ ہم کھڑے ہوگئے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر ڈھائی گھنٹے کی تقریر نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر مختصر بیان کیا۔

دانہ ڈالنے والے کو راضی کرو:

ان لوگوں سے کہا کہ آج پوری دنیا کے اندر جو محنت ہو رہی ہے وہ خانوں کے بدلنے کی محنت ہو رہی ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نیچے کے خانے سے اوپر کے خانے میں چلا جاؤں —— لیکن خانوں کے بدلنے سے زندگی نہیں بدلتی۔ جس خانے میں اللہ نے رکھا ہے، اس خانے میں رہ کر دانہ ڈالنے کو ہم راضی کرلیں تو کامیابی ہے۔ جیسے کبوتر کیلئے خانے بنے ہوئے ہیں۔ نیچے سے اوپر تک۔ اب کبوتر نیچے سے اوپر کے خانے میں جائے، یہ اس کی کامیابی نہیں ہے۔ اس کی کامیابی یہ ہے کہ دانہ ڈالنے والے کو راضی کرے۔ اگر نیچے کے خانوں میں ہوگا تو بھی کامیاب ہوگا۔ اور اوپر کے خانے میں ہوگا تو بھی کامیاب ہوگا —— اور اگر نیچے کے خانے سے اوپر کے خانے میں تو چلا گیا مگر دانہ ڈالنے والے کو ناراض کردیا تو نیچے کے خانے والے نیچے رہ کر کامیاب ہوں گے اور اوپر کے خانے والے اوپر جاکر برباد ہوں گے۔

دانہ ڈالنے والا اللہ ہے۔ نیچے کے خانے میں رہ کر اللہ کو راضی کرے، اور اوپر کے خانوں میں جاکر بھی اللہ کو راضی کرے۔ اور خانوں کے بدلنے کی محنت نہ کرے۔ آج ہر آدمی خانوں کے بدلنے کی محنت کر رہا ہے۔ اگر حوالدار ہے تو تھانیدار بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر پورے ملک کا وزیراعظم بن گیا تو اب بھی اس کے ذہن میں یہ ہوتا

ہے۔ کہ اطراف کے دو چار ملک کو ہڑپ کرلے۔ تو اس طرح ہر آدمی خانے کے بدلنے کی محنت کر رہا ہے۔

اور ہم جماعت کے لوگ وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے بتایا ہے کہ خانوں کے بدلنے کی بجائے جس خانے میں ہو، اس میں دانے ڈالنے والے کو راضی کرو۔ اور اس کیلئے یہ چھ نمبر بڑے کام کے ہیں۔

ایمان کی طاقت، نماز کا اہتمام، تعلیم کے حلقے، اللہ کا ذکر، قرآن کی تلاوت، دعاؤں کا اہتمام، ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنا، اکرام کرکے آپس میں اجتماعیت پیدا کرنا۔ اور اس دعوت کے کام کو پوری امت میں چالو کرنا۔

ایک اچھی مثال:

دیکھو بنی اسرائیل نیچے کے خانے میں تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگ نیچے کے خانے میں سمجھتے تھے۔ اور فرعون، ہامان، قارون یہ سارے کے سارے اوپر کے خانے میں تھے۔ لیکن انہوں نے خانہ کے اندر دانہ ڈالنے والے کو ناراض کردیا تو اوپر کے خانے کے اندر رہنے کے باوجود برباد ہوگئے۔ اور بنی اسرائیل نے اللہ کو راضی کرلیا تو نیچے کے خانے کے اندر رہ کر بھی کامیاب ہوئے۔

ہماری دعوت یہ ہے کہ تم جونسے بھی خانے میں ہو، دانہ ڈالنے والے کو راضی کرکے کامیاب ہو جاؤ۔ اس کیلئے ہم آپ لوگوں سے چار چار مہینہ مانگتے ہیں۔

تشکر و امتنان:

آپ لوگ بھی کسی موقعہ پر ہمارے ملک میں تشریف لائیں آپ لوگوں کے باپ دادوں نے آکر ہمارے اندر کتنا دین پھیلایا۔ اور ہمارے باپ دادا بالکل بھٹکے ہوئے تھے۔ تمہارے باپ دادا نے ہمارے باپ دادا کو دین سکھایا۔ وگرنہ ہم سارے پہلے ایک

سے زیادہ خدا ماننے والے تھے۔ لیکن تمہارے باپ دادا نے ہمیں ایمان پر ڈال دیا اور ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ملک شام میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر ہم نے اس طرح کی باتیں کہیں۔ اور پھر ان سے کہا کہ دیکھو! ہماری جماعتیں تمہارے ملکوں میں آویں گی تو جماعتوں کے بارے میں تم پبلک سے کہہ دو کہ یہ بھلے لوگ ہیں، ان کا ساتھ دو۔

ہماری جماعت کی علامت:

اور ہماری جماعت کی علامات یہ ہوں گی کہ یہ جماعت اپنا خرچ کر کے آوے گی۔ پیسہ نہیں مانگے گی۔ کندھے پر بستر اٹھائے گی۔ مسجدوں کے اندر ٹھہرے گی۔ یہ لوگ اپنا کھانا پکا کر کھائیں گے۔ اور لوگوں کے گھروں پر جا کر کوشش کر کے انہیں مسجدوں میں لائیں گے، ان کو نماز سکھائیں گے، دین سکھائیں گے، ان کی جماعت بنا کر باہر نکالیں گے۔ اور چار مہینہ کی تشکیل کریں گے۔ یہ ہماری اس جماعت کی علامت ہے —— اگر تم کو کہیں خبر مل جائے کہ ہمارے ملک میں ایسی جماعت آئی ہے۔ تو ذرا وہاں کے لوگوں سے کہہ دینا کہ ان لوگوں کو مسجدوں میں ٹھہراؤ۔ ان لوگوں سے کام لو۔ دین کی باتوں کو سنو۔ اور آپ لوگ بھی ان لوگوں کی بات سنیں ------ ہمارے ذہن میں یہ تھا کہ ان لوگوں کے ذہن صاف ہو جائیں تاکہ ان کے ملکوں میں جماعت جائے تو آسانیاں ہوں۔

آپ لوگ بھی ہندوستان آئیں:

خیر! اس کے بعد ان لوگوں نے رسی کاٹی اور مسجد کا افتتاح ہو گیا۔ اس کے بعد ناشتہ آیا۔ ہم سب اور وہ بیٹھ گئے۔ ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ آپس میں تعارف ہونا چاہئے۔ انہوں نے تعارف کرایا۔ خوب ہنسی خوشی کے ساتھ ساری باتیں ہوئیں۔

ان کی تشکیل کرنے کی ہم نے کوشش کی کہ ابھی نہ جاسکو تو کبھی ہندوستان آنا۔ اور اگر ہندوستان آنا تو ہماری بنگلے والی مسجد میں ضرور آنا۔ بالکل سیدھی سادی مسجد ہے۔ پوری دنیا سے لوگ وہاں آتے ہیں۔

اردن کیلئے ہماری روانگی:

دوسرے دن ہمارا سفر اردن کیلئے تھا، ہم ریل کے اندر تھے۔ اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ عمان کی طرف جارہی تھی۔ اس ریل کے اندر عرب نوجوان بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ قمار بازی ہو رہی تھی۔ کیرم بورڈ کھیل رہے تھے۔ شور وشغف ہو رہا تھا۔ جب ہم لوگ ریل کے اندر داخل ہوئے تو چاروں طرف سے وہ ہم کو گھوم گھوم کر دیکھنے لگے۔ ہم بھی چاہتے تھے کہ کچھ بات ہو۔ لیکن یہ چاہتے تھے کہ ذرا مانوس کر کے بات کی جائے۔ اس بیچ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ تو میں نے کہا کہ ہم لوگ ہندوستانی ہیں۔ اس زمانے میں جبل پور کے اندر بہت زبردست فساد ہوا تھا۔ اور وہ لوگ فساد کے مناظر کو ٹیلی ویژن پر دیکھتے تھے۔ اس کے مناظر کو وہ لوگ بیان کرنے لگے کہ جبل پور میں یہ ہوا وہ ہوا۔ یہ سیاسی بات شروع کر دی۔

نہرو جی کیسے آدمی ہیں؟

پھر ان نوجوانوں نے کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کرو! انہوں نے کہا کہ نہرو کیسے آدمی ہیں؟ (اس وقت ہمارے ملک کے وزیر اعظم نہرو جی تھے) اس قسم کی بات کا جواب دینا ہمارے لئے مناسب نہیں تھا۔ اور پھر اپنے ملک کے وزیر اعظم کے بارے میں ہم کوئی ایسی بات کہیں جو ان کے خلاف پڑے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ پھر ہم نے سوچا کہ ہمیں تو سیاسی قسم کی کوئی بات کرنا نہیں، مرید اپنے پیر کی کرے، مجاور اپنے مدینے کی کرے، ہمیں تو بس تبلیغ کی کرنی ہے۔ تو ہم نے کہا کہ

ایک انسان ہیں۔ ان کے دو کان ہیں، دو آنکھیں ہیں، دو ہونٹ ہیں، ایک زبان ہے، دو ہاتھ ہیں، دو پیر ہیں اور ایک دل ہے۔ اور اللہ نے ہر انسان کو یہ چیزیں دی ہیں۔ اور اس کا استعمال یوں ہے، اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تبلیغ کی لائن سے بیان کیا۔ وہ لوگ سنتے رہے۔ پھر ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ اس کام کو کریں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ صرف چار مہینہ آپ لوگوں سے مانگ رہا ہوں۔ ہم اردن جارہے ہیں لیکن ابھی عمان کی فلاں مسجد میں اتریں گے۔ کیا تم لوگ وہاں پہنچ کر عمان کی فلاں مسجد کے اندر آؤ گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ضرور آئیں گے۔

● ٹرین گویا چلتی پھرتی مسجد بن گئی:

اب وہ لوگ سیاست کی بات بھول گئے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ یہ لوگ جو کام کر رہے ہیں یہی ٹھیک ہے۔ نماز کا وقت ہوا، نماز پڑھی اور ان لوگوں نے بھی پڑھی، تعلیم کے حلقہ میں بھی شرکت کیا۔ ذکر کے حلقہ میں بھی شریک ہوئے۔ ٹرین گویا ”چلتی پھرتی مسجد“ بن گئی۔ پھر ہم لوگ اپنے دوسرے کاموں کیلئے مشورہ میں شریک ہوگئے کہ آگے کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے، اور یہ نوجوان اخبار پڑھنے لگے۔

● ملک شام میں انقلاب آگیا:

میں نے ان سے پوچھا کہ ”اخبار میں کوئی خاص خبر ہے“؟ ——— انہوں نے کہا کہ ”ہے“ ——— میں نے پوچھا ”کیا خبر ہے“؟ ——— انہوں نے کہا کہ ”ملک شام کے اندر انقلاب آگیا“ ——— میں نے کہا انقلاب؟ ——— انہوں نے کہا: کہ ”ہاں!“ ——— میں نے پوچھا اور کیا کیا ہوا؟ ——— انہوں نے کہا ”فلاں فلاں کی!“ ——— میں نے پوچھا اور کیا کیا ہوا؟ ——— انہوں نے کہا کہ فلاں فلاں اشخاص جیل کے اندر داخل کردیے گئے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ تھے جو مسجد کے افتتاح میں تھے

اور ہمارے ساتھ کھانے میں بیٹھے تھے۔ اور جن سے ہم نے کہا تھا کہ اصل محنت خانے کے بدلنے کی نہیں ہے بلکہ جس خانے میں ہیں اس میں دانہ ڈالنے والے کو راضی کرلیا جائے ——— تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو! ان لوگوں کو یاد آگیا ہوگا کہ ہم اوپر کے خانے میں تھے اور آج ہم کو اللہ نے نیچے کے خانے میں کردیا۔ اللہ کرے کہ ان کی سمجھ میں ہماری بات آگئی ہو، اور اللہ کو راضی کرنے والے بن جائیں۔

میرے محترم دوستو! ہمارا کام ایسا ہے جو ہر جگہ ہو سکتا ہے لیکن اس کو سیکھنا پڑے گا۔ کرنا تو پوری زندگی ہے اور ساری امت کو یہ کام کرنا ہے۔

● ایک دم سے اچھلے گا تو گر پڑے گا:

لیکن حضرت مولانا الیاس صاحب، حضرت مولانا یوسف صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس کام کو پوری زندگی کرنا ہے اور اسے پوری امت کرے کام تو یہی ہے۔ لیکن دھیمے دھیمے کرنا چاہئے ایک دم سے اچھلے گا تو گر پڑے گا، اور سیڑھی سیڑھی چڑھے گا تو منزل تک پہنچ جائے گا پہلی سیڑھی چار مہینہ ہے، اس میں آدمی حکمت سیکھے گا اور تب وہ حکمت کے ساتھ کام کرے گا۔

● گھر میں دین کی فضا کیسے بنے؟

ہمارے بہت سے نوجوان بھائی جماعت میں پھرے اور دینداری آگئی۔ گھر پر چلے گئے اور گھر پر جاکر دکان پر بیٹھے۔ خوب کما کر دیا۔ باپ خوش ماں بھی خوش بیوی بھی خوش، سارے گھر کے لوگ خوش۔ پھر اس نے کہا ابا جان! میں دکان چلاؤں گا۔ بھائی جان کو ایک چلے کیلئے جماعت میں بھیج دیں۔ بھائی جان تیار ہوگئے اور جماعت میں چلے گئے۔ اب یہ دکان بھی چلا رہا ہے اور گھر کا نظام بھی چلا رہا ہے۔ اور مہینے کے تین دن بھی دے رہا ہے۔ گشت، تعلیم وغیرہ بھی کررہا ہے اور گھر والے خوش ہیں۔

پھر کہا کہ ابا جان! میرا جی چاہتا ہے کہ میری امی، میرے بھائی جان کے ساتھ تین دن کیلئے مستورات کی جماعت کے ساتھ چلی جائیں ——— امی کا ذہن بنا ——— پھر کہا کہ ابا جان! میرا جی چاہتا ہے کہ چار مہینہ آپ بھی دے دیں۔ ہم دکان وغیرہ چلاتے رہیں گے۔ ابو بھی چار مہینہ کیلئے چلے گئے۔ اب سارا گھر دین کی دعوت میں لگ گیا۔ دین کا ماحول ہو گیا۔ اب آدھے لوگ جماعت میں جاتے ہیں اور آدھے لوگ گھر رہتے ہیں۔ گھر کے کام کرتے ہیں، کاروبار کے نظام چلاتے ہیں۔

اگر ہم نے بھی ایسا بننے کی کوشش کی تو ہمارے بڑے بوڑھے انشاء اللہ نوجوانوں کو نہیں روکیں گے۔ اور اگر وہ روکیں گے تو ہم ان بوڑھوں کی خوشامد کریں گے۔

❁ اپنا واقعہ:

جو شخص کھڑا ہو گیا اور پختہ ارادہ کر لیا تو وہ انشاء اللہ چار مہینہ پورا کرلے گا۔ ایسے کئی قصہ ہوئے ہیں۔ میں بمبئی کے اندر امامت کیا کرتا تھا۔ ایک جماعت دلی سے پیدل چل کر بمبئی ہماری مسجد میں آئی۔ ایک ایک دن کیلئے مجھے کئی مرتبہ نکالا اور امیر جماعت نے دیکھا کہ میرے اوپر بڑا اثر پڑا۔

امیر صاحب بالکل بے پڑھے تھے۔ لیکن ایک ہزار کلو میٹر پیدل چلنے کا میری طبیعت پر بڑا اثر پڑا تھا۔ سارے لوگوں نے دیکھا کہ مولوی پر بڑا اثر ہوا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے بڑی حسن تدبیر سے کام لیا اور مجھ سے چار مہینہ نہیں مانگا اور کہا کہ ہفتہ والے اجتماع میں آیا کرو۔ ہم وہاں پر جاتے تھے۔ ایک دن ایک گریجوایٹ کا بیان تھا۔ جو دو سال حجاز مقدس میں پھر کر آئے تھے۔ ان کے بیان کا مجھ پر اتنا اثر پڑا کہ انہوں نے چار مہینہ مانگا تو میں نے چار مہینہ اسی مسجد میں کھڑے ہو کر لکھوادیا۔ گھر گیا تو گھر والے ناراض، مسجد کے متولی ناراض اور مکتب والے ناراض بچوں کے ماں باپ بھی

ناراض، چالیس روپیہ ہم کو امامت کا ملتا تھا۔ اور چالیس روپیہ مکتب کا ملتا تھا۔ اوپر سے دس ہزار روپے کا قرضہ مجھ پر تھا۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ سارے گھر والے رونے لگے۔ لیکن ہمارے تبلیغ کے جو دوست ہوتے ہیں ان کو بہت غم ہوتا ہے، خوب رو رو کر دعائیں مانگیں اور میرے پاس آکر کہتے رہے کہ چلنا ہے۔ ہم نے بھی ٹکٹ خرید لیا۔ تین سو روپیہ قرض لیا اور چلے گئے بمبئی سینٹرل۔ ہمارے رشتہ دار روکنے آئے اور وہ رو رہے تھے۔ کہنے لگے کہ گھر کا پورا خرچہ اور اوپر سے اتنا قرضہ ہے کیا ہوگا؟ ——— میں بھی پریشان ہو گیا۔

❁ چار مہینہ آج تک پورا نہیں ہوا:

ایک تبلیغ کا کام کرنے والا مجھ کو کنارے لے گیا۔ اور کہا کہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم دین کا کام کروگے تو اجڑ جاؤ گے، ارے تم چمکو گے، تو تمہارا گھر چمکے گا تمہارا ملک چمکے گا۔ یہ تمہارا کام ہے جب زور سے درد بھرے لہجے میں کہا تو میں پانی پانی ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں۔ جیب میں ٹکٹ تھا، پیسے بھی تھے۔ میرے روکنے والے رشتہ دار رونے لگے اور کہتے رہے اتر جاؤ اتر جاؤ۔ لیکن میں نہیں اترا۔ اور چلا گیا۔ اور وہ چار مہینے آج تک پورے نہیں ہوئے۔

❁ کاش! میرے چار مہینے موت تک پورے نہ ہوں:

اور میں تم سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ وہ چار مہینے موت تک پورے نہ ہوں۔ اور کوئی کام رکا بھی نہیں۔ سارے کام کو اللہ نے کر دیا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی چار مہینے اور آٹھ مہینے کیلئے کھڑے ہو کر اپنے اپنے نام لکھوادیں۔

بیان ۷

آج ہم لوگوں میں دینی نقصان ہونے کی بنا پر اگر کسی کے گھر جا کر پوچھو کہ کہاں ہیں ——؟ کہا کہ بازار میں —— کب آئیں گے ——؟ جواب ملے گا کہ پتہ نہیں کب آئیں گے۔ اس لئے کہ بازار کے تقاضہ میں نہ معلوم کہاں سے کہاں نکل جائیں۔

اور اگر گھر والے کہیں کہ وہ تو مسجد میں گئے —— کب آئیں گے ——؟ تو کہیں گے کہ ابھی آئیں گے۔

کتنا الٹا معاملہ ہے۔ صحابہ کے یہاں تو یہ معاملہ تھا کہ بازار جانے کے بعد جلدی آجائیں گے اور مسجد جانے کے بعد پتہ نہیں —— اور ہم لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ بازار جانے کے بعد پتہ نہیں کب آئیں گے؟ اور مسجد میں گئے تو فوراً ہی آجائیں گے۔

اسی تقریر کا ایک پیراگراف

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ!

میرے محترم دوستو اور بزرگو!

اللہ نے اس دنیا کے اندر انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کی استطاعت کے بقدر صلاحیت اس کے اندر رکھی۔ اور بقدر ضرورت محنت کا مادہ بھی رکھا۔ اب اس محنت کے ذریعہ انسان اپنی ذات کو قیمتی کیسے بنائے؟! اگر انسان اس محنت کو اپنی ذات پر انبیاء علیہم السلام کے بتائے ہوئے طریقے پر صرف کرے گا تو اس سے اس کی ذات قیمتی بنے گی۔ اور اگر یہ اپنی محنت مخلوق کے اوپر لگادے گا تو بے قیمت ہو جائے گا۔

❁ اپنی ذات کو قیمتی بنانے کا طریقہ:

اپنی محنت کو اپنی ذات پر صحیح طریقے پر لگانا، یہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ معلوم ہوگا۔ اور ہر زمانہ میں نبیوں نے یہ کام کیا ہے۔ اب چونکہ نبیوں کا آنا بند ہو گیا تو یہ کام رسول اللہ ﷺ کی امت کے حوالے کیا گیا۔ یعنی امت نبیوں والا کام کرے، اور ایسی فضا بنائے کہ جس فضا کے اندر قیمتی بن سکے۔

❁ اپنی ذات پر محنت کے ثمرات:

انسان کے قیمتی بننے کیلئے ایک طرف تو ایمان ہو اور دوسری طرف اعمال صالحہ ہوں، تب یہ انسان قیمتی بنے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے حالات بھی بنائیں گے، اور آخرت کے بھی حالات بنائیں گے۔ ہر حال میں اللہ اسے کامیاب کریں گے۔

نعمتوں کے اندر بھی کامیاب ہوگا اور تکلیفوں کے اندر بھی۔

تندرستی کے اندر بھی، اور بیماری کے اندر بھی۔

تونگری کے اندر بھی کامیاب، تنگدستی کے اندر بھی۔

کچے مکان میں ہوگا تو کامیاب، پکے مکان میں ہوگا تو کامیاب۔

جہاں ہوگا کامیاب ہوگا، جب قبر میں جائے گا تو اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے وہاں بھی کامیاب کریں گے، اور قیامت کے دن بھی۔ بشرطیکہ نبیوں کے بتائے ہوئے طریقہ پر اچھا بن جائے۔

❁ ہر حال میں ناکام:

اور اگر یہ برائیاں کرتا رہا۔ نبیوں والے طریقہ پر نہ چلا تو پھر یہ انسان بے قیمت بنے گا۔ اور بے قیمت بننے کے بعد یہ انسان ناکام ہوگا۔ اور ہر حال میں ناکام ہوگا۔

نعمتوں میں ہو یا تکلیفوں میں ہو، تونگر ہو یا تنگدست، بیمار ہو یا تندرست، ہر حال میں یہ ناکام ہوگا۔ دنیا کے اندر بھی آخرت کے اندر بھی۔

❁ دین کی فضا کیسے بنے گی؟

رسول کریم ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ ایسا ہے کہ اگر کوئی اختیار کرے تو ایک شخص تنہا اچھا بنے ایسا نہیں ہوگا۔ بلکہ دنیا بھر کے لوگ نیک بنیں گے۔ اور صرف نیک ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے لوگ نیک بنانے والے آدمی تیار کریں گے۔ جب یہ محنت کریں گے تو ہر طرف اس کی فضا بنے گی۔ جیسے رسول کریم ﷺ کے زمانے میں فضا بنی۔ جہاں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعتیں گئیں تو وہاں وہاں یہ ساری بھلائیاں پھیلتی رہیں۔ اور بھلائیوں کے پھیلنے پر اللہ پاک کی مدد آتی رہی اور برائیاں مٹتی رہیں۔ اور برائیوں والے دبتے رہے، برائیوں والے چھپتے رہے۔

برائیوں والے نیکیوں پر آتے رہے یا ملیامیٹ ہو گئے۔

اب وہ کام کہ جس کے ذریعہ انسان بھلا بنے اور بھلائی دنیا میں پھیلے کر امن و امان آئے اور آسمان سے برکتیں اتریں، زمین سے برکتیں ظاہر ہوں، انسان کے اندر جوڑ ہو، محبتیں پیدا ہوں، اس کیلئے چند کام کرنے پڑیں گے۔

❁ ایمان و یقین کیسے ٹھیک ہوگا؟

اول ایمان کی لائن کو ٹھیک کرنا ہوگا —— ایمان کو سات لائن سے ٹھیک کرنا ہے —— اور اعمال کو چار لائن سے ٹھیک کرنا ہے، پھر دنیا اور آخرت کے اندر کامیابی ہے۔

اب ایمان کی سات لائن کو صحیح بنانا وہ یہ ہے:-

1 —— اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ —— اللہ کا یقین ہو۔

2 — وَمَلٰئِکَتِہٖ — فرشتوں کا یقین ہو۔

3 — وَکُتُبِہٖ — آسمانی کتابوں کا یقین ہو۔

4 — وَرُسُلِہٖ — رسولوں کا یقین ہو۔

5 — وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ — قیامت کے دن پر بھی۔

6 — وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ — تقدیر پر یقین ہو۔

7 — وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ — مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین ہو۔

آگے میں تھوڑی تھوڑی تفصیل اس کی عرض کروں گا۔ اللہ پاک ہمیں اس یقین کے پیدا کرنے کی کوشش کی توفیق دے۔

پورے عالم کیلئے عملی دعوت:

اب چار لائن سے اعمال ٹھیک کرنے ہوں گے۔ اول عبادات کی لائن ٹھیک کرنی ہوگی۔ اس لائن کے اندر ------ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یہ چار عبادتیں ہیں۔

دوسری لائن، معاشرت ٹھیک کرنی ہوگی۔

تیسرے، معاملات ٹھیک کرنے ہوں گے۔

چوتھے، اخلاق ٹھیک کرنا ہوگا۔

تو عبادات کی جو لائن بتائی گئی، اس پر محنت کرنی ہوگی۔ پھر معاشرت رہن، سہن اور گھریلو زندگی، نبیوں کے طریقہ پر آجائے۔ اور پھر معاملاتی زندگی اور کاروباری زندگی بھی نبوی طریقے پر آجائے۔ اس سب کے ساتھ اخلاقی معیار اعلیٰ ہو جائے اور ہمارے اخلاق رسول ﷺ کے طریقہ پر ہو جائیں۔

چار لائن خوب ذہن نشین کرلو:-

عبادات کی لائن۔

معاشرت کی لائن۔

معاملات کی لائن ——— اور

اخلاق کی لائن۔

اگر یہ ٹھیک ہو گئیں، تو خوب جان لو کہ یہ پورے عالم کیلئے عملی طور پر دعوت ہوگی ------ لیکن عمل کیلئے قول کی بھی دعوت ضروری ہے۔ مثلاً اس وقت میں بول رہا ہوں اور آپ سن رہے ہیں۔ تو اس کے اندر زبان سے بولنا بھی ہوگا۔ اور عملی طور پر وہ چیز کرنی بھی ہوگی۔

عمل کے ساتھ اخلاص کی ضرورت:

اب عمل کے ساتھ ساتھ ایک چیز ہونی چاہئے اور وہ یہ کہ اندر کی کیفیت بنی ہوئی ہو۔ ظاہر میں تو عمل ہو، اور اندر سے خالی ہو تو وہ عمل بھی کام نہیں آتا۔ مثلاً شہید ہے، سخی ہے، قاری ہے۔ انہوں نے عمل کیا لیکن اندر شہرت کا جذبہ تھا۔ تو اس کرنے کے باوجود جہنم کے اندر چلیں گے۔

تو ——— ایک طرف قول ہو۔

ایک طرف عمل ہو ——— اور

ایک طرف اندر کی کیفیت بھی بنی ہوئی ہو۔

نبی کی محنت کے تین موضوع:

انہیں تین چیزوں دعوت، تعلیم اور تزکیہ کیلئے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول کریم ﷺ کیلئے دعا کی کہ وہ امت کی تربیت انہیں تین چیزوں کے ساتھ کریں:-

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔"
(البقرہ پ ۱ ع ۱۵)

"اے پروردگار بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھادے ان کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو، بے شک توہی ہے بہت زبردست، بڑی حکمت والا"

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ ——— یعنی ایک طرف دعوت ہوگی۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ——— یعنی تعلیم ہوگی۔

وَيُزَكِّيهِمْ ——— یعنی اندر کی کیفیت ٹھیک کرے گا۔

دعوت کے ذریعہ یقین بنے گا۔ یقین بننے کے بعد پھر آدمی عمل کرنا چاہے گا۔ اور عمل علم کے بغیر صحیح نہیں ہوگا۔ پھر علم و عمل کی صحت کا دارومدار اندر کی کیفیت پر ہے وہ بھی ٹھیک ہونی چاہئے۔

اندر اخلاص ہونا چاہئے۔

اندر صفت احسان ہونا چاہئے۔

اندر اللہ پر تقویٰ اور توکل ہونا چاہئے۔

بدکاری سے بچتا ہو، تکبر سے بچتا ہو، دنیا طلبی اور خود غرضی سے بچتا ہو۔ حب جاہ حب مال، حب دنیا اس میں نہ ہو ——— وَيُزَكِّيهِمْ تو یہ تین کام پیغمبر آخر الزماں ﷺ کریں۔ اس کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی۔

● جہاد کی حقیقت دعوت الی اللہ:

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے جب محنت کا میدان ترتیب دیا تو اس میں یہ تینوں باتیں تھیں۔ یعنی دعوت، تعلیم اور تزکیہ۔ ایک طرف تو دعوت کا خوب زور تھا۔ جتنی

جماعتیں صحابہ کی باہر جاتیں تھیں اور پھر جتنے جہاد میں جاتے تھے تو اس جہاد کی حقیقت بھی تو دعوت ہی تھی۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا۔ پھر اگر نہ مانیں تو ان سے کہا جاتا کہ جزیہ دے کر مصالحت کرلو۔ جزیہ دے کر مصالحت کریں گے تو وہ رعیت بنیں گے۔ اور کلمہ والے ایمان والے ان کے پاس جاکر بسیں گے۔ مساجد بنائیں گے مسجد والے اعمال جاری کریں گے، وہاں جاکر کاروبار کریں گے۔ اور کاروبار کو اسلامی طریقے پر کرکے بتائیں گے، وہاں جاکر اپنا گھر بھی بنائیں گے۔ اور اس طرح گھر کے اسلامی ماحول کا مظاہرہ کریں گے۔

ایک طرف مسجد اور مسجد والے اعمال ہیں۔

ایک طرف کاروبار اور پاک اسلامی کاروباری طریقہ ہے۔

ایک طرف گھر اور اسلامی معاشرتی نمونہ ہے۔

یہ سب کچھ اسلامی طریقہ پر ان کے سامنے آئے گا ——— اب جو یہود و نصاریٰ ہیں، ان کے گرجاؤں کو نہیں توڑیں گے۔

ان کے پادریوں اور علماء کو نہیں ماریں گے۔

ان کے بیوی بچوں پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے ——— سب کے سب اس منظر کو بھی دیکھیں گے۔ اس طرح جب ان کے سامنے عملی طور پر دین آجائے گا تو انشاء اللہ ایمان کے اندر قوموں کی قومیں آتی چلی جائیں گی۔

تو اس جہاد کا اصل مقصد تھا دعوت الی اللہ۔ پہلا کام تو قولی دعوت، دوسرا کام عملی دعوت، تیسرے مصالحت بالجزیہ یا محاربہ۔ یہ تفصیلی اور عملی دعوت ہے۔ جس قبیلہ اور خاندان میں صحابہ دعوت دینے کیلئے جاتے تو ان سے کہتے:۔

اَسْلِمْ تَسْلَمْ خدا کی طاقت کو تسلیم کرو، تو تم مزے میں رہو گے۔

یہ دعوت اجمالی اور قولی ہے اگر اس نے یہ قبول کرلیا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّد

رسول اللہ" اگر اس نے پڑھ لیا اور اس کو مان لیا تو اس سے کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں، پھر ایک جماعت صحابہ کرام کی مدینہ منورہ میں دین سیکھنے اور سکھانے کا کام کرتی، اور اس میں یہی تین باتیں سیکھتے سکھاتے ہیں:-

دعوت، تعلیم، تزکیہ

● ایمان کی بہار:

ایک طرف مسجد نبوی آباد ہے، ایک طرف مدینہ کا بازار بھی آباد ہے تو گھر بھی آباد۔ مسجد کے اندر صحابہ ایمان کی باتیں سیکھتے ہیں۔ اور جب بازار میں جاتے ہیں تو ایمانیات کی لائن، اعمال کی لائن کی رعایت کرتے ہوئے چلتے ہیں کہ اگر ہم بازاروں کے اندر غلط کریں گے تو ہماری نماز قبول نہیں ہوگی۔ ہمارے حج کے اندر خلل پڑے گا۔ اسی طرح جب گھروں پر جاتے تھے، تو مسجدوں کی روحانیت کاروبار، بازار اور گھروں کے اندر بھی تھی۔

● مسجد کو آباد کیسے کیا جائے؟

آج بھی یہ ماحول بن سکے گا جبکہ مسجد کو اعمال سے آباد کیا جائے۔ ایمانیات کی لائن سے بھی اور اعمال کی لائن سے بھی۔ مسجد کے اندر تعلیم کے حلقے، اللہ پاک کا ذکر، قرآن پاک کی تلاوت، نمازوں کا پڑھنا، دعاؤں کا مانگنا، مشوروں کا کرنا، باہر سے آنے والی جماعتوں کی خیر و خبر لینا، جماعتوں کو باہر بھیجنا، اس کے بارے میں سوچنا، کہ کون سی جماعت کو کس طرف بھیجا جائے اور وہاں جا کر وہ کیسے کام کرے، باہر کی کوئی جماعت کمزور پڑ گئی تو اس کی نصرت کیلئے کوئی جماعت بھیجنا۔ یہ سارے کام مسجد میں برابر ہوتے رہیں، اس سے مسجدیں زندہ ہوں گی۔ مسجد کے باہر تک مسجد کی فضا بنے گی۔

● مسجد کی آبادی کیلئے صحابہؓ کا طرز عمل:

صحابہ کرام کا مجمع آدھا دن مسجد میں وقت گزارتا تھا۔ اور آدھا دن کاروبار میں گزارتا تھا۔ آدھی رات مسجد کے اندر سے گزارتا تھا اور آدھی رات گھر کے اندر صحابہ کا ایک مجمع صبح کو مسجد میں آتا تو ایک مجمع کاروبار کے اندر بازار میں رہا۔ اب بازار والا جو مجمع تھا وہ دوپہر کو مسجد کے اندر آ گیا۔ اور مسجد والا کاروبار کے اندر چلا گیا۔ اسی طرح رات کے بھی دو حصے ہوتے گئے تھے ——— اب

گھر دیکھو تو وہ آباد

مسجد دیکھو تو وہ آباد

کاروبار دیکھو تو وہ آباد

لیکن ایک بات تھی کہ اگر دین کا تقاضا آ گیا تو نماز کے وقت سب مسجد میں جمع ہو جاتے تھے۔ نماز کے وقت کوئی گھر پر نہیں ہوتا تھا۔ اب مسجد میں آ جانے کے بعد جو دین کا تقاضا ہے اسے پورا کریں گے۔ اس کے بعد ہی مسجد والے بازار میں کاروبار کیلئے جائیں گے۔

● صحابہ جیسا مسجد سے انس ہونا چاہئے!

لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ تقاضہ باہر جانے کیلئے آ گیا۔ اب جس نے صبح سے شام تک کا وقت مسجد میں گزارا نہیں کے بارے میں مشورہ ہو گیا کہ انہیں باہر جانا ہے۔ صحابہ کو ایسی عادت پڑی ہوئی تھی کہ وہیں سے باہر چلے جاتے تھے۔ بعض مرتبہ گھر جانے کا موقع ملتا ہی نہیں تھا ——— تو جو آدمی مسجد میں آ جاتا تو یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ بازار میں یا گھر میں واپس آئے گا یا دین کے کسی تقاضے پر چلا جائے گا۔

اگر کسی کے گھر کوئی جائے اور پوچھے مثلاً فلاں صحابی گھر پر ہیں؟

گھر والوں نے کہا "وہ نہیں ہیں"! ——— پھر پوچھا:-

"کہاں ہیں؟" —— گھر والوں نے کہا:
"مسجد کے اندر ہیں" —— پھر پوچھا:
"کب آئیں گے؟" —— تو جواب ملتا تھا کہ "مسجد جانے کے بعد پتہ نہیں" •
"کب آئیں گے" "آئیں گے بھی یا وہیں سے کسی دین کے تقاضے پر جماعت میں چلے جائیں گے۔ اللہ اکبر،

اب دوسرے گھر پر گئے، پوچھا —— "فلاں صحابی گھر پر ہیں"؟
جواب ملا "نہیں"! —— "کہاں گئے؟"
جواب ملا "بازار گئے" —— "بازار سے واپس کب آئیں گے؟"
جواب ملا "ابھی آئیں گے"

تو بازار والوں کے بارے میں یہ ذہن تھا کہ ابھی آئیں گے، کیونکہ وہ بازار میں بلا ضرورت نہیں ٹھہرتے تھے۔ مسجد میں جو گیا اس کے بارے میں یہ تھا کہ پتہ نہیں کب آئیں گے۔ کیونکہ فضا ہی بنی ہوئی تھی۔

مسجد میں تالے کیوں لگتے ہیں؟

اور آج ہم لوگوں میں اس فضا کے نہ ہونے پر اگر کسی کے گھر پر جا کر پوچھا کہ "کہاں ہیں؟" انہوں نے کہا کہ "بازار میں" —— کب آئیں گے؟ —— جواب ملے گا کہ "پتہ نہیں کب آئیں گے" اس لئے کہ بازار کے تقاضہ میں نہ معلوم کہاں سے کہاں نکل جائیں گے —— تو بازار جانے والوں کے بارے میں پتہ نہیں کہ کب آئیں گے"

اور اگر گھر والے کہیں کہ وہ مسجد میں گئے!------ کب آئیں گے؟ تو کہیں گے کہ ابھی آئیں گے۔ مسجد سے تو فوراً ہی آجاتے ہیں!

یہاں کتنا الٹا معاملہ ہے، وہاں تو یہ معاملہ تھا کہ بازار جانے کے بعد ہی آجائیں گے اور مسجد جانے کے بعد پتہ نہیں —— اور ہم لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ بازار جانے کے بعد پتہ نہیں کب آئیں گے اور مسجد میں گئے تو فوراً ہی آجائیں گے۔ اسی لئے مسجدوں میں دن میں تالے لگتے ہیں، کیونکہ مسجد آباد ہی نہیں۔

ہماری محنت کے محور:

میرے محترم بزرگو! میں عرض کر رہا تھا کہ رسول کریم ﷺ کے یہاں تین باتیں تھیں۔ دعوت، تعلیم، تزکیہ۔ انہیں تین باتوں کی تربیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہوئی۔ اس وقت میں ہمارا جو کام ہے، اس کے اندر بھی یہی تینوں باتیں ہیں۔ انہیں باتوں کو لیکر ہمیں چلنا ہے۔ ایک طرف دعوت، ایک طرف تعلیم، ایک طرف تزکیہ۔

تزکیہ کے معنیٰ:

تزکیہ کے معنی اندر کی صفائی —— اندر کی صفائی ہونی چاہئے اندر کی صفائی دکھائی نہیں دیتی۔ اندر کا اخلاص دکھائی نہیں دے گا اندر کا توکل دکھائی نہیں دے گا۔ لیکن اس کے اوپر تو ہاتھ پیر مارنے ہی ہوں گے۔ البتہ اس کی ایک نشانی دکھائی دینے والی ہے۔ جس کے دل کے اندر ہدایت کا نور اتر چکا ہوگا، اس کو ایمان اور دینی اعمال کے اندر کامیابی دکھائی دے گی۔ اب اگر اعمال کا مقابلہ چیزوں اور خواہشات سے پڑ جائے تو پھر اعمال کے مقابلہ میں وہ چیزوں کو قربان کر دے گا۔

اور اگر دل کے اندر اندھیرا اترا ہوا ہے تو اس کو چیزوں میں کامیابی دکھائی دے گی۔ اگر مقابلہ چیزوں کا اعمال سے پڑ جائے تو وہ اعمال کو قربان کر دے گا اور چیزوں کو لے لے گا۔ مثلاً اگر سچ بولتا ہے تو پچاس ہزار روپے کی وہ چیز بکتی ہے۔ اور اگر سچ کو چھوڑتا ہے تو

پچپن ہزار کی بکتی ہے، تو جس کے دل کے اندر ہدایت کا نور اور ایمان کا نور ہو گا۔ وہ سچ والا عمل کرے گا اور پانچ ہزار کو قربان کر دے گا۔ اور جس کے دل کے اندر ضلالت اور گمراہی کا اندھیرا ہو گا تو وہ سچ کو چھوڑ دے گا اور پانچ ہزار کو لے لے گا۔

❁ اپنا عیب ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں!

اب اس سے اپنی پوری زندگی کا حساب اور اندازہ لگایا جائے کہ ہم لوگوں کا ایمان کمزور ہے یا کتنا زیادہ مضبوط ہے، اعمال کا جب چیزوں سے مقابلہ پڑتا ہے تو ہم لوگ چیزوں کی طرف دوڑتے ہیں یا اعمال کی طرف؟

یہ بات ڈھکی چھپی ہوئی ہے، اس کو ڈھکی چھپی ہی رکھنا ہے، اللہ نے جب پردہ ڈالا ہے تو ہمیں پردہ ہٹانا نہیں ہے۔ اللہ نے جب ستاری کا معاملہ کیا ہے تو کسی کے عیب کو ظاہر نہیں کرنا ہے۔ اپنے اندر کوئی خراب ہے تو اس کا چرچا لوگوں کے اندر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود اپنی خرابی کے دور کرنے کی فکر کرے جب اللہ نے ہمارے عیب پر پردہ ڈالا ہے تو اپنا عیب بھی دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ لیکن اندر ہی اندر وہ عیب ٹھیک ہو جائے اس کی کوشش کرے اس کیلئے کوشش یہ ہمارا اور آپ کا آپس کا بار بار مذاکرہ۔ باہر جماعتوں میں نکلنا، مکان پر جا کر دعوت کا کام کرنا ہے۔ اس سے ماحول بنے گا۔ اور جب ماحول کے اندر رہے گا تو دھیمے دھیمے اندر کی خرابی اللہ کی ذات سے امید ہے کہ صاف ہوتی چلی جائے گی۔

❁ ایمان باللہ کا مطلب:

ایمان کی وہ سات لائن جس کے اندر سب سے پہلی چیز "آمنت باللہ" یعنی ایمان لایا میں اللہ پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری ذاتوں کا یقین نکال دے اور اللہ کی ذات کا یقین لاوے۔ ہمیشہ اس میں مثبت اور منفی پہلو ہو گا۔ ساری ذاتوں کا یقین نکالنا

ہے، اور اللہ کی ذات کا یقین لانا ہے۔ "آمنت باللہ" اس کا مطلب زمین سے آسمان تک، مشرق سے مغرب تک، جنوب سے شمال تک آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے جتنی بھی مخلوقات ہیں، ان سے اللہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اور اللہ پاک ان ساری مخلوقات کے بغیر سب کچھ کرتے ہیں۔ اللہ پاک کسی کام کے کرنے میں کسی مخلوق کے محتاج نہیں ہیں۔ جتنے حالات آتے ہیں وہ اللہ پاک لاتے ہیں۔ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، کامیابی اور ناکامی، اطمینان اور پریشانی اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے۔

❁ اسباب کو اختیار کرنا، منافی توحید نہیں:

جتنے بھی اجتماعی حالات ملکوں، شہروں اور خاندانوں وکاروبار پر آتے ہیں، یہ سارے حالات اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں۔ دنیا کے اندر پھیلی ہوئی چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ کرنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ تندرستی اللہ دیتے ہیں۔ دوا کے اندر تندرستی نہیں ہے۔ دوا کے اندر تندرستی کے اثرات اللہ ڈالتے ہیں تب ملتی ہے۔ اور اگر تندرستی کے اثرات نہیں ڈالتے تو نہیں ہوتی لیکن اللہ پاک نے علاج و دوا کرنے سے منع نہیں کیا۔ اللہ پاک نے اسباب میں لگنے سے منع نہیں کیا۔

❁ اعتدال کی راہ:

اللہ پاک نے جو اسباب بنائے ہیں، وہ بیکار نہیں ہیں۔ اسباب میں آدمی لگے گا۔ کاروبار آدمی کرے گا۔ کھانا بھی آدمی کھائے گا۔ کپڑا بھی آدمی پہنے گا اور آدمی دوا دارو بھی کرے گا۔

لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ یقین اللہ پر ہو۔ یقین اسباب پر نہ ہو۔ یہیں آکر چوک ہو جاتی ہے۔ یہیں سے دو گروپ بنتا ہے ایک گروپ تو وہ بنتا ہے جو صرف اسباب ہی میں لگتا اور اسی کو طے کرتا ہے کہتا ہے کہ میں اسباب میں لگوں گا۔ ٹھیک ہے

اللہ سب کچھ کرتے ہیں لیکن ہمیں بھی تو کچھ کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے کہ تندرستی تو اللہ دیتے ہیں لیکن دوا تو کرنی چاہیے۔ تو یہاں اللہ کے ساتھ اسباب کو جوڑ دیتے ہیں، سہارا یقین اسباب پر ہوتا ہے۔ تو یہ قسم بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسباب کو اختیار کیا، اللہ کا یقین چھوڑ کر۔

ایک قسم وہ ہے جو کہتی ہے کہ کرنے والے اللہ ہیں، چھوڑو اسباب کو نکل جاؤ اللہ کے راستے میں، وہی ہے پالنے والا، کیا رکھا ہے کاروبار کے اندر، چھوڑو اور نکل جاؤ اللہ کے راستے میں یہ بھی غلط ہے۔

اب صحیح کیا ہے؟----- صحیح یہ ہے کہ یقین تو کرے اللہ پر، اللہ کے کہنے کے مطابق۔ اگر اللہ کہے اسباب میں لگنے تو لگے۔ اگر اللہ کہے اسباب کو چھوڑنے کو تو چھوڑ دے۔ اسباب میں لگنا یہ بھی اصل نہیں، اسباب کو چھوڑنا یہ بھی اصل نہیں۔ اصل اللہ کی بات کا پورا کرنا ہے:-

"وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"(پ۲۸)

جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کی دی ہوئی روزی تلاش کرو۔ تو اب اگر جمعہ کی نماز کے بعد کوئی دوکان پر چلا گیا تو اس کو مجرم نہیں کہیں گے۔

ایمان باللہ کیلئے ضروری کام:

ایک بات ذہن میں رکھ لو کہ اسباب کو بالکل چھوڑ دینا یہ بھی غلط ہے، اور ہر حال میں اسباب میں لگا رہنا یہ بھی غلط ہے۔ اللہ کے کہنے پر اسباب میں لگنا اور اللہ کے کہنے پر اسباب کو چھوڑنا۔ یقین اللہ پر ہو، اسباب پر یقین نہ ہو۔ اس کے حاصل کرنے کیلئے دو کام کرنے ہوں گے، ایک کام دعوت کا، دوسرا کام قربانی کا۔ جتنی دعوت کی فضا بنی ہوگی اور جتنی بار اللہ کی بول بولی جائے گی اور سنی جائے گی، اتنا ہی اللہ کا یقین آئے گا۔

غیر اللہ کا یقین کیسے نکلے گا؟

غیر اللہ کا یقین نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں پر اللہ کا حکم ملے، وہاں پر مخلوق کو قربان کر دے۔ اب جتنی یہ قربانی کر دے گا، اللہ کے حکم کو پورا کرنے کیلئے اتنا ہی مخلوق کا یقین نکلے گا۔

تین باتیں اچھی طرح سمجھ لو۔ ایک تو اسباب میں لگ کر اللہ کے حکموں کو چھوڑ دینا یہ غلط ہے، دوسرے اسباب کو بالکلیہ چھوڑ دینا یہ بھی غلط ہے، اور تیسری چیز جو صحیح ہے وہ یہ کہ اللہ پاک اسباب میں لگنے کو کہے تو لگے اور اگر چھوڑنے کو کہے تو چھوڑ دے۔ مثال کے طور پر آپ کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، آپ نے اللہ کا حکم "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" پورا کیا —— لیکن کاروبار کی مشغولیت کے درمیان اذان کی آواز "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة" تو اب کاروبار میں لگنا ٹھیک نہیں۔ کاروبار کو چھوڑ کر نماز پڑھے —— اسی طرح کاروبار میں لگا رہا اور حج فرض ہو گیا۔ حج کا وقت بھی آ پہنچا تو اب کاروبار میں لگنا ٹھیک نہیں اب کاروبار کو چھوڑ کر حج کو چلا جائے —— اسی طرح آدمی کھیت کے اندر ہل چلاتا ہے۔ گرمی کا سخت زمانہ ہے، اب آدمی کہے کہ اتنی سخت گرمی کا زمانہ ہے میں روزہ کیسے رکھوں تو یہ سنا نہیں جائے گا تم کو روزہ رکھنا ہے چاہے ہل رات کو چلاؤ —— اب اگر زکوٰۃ فرض ہو گئی اور سال گزر گیا، پانچ لاکھ روپے تمہارے اوپر زکوٰۃ فرض ہوئی اب آدمی کہے کہ پانچ لاکھ میں کیسے نکالوں، میرے تو کاروبار کی رونق ہی رک جائے گی ہم نہیں دیں گے، ہرگز نہیں دیں گے پانچ لاکھ نکالنا ہوگا۔ نکال کر الگ رکھے اور ضرورت مندوں کو دیتا رہا۔ اب اسے کاروبار کی رونق میں نہیں لینا ہے۔

تو اللہ کا حکم ملے تو اسباب میں لگنے اور حکم ملے تو اسباب کو چھوڑنا یہ صحیح ترین

راستہ ہے۔ اس کے اندر آدمی ترقی کرے گا۔ ہاں اس کے اندر مجاہدہ ضرور ہے تکلیف کا اٹھانا اور نفع کو چھوڑنا اس کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ اور یہ ایمان کی طاقت کے بغیر آدمی نہیں کر سکتا۔

❁ ہر نبی کے ہر عمل میں قیامت تک کیلئے رہبری ہے:

اس کی میں مختصر طور پر مثال دوں: —— حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے جسے میں تفصیل سے بیان نہیں کروں گا۔ مجمع میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات نہ جانتا ہو —— حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے۔ آپ کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ ایک بات جان لو، ہر نبی کا ہر عمل قیامت تک لوگوں کیلئے رہبری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں جو ڈنڈا تھا، اس سے بکریوں کیلئے پتے جھاڑتے اگر سانپ آجاتے اسے مارتے تھک جاتے تو اس پر ٹیک بھی لگا لیتے تو اس سے معلوم ہوا کہ نفع والا سبب آدمی کو اختیار کرنا چاہئے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں میں ڈنڈا رکھا تھا۔

❁ اللہ کے حکم کی طاقت:

جب اللہ رب العزت کے حکم پر اس ڈنڈے کو زمین پر ڈالا تو یہ اژدہا بن گیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف کمر کر لی۔ اور بڑی زور سے پیچھے کی طرف بھاگے کہ کہیں یہ اژدہا مجھے نگل نہ جائے اور تکلیف پہنچائے تو ان دونوں باتوں سے ہمیں قیامت تک کیلئے معلوم ہو گیا کہ نفع والا سبب اختیار کرنا چاہئے اور تکلیف دہ بات سے بچنا چاہئے، اب اللہ پاک نے اس موقعہ پر جو کلام فرمایا تھا وہ یہ ہے:۔

"وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسَىٰ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا
وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ قَالَ أَلْقِهَا
يَامُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ" (پ ۱۶، سورہ طٰہٰ)

یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ! بولے یہ میری لاٹھی ہے، اس پر ٹیک لگاتا ہوں، اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر۔ اور میرے لئے اس میں چند کام اور ہیں۔ فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ! تو ڈال دیا تو پھر وہ اسی وقت سانپ ہو گیا دوڑتا ہوا۔ فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو اپنی اصلی حالت پر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ دو باتیں پیش آئیں جس سے ہماری سمجھ میں آگیا کہ یہ اللہ کے حکم کی طاقت ہے۔ اللہ کے حکم کے اندر وہ طاقت ہے کہ کمزور ڈنڈا کو طاقت اور اژدہا بنادے اور یہ بھی طاقت ہے کہ طاقتور اژدہا ہے کو کمزور ڈنڈا بنادے۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم کی طاقت ہے، ڈنڈے کی طاقت نہیں، اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ طے کر لیا کہ ڈنڈے کو اللہ کے حکم سے پکڑوں گا اور اللہ کے حکم سے چھوڑوں گا۔

❁ قدرتِ الٰہی کی کچھ اور بھی جلوہ گیری:

ایک دوسرا معجزہ بھی اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ ہاتھ کو بغل میں ڈالا پھر جب انہوں نے نکالا تو دیکھا کہ بالکل چمکدار ہے۔ تو ڈنڈے والے معجزہ سے اللہ پاک نے بتایا کہ شکلوں کو شکلوں سے بدل دینے کی قدرت مجھ میں ہے۔ ڈنڈے کی شکل کو اژدہے سے بدل کر، اور شکل کو نہ بدل کر خاصیت کو بدل دینے کی طاقت و قدرت مجھ میں ہے۔ جیسے ہاتھ گریبان میں ڈالا تو ہاتھ نہیں بدلا لیکن ہاتھ چمکدار بن گیا۔ دونوں کام اللہ پاک کرتے ہیں۔

شکلوں کا شکلوں سے بدلنا آج بھی اللہ پاک کر رہے ہیں یہ انسان کیا ہے۔ منی کی

شکل، پھر خون کے لوتھڑے کی شکل، پھر گوشت کے لوتھڑے کی شکل، اس کے بعد ماں کے پیٹ کے اندر چند انگل کا انسان بنا اور اس کے اندر آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، پیر، دل، دماغ، اوجھڑی، کلیجی، گردہ، مثانہ وغیرہ ساری چیزیں منی کے قطرے سے لیکر چار مہینے کے اندر اندر بنادی، پھر اس کے اندر روح بھی ڈالی۔ اللہ پاک شکلوں کو شکلوں سے بدل دیتے ہیں جیسے بچپن کی شکل کو بڑھاپے کی شکل سے بدل دیتے ہیں۔

گٹھلی کو زمین میں ڈالا، وہ تناور درخت بن گئی۔ جس میں سینکڑوں آم سالانہ تیار ہوتے رہتے ہیں۔ صرف ڈنڈے سے اژدہا، اژدہا سے ڈنڈا یہی نہیں بلکہ اللہ کے قدرت کی جلوہ گری آج بھی عام طور پر ہے۔ لیکن کوئی غور نہیں کرتا۔

⚫ اللہ کے حکم کی طاقت، واقعات کی روشنی میں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ بارہ خاندان تھے۔ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے بھرپور سمندر اور درمیان میں موج ہی موج۔ لیکن اللہ کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈے کو سمندر پر ڈال دیا تو بارہ راستے بن گئے، بارہ خاندانوں کی جان بچ گئی۔

⚫ دوسرا واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی اور اہل قبیلہ بنو اسرائیل میدان تیہ کے اندر پیاسے تھے، ان لوگوں نے پانی مانگا، تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ! مجھے پانی دے دے۔

"وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا"(پ ۱ سورۃ البقرہ)

"جب پانی طلب کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کیلئے پس کہا کہ ہم نے

اپنے ڈنڈے پتھر پر مارو۔ پس پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشمے"

اس معجزہ سے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ اور بارہ خاندان کی ضرورت پوری ہونے کا انتظام ہوا۔ یہ کب ہوا؟!

جب اللہ کے حکم سے ڈنڈے کو سمندر پر ڈالا اور پتھر پر مارا۔

⚫ تیسرا واقعہ:

ایک تیسرا واقعہ بھی ہوا وہ یہ کہ جب جادوگروں نے پورے جنگل کو جادو سے بھر دیا۔ ہر جگہ دیکھو تو سانپ ہی سانپ اور ہزاروں لوگ اس کے دیکھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔

ان جادوگروں کو فرعون نے اکٹھا کیا تھا۔ اس نے سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام ہار جائیں گے اور میری بات چلتی رہے گی۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تائید الٰہی تھی۔ خدا کا حکم ہوا کہ ڈنڈے کو زمین پر ڈال دو۔ اب زمین پر ڈنڈے کا ڈالنا تھا کہ وہ اژدہا بن گیا۔ اور جادوگروں کے کرتب سے بنے ہوئے سانپوں کو نگلنے لگ گیا۔ جادوگر فوراً سمجھ گئے کہ یہ کسی جادوگر کا عمل نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہ اللہ کے نبی ہیں۔ سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے:۔

"اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ"(الاعراف۔ پ ۹۔ رکوع ۴)

ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔

سب جادوگر مسلمان ہو گئے، جب یہ مسلمان ہوئے تو تماشائی مجمع جو کھڑا تھا انہوں نے بھی کلمہ پڑھ لیا:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— مُوْسٰى كَلِيْمُ اللّٰهِ

تو تیسرا کام یہ ہوا کہ ڈنڈے کو اللہ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام نے چھوڑا تو ہدایت پھیلی۔

● حضرت موسیٰؑ کے واقعات سے سبق:

ہمارے پاس ایک تو جان ہے، اور ایک ہے مال۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ان دونوں نعمتوں کے بارے میں ہے کہ:۔

"وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (پ ۱۰ رکوع ۱۲ التوبہ)

"اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ عمل ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان رہے ہو"

یہ جان اور مال دونوں کو اللہ پاک نے خرید لیا ہے، جان خرید لی اور سارا مال خریدا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی جان و مال کو وہاں لگانا ہے۔ جہاں اللہ پاک ہمیں حکم کریں۔ انشاءاللہ جب اس جان کو اللہ کے حکم پہ قربان کریں گے اور مال کے نفع کو اللہ کے حکم پر قربان کریں گے تو صرف بارہ خاندانوں کی ضرورت ہی نہیں پوری ہوگی صرف بارہ خاندانوں کی ہی جان نہیں بچے گی، صرف ہزار کے اندر ہی ہدایت نہیں پھیلے گی بلکہ کروڑہا کروڑ حاجتیں پوری ہوں گی۔ اور کروڑہا کروڑ کی مشقتیں دور ہوں گی۔ کروڑہا کروڑ کو ہدایت ملے گی۔

ہماری یہ جان اور مال جو اللہ نے خریدا ہے۔ یہ صرف چار مہینے کیلئے نہیں خریدا ہے:۔

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (پ ۱۱ سورہ التوبہ)

اللہ پاک نے مسلمانوں کی پوری جان اور مال خرید لیا ہے اور اس کے بدلہ میں جنت دیں گے۔ جس میں نعمتوں کی موسلادھار بارش ہوگی۔

آدمی جو نیک کام دنیا کے اندر کرے گا اللہ پاک دنیا ہی میں اس کیلئے نعمت کی بوند برسائے گا۔ بڑی مزیدار زندگی اس کی گزرے گی۔

● جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی:

پورا مال اور جان اللہ نے خرید لیا ہے، کب تک کیلئے؟------- موت تک کیلئے!

"يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ" (پ ۱۱۔ رکوع ۳ التوبہ)

"اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں"

اگر صحابہ پر اللہ کے دین کا تقاضا آیا کہ ستر کی جان لے لو تو بدر کے دن ستر کی جان لے لی۔ اور جب حکم آیا کہ اپنی جان دے دو تو احد میں ستر نے اپنی جان دیدی۔

اگر حکم آئے جان لینے کا تو لے لو، اور اگر حکم آئے جان کے دینے کا تو دیدو کسی چیز کی پرواہ نہ کرو:۔

"يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ"

یہ اللہ پاک کا وعدے توریت، انجیل اور قرآن کے اندر:۔

"وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"

اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہوگا۔ اللہ کے ساتھ جو تم نے سودا کیا اس پر خوش ہو جاؤ۔

صحابہ نے بدر کے اندر ستر کو قتل کیا اور احد کے اندر ستر نے اپنی جان قربان کی۔ تقاضہ آیا تو ہجرت کر دی۔ نصرت کا حکم آیا نصرت کر دی۔ کاروباری سیزن چھوڑ کر تبوک جانے کا حکم آیا تو تبوک چلے گئے۔ اور اللہ کے حکم پر جان و مال کی قربانیاں دیتے رہے۔

دعوت کے مراتب:

لیکن بدر اور احد کی نقل اتار کر آج بھی کوئی تلوار لیکر کافروں کو مارنا شروع کردے تو یہ غلط بات ہوگی۔ کیونکہ پہلے دعوت ہوگی۔

پھر مصالحت کی پیشکش ہوگی۔

تب قتال ہوگا۔

یہاں جتنے بے ایمان ملتے ہیں، ان تک ابھی دعوت پہنچی ہی نہیں۔ کیونکہ دعوت تو ساری امت کے ذمہ تھی جو وہ چھوڑ چکی ہے۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ دوسرے لوگ ایمان میں آنے بند ہوگئے۔ تیسرا نقصان یہ ہوا کہ جتنے اعمال باقی بھی رہے وہ بے جان رہے۔

پوری امت اگر دعوت کے کام پر کھڑی ہو جائے تو اس میں تین فائدہ ہوں گے:۔

1:- اعمال زندہ ہوں گے۔

2:- اعمال طاقتور اور جاندار ہوں گے۔

3:- دوسروں کی ترغیب کا باعث بنیں گے۔

تو اس طرح چاروں طرف سے لوگ ایمان کے اندر داخل ہوتے چلے جائیں گے اور جب چاروں طرف سے لوگ ایمان میں آنے لگیں گے تو پھر ان کو مارنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لیکن ابھی تو دعوت پہنچی نہیں نہ کتابوں کے ذریعہ، نہ رسالوں کے ذریعہ، کروڑوں، اربوں انسان ایسے ہیں جن تک ابھی بھی بات نہیں پہنچی ہے۔ خود مسلمانوں کے اندر دعوت چھوٹ جانے کی وجہ سے لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو کلمے کا لفظ ہی نہیں جانتے، انہیں معلوم نہیں کہ اسلام کیا ہے؟

جماعت والوں کے کام اور کارگذاری:

رمضان کے مہینہ میں ایک جگہ جماعت گئی، وہاں دن کے وقت میں بارات کا کھانا ہو رہا تھا۔ جماعت والے یہ حال دیکھ کر رمضان کے مہینہ میں دن میں کھانا کھا رہے ہیں، رونے لگ گئے۔ گاؤں والوں نے کہا کہ روکیوں رہے ہو؟ تم بھی کھاؤ، ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ کھانے کیلئے نہیں رو رہے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ رمضان کے مہینہ میں اللہ کا حکم روزہ رکھنے کا ہے اور یہ رمضان کا مہینہ ہے اور سارا مجمع کھانا کھا رہا ہے، اللہ کا حکم ٹوٹ رہا ہے، تو گاؤں کے بڑے بڑے لوگوں نے کہا کہ رمضان کیا ہوتا ہے؟ رمضان کا تو کوئی مہینہ ہوتا نہیں، وہاں کے لوگ ہندی مہینوں کے نام جانتے تھے۔ کاتک، بیساکھ، جیٹھ، ہاڑ (اساڑھ) وغیرہ، انہوں نے ہندی کے بارہ مہینوں کے نام گنائے اور کہا کہ اس کے اندر رمضان کا مہینہ ہے ہی نہیں۔ جماعت والوں نے کہا کہ رمضان اسلامی مہینے کا ایک مہینہ ہے۔ محرم، صفر وغیرہ میں آتا ہے۔ گاؤں والوں نے پوچھا کہ رمضان کے مہینہ میں کیا ہوتا ہے؟ بتایا گیا کہ روزہ فرض ہے۔ روزہ کی حقیقت بتائی گئی۔ سب کو جمع کیا کلمہ پڑھایا جو انہیں یاد نہیں تھا۔ حالانکہ مسلمان تھے۔ نماز سکھایا وضو کرایا۔ جماعت والوں نے وہاں جم کر کام کیا۔ ہندوستان کے اندر ایسی ایسی جگہیں بہت سی ہیں یوپی میں بھی، گجرات میں بھی، کوئی صوبہ نہیں خالی جس میں ایسا علاقہ نہ ہو۔ اسی لئے جماعت کے کام کرنے والے ایسے علاقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں، ان میں سے ایک دو کو جماعت میں نکالتے ہیں اور پھر انہیں کے ذریعہ علاقہ میں کام پھیلاتے ہیں۔

اللہ نے ہمیں کس کام کیلئے خریدا ہے؟

اچھا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ پاک نے ہماری جان ہمارا مال خرید لیا ہے

تو کس کام کیلئے خریدا ہے؟ اور کہاں لگائیں۔ اسے اللہ پاک بتا رہے ہیں، ارشاد فرمایا۔

''اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ''

(پ ۱۱ ۔ سورہ التوبہ)

امت کو اللہ نے خریدا ہے اس کام کیلئے جو اس آیت میں بتادیا گیا۔ اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو اس کام میں لگا بھی دیا۔ اور یہ بھی بتادیا گیا کہ یہ کام کرو گے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ آئے گی۔ چنانچہ مدد آئی۔ ہر دور میں آئی۔ حیرت میں ڈالنے والی مدد آئی۔ اور یہ مدد قیامت تک آتی رہے گی۔

ہمارا کرنے کا کام:

اب کام کیا ہے؟

اَلتَّائِبُوْنَ ——— ایک مجمع ایسا بن جائے جو غلط زندگی چھوڑنے والا ہو۔

اَلْعَابِدُوْنَ ——— جو صحیح دینی زندگی پر آنے والا ہو۔

اَلْحَامِدُوْنَ ——— غلط روی کو چھوڑنے اور راست روی پر اللہ کی تعریف کرنے والا ہو۔

اَلسَّائِحُوْنَ ——— ایک جگہ رہنے والا نہ ہو، امت کے غم میں تڑپ رہا ہو، چلنے پھرنے والا ہو۔

جیسے صحابہ کرام دین کی محنت میں چلتے پھرتے تھے۔ تو یہ امت بھی ایک جگہ بیٹھنے والی نہ ہو بلکہ چلنے پھرنے والی ہو:۔

''سِیَاحَۃُ اُمَّتِیْ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ''

یہ ارشاد ہے رسول کریم ﷺ کا۔ یعنی میری امت کا چلنا پھرنا اور میری امت کا نور اللہ کے دین کی محنت ہے۔

اَلرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ نماز کے اندر رکوع اور سجدہ کرنے والی ہو۔

جان ومال اللہ کی راہ میں لگانے کا ایوریج:

بعض مرتبہ جان ومال اللہ کی راہ میں لگانے کے ایسے مواقع آئیں گے پوری جان اور پورا مال لگانا پڑے گا۔ جیسے صدیق اکبرؓ نے لگایا۔ کبھی آدھی جان آدھا مال لگانا پڑے گا۔ جیسے فاروق اعظمؓ نے کیا۔ ان کے علاوہ اکثر صحابہ کرام چار مہینہ باہر نقل وحرکت کیلئے رکھتے اور آٹھ مہینے مکانی نقل وحرکت کیلئے رکھتے اور اس میں آدھا دن کاروبار کرتے، آدھا دن مسجد کیلئے ہوتا آدھی رات مسجد کیلئے آدھی گھر کیلئے۔ ایک تہائی جان ومال ایوریج ہے۔ اکثر صحابہ کا اللہ کے راستہ میں۔

پہلے خود لوگوں کیلئے نفع بخش بنو:

اللہ پاک نے ہمیں دین کے کام کیلئے خریدا۔ صحابہ اور تابعین نے اس کام پر اپنی جان اور اپنا مال لگایا۔ اور اللہ پاک کا بتایا ہوا کام پورا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد اور نصرت ان لوگوں پر آئی اور پورے عالم پر اس کے اثرات پڑے۔ آج جان ومال کو اللہ کے بتائے ہوئے حکموں پر لگانا بند ہو گیا۔ اس لئے اللہ پاک نے مدد اور نصرت کا دروازہ بند کر دیا۔

بھینس کو چارہ کب تک؟

بھینس کو چارہ کب تک دیتے ہیں؟ جب تک بھینس دودھ دیتی ہے۔ اور اگر بھینس دودھ دینا بند کردے تو پھر بھینس کو قصاب کے حوالہ کردیں گے بھینس دودھ دے تو بھینس والا اس کو چارہ دے۔ تو جب تک یہ امت دودھ دے رہی تھی لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے تھے، تب تک اللہ پاک اسے چارہ دے رہے تھے، اس کی مدد کر رہے تھے اور جب اس بھینس نے دودھ دینا بند کر دیا تو اللہ پاک نے چارہ دینا بند کر دیا۔ مدد جو

پہلے آرہی تھی اب نہیں آرہی ہے۔ کالے، گورے، گلابی، لال چار قسم کے گوشت کاٹنے والوں کے ہاتھ کردیا اس امت کو۔ اب پوری دنیا میں اسے چاروں طرف کاٹا جارہا ہے۔

اسی پر ایک قصہ یاد آگیا۔ دونوں کشتی کررہے تھے۔ دونوں تھے زبردست، کوئی کسی کو پچھاڑ نہیں پاتا تھا —— سامنے ایک بیل کھڑا تھا ایک پہلوان نے منت مانی کہ اے اللہ! اگر میں جیت گیا تو تیرے نام پر اس بیل کو ذبح کروں گا۔ اور گوشت غریبوں کو دے دوں گا۔ اب دوسرا پہلوان گھبرا گیا۔ اس نے بھی نذر مان لی کہ اگر میں جیتا تو اس کو خرید کر ذبح کرکے غریبوں کو کھلادوں گا۔ دونوں نے ایک ہی منت مانی۔ اب بیل کھڑا ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ یہ پہلوان جیتے یا یہ پہلوان جیتے دونوں حالت میں ذبح تو مجھے ہی ہونا ہے —— تو آج پوری امت کا یہی حال ہے کوئی بھی جیتے کوئی بھی برسر اقتدار آئے، ذبح اسے ہی ہونا ہے۔

مرنا جینا صرف دین کے کام پر:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ہماری یہ ذلت صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ ہماری کوشش اب یہ ہو کہ جماعتوں کی نقل و حرکت کے ذریعہ پوری امت رسول ﷺ کا دامن پکڑ لے اور پھر اسی کام پر لگ جائے۔

مرنا جینا ہو ہی رہا ہے، موت وقت پر آتی ہے۔ حیات وقت تک رہے گی۔ دین کا کام کرتے کرتے جیئے اور دین کا کام کرتے کرتے مرے۔ اس امت کو اس بات پر کھڑا کرنا ہے کہ مرنا جینا صرف دین کے کام پر ہو۔

بیان ۸

غریب اور مالدار، دونوں کا کمال

غریب کا کمال یہ ہے کہ وہ کسی کے دروازے پر مانگنے نہیں —— اور مالدار کا کمال یہ ہے کہ جہاں غریب اور پریشان حال لوگ ہوں، وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کرے۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَمَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ!

میرے محترم دوستو اور بزرگو! —— انسان کی کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دنیا کے اندر بھی اور آخرت کے اندر بھی —— اجتماعی طور پر کامیابی کا ملنا یا ناکامی کا ملنا، انفرادی طور پر کامیابی کا ملنا یا ناکامی کا ملنا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کرتے ہیں۔ اور ساری مخلوق اللہ کے قبضہ میں ہے، اللہ کے قابو میں ہے۔

ساری مخلوق خدا کے حکم کی پابند!

انسان کے علاوہ جو مخلوق ہے، اس سے اللہ پاک جو کچھ کہتے ہیں وہ کر دیتی ہے۔ آسمان سے کہا "ٹھہار ہ" تو وہ ٹھہار ہے گا۔ اور کہیں گے "ٹوٹ جا" تو ٹوٹ جائے گا قیامت کے دن —— تو دوسری مخلوق کے بارے میں جس کا جو کام بتا دیا کرے گی۔

اور اگر اس کی ڈیوٹی بدل دی تو وہ اپنی ڈیوٹی بدل دے گی۔ اللہ کا جو حکم ہو گا اس

کے مطابق عمل کرے گی۔ فرشتے جو کچھ بھی اللہ کہتے ہیں کرتے ہیں، اس کے خلاف نہیں کرتے۔

انسان میں مادہ خیر بھی اور شر بھی:

لیکن انسان کو اللہ پاک نے ایسا بنایا کہ اس کے اندر دونوں طاقتیں رکھیں۔ ماننے کی بھی طاقت ہے اور نہ ماننے کی بھی طاقت ہے۔ اگر چاہے تو اپنی طاقت اور اختیار کو اللہ کی مرضی پر لگائے۔ اور اگر چاہے تو اپنی طاقت اور اختیار کو اللہ کی مرضی پر نہ لگائے۔

اب اگر اس نے اپنی مرضی کو قربان کر کے اللہ کی مرضی پوری کر دی تو گویا اس نے بو دیا۔ جیسے کھیت کے اندر دس من اناج بو دیا تو جب اگے گا تو سو من بن کر نکلے گا، اسی طرح انسان اگر اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں بو دے گا اور قربان کر دے گا تو انسان کی مرضی آخرت میں اگے گی:۔

"وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ" (پ ۲۴)

جنت کے اندر تم کو وہ ملے گا جس کی تمہارا نفس خواہش کرے گا اور جس کو تم چاہو گے۔

کیونکہ دنیا کے اندر اس نے اپنی مرضی پر قربان کر دیا تھا۔

لیکن اگر اس نے اللہ کی مرضی کو چھوڑ دیا اور اپنی مرضی پر چلتا رہا تو پھر جہنم کے اندر اس کی کوئی مرضی پوری نہیں ہو گی۔ جو کچھ وہ کہے گا وہ نہیں ہو گا۔

"يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ" (پ ۶)

جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے، حالانکہ وہ اس سے نہیں نکل سکتے۔ اور ان کیلئے ہمیشگی والا عذاب ہو گا۔

کیونکہ اس نے اللہ کی مرضی کو چھوڑ کر اپنی مرضی کو اختیار کیا تھا۔ لہذا آخرت

میں اس کی کوئی مرضی پوری نہیں کی جائے گی۔

اس طرح دوستو! دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ اس لئے کہ اسی پر آخرت کی زندگی کا بننا اور بگڑنا ہے۔ اور اسی پر دنیا کی زندگی کا بھی بننا اور بگڑنا ہے۔

● انسان کے پاس دو قیمتی چیزیں:۔ جان و مال:

میرے محترم دوستو! اللہ جل جلالہ و عم نوالہٗ نے دنیا و آخرت کے اندر کامیاب کرنے کیلئے انسان کو 2 دولتیں دی ہیں —— اگر ان دونوں دولتوں کو جیسا اللہ نے بتایا ہے لگائے گا تو کامیاب ہوگا۔ اور اگر جیسا اللہ نے بتایا ہے جان و مال کی دولت کو ویسا نہیں لگایا، تو پھر دنیا و آخرت دونوں میں ناکام ہوگا۔ کیونکہ اللہ جل جلالہٗ نے بار بار "یُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ" کو یاد دلایا۔

"وہ لوگ اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرتے ہیں"

اور ہم کو اپنے جان و مال کو چار باتوں پر لگانا ہے۔

● چار نسبتیں:

اللہ پاک نے انسان کے اندر چار نسبتیں دی ہیں:۔

عام جانداروں والی نسبت۔

فرشتوں والی نسبت۔

خلافت خداوندی والی نسبت۔

نیابت نبوت والی نسبت۔

یہ چار نسبتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر دی ہیں۔

پہلی نسبت عام جانداروں والی ہے۔ جیسے بیل، بھینس، مرغی وغیرہ کو یہ نسبت

ملی اور انسان کو بھی ملی۔ کہ اگر بھوک لگے تو کھانا، پیاس لگی تو پینا ہے گرمی سردی کا انتظام کرنا اور اپنی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنا۔

دوسری نسبت فرشتوں والی ہے جو عبادات کے ذریعہ پوری ہوگی۔ فرشتے عبادت کرتے ہیں۔ عبادات اس انسان کو بھی دی۔

تیسری نسبت خلافت خداوندی والی ہے۔ انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" —— اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ بھوکوں کو کھلائے گا کیونکہ "رزاق" کا خلیفہ ہے۔ اور دوسروں پر رحم کرے گا، کیونکہ "رحیم" کا خلیفہ ہے۔ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرے گا کیونکہ "غفار" کا خلیفہ ہے۔ دوسروں پر رحم کرے گا، کیونکہ "کریم" کا خلیفہ ہے۔ دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا کیونکہ "ستار" کا خلیفہ ہے۔

اور چوتھی نسبت نیابت نبوت والی ہے کیونکہ اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ لہٰذا نبیوں کی نیابت میں نبیوں والا دعوت کا کام کرے گا۔

● جان و مال چار باتوں پر:

اب اس کی جان و مال چار باتوں پر لگے گی۔ ایک تو عام جانداروں والی نسبت پر، یعنی اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے پر، دوسرے فرشتوں والی نسبت عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج پر۔ تیسرے خلافت خداوندی والی نسبت پر یعنی اخلاق اور ہمدردی پر۔ اور چوتھے نیابت نبوت والی نسبت یعنی دعوت پر۔

زکوٰۃ کا مال دینا عبادت ہے اس میں فرشتوں والی نسبت آئے گی۔ لیکن زکوٰۃ کے علاوہ اگر کسی کو دیا تو یہ مہربانی اور ہمدردی ہوگی۔ یہ دینا فرض نہیں۔

مثلاً سید ہے، اس کو زکوۃ کا مال لینا حرام ہے۔ اس کو زکوۃ کے علاوہ کا جو مال دے گا، بطور اخلاق دے گا۔

اسی طرح غیر مسلم کو بھی زکوۃ کا مال نہیں دے سکتا۔ لیکن غیر مسلم بہت پریشان حال ہے۔ اب اگر اس کے اوپر زکوۃ کے علاوہ کا مال لگائے گا تو یہ بطور اخلاق اور ہمدردی ہوگا۔

● عدل وانصاف اور اخلاق واحسان:

اللہ پاک نے انسان کو دو حکم دیئے ہیں، ایک عدل وانصاف کا، اور دوسرے اخلاق واحسان کا۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" (پ ١٤)

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو عدل واحسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

عدل وانصاف کے معنی یہ ہیں کہ تیرے ذمہ جو کام ہیں وہ کر۔ لہٰذا زکوۃ ادا کرے گا تو یہ عدل وانصاف میں آئے گا۔

لیکن زکوۃ کا مال ختم ہوگیا۔ ضرورت مند باقی رہ گئے ہیں۔ پریشان حال ہیں۔ ان کے گھروں میں فاقے ہیں۔ چیخیں مارنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ بچے بے چارے بھوکے پیاسے ہیں۔ تو اب ان لوگوں کو جو مال دے گا، زکوۃ کے علاوہ کا مال ہوگا۔ اور یہ بطور اخلاق واحسان لگائے گا۔

کیونکہ اللہ پاک نے بتادیا کہ جتنا تم لگاؤ گے اتنا میں دوں گا:۔

"وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ" (پ ١٦)

جتنا تم خرچ کروگے، پس اللہ اس کا بدلہ دے گا۔

اصل بدلہ دینے کی جگہ آخرت ہے۔ اصل بدل دینے کی جگہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا چھوٹی جگہ ہے۔

ایک روپیہ خرچ کرنے پر اللہ جو دیں گے وہ دنیا کے اندر سما نہیں سکتا۔ نیکیاں اور برائیاں جب تولی گئیں تو برابر نکلیں۔ ایک روپیہ کے خرچ کرنے سے وزن بڑھ گیا تو جنت میں جائے گا۔

تو جنت اس کو ایک روپیہ کے خرچ کرنے پر ملی۔ باقی جتنی نیکیاں تھیں وہ برائیوں کے مقابلے میں ختم ہوگئیں۔ اور جتنی برائیاں تھی، وہ نیکیوں کے مقابلے میں صاف ہوگئیں۔ اب ایک روپیہ خرچ کرنے کی وجہ سے وزن بڑھ گیا تو جنت ملے گی۔

● جنت کی نعمتیں بے شمار:

اور چھوٹی سے چھوٹی جنت جو ملے گی، وہ اس دنیا کی دس گنا ہوگی۔ جس میں ستر بہتر بیویاں، اسی ہزار نوکر چاکر، دودھ، پانی اور پاک شراب کی نہریں۔ سونے چاندی کی اینٹ کے بنے ہوئے مکانات، جوڑنے کے گارے مشکوں کے تھے، گدے وغیرہ بچھے ہوئے۔ ایسی جوانی ملے گی جو کروڑہا کروڑ سال کے بعد ختم نہیں ہوگی اور ایسے کپڑے ملیں گے جو گندے نہیں ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں عیش وآرام کے ساتھ رہیں گے۔ اور ایک بڑی نعمت یہ ملے گی ہر ہفتہ جمعہ کے دن اللہ پاک ملاقات کریں گے اور سلام بھی کریں گے:۔

"سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ"

اے اہل جنت! تم پر سلامتی ہو ——

تو یہ جتنا ملا، ایک روپیہ کے خرچ کرنے پر ملا۔ باقی نیکیاں تو برائیوں کے مقابلے میں صرف ہوگئیں۔

تو میں کہتا ہوں کہ ایک روپیہ خرچ کرنے کا بدلہ دینا میں سما ہی نہیں سکتا۔ یہ اللہ جو کہتے ہیں:۔

"وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ" (پ ١٦)

جتنا تم خرچ کرتے ہو، اللہ اس کا بدلہ تم کو دے گا۔

جب اللہ بدلہ دے گا تو اپنی شان کے مناسب دے گا۔ اصل بدلہ جو دے گا آخرت میں دے گا۔ وہ دنیا میں سما ہی نہیں سکتا —— تو میں عرض کر رہا تھا کہ زکوٰۃ کے علاوہ کا مال آدمی کیوں لگائے گا؟! —— اس لئے لگائے گا تاکہ اللہ کے خزانے سے فائدہ اٹھائے۔

اس کیلئے موقع تلاش کرے گا کہ کہیں خرچ کرنے کا موقع ملے، اور اس کو ایسا سمجھے گا جیسے کوئی دوکان مل گئی ہو۔ ایک آدمی کو کاروبار ملتا ہے تو کیسا خوش ہوتا ہے کہ مجھ کو کاروبار مل گیا آمدنی ہوگی —— اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی ضرورت مند آگیا تو سمجھے گا کہ یہ آمدنی کا ذریعہ ہو گیا۔ اس کے ذریعہ میری آمدنی ہوگی۔ میں اللہ کے خزانے سے فائدہ اٹھاؤں گا۔

● دردِ دل پیدا کرو:

دوکان پر آدمی بیٹھا ہے۔ آٹھ، نو سال کی بچی آگئی۔ اور کہتی ہے میرے پاس دو روپیہ ہے مجھ کو غلہ بھی دے دو، اور مجھ کو گھی، نمک اور مرچ بھی دے دو —— جو دوسرے اور دکاندار ہیں، انہوں نے دو روپے لئے اور پھینک دیئے اور کہا کہ یہ ساری دوکان دو روپے کے اندر لوٹنے آئی ہو۔

لیکن ایک دیندار آدمی تھا۔ جس نے اپنی جان اور مال کو ضروریات، عبادات، اخلاقیات اور دعوت پر لگانا طے کر لیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آٹھ نو سال کی لڑکی دو روپیہ لے کر آئی تو پوچھا کہ تمہارے کیا حالات ہیں۔ وہ رونے لگی۔ اس نے کہا کہ میرے والد کا ایکسیڈنٹ کے اندر انتقال ہو گیا۔ میری ماں بیوہ ہو گئی۔ اور میری ماں پردے میں رہتی ہے۔ لوگوں کے برتن کو صاف کر کے اپنی ضروریات پوری کرتی

ہے۔ آج اسے کوئی مزدوری نہیں ملی، تو آج ہمارے گھر میں فاقہ ہے۔ ہماری چار بہنیں بھی ہیں۔ بھائی بھی چھوٹے ہیں۔

اب یہ سارا منظر سن کر دوکاندار کو رونا آگیا۔ اور اس نے اچھا خاصا سامان ایک بڑے ٹوکرے میں بھر کر اپنے نوکر کے ہاتھ اس لڑکی کے ساتھ بھیج دیا۔ اور وہ دو روپے بھی واپس کر دیئے۔

اب جب دونوں گھر گئے تو کھانا پکا۔ دھواں نکلا۔ آنکھوں میں سے آنسو نکلے کہ اللہ اس کا بھلا کرے جس نے ہمارے فاقے کے اندر ہمارا ساتھ دیا۔ اب ان کی آنکھوں کے اندر جو آنسو ہیں، وہ نا معلوم کتنی نعمتیں دلوائیں گے۔

جیسے بارش برستی ہے تو زمین کے اندر سے کتنے پھل، فروٹ، ترکاریاں، وغیرہ تیار ہوتی ہیں۔ اسی طرح یتیم اور بیوہ کے آنکھوں سے جب آنسو نکلے گا اور ان کے دلوں سے دعائیں نکلیں گی تو بعض مرتبہ سات سات نسلوں تک کے فاقے دور ہو جاتے ہیں۔

تو میرے محترم دوستو! ایک طرف آدمی کو وہ کرنا ہے جو اس کے اوپر ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے نہ کرنے پر جہنم میں جانا پڑے گا۔ اور دوسری طرف جو ضروری نہیں ہے بلکہ بطور مہربانی اخلاق کرتا ہے وہ بھی کرے تاکہ اللہ کی طرف سے، اس کے خزانے سے فائدہ پہنچے۔

● "کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر"

اللہ سے اپنے ساتھ جو کام کرانا ہو، تم وہ کام بندوں کے ساتھ کرنا شروع کر دو اگر آدمی چاہتا ہے کہ اللہ مجھ پر رحم کرے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسروں پر رحم کرے۔ حدیث میں ہے:-

"اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ"

زمین والوں پر تم رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

"كَانَ اللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِيْهِ"

اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔

تو اچھا گر یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں اللہ سے لینا ہے، وہ ہم دوسروں کے ساتھ کرنا شروع کر دیں۔

ہم رحم کریں گے تو اللہ ہم پر رحم کرے گا۔

ہم کرم کریں گے تو اللہ ہم پر کرم کرے گا۔

ہم پردہ پوشی کریں گے تو اللہ ہماری پردہ پوشی کرے گا۔

✿ تونے لوگوں کے کھوٹے سکے لئے، میں نے تیرا کھوٹا عمل قبول کیا:

بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ جو جان کر دوسروں کے کھوٹے سکے لے لیا کرتا تھا۔ اور سامان پورا دیا کرتا تھا۔ مشہور ہو گیا کہ کھوٹا سکہ فلاں جگہ پر چلتا ہے۔ تو لوگ کھوٹا سکہ لاتے اور پورا سامان لے جاتے۔

اس کا انتقال ہو گیا۔ خدا کے سامنے پیشی ہو گئی۔ اللہ نے پوچھا کہ دنیا سے کیا لائے ہو——؟ اس نے کہا کہ میں تو خالی ہاتھ آیا ہوں۔ اس لئے کہ تیری شان کے مناسب ہم کوئی عمل نہیں کر سکے۔

انسان کتنا ہی اچھے سے اچھا عمل کرے، صدقہ کرے، خیرات کرے۔ اللہ کی شان کے مناسب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز اعلیٰ میں اعلیٰ تھی۔ لیکن ان کو حضور ﷺ نے یہ سکھایا:۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"

"اے اللہ! ہم نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا۔ اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ بس تو مجھ کو بخش دے اپنی جانب سے اور مجھ پر رحم کر، بے شک آپ بہت بخشنے اور رحم کرنے والے ہیں"

دیکھو——!

—— کتنی اونچی نماز پڑھی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے، لیکن آخر میں کیا کہلوایا؟

—— کہ اے اللہ! میں نے بہت ظلم کیا۔ مجھ کو معاف فرما—— تو ہماری اور تمہاری کیا حیثیت ہے۔

محترم دوستو! لیکن اللہ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ وہ مہربانی اور فضل فرما کر اس کو قبول کرتے ہیں۔ قبول کر کے پھر اس کو بڑھاتے ہیں، اور پھر جنت کے اندر اللہ نعمتیں دیتے ہیں۔

اس لئے انہوں نے یوں کہا کہ "اے اللہ پاک میں تو خالی ہاتھ آیا ہوں تیری شان کے مناسب میرا کوئی عمل نہیں۔ مگر ایک کام کرتا تھا کہ لوگوں کے کھوٹے سکے لے لیا کرتا تھا"—— تو اللہ پاک نے فرمایا کہ تونے لوگوں کے کھوٹے سکے لئے، تو میں نے تیرے کھوٹے اعمال قبول کئے۔ اس کے بعد اس کو جنت کے اندر داخل کر دیا۔

یہ ہمارا دعوت کا کام بھی ایسا ہی ہے۔ جتنا دوسروں کو جنت کی طرف لانے کی فکر کرو گے۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اس فکر کرنے والے کو جنت کی طرف لے کر چلا جائے گا۔ ان سب کو جتنی بڑی جنت ملے گی، جس نے ان سب کے اوپر محنت کی ہے، اس کو اتنی بڑی جنت اکیلے ملے گی۔

◉ عبادات کا مزاج پیدا ہو جائے!

میرے محترم دوستو! ——— اس لئے بہت اچھا گر ہے دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ——— میں نے یہ بھی بتایا کہ چار نسبتوں پر اپنی جان ومال کو لگانا ہے۔ ایک نسبت، عام جانداروں والی ہے۔ اس میں تو اپنی ضروریات پر اپنے جان ومال کو لگاتا ہے ——— دوسری نسبت، فرشتوں والی ہے۔ اس کے اندر عبادات کے اوپر جان ومال کو لگانا ہے۔

عبادت چار طرح کی ہے:-

نماز

روزہ

حج

زکوۃ

اور عبادات کو ایسے طریقے پر کرنا ہے کہ عبادات کا مزاج پیدا ہو جائے۔

ایک ہے نماز پڑھنا۔ اور ایک ہے نماز کو ایسے طریقے پر پڑھنا کہ نماز والا مزاج پیدا ہو جائے۔ روزہ والا مزاج پیدا ہو جائے۔ زکوۃ والا مزاج پیدا ہو جائے۔ حج والا مزاج پیدا ہو جائے۔

◉ نماز کا مزاج ہے کہ نماز کے باہر بھی اللہ کے حکموں پر پابندی آجائے:

مزاج کے کیا معنی ———؟

نماز ایسی پڑھ کہ اللہ کے حکموں پر جان لگانے کا مزاج پیدا ہو جائے۔ کیونکہ پوری جان کو اللہ کے حکموں پر لگانا ہے۔ پورے بدن کو اللہ کے حکم میں جکڑنا ہے۔ آنکھ، کان، زبان سب اللہ کے حکموں میں جکڑا ہوا ہے۔ ادھر اُدھر نہیں دیکھ سکتا۔

کان ہر ایک کی بات کو نہیں سن سکتا۔ صرف امام کے اشارے پر رکوع۔ سجدہ کر سکتا ہے۔ اس کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ کھڑا ہو تو کیسے ہاتھ باندھے۔ رکوع میں کہاں رکھے، کیسے رکھے؟ سجدہ میں کس طرح ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر رکھے؟ اور قعدہ کے اندر انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ کر رکھے۔

تو ہاتھ پر پابندی، پیر پر پابندی، حتیٰ کہ دل ودماغ پر پابندی ہوتی ہے۔ نماز دس منٹ کی ہوتی ہے۔ لیکن انسان کو اس نے اپنا پورا پابند بنا دیا ——— اگر نماز والا مزاج انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو یہ نماز کے باہر بھی اللہ کے حکموں کا پابند ہوگا۔

◉ اللہ کے حکموں پر اپنے تقاضوں کو دبانے کا مزاج پیدا ہو جائے:

اور زکوۃ کا مزاج کیا ہے ———؟

——— زکوۃ ایسے طریقے پر ادا کی جائے کہ مال کو اللہ کے راستے میں، خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کا مزاج پیدا ہو جائے۔

اور روزہ کا مزاج کیا ہے ———؟

اللہ کے حکم پر اپنے تقاضوں کو دبانے کا مزاج پیدا ہو جائے۔

تو جب آدمی کے اندر تینوں مزاج پیدا ہو جائیں گے:-

اللہ کے حکموں پر جان لگانے کا مزاج،

اللہ کے حکموں پر تقاضے دبانے کا مزاج،

اللہ کے حکموں پر مال لگانے کا مزاج۔

تو اب آدمی صرف روزہ کے اندر ہی نہیں اپنے تقاضے کو دبائے گا بلکہ جہاں ضرورت پڑے گی وہاں دبائے گا۔ صرف زکوۃ کے اندر ہی مال نہیں لگائے گا۔ بلکہ جہاں ضرورت پڑے گی، وہاں لگائے گا ——— پھر جب یہ چیزیں پیدا ہو گئیں تو اندر اخلاق

آویں گے۔ جس کے نتیجے میں یہ دوسروں پر جان ومال لگائے گا۔ اور دوسروں کے اوپر جان ومال لگانے میں اپنے تقاضوں کو دبائے گا۔

ایثار وہمدردی کی عجیب وغریب مثال:

اور یہ تینوں مزاج صرف مالداروں کے اندر ہی نہیں، بلکہ غریبوں کے اندر بھی پیدا ہوں۔

دیکھئے! بکری کی سری سات گھروں کے اندر پھری۔ وہ سارے کے سارے غریب تھے۔ جس کے گھر بکری کی سری آئی، وہ بھی غریب تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ میرے تو بچوں پر فاقہ ہے لیکن میرے پڑوسی کے تین بچوں پر فاقہ ہے۔ لہٰذا وہ زیادہ مستحق ہے، تو اس سری کو پڑوسی کو دے دی۔ اس کا پڑوسی بھی غریب۔ اس نے دیکھا کہ میرے اوپر تو دو دن سے فاقہ ہے لیکن میرے پڑوسی پر تین چار دن کا فاقہ ہے لہٰذا وہ زیادہ مستحق ہے، تو اس نے بکری کی سری اس کو دے دی۔ اسی طرح ہر ایک دوسرے پر خرچ کرنے کی وجوہات نکالتا رہا۔ وہ سری پھرتی پھراتی اسی پہلے گھر پر پہنچ گئی۔ اور اس پہلے گھر والے نے پکا کر کھائی۔

تو بکری کی سری سات گھروں میں پھری اور جہاں سے چلی تھی وہیں پہنچ گئی۔ لیکن ساتوں گھروں کے اندر آخرت کی پونجی تیار ہوگئی۔ کیونکہ ہر ایک نے ایثار اور ہمدردی والا معاملہ کیا۔

انتہائی محبوب عمل:

اسی طرح ایک گھر کے اندر مہمان آیا۔ کھانا صرف اتنا ہے کہ مہمان کھاسکے۔ مہمان کے سامنے کھانا رکھا گیا اور عورت نے چراغ کی بتی ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ کو گل کردیا۔ کیونکہ اگر چراغ جلے گا تو مہمان کو اندازہ ہوجائے گا کہ اتنا ہی کھانا

ہے۔ اور گھر والوں کو بھی کھانا ہے، تو تھوڑا کھائے گا اور چھوڑ دے گا۔ اسی وجہ سے اس نے چراغ کو گل کردیا تاکہ پیٹ بھر کر کھالیں۔

دیکھئے! یہاں کھلانے والا جو مہمان نواز ہے، غریب ہے۔ مالدار نہیں ہے۔ لیکن اس کے اندر کیسا ایثار اور کیسی ہمدردی اور کیسا خرچ کرنے کا جذبہ ہے۔ عام طور سے جہاں خرچ کرنے کا معاملہ آتا ہے وہاں ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ مالدار خرچ کریں۔ حالانکہ خرچ کرنا صرف مالداروں کے واسطے نہیں ہے بلکہ غریب بھی کریں۔ عام طور سے مالداروں کو غریبوں کی ضرورتوں کا پتہ نہیں چلتا لیکن غریب غریب کو جانتا ہے، ایک دوسرے کی تنگی کو جانتا ہے۔ غریب کے گھر کے بچے رو رہے ہیں۔ دوسرا غریب جانتا ہے کہ کیوں رو رہے ہیں۔ لیکن مالدار کو پتہ نہیں۔ تو اب یہ غریب دوسرے غریب کی ضرورت کو پورا کرے گا۔

میرے محترم دوستو! اس عورت نے چراغ گل کردیا کہ مہمان کھالے۔ ہم کھائیں یا نہ کھائیں۔

اب صبح کے وقت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب یہ صحابی پہنچے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج رات تم نے کون سا کارنامہ انجام دیا کہ تمہارا اور تمہارے جیسوں کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے:-

"يُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" (پ۲۸)

تنگی کی حالت میں رہ کر بھی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی چیز ہے؟

اگر کسی کو معلوم ہوجائے کہ ایک وزیر نے اپنی مجلس میں میرا تذکرہ کیا تو کتنی خوشی ہوگی کہ میرا ذکر اس وزیر کی مجلس میں ہوا۔

اور یہاں بھوکوں کو کھانا کھلانے والوں کا ذکر اللہ قرآن کے اندر کررہے ہیں۔

اور صرف اسی آدمی کیلئے نہیں جس نے کھانا کھلایا۔ بلکہ قیامت تک اس طریقے سے جو بھی دوسروں کی خیر خبر کرے گا، اس آیت میں اس کا بھی ذکر ہے۔

بے دینوں کو دیندار بنانے کی فکر

• خدا کے نزدیک بے حد پسندیدہ:

تو آپ اندازہ لگائیں کہ جو آدمی گشت کر کے بے دین کو دیندار بنانے کی فکر کرے، اگر وہ بے دین رہ جاتا تو جہنم کے اندر بڑی لمبی بھوک برداشت کرنی پڑتی اور دیندار بن کر اتنی لمبی بھوک جو جہنم کے اندر تھی۔ جنت کے اندر داخل ہو کر دور ہو گئی۔ تو اس سے اللہ پاک کتنا خوش ہوں گے۔

• غریب اور مالدار دونوں کا کمال:

میرے محترم دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خرچ کا معاملہ صرف مالدار ہی پر نہیں بلکہ غریب پر بھی ہے۔ کیونکہ غریب، غریب کو پہچانتا ہے —— غریب کا کمال یہ ہے کہ کسی نے دروازے پر مانگے نہیں۔ اور مالدار کا کمال یہ ہے کہ جہاں غریب اور پریشان حال ہوں، وہ ان کی ضرورتوں کو پوری کرے۔

مسجد کے اندر جو ذہن بنایا جاتا تھا وہ یوں بنایا جاتا تھا کہ پالنے والا اللہ ہے۔ ضرورتیں پوری کرنے والا اللہ ہے۔ غیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور اسی کا حکم پورا کرنا چاہئے۔ اللہ کامیاب کریں گے۔

اللہ کا حکم بنی اسرائیل نے پورا کیا تھا۔ باوجودیکہ غریب تھے۔ جھونپڑی میں رہتے تھے۔ پریشان حال تھے —— لیکن جب اللہ کا حکم پورا کیا تو اللہ نے مہربانی فرمائی کہ فرعون کا کمایا ہوا مال حلال بنادیا اور اسے بنی اسرائیل کے قدموں میں ڈال دیا۔

اور فرعون کے ہاتھ میں سب کچھ تھا۔ لیکن اس نے اللہ کو ناراض کردیا۔ فوج لیکر نکلا۔ سمندر کا پانی ملا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غرق ہو گیا اور جہنم کے اندر جانے والا بنا اور عذاب کے اندر مبتلا ہو گیا۔

تو اگر اللہ کو راضی کرنے والا غریب بھی ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اور اگر اللہ کو ناراض کرنے والا مالدار ہے تو اللہ اس کی بھی پکڑ کرتے ہیں۔

• بس ذہن بننے کی بات ہے:

تو مسجد کے اندر یہ ذہن بنایا جاتا تھا اور یہ ذہن لیکر غریب بھی باہر نکلا، اور مالدار بھی باہر نکلا —— مالدار کو فکر ہوئی کہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے زکوۃ بھی دینی چاہئے۔ اگر زکوۃ نہیں دے گا تو اس کا مال قیامت کے دن سانپ بنے گا اور اس کے گلے میں اژدہا بنا کر ڈالا جائے گا اور وہ ڈسے گا —— اسی طرح اگر زکوۃ نہیں دیا تو سونے چاندی کا پترا گرما کر داغا جائے گا۔ اب مالدار گھبرا گیا کہ بہت بڑی مصیبت میرے سر پر آگئی۔

اور غریب نے بھی مسجد کی باتیں سنیں تو غریب کا ذہن یہ تھا کہ زندگی مال سے نہیں بنتی۔ زندگی چیزوں سے نہیں بنتی۔ زندگی تو اللہ ہی بناتے ہیں اور بگاڑتے ہیں اللہ کا حکم پورا کریں گے۔ اعمال صالحہ کریں گے تو اللہ زندگی بنائیں گے۔

اب غریب نے یہ طے کیا کہ محنت مزدوری کر کے سوکھی روٹی کھالیں گے لیکن کسی سے مانگیں گے نہیں۔ اگر میں مانگوں گا تو اللہ ناراض ہوں گے۔

• غیروں سے مانگنا محتاجی کا دروازہ کھولنا ہے:

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے مانگنے کا دروازہ کھولا، تو اللہ اس کے اوپر محتاجی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ بھی فرمائی:-

"جو سوال کرنے والا ہے، قیامت کے دن اس کے چہرہ پر ہڈی ہوگی، گوشت نہیں ہوگا"

جب غریب نے بھی طے کرلیا کہ میں مانگوں گا نہیں۔ بلکہ ہم نماز پڑھیں گے۔ پھر محنت و مزدوری کرکے جو روٹی چٹنی ملے گی اس پر گزارہ کرلیں گے اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔

امیر کو اس کی فکر ہوئی کہ میرے اوپر اللہ کا عذاب ہوگا اگر میں زکوۃ نہیں نکالوں گا —— اب یہ مال لیکر غریب کے پاس گیا۔ اور کہا کہ پانچ سو روپیہ زکوۃ کا قبول کرلو۔ تو غریب نے کہا سیٹھ صاحب مسجد کے اندر ہم نے سنا ہے کہ زندگی پیسے سے نہیں بنتی، بلکہ اللہ کی بات ماننے سے بنتی ہے۔ میں تو اللہ کی بات مانتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، ذکر کرتا ہوں، تلاوت کرتا ہوں، اللہ میری زندگی بنائے گا۔ پھر مالدار نے یوں کہا کہ اگر تو میرا مال لے لے گا تو تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔ گویا تو نے مجھ کو عذاب سے بچالیا۔ اللہ کے واسطے مجھ پر مہربانی کرو۔ یہ پانچ سو روپے قبول کرلو۔

❁ بہترین مالدار کون؟

کہنے والے نے خوب کہا ہے:۔

"نِعْمَ الْأَمِيْرُ عَلَىٰ بَابِ الْفَقِيْرِ وَبِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلَىٰ بَابِ الْأَمِيْرِ"

بہترین مالدار وہ ہے جو فقیر کے دروازے پر جائے اور بدترین غریب وہ ہے جو مالدار کے دروازے پر جائے۔

جب اس غریب نے دیکھا کہ یہ تو بالکل پیچھے پڑگیا ہے تو کہا دیکھو! مجھ کو معاف کرو، میں تمہیں ایک دوسرے غریب کا گھر بتاتا ہوں۔ وہ بہت زیادہ پریشان حال ہے، اس کو پانچ سو روپیہ دے دو —— مالدار نے کہا کہ آپ نے بہت بڑی مہربانی کی کہ

ایک غریب کا گھر بتادیا۔ اس پانچ سو کو تم لے لو، اس کو میں پانچ سو دے دوں گا۔ اور مجھے اوروں کے گھر بتادو، تاکہ وہاں بھی زکوۃ کا مال دے سکوں۔

اپنی جان و مال دوسروں پر لگانا، اور دوسروں سے مستغنی رہنا

❁ رسول کریم ﷺ کی تعلیم اور جوڑ کا طریقہ:

میرے محترم دوستو! مسجد کے اندر رسول اللہ ﷺ کی زندگی، اور ایمانیات کی باتیں ایک دوسرے کو آدمی سے مستغنی کرتی ہیں اور ہر ایک کا ذہن اللہ کی طرف جاتا ہے اس طرح مالداروں اور غریبوں کے درمیان جوڑ پیدا ہوتا ہے غریب مالدار کے دروازے پر نہیں جاتا کہ اللہ میری ضرورت کو پورا کرے گا۔

ایک آدمی جھونپڑے میں بیٹھا ہے، اس کے بیوی بچے بھی ہیں۔ اتنے میں ایک غیر مسلم مالدار، اپنے بیوی بچے کے ساتھ گاڑی کے ذریعہ ٹی پارٹی میں شرکت کیلئے جا رہا تھا۔ اس کی گاڑی راستے میں خراب ہوگئی۔ گرمی کا زمانہ ہے۔ غریب نے دیکھا کہ اس کی گاڑی ٹھیک نہیں ہو رہی ہے، پریشان ہیں —— تو اس غریب نے یوں کہا کہ بھائی دیکھو! سارے موٹر کے اندر تپ رہے ہیں، ان کو میرے جھونپڑے میں کردو —— اب اس غیر مسلم عورت کی مسلم عورتیں خدمت کر رہی ہیں۔ کھانا کھلا رہی ہیں۔ ہاتھ کا پنکھا بچے کر رہے ہیں۔ مرد کو بھی دوسری جگہ بٹھایا اور اس کو بھی کھلایا جا رہا ہے۔ اچھا کھانا تھا نہیں لیکن بھوک لگتی تھی۔ بھوک کی حالت میں وہی کھانا اچھا معلوم ہوا۔

پھر غریب آدمی نے کہا کہ میرے پاس موٹر تو نہیں ہے، بیل گاڑی ہے۔ اپنے بیوی بچوں کو بیل گاڑی کے اندر بٹھاؤ اور تم بھی بیٹھو۔ اور میں تم لوگوں کو لیکر تمہارے شہر چھوڑ دوں۔ اور وہاں سے مہتاب مستری کو لیکر آئیں گے۔ گاڑی ٹھیک

ہو جائے گی تو پھر لے جانا —— اس آدمی نے وہاں لے جا کر سب کو چھوڑ دیا۔ اور وہاں سے مہتاب کو لے کر آیا اور گاڑی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

اب اس غیر مسلم مالدار کے اندر اس غریب کی محبت آ گئی کہ اس نے اتنی پریشانی کی حالت میں کس انداز سے ہماری خدمت کی۔ غیر مسلم نے ارادہ کیا کہ میں اس کو ایک ہزار روپیہ دے دوں۔ اور ہزار روپیہ نکال کر یوں کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار روپیہ قبول کر لو —— اس غریب نے کہا کہ جتنی خدمت میں نے تمہاری کی ہے، یہ تم سے لینے کیلئے نہیں کی بلکہ میں نے اللہ سے لینے کیلئے کی ہے۔ ہم اللہ سے جنت لیں گے۔

بتاؤ ——! اب اس غیر مسلم کے اندر اس غریب مسلمان کی کتنی محبت آئے گی ——!!

تو دوسروں کے جان ومال سے مستغنی ہونا، اور اپنے جان ومال کو دوسروں پر لگانا ہمارے نبی کریم ﷺ نے یہ زندگی بتائی ہے۔ اور اس پاک زندگی کے اندر آپس میں اجتماعیت پیدا ہوتی ہے اور جوڑ ہوتا ہے۔

● پریشان حال کی پریشانی کو دور کرنا بہترین عبادت ہے:

میں پھر آپ کو وہ باتیں یاد دلا دوں کہ اللہ نے ہم کو چار نسبتیں دی ہیں۔ ایک عام جاندار والی نسبت پر اپنی جان لگائے —— دوسرے فرشتوں کی نسبت پر یعنی عبادات میں لگے۔ اور عبادات چار طرح کی ہیں:- نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ نماز اس طرح پڑھے کہ نماز کا مزاج پیدا ہو جائے۔

آدمی مالدار ہے۔ نماز پڑھی۔ باہر گیا۔ دیکھا کہ ایک پریشان حال ٹوکری لیکر جا رہا ہے۔ ٹوکری بار بار گر رہی ہے، تو اس نے سوچا کہ یہ پریشان حال ہے۔ اگر میں اس کی پریشانی دور کر دوں تو اللہ میری پریشانی کو دور کر دے گا۔ اس لئے اس نے اس کی

ٹوکری سر پر رکھی اور اس کی منزل تک پہنچایا۔

● خدمت سے تواضع پیدا ہوتی ہے —— اور تواضع سے اللہ درجات کو بلند کرتے ہیں:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ دور صدیقی میں ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت تھی۔ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سے معذور تھی۔ بہت پریشان حال تھی۔ حضرت عمرؓ نے سوچا کہ میں بوڑھی عورت کی خدمت اور اس کا کام کروں، تو اللہ مجھ سے راضی ہو گا۔

اتنی اونچی حیثیت ہونے کے باوجود اس طرح سے غریبوں سے ملنا اور ان کی خدمت کرنا، اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، اور جب اللہ کو راضی کرنے کیلئے تواضع پیدا ہوتی ہے تو اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے۔

"مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" (الحدیث)

جو اللہ پاک کیلئے چھوٹا بنتا ہے، اللہ پاک اسے اونچا کر دیتے ہیں۔

اور جو اپنے کو اونچا بنتا ہے، اللہ پاک اسے نیچا کر دیتے ہیں:- **"وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ"** —— ایک فرشتہ باقاعدہ مقرر ہے۔ اس فرشتے کا ہاتھ آدمی کے سر پر ہے۔ اس کو اتنا حکم ہے کہ اگر یہ خود بڑا بننا چاہے تو اس کو نیچا کر دے۔ اور اگر اپنے کو اللہ کیلئے نیچا کرے، تو اس کو اونچا کر دو۔

● حضرت عمرؓ کا گورنر کو کوڑا مارنا، تنبیہ واحترام کی اعلیٰ مثال:

اس لئے حضرت عمر فاروقؓ تواضع وانکساری سکھاتے تھے کہ آدمی کے اندر تواضع پیدا ہو جائے۔ حقیقۃً آدمی اپنے کو چھوٹا سمجھنے لگے —— حضرت جارودؓ بحرین کے گورنر ہیں۔ انہوں نے بڑا کارنامہ کیا۔ ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے، لوگ بڑی تعریف کر رہے تھے کہ انہوں نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا۔ بڑی آمدنی ہوئی۔ حضرت

عمرؓ تھوڑی دیر میں پیچھے سے آئے اور ان کی کمر پر دو کوڑے زور سے مارے جب ایک طرف آدمی کی تعریف ہو رہی ہو اور اسی حالت میں اس کی پٹائی ہو جائے تو کتنی رسوائی اور شرمندگی ہوگی۔

اب حضرت جالوتؒ پریشان ہو گئے کہ کس نے مجھے مارا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ ان کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی سختی لوگوں کے درمیان بہت مشہور تھی۔ لیکن سختی کے ساتھ ساتھ تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا۔

حضرت جالوتؒ کو جب دو کوڑے پڑے تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ حضرت! اگر میرے سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مجھ کو بتا دو، تاکہ میں ٹھیک کر لوں —— حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری کوئی غلطی میرے سامنے نہیں آئی۔ لیکن حفظ ماتقدم کے طور پر کوڑے مارے۔ یہ اس لئے مارے کہ مجمع کے اندر تمہاری تعریف ہو رہی ہے۔ کہیں تمہارے ذہن میں یہ بات نہ آجائے کہ میں تو بہت کچھ ہوں۔

پٹائی نہیں کرنی ہے —— ! موقع آجائے تو پٹائی برداشت کرنی ہے!

لیکن میں تم کو ایک بات بتادوں کہ کہیں تم لوگ بھی لوگوں کی پٹائیاں نہ کرنے لگ جانا۔ نقل کون سی بات کی اتارنی ہے —— ؟ اس سے کون سا اصول ملا —— ؟ کیا اس سے یہ اصول ملا کہ ہم دوسروں کی پٹائیاں کریں؟ —— نہیں —— ! —— اس سے یہ اصول ملا کہ کوئی خدانخواستہ جذبات میں آکر ہماری پٹائی کر دے تو اسے ہم حضرت جالوتؒ کی طرح برداشت کریں۔ نہ یہ کہ ہم حضرت عمرؓ کی طرح پٹائی شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ کی پٹائی کے ساتھ ان کا تقویٰ بھی بہت بڑھا ہوا تھا جو ہمارے تمہارے بس کی بات نہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا اخلاق:

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ تھکے، ماندے رات کو لیٹے۔ میوات کے بڑے بڑے چودھریوں میں سے دو چودھری ملنے آئے۔ حضرت مولاناؒ کے قریب خدمت گزار لوگ رہتے تھے۔ انہوں نے ان چودھری صاحبان کو روک دیا اور کہا حضرت آرام کر رہے ہیں۔ آپ چلے جائیں، صبح کو آنا —— حضرت مولانا کو پتہ چل گیا کہ کوئی چودھری ملنے آئے ہیں۔ مولانا اٹھ کر کمرے میں بیٹھ گئے، اور کہا کہ چودھری کو بلاؤ۔
اس لئے کہ دنیوی لائن کا جو چودھری ہوتا ہے اس کا بھی اکرام کرنا چاہئے۔
دنیوی لائن کا کوئی بھی بڑا آدمی آئے تو اس کا اکرام کرنا چاہئے۔

ہر قوم کے معزز آدمی کا اکرام کرو!

(رسول کریمؐ کا ارشاد گرامی اور عمل)

رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

"اَکْرِمُوْا کَرِیْمَ کُلِّ قَوْمٍ"

ہر قوم کے بڑے آدمی کا اکرام کرو۔

چاہے وہ دیندار نہ ہو، جب تم اس کا اکرام کرو گے تو قریب آئے گا۔

حاتم طائی کے بیٹے جن کا نام عدی ابن حاتم تھا۔ بڑے لوگوں میں سے تھے۔ وہ رسول کریم ﷺ سے ملنے آئے تو حضور ﷺ اپنے بستر سے اٹھ گئے اور اپنے کپڑے کو بچھا دیا کہ میرے اس کپڑے پر سے چل کر میرے بستر پر آؤ —— حالانکہ حضرت عدی ابن حاتم مسلمان نہ تھے تب بھی سارے نبیوں کے سردار اٹھ گئے اور کھڑے ہو کر اپنا کپڑا بچھا دیا کہ اس پر سے ہو کر بستر پر آئیں۔

لیکن میرے بھائی! دنیوی لائن کے جو چودھری ہوتے ہیں، ان کے اندر بھی بڑی

سوجھ بوجھ ہوتی ہے۔ عدی ابن حاتم نے اس کپڑے کو اٹھالیا اور اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور کہا کہ یہ آپ کا ایسا نہیں ہے کہ میرے پیروں کے نیچے آئے۔ یہ کپڑا تو سر پر اٹھانے کے قابل ہے اور رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے دعوت دی۔ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا۔ ہماری جماعتوں کے اندر خصوصی گشت اسی لئے ہوتا ہے۔

کسی بھی لائن کا کوئی بڑا آئے تو اس کا اکرام کرنا، اکرام کرکے اس کو مانوس کرنا۔ مانوس کرو گے تو یہ بڑا آدمی ایک مرتبہ زبان سے کہہ دے گا کہ یہ اچھا کام ہے تو نامعلوم کتنے آدمی اس سے مانوس ہو جائیں گے۔

میرے دوستو! اگر کام اصول کے ساتھ کریں گے تو ہم دوسروں کو اس کام سے جوڑنے والے بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اور ہم، لوگوں کو اس کام سے جوڑنے والے بنیں۔

اور اس کام پر اپنی جان ومال کو لگانے والے بنیں۔

بیان ۹

جو

8 نومبر 1992ء

کو

بنگلے والی مسجد دہلی

میں ہوئی۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر تاثیر رکھی ہے اسی طرح اللہ نے اعمال کے اندر بھی تاثیر رکھی ہے ----- لیکن چیزوں کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے تجربہ کرادیا اور اعمال کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے وعدہ کیا ------ انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات اللہ کا وعدہ ہے۔ انسان کے تجربہ کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔

اما بعد!

میرے محترم دوستو اور بزرگو! انسان جو محنت کرتا ہے اس سے دو مایا تیار ہوتی ہیں۔ ایک مایا انسان کے اندر بنتی ہے اور ایک مایا انسان کے باہر بنتی ہے۔

● انسان کے اندر کی مایا:

انسان کے اندر جو مایا بنتی ہے اس سے ایمان بنے گا یا کفر بنے گا۔ علم بنے گا یا جہالت بنے گی۔ امانت بنے گی یا خیانت بنے گی یا اللہ کا دھیان بنے گا یا غفلت بنے گی۔ رحم بنے گا یا ظلم بنے گا۔ سچائی بنے گی یا جھوٹ بنے گا۔ اخلاص بنے گا یا ریاکاری بنے گی۔

● انسان کی محنت سے اس کے باہر کی مایا:

اور انسان کے باہر جو مایا بنتی ہے اس سے جائیداد بنے گی، مال بنے گا، گھٹیا قسم کی غذا بنے گی یا بڑھیا قسم کی غذا بنے گی۔ بڑی دکان بنے گی یا چھوٹی دکان بنے گی —— تو انسان کے اندر بھی ایک مایا بنتی ہے۔ اور باہر بھی ایک مایا بنتی ہے۔

● کامیابی کادارومدار اندر کی مایا پر:

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مایا پر جو باہر بختی ہے اس پر کامیابی اور ناکامی کا مدار نہیں بنایا، اس کو امیابی اور ناکامی کا دارومدار بنایا۔ اگر اندر کی مایا بگڑ گئی تو دنیا و آخرت کی زندگی بھی بگڑ گئی۔ اور اگر اندر کی مایا بن گئی تو دنیا و آخرت کی زندگی بن گئی۔

● ہر عمل میں تاثیر:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر تاثیر رکھی ہے اسی طرح اللہ نے اعمال کے اندر بھی تاثیر رکھی ہے۔ لیکن چیزوں کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے تجربہ کروایا اور اعمال کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے وعدہ کیا۔ انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات اللہ کا وعدہ ہے۔

● انسان کا تجربہ خلاف ہو سکتا ہے 'اللہ کا وعدہ نہیں:

انسان کے تجربے کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ انسان کا تجربہ یہ ہے کہ آگ جلاتی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ نہیں جلاتی۔ دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے اندر ڈالے گئے لیکن آگ نے نہیں جلایا۔ انسان کا تجربہ ہے کہ زہر مارتا ہے لیکن بعض مرتبہ نہیں مارتا۔ دیکھو! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زہر کی پوری شیشی پی لی مگر نہیں مرے۔

اسی طرح اعمال کی جو تاثیر اللہ اور اس کے رسول نے بتائی ہے 'وہ بالکل صحیح ہے۔ مثلاً نماز پر کامیابی کا وعدہ ہے:۔ **"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ"** —— خشوع خضوع والی نماز پڑھو گے تو اللہ کامیاب کریں گے —— اسی طرح دعا پر قبولیت کا وعدہ ہے:۔

"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" —— مجھ سے دعا مانگو' میں قبول کروں گا۔

اسی طرح ذکر پر اطمینان کا وعدہ ہے:۔

"اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"

اسی طرح حضور ﷺ نے اعمال کی تاثیر پر جو وعدے کئے ہیں وہ بھی بالکل صحیح ہیں۔ مثلاً "شادی کرنے سے تنگدستی دور ہو جاتی ہے" حالانکہ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ تنگدستی بڑھ جائے گی۔

● عمل میں قوت ضروری:

تو اللہ اور اس کے رسول کے جتنے وعدے ہیں' وہ بالکل صحیح ہیں۔ لیکن ایک بات ذہن میں بیٹھا لو کہ یہ اس وقت میں ہوگا جب عمل جاندار ہوں اور عمل طاقتور ہوں۔ خالی عمل کا ڈھانچہ ہو تو اس پر وعدہ نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بھینس طاقتور اور تندرست ہوگی تو دودھ گھی ملے گا لیکن اگر صرف بھینس کا فوٹو ہو یا بھینس مری ہو تو نہ اس سے دودھ ملے گا نہ گھی ملے گا۔

● عمل میں جان کیسے آئے؟

اب اعمال جاندار کیسے ہوں؟ —— تو ہمیں ہر عمل کے لئے پانچ باتیں کرنی ہوں گی اور ان کو سیکھنا ہوگا۔ پہلی بات یقین کا صحیح ہونا۔ دوسری بات جذبے کا صحیح ہونا۔ تیسری بات طریقہ کا صحیح ہونا۔ چوتھی بات دھیان کا صحیح کرنا۔ اور پانچویں بات نیت کا صحیح کرنا۔

پہلی بات یقین کا صحیح ہونا اس کا نام ہے ایمان۔ دوسری بات جذبے کا صحیح ہونا اس کا نام ہے احتساب۔ تیسری بات طریقے کا صحیح ہونا یعنی ہر کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کرنا۔ چوتھے دھیان کا صحیح ہونا اس کا نام احسان ہے اور پانچویں

نیت کا صحیح کرنا اس کا نام اخلاق ہے۔

● سب کچھ کرنے والے اللہ ہیں!

پہلی چیز ایمان ہے۔ اس کو حاصل کرنے کا یقین دل کے اندر لانا ہے اور دوسرے تمام مخلوقات کا یقین دل سے نکالنا ہے۔ ساری مخلوقات سے کچھ نہیں ہوتا کرنے والے اللہ ہیں۔ کاروبار کرنے سے کچھ نہیں ہوتا رزق دینے والے اللہ ہیں۔ دوا علاج سے کچھ نہیں ہوتا۔ شفا دینے والے اللہ ہیں۔ ہر کام اللہ کرنے والے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتے ہیں مارتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں زندہ رکھتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں:۔ ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ''۔

● جماعتوں کی چلت پھرت کا مقصد:

ہماری یہ جماعتیں اسی لئے چل پھر رہی ہیں تاکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے وعدوں پر یقین آجائے۔ اور ساری مخلوقات اور ساری لائنوں سے اپنے رشتے کو کاٹ کر ایک اللہ سے جڑنے والے بنیں۔

● حضرت ابودرداؓ کا یقین:

حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اندر اللہ اور اس کے رسول کے وعدے پر یقین کو پیدا کیا۔ اور اس درجہ پیدا کیا کہ حضرت ابودرداؓ اپنی مسجد میں ایک مرتبہ بیٹھے تھے۔ کسی نے آکر خبر دی کہ حضرت محلے میں آگ لگ گئی ہے، آپ کا بھی مکان جل گیا۔ تو حضرت ابودرداؓ نے فرمایا کہ نہیں جلا۔ دوسرے نے خبر دی تب بھی کہا کہ نہیں جلا۔ اسی طرح کئی آدمی نے کہا اور آپ اطمینان سے بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی

آیا اس نے کہا کہ پورا محلہ جل گیا اور آپ کا گھر بچ گیا انہوں نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میرے مکان میں آگ نہیں لگی۔

لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے اتنے اطمینان سے کہا کہ نہیں لگی۔ آخر کیا بات ہے؟ —— حضرت ابودرداؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک دعا بتائی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ جو شخص اس کو صبح میں پڑھ لے گا تو صبح تک کے اچانک کے حادثات سے محفوظ رہے گا۔ میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تھا —— تو تم کہتے کہ آگ لگ گئی اور اللہ کے پیارے نبی ﷺ کہتے ہیں کہ نہیں لگی —— تو میں تم کو سچا مانوں گا اللہ کے پیارے نبیؐ کو سچا مانو۔

اسی طرح دوستو! —— ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں کے یقین کو اپنے دل کے اندر اتارنا ہے اور ایمان کو مضبوط اور طاقتور بنانا ہے۔

● ایمان ایک گہرا سمندر ہے!

دیکھو یاد رکھو! ایمان ایک گہرا سمندر ہے جتنا اس کی مشق کرتے رہو گے اتنا ایمان بڑھتا رہے گا۔ کسی موقع پر جا کر یہ بات ذہن کے اندر نہ آئے کہ میرا ایمان مکمل ہو گیا ہاتھ پیر مارتے رہو۔ صحابہؓ کا ایمان اتنا بڑا کہ حضرت خالد ابن ولیدؓ یوں کہتے ہیں کہ میرے کو اکیلے ساٹھ ہزار مجمع کے مقابلے میں بھیج دو۔

● ہم ایمان کی لائن سے بہت کمزور ہیں:

میرے محترم دوستو! اس وقت میرے اوپر جو غلبہ ہے وہ یہ کہ ہمارا ایمان بڑھتا رہے۔ ابھی تو ہم اس میں بہت کمزور ہیں۔ اگر ایک طرف چیزوں کا نظام ہو اور دوسری طرف اعمال کا نظام ہو۔ اعمال پر جو خدا کے وعدے ہیں، اس پر ہمارا دھیان ہی نہیں جاتا۔ بلکہ ہم تو چیزوں کے نظام کو اپناتے ہیں۔ اگر ہمارے حالات ناساز گار ہوئے تو ہم اپنے

حالات کو موافق بنانے کیلئے ہر قسم کے حیلے اختیار کرتے ہیں —— تو ہم ایمان کے اندر بہت کمزور ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایمانیات کی لائن کو بہت زیادہ مضبوط اور طاقتور بنانا ہے۔

● اکرام اور اخلاق کے فائدے:

اس کے بعد جب ایمان مضبوط ہو جائے، اور طاقتور ہو جائے تو ہمارے دلوں کے اندر لوگوں کا اکرام کرنا آئے گا۔ لوگوں سے ہم اخلاق والا معاملہ کریں گے اور لوگوں سے میل جول رکھیں گے تو لوگ اسلام کی طرف آئیں گے۔ صلح حدیبیہ کے اندر یہی چیز پائی گئی۔ جس سے لوگ فوج در فوج اسلام میں آنے لگے اور آج بھی لوگ اسلام کی طرف فوج در فوج آسکتے ہیں اگر حضور ﷺ والی معاشرت، معاملات اور آپؐ والا اخلاق ہمارے اندر آجائے۔

● زندگی میں حضورؐ کی سنتیں، جیسے بدن میں روح:

اب میں ایک مثال دوں کہ یہ دنیا کی جتنی مادی چیزیں ہیں، اس کی مثال بدن کی سی ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کے طریقوں اور ان کی سنتوں کی مثال روح کی سی ہے۔ بدن میں اگر روح ہے تو بدن کام کرے گا۔ رح کے بغیر بدن کام نہیں کرے گا۔ تو ایسے ہی حضور ﷺ والا طریقہ زندگیوں کے اندر ہے تو اللہ ان کو کامیاب کرے گا۔ اور اگر حضور ﷺ والا طریقہ زندگیوں سے نکل گیا تو آدمی جہنم کے گڑھے کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔ اور آخیر میں اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈال دیں گے جس کی وجہ سے وہ ناکام اور برباد ہو جائے گا۔

● سنت نبویؐ سے خالی زندگی بے جان لاشے:

اور جب زندگی کے اندر حضورؐ کا طریقہ نہیں ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے

آپ کے گھر کے اندر دس پہلوان ہیں۔ لیکن ان دسوں پہلوانوں کی جان نکلی ہوئی ہے۔ لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ تو ان پہلوانوں کی لاشیں آپ کے کسی کام کی نہیں ہیں۔

تو جب ایک آدمی نے حضورؐ کے طریقے کو چھوڑ کر پندرہ بڑے بڑے کارخانے بنائے۔ پندرہ فلیٹ بنائے اور بڑھیا قسم کی کاریں خرید لیں تو یہ سمجھو کہ یہ لاشیں تیار کر رہا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے طریقے کو چھوڑ کر جتنی بھی دنیا بنائی جائے گی وہ لاشیں ہیں۔ اس میں مصیبتوں کے کیڑے پڑیں گے —— آج پورے عالم کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں، اس لئے کہ لوگوں نے حضور ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر دنیا کو بڑھالیا ہے۔

● دنیا کھیل تھی:

میرے محترم دوستو! قبر کے اندر جو لوگوں کو عذاب دیئے جاتے ہیں، وہ زندوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن مرنے والے کو دکھائی دیتے ہیں۔ جس وقت وہ مرے گا اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ دنیا کھیل تھی۔ اور اس کھیل کے اندر ساری زندگی گزار دی، اور یہ مصیبتیں سر پر آگئیں۔

● ہر ایک کے اندر آخرت پیدا کرنا! ہماری ذمہ داری!

اس لئے میرے محترم دوستو! اپنی بھی فکر کرنی ہے، گھر والوں کی بھی فکر کرنی ہے، خاندان والوں کی بھی فکر کرنی ہے بستی اور اطراف والوں کی بھی فکر کرنی ہے۔

ایک بات ذہن میں رکھو کہ یہ جتنے لوگ دنیا میں لگے ہوئے ہیں، دنیا کو اپنا مقصود بنائے ہوئے ہیں۔ اس کے حصول کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، انہیں اللہ اور اس کے دین کی طرف بلانا ہے۔ ان کو دعوت دینی ہے تاکہ ان کی اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر آجائے۔ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے

وعدوں پر یقین آجائے۔ قبر، حشر، جنت، دوزخ کا یقین ہو جائے۔ اور اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کو انعامات سے نوازے۔

مخالف فضا کے اندر بھی دین کا کام کرنا ہے:

لیکن یہاں پر آپ حضرات کے ذہن میں یہ بات آئی ہو گی کہ بعض مرتبہ آدمی دین پر ہوتا ہے اور یہ دین کا کام کرتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اس کے اوپر کئی اقسام کی پریشانیاں آتی ہیں۔ مشکلات بھی آتی ہیں لیکن اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر نبی نے مخالف فضا کے اندر دین کا کام کیا۔ وہ اللہ کے دین کا کام کرتے رہے اور ہر قسم کی قربانی برداشت کرتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی ثابت قدمی:

حضرت زکریا علیہ السلام کے نبی ہیں۔ انہوں نے اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلایا۔ لوگوں نے ان کی بات نہیں مانی۔ اور ان لوگوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعوت کے اندر رکاوٹ پیدا کیا۔ اس کے باوجود جب آپ دعوت کا کام کرتے رہے، تو ان لوگوں نے آپ کے بدن کو آرا کے ذریعہ دو ٹکڑوں کے اندر تقسیم کر دیا۔

رکاوٹیں بس انڈے کا چھلکا:

تو جن لوگوں نے مخالف فضا کا مقابلہ کیا، ثابت قدم رہے اور اللہ کا دین پھیلاتے رہے، وہی لوگ کامیاب ہوئے۔ مخالف فضا کے اندر ہمیں بھی دین کا کام کرنا ہے اس میں حق کی تربیت ہوتی ہے۔ جیسے انڈے کے چھلکے کی رکاوٹ۔ اس رکاوٹ کی وجہ سے اندر اسے گرمی کی فضا ملی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس چھلکے کو توڑ دیا۔

اس لئے جھگڑے کی ضرورت نہیں، بلکہ

صحابہ کرام کا طرز اختیار کرنے کی ضرورت ہے!

اس لئے ہمیں کسی سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ فضا جیسی بھی ہو، اس کے اندر ہمیں دعوت کے کام کو بنا کر چلانا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلانا ہے۔ جس انداز سے انہوں نے دین کی دعوت دی اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ بالکل وہی انداز، وہی طریقہ میں بھی اختیار کرنا ہے کسی سے جھگڑنا نہیں ہے۔

حضرت عکرمہؓ کی اسلام دشمنی اور پھر قبول اسلام:

اب دیکھئے! حضرت عکرمہؓ زندگی بھر آپ کی مخالفت کرتے رہے۔ حضور ﷺ نے سمجھایا بجھایا اس کے باوجود وہ نہیں مانے حتی کہ فتح مکہ کے دن حضرت عکرمہ نے مسلمانوں پر حملہ کیا، اتنی سخت دشمنی تھی حضور ﷺ سے اور مسلمانوں سے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کہ فتح کرایا تو اس موقع پر حضور ﷺ نے ایسے اخلاق برتے۔ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حضرت عکرمہ چونکہ ہر دم لڑائی جھگڑے میں رہے، اس لئے ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر میں پکڑا گیا تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے وہ فوراً مکہ سے نکل بھاگے۔ ان کی بیوی مسلمان ہو گئی تھیں۔ ان کے بھاگ جانے کے بعد وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا:- حضرت! میرے شوہر کو امن دیجئے —— حضور ﷺ نے امن دیدیا —— اب بیوی ان کو ڈھونڈنے چلی۔ عکرمہ تو مکہ سے بھاگ کر سمندر کی طرف چلے اور کشتی میں بیٹھ گئے کہ اب میں مکے میں نہیں رہوں گا۔

لیکن میرے محترم دوستو! آنسو بڑے کام آتے ہیں۔ کام کرنے والوں کی

قربانیاں اللہ پاک ریزہ ریزہ محفوظ کرتے ہیں۔ ان کے آنسوؤں کو بھی اللہ پاک محفوظ کرتے ہیں، اور ان کی دعاؤں کو بھی اللہ پاک محفوظ کرتے ہیں۔

حضرت عکرمہ کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔ صحابہ کی دعائیں، ان کی بیوی کی دعائیں اور حضور پاک ﷺ کی دعائیں رنگ لا رہی ہیں۔ اللہ کی شان دیکھیے، کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ ڈوبنے کے قریب ہو گئی۔ سارے سوار پریشان ہیں۔ کشتی والے نے کہا کہ تم لوگ بچ نہیں سکتے۔ ان لوگوں نے کہا کیا کریں —— ؟ کشتی والے نے کہا کہ کلمہ پڑھ لو تو بچ سکتے ہو —— عکرمہ کہتے ہیں کہ ہم اسی کلمہ سے تو بھاگ کر آئے ہیں، اور یہ کلمہ ہمیں یہاں بھی گھیر رہا ہے۔

محنت اور دعا کی ضرورت:

دوستو! دعوت کے اس کام کی برکت سے وہ لوگ جو خدا کا انکار کرنے والے تھے، وہ خدا کا اقرار کرنے والے بنے۔ اللہ اور اس کے رسول کے طریقے کو اپنے اندر جگہ دینے والے بنے۔ حرام و حلال کی پروا کرنے والے بنے۔

اور اب ہم اللہ سے دعا کریں کہ اللہ اپنا فضل و کرم ان لوگوں پر کرے جو ایک سے زیادہ خدا کو مانتے ہیں۔ ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ ان کو مشکل کشا اور نفع و نقصان کا مالک مانتے ہیں۔ اللہ ان لوگوں پر بھی اپنا فضل فرمائے۔ کہ یہ لوگ بھی اللہ سے جڑنے والے بنیں۔ اور اسی کو ہر چیز کا مالک و مختار مانیں۔

جب کشتی ڈوبنے کے قریب ہوئی تو اس کے اندر کے لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا۔ عکرمہ کی بیوی بھی وہاں پہنچ گئیں۔ انہوں نے رومال دکھایا کہ آ جاؤ۔ عکرمہ نے کہا کہ مکے والے میرا گلا کاٹ ڈالیں گے۔ بیوی نے کہا کہ میں امن لے چکی ہوں۔ میاں بیوی دونوں چلے۔ راستے میں بیوی سے جماع کرنی چاہی۔ بیوی نے کہا کہ یہ نہیں ہوگا۔ اس

لئے کہ تم کافر ہو، اور میں مسلمان ہوں۔ اس کا عکرمہ پر بڑا زبردست اثر پڑا۔ اور حضور پاک ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ اللہ کے رسولؐ نے صحابہ کرامؓ سے کہہ دیا کہ عکرمہ آ رہے ہیں۔ ان کے باپ ابو جہل کو برا بھلا مت کہنا۔ گالی دو گے تو مردے کو نہیں پہنچے گی لیکن زندہ کو تکلیف ہو گی۔ ان کو صدمہ ہو گا۔ جب عکرمہ آئے تو ان کے استقبال کیلئے حضور ﷺ کھڑے ہو گئے۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنے بستر پر بٹھایا۔ اور فرمایا کہ عکرمہ! اب بھی کلمہ سمجھ میں نہیں آیا؟ فوراً حضرت عکرمہؓ نے کلمہ پڑھ لیا اور یوں فرمایا کہ اے اللہ کے پیارے نبی! اب تک جتنی طاقت میں نے اسلام کے مٹانے پر لگائی ہے، اس کی دوگنی طاقت اسلام کو زندہ کرنے کیلئے لگاؤں گا۔ اور اب تک جتنا مال اسلام کو مٹانے کیلئے لگایا ہے، اس کا دوگنا مال اسلام کو زندہ کرنے پر لگاؤں گا۔

صحابہ کرام کی بے مثالی قربانیاں:

اسی طرح آپ سارے صحابہؓ کی زندگی کا معاملہ کر کے دیکھ لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تمام صحابہ کرام نے دین کے پھیلانے اور اس کو زندہ و تابندہ کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانیاں دیں۔

مال کی قربانی دی۔

وطن کو قربان کر دیا۔

ہجرت کر کے حبشہ اور مدینے چلے گئے۔

اولاد کو قربان کر دیا۔

بیوی کو قربان کر دیا۔

ہر قسم کی قربانی دے کر اسلام کو بلند و بالا کیا۔

آج بھی اسلام اسی طرح تابندہ و منور ہے۔ لیکن اس کے ماننے والوں کے اندر عیش

پرستی، زرپرستی اور اس قسم کی بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ جس کی بناء پر دلوں سے اسلام کی وقعت نکل گئی۔ اور آج ہر قسم کی قربانیاں دین کے بجائے دنیا کیلئے ہو رہی ہیں۔

● دعوت کا کام، اور اس کے ثمرات:

اللہ کا فضل و کرم ہوا کہ اس نے ہمارے اس دورِ انحطاط میں جہاں اسلام کی بیخ کنی اور اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوششیں ہو رہی ہیں، اس دور کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض نیک بندوں کے اندر دعوت کا احساس پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے حالات کو سازگار بنایا۔ اور اس کام کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے برائی سے توبہ کر لی۔ اچھے کام کرنے والے بنے۔ اور کتنے لوگوں نے اپنے معاملات، معاشرت اور اخلاق کی ہر لائن کی برائیوں کو درست کر لیا۔ اور حضور ﷺ کے طریقے اپنا ہر کام کرنے لگے۔

—— اب میں اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں لیکن اس کا کچھ نتیجہ بھی نکلنا چاہئے۔ اب وہ لوگ کھڑے ہو جائیں، جن کو اللہ کے راستے میں چار مہینے اور چالیس دن کیلئے جانا ہے۔ کھڑے ہو جائیں۔

بیان ۱۰

جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر تاثیر رکھی ہے اسی طرح اللہ نے اعمال کے اندر بھی تاثیر رکھی ہے —— لیکن چیزوں کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے تجربہ کرادیا اور اعمال کی تاثیر کے بارے میں اللہ نے وعدہ کیا —— انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات اللہ کا وعدہ ہے۔ انسان کے تجربہ کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ
اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ۔
وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً
طَیِّبَۃً وَّلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (پ ۱۴)
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ!

—— محترم دوستو اور بزرگو! دنیا کے اندر زندگی بسر کرنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ اللہ کی مرضی ہے، اور وہ ایمان کا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ انسان کی اپنی مرضی والا ہے، اور وہ خواہشات کا راستہ ہے۔ چیزوں والا راستہ ہے۔ اس میں اللہ کی مرضی کو چھوڑ کر آدمی اپنی مرضی پر چلتا ہے۔

● دین کا راستہ سیدھا ہے:

یہ دو راستے ہیں، ان میں بالکل سیدھا اور آسان راستہ کامیابی اور امن و امان لانے والا راستہ۔

چین و سکون، رحمتیں اور برکتیں اتروانے والا راستہ
زمینوں کے اندر سے برکتیں اور محبتیں پیدا کرنے والا راستہ
مرنے کے بعد قبر میں سکون پہنچانے والا راستہ
ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں داخل کرنے والا راستہ

وہ اللہ کی مرضی والا راستہ ہے۔ جس پر چل کر اللہ کو راضی کرتے ہیں۔

● دنیا کا راستہ پریشانیوں والا:

دوسرا راستہ وہ ہے جو انسان کا اپنی مرضی والا راستہ ہے، جی چاہی والا راستہ ہے، جس کے اندر اس کا ذہن چیزوں کو حاصل کراتا اور اپنی مرضی کو پورا کراتا ہے۔ یہ شروع میں اور ظاہر کے اندر بہت مزیدار اور اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے اس راستے پر دین کے اندر بھی پریشانیاں ہیں، آپس کی عداوتیں ہیں، برکتیں اٹھ جاتی ہیں، ہر ایک کی جان و مال اور آبرو خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ اس راستے پر چلنے والے چاہے ملازمت پیشہ ہوں۔ عہدیدار ہوں، ترقی یافتہ ملکوں کے ہوں یا پسماندہ ملکوں کے، وہ اس راستہ میں پریشان ہوتے ہیں، جب وہ اپنی مرضی پر چلتے ہیں، اللہ کی مرضی کو چھوڑتے ہیں۔

ہمارے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ جتنا ملک و مال ہوگا اور چیزیں ہوں گی، اتنی زندگی بنے گی۔ لیکن یہ سوچ رکھنے والے اور یہ نظریہ رکھنے والے، اور اس پر چلنے والے موت کے وقت، قبر میں اور پھر اس سے آگے حشر میں، پھر اس سے آگے جہنم میں،

راحت و آرام سے محروم ہوں گے۔ تکلیفوں و پریشانیوں میں ہوں گے، ذلت میں ہوں گے۔

◉ دنیا کا نظام فنا، اور آخرت کا نظام بقا:

دنیا کے اندر کھانا بھی ہے اور بھوک بھی۔ اگر بھوک محسوس ہو رہی ہے، آپ نے کھانا کھایا، بھوک ختم ہوگئی، تو دنیا کا نظام فنا کا ہے اور ختم ہونے والا ہے۔ لیکن آخرت کا جو نظام ہے، وہ بقا کا ہے۔ وہاں ایک ہی بات ہوگی صرف راحت یا صرف تکلیف۔ دنیا کے اندر دونوں باتیں ہیں، راحت بھی ہے اور تکلیف بھی ہے۔ اگر بھوک ہے تو اس کے مداوا کیلئے کھانا بھی ہے۔ پیاس ہے تو اس کیلئے پانی بھی ہے۔ رات کا اندھیرا آیا دن اجالا ختم، گرمی کا موسم آیا سردی کا موسم ختم۔ دنیا میں دونوں چیزیں ساتھ ملیں گی۔ آدمی چاہے نیک ہو یا برا، تکلیف ہر ایک پر آتی ہے، اور راحت بھی ہر ایک پر آتی ہے۔ کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں کہ جس کیلئے زندگی بھر راحت ہی رہی ہو۔ یا جس پر زندگی بھر تکلیف رہی ہو۔ ہر ایک پر راحت اور تکلیف دونوں آتی ہیں۔

◉ انسان کا اخروی انجام:

مگر موت کے بعد ایک چیز متعین ہو جاتی ہے، راحت یا تکلیف۔ اگر تکلیف متعین ہوگئی تو پھر تکلیف بڑھتی رہے گی۔ اگر بغیر ایمان کے دنیا سے گیا تو پھر وہ تکلیف ہمیشہ رہے گی۔ اگر مرنے کے بعد راحت تجویز ہوگئی، پھر تو راحت مرنے کے بعد ہی سے شروع ہو جائے گی۔ فرشتوں کا استقبال ہوگا، قبر کے اندر جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی۔ اسے لٹا دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا "نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ"، جس طریقہ سے دلہن سوتی ہے سو جا۔ دن میں دو بار جگا کر اس کھڑکی سے اس کا ٹھکانہ دیا جائے گا کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ۔ تو یہ اللہ کا محبوب بندہ اور اللہ کی مرضی پر چلنے والا کہے گا کہ "رَبِّ

اَقِمِ السَّاعَةَ" اے اللہ! تو قیامت کو جلدی سے قائم کر، تاکہ میں تیرے انعامات کی جنت میں داخل ہو جاؤں۔ قیامت تک وہ قبر میں رہے گا۔ اور جب تک قیامت کا دن آئے گا تو اس کا حساب و کتاب اور حشر کے مراحل اتنے کم اور مختصر وقت میں کم ہوں گے کہ جتنا وقت چند رکعت نماز پڑھنے میں گزرتا ہے، گویا کہ اتنا وقت گزرا اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ جنت میں داخل ہوگا تو پھر وہاں پر کسی قسم کی تکلیف ہی نہیں۔ باغات، نہریں، مکانات، بیویاں، اچھے کپڑے، گھومنا، ٹہلنا، کھانا پینا، اللہ کی زیارت کرنا، ہم کلامی کا نصیب ہونا، نہ جنت کبھی ختم ہوگی، نہ جنت ختم ہوں گے۔

◉ انسان کے مجاہدہ کی مقدار:

لیکن یہ سب کچھ کس کیلئے ہے؟ ان کیلئے جو اللہ کی مرضی پر چلے۔ اللہ کی مرضی پر چلنے میں ایک مجاہدہ ہے، اس مجاہدے کیلئے آدمی تیار ہو جائے۔ مثلاً ایک آدمی کے ساٹھ ستر سال کی عمر ہوتی ہے۔ اس میں بھی پندرہ سال گزر گئے بچپنے کے، باقی بچے پینتالیس، پچاس سال تو اس کے اندر سے راتیں نکل گئیں۔ سونے کے اندر، اب رہ گئے صرف دن، تو صرف اتنی دیر تک اللہ کی مرضی پر رہنا ہے اور اس میں صرف ایک ہی مجاہدہ ہے اور ایک تکلیف اٹھانا ہے۔ وہ کیا ہے؟ —— اپنی مرضی کو چھوڑنا۔ اسے آدمی برداشت کرلے یعنی اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے اپنی مرضی کو چھوڑ دے۔ اپنی مرضی کو جب چھوڑے گا تو اللہ کی مرضی پوری ہوگی۔ اس مجاہدہ پر اللہ تعالیٰ دروازہ کھولتے ہیں ہدایت کا۔ جب آدمی اس مجاہدے کو برداشت کرتا ہے تو اللہ کی چھپی ہوئی مدد اس کے سامنے آتی ہے۔

◉ تو مجھے راضی کرے گا تو میں تجھے راضی کروں گا:

زندگی بھر اللہ کی مرضی کو پورا کرنا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اللہ کی مرضی کیا؟ اس کی تحقیق کرے۔

غریب اگر ہے تو اللہ کی مرضی کیا ہے؟

اگر شوہر ہے تو بیوی کے بارے میں اللہ کی مرضی کیا ہے؟

بیوی کیلئے شوہر کے بارے میں اللہ کی مرضی کیا ہے؟

اپنے بارے میں، اولاد کے بارے میں، پڑوسیوں کے بارے میں اللہ کی مرضی کیا ہے؟ بس اس بات کو آدمی ٹھان لے اور اپنی مرضی کو قربان کردے۔ پھر تو اللہ پاک بتاتے ہیں کہ اگر تو مجھے راضی کرے گا تو میں تجھے راضی کردوں گا۔

● اچھے اعمال کیلئے شرط:

اب اللہ کی مرضی والا راستہ جس پر چل کر اپنی مرضی کو قربان کرتا ہے وہ کونسا راستہ ہے؟ —— دو جملے یاد رکھئے:-

"ایمان والا راستہ" —— اور —— "اعمال والا راستہ"

یعنی دل کے اندر کا ایمان و یقین مضبوط ہو، دوسرے اعمال اچھے ہوں۔ اعمال اگر اچھے بنانے ہیں تو اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک اللہ کے حکموں کے مطابق نہ ہوں، رسول کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق نہ ہوں۔ کھانا کھانا بھی اگر اللہ کے حکم کے مطابق ہو، حضور اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو، تو یہ کھانا بھی اچھا عمل بن گیا۔ اور اس کی قیمت اللہ قیامت کے دن دیں گے۔ اسی طرح کاروبار کرنا، شادی کرنا، نماز پڑھنا اچھا عمل بنتا ہے روزہ رکھنا، دعوت کا کام کرنا، استنجا کرنا، مکان بنانا یہ بھی اچھے عمل بنیں گے لیکن کب بنیں گے؟

جب اللہ کے حکموں کے مطابق ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوں۔ اعمال کے اچھا بننے اور اس کے قبول ہونے کیلئے پہلی شرط ایمان کی ہے۔

● ایمان کی قدر و قیمت:

ایمان اتنی قیمتی دولت ہے کہ اگر اس کا ایک ذرہ لے کر آدمی اس دنیا سے گیا تو اس کو کبھی نہ کبھی جنت کا ملنا طے ہے۔ اگر مرتے وقت اس کے دل میں ایمان ہے تو یہ آدمی کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور جائے گا۔ اگر اس نے دنیا میں گناہ کے کام کئے ہیں تو ان گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔ ہاں اگر اللہ کا معاملہ فضل کا ہوا تو بلا سزا کے بھی اللہ جنت میں داخل کردیں گے۔ اللہ تو قادر مطلق ہے۔ اگر اللہ عدل پر آگئے تو گناہوں کی سزا دیکر جنت میں داخل کریں گے۔ اور اگر اللہ نے فضل کا معاملہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی کی شفاعت پر اللہ معاف کر کے جنت دے دے یا محض اپنے فضل سے جنت دے دے۔ بہر کیف جنت میں جانا اس آدمی کا بالکل طے ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

● ایمان نہیں، تو اعمال کی طاقت نہیں:

لیکن مرنے کے وقت تک ایمان باقی رہے یہ کیسے ہوگا؟ —— یہ اس وقت ہوگا کہ زندگی بھر آدمی ایمان کی محنت کرتا رہے، اعمال کی محنت کرتا رہے، تب یہ ایمان محفوظ رہے گا۔ قرآن پاک میں آپ دیکھیں گے کہ اللہ پاک نے اعمال پر جتنے وعدے کئے وہ ایمان کی شرط پر کئے۔

نماز پر اللہ کا وعدہ "کامیابی" کا ہے۔

ذکر پر اللہ کا وعدہ "اطمینان" کا ہے

روزے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ "تقویٰ" کا ہے

پھر "تقویٰ" پر اللہ کا وعدہ "برکتوں" کا ہے۔

اسی "تقویٰ" پر اللہ کا وعدہ "مدد" کا ہے۔

یہ جتنے وعدے اعمال پر اللہ نے بتائے یا رسول اللہ ﷺ نے بتائے یہ سب ایمان کی

شرط کے ساتھ ہیں۔ اگر ایمان ہے تو اعمال میں طاقت ہے۔ اگر ایمان نہیں تو پھر اعمال کی کوئی قیمت نہیں۔ ایمان پر اللہ نے وعدے کئے ہیں، اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (پ ۳)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً (پ ۵)

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثاً (پ ۵)

اللہ سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں۔ اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا کوئی نہیں۔

● اللہ کی طاقت:

اللہ قادر مطلق ہے۔ اللہ بڑی طاقت والا ہے۔ بہت خزانے والا ہے۔ اس کے خزانے بے شمار ہیں۔ اس کی طاقت بے انتہا ہے۔ جتنے وعدے اللہ کرتے ہیں وہ سب اپنی طاقت سے پورا کرتے ہیں۔ اپنے خزانہ سے پورا کرتے ہیں۔

● اللہ کی طاقت وقدرت، جس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب:

اللہ کیسے طاقت والے ہیں؟

اللہ ایسے طاقت والے ہیں کہ زمین وآسمان، چاند وسورج بنایا اور کسی کا سہارا نہیں لیا، اکیلے اللہ نے بنایا۔ اسی طرح اللہ اپنی قدرت کے استعمال کرنے میں مصلحت اور حکمت کے طور پر انسان سے بھی چیزوں پر محنت کراتے ہیں، اور پھر اپنی قدرت سے اس کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ میاں بیوی کا ملنا ایک سبب کا درجہ ہے۔ اندر بچے کا پیدا کرنا یہ اللہ کا کام ہے۔ روزانہ تقریباً دولاکھ سولہ ہزار بچے دنیا کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ ایسے قادر مطلق ہیں کہ ایک وقت میں ان سارے بچوں کو ان کی ماؤں کے پیٹ میں ایک ہی وقت میں بناتے ہیں کروڑہا کروڑ مادہ جانوروں کے پیٹ میں اللہ بیک وقت بچے بناتے ہیں —— کروڑوں بیجوں اور گٹھلیوں کے اندر سے اللہ بیک وقت پودے اگاتے ہیں۔ اور پھر اسے درخت بناتے ہیں۔ پھر اس میں پھل، فروٹ، میوے،

ترکاریاں، اگاتے ہیں۔ اللہ ایسے قادر مطلق ہیں۔

دنیا کے اندر ساری پھیلی ہوئی چیزیں اللہ نے اپنی قدرت سے بنائیں۔ اور اس کے بعد یہ چیزیں اللہ اپنی قابو سے باہر نہیں نکلیں، بلکہ اللہ کے قابو میں ہیں، ان چیزوں سے اگر زندگیوں کے بنانے کا اللہ نے فیصلہ کیا تو زندگیاں بن جائیں گی۔ اور اگر اللہ نے ان چیزوں سے زندگیوں کے اجاڑنے فیصلہ کیا تو زندگی اجڑ جائے گی۔

● زندگی کا بننا اور بگڑنا اللہ کے فیصلے پر ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔ آگ اجاڑنے والی چیز ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بن گئی۔ قارون، ہامان، شداد، نمرود اور فرعون کو ملک ومالک کے نقشے میں زندگی بنتا دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اللہ نے اجاڑنے کا فیصلہ کیا تو ملک ومال زندگی نہ بنا سکا۔ کیونکہ خدا کے فیصلے کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔

لیکن خدا کے یہاں زندگی کے بگاڑنے اور بنانے کا فیصلہ اندھادھند نہیں ہوتا۔ زندگیوں کے بنانے کا فیصلہ اللہ اس وقت کرتے ہیں جب آدمی کے اندر ایمان اور اعمال ہوں۔ اور زندگیوں کے اجاڑنے کا فیصلہ اس وقت کرتے ہیں جب انسان کے اندر ایمان نہ ہو اور اعمال بھی خراب ہوں، تب اللہ زندگیوں کے اجڑ جانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

● ایمان والوں کیلئے مجاہدہ بھی ہوتا ہے:

ایک بات ذہن میں رہے کہ ایمان اور اعمال والوں کی زندگیاں اللہ بناتے ہیں، لیکن شروع میں انہیں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ مجاہدہ ہے کیا؟

اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے اپنی مرضی کو قربان کرنا۔ اس مجاہدہ پر اللہ پاک کی مدد آتی ہے اور زندگی بنتی ہے۔

● غلط لوگوں کو ڈھیل دی جاتی ہے:

جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں، اعمال ان کے پاس نہیں ہیں، اللہ پاک ان کی زندگی ایک دم سے نہیں اجاڑتے۔ بلکہ انہیں موت تک کا موقعہ دیتے ہیں۔ اگر اللہ پاک غلط آدمیوں کی زندگی ایک دم اجاڑنے پر آجائیں تو دنیا میں کوئی زندہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اکثر و بیشتر بندوں سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

آدمی کتنا ہی غلط اور برا کام کرے لیکن اس کی زندگی ایک دم سے نہیں اجاڑتے بلکہ اللہ اس کو موقع دیتے ہیں۔ موت تک موقعہ دیتے ہیں اور سیدھے راستے کی ترکیبیں اللہ پاک کرتے ہیں، اس پر تکلیفیں لاتے ہیں تاکہ گڑگڑا کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ یا راحتیں لاتے ہیں کہ شکر کے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس کے پاس سمجھانے والے بھیجتے ہیں۔ جب تک انبیاء علیہم السلام کا زمانہ تھا انبیاء علیہم السلام تکلیفیں اٹھا اٹھا کر ان غلط چلنے والے لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ نبیوں کا آنا بند ہوا۔ رسول اکرم ﷺ آخری نبی آئے آپ کے بعد اب کوئی نیا نبی قیامت تک نہیں آئے گا تو اب اس پوری دنیا کے اندر صحیح بات سمجھانا اور پہنچانا کون کرے گا۔ اس کیلئے رسول اکرم ﷺ نے سوا لاکھ صحابہ کا مجمع تیار کیا۔ اور اس کو نمونہ بنایا۔

اب قیامت تک آنے والی امت حضور اکرم ﷺ کے اس تربیت یافتہ مجمع کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کی ترتیب بنائے۔ اپنے جان و مال کا استعمال کرے تو اس کے ذریعہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے انسانوں تک ایمان والی بات، اعمال والی بات، اور اللہ سے تعلق پیدا کرنے والی بات دنیا میں امن و امان لا دینے والی بات اور مرنے کے بعد جنت پانے والی بات پوری دنیا کے اندر پہنچ سکتی ہے۔

اس بناء پر اللہ تعالیٰ خراب کام کرنے والوں کو بالکل اسے اجاڑتے ہیں بلکہ بہت موقع اور گنجائش دیتے ہیں۔

● اللہ کی پکڑ کب آتی ہے:

موقعہ دینے کے باوجود، صحیح راہ دکھانے والوں کے بھیجے جانے کے باوجود، اتار چڑھاؤ، راحت و تکلیف ان پر جو آتا ہے اس کے باوجود اگر آدمی اپنی جی چاہی پر رہا، اور اپنی من مانی پر رہا، اپنی خود غرضی پر رہا۔

اپنے عناد پر رہا، اپنی ضد پر رہا۔

تو آخری درجہ میں: جب اللہ کی طرف سے پکڑ آتی ہے تو اللہ کی پکڑ آنے کے بعد دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتیں۔ غلطی کی، اور فوراً پکڑا، ایسا نہیں کرتے۔ اللہ بہت کرم والے، بہت فضل والے، رحم والے ہیں۔ خدا خوب موقع دیتے ہیں ——— نوح علیہ السلام کی قوم کو ساڑھے نو سو سال کا موقع دیا۔

فرعون کو لمبی مدت تک کا موقع دیا۔

قیصر و کسریٰ کو موقع دیا۔

اسی طرح یاجوج ماجوج کو ہزاروں سال کا موقع دیا جو ذوالقرنین کی دیوار کے پیچھے ہیں۔ اسی طرح دجال کو بھی موقع دیں گے۔

اسی طرح جتنے غلط کام کرتے ہیں انہیں موقع دیتے ہیں۔ ایک دم سے اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتے۔ لیکن موقعہ دینے کے باوجود جب آدمی اپنے اختیار کو نہیں سمجھتا تو جب آخری اللہ کی پکڑ آتی ہے تو اس غلط آدمی کو اللہ کی پکڑ سے بچانے کیلئے دنیا کی پوری طاقتیں مل جائیں تو بھی نہیں بچا سکتیں۔

اللہ نے انسان کے اندر دو اختیار رکھے ہیں۔ اپنی مرضی پر چلنا اور اللہ کی مرضی پر چلنا۔ اگر آدمی اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر دیدے تو زندگی بن جائے گی۔ اور اپنی مرضی پر چلتا رہے تو اس کی زندگی بگڑ جائے گی۔ تو انسان جب اپنی مرضی کو اللہ کی

مرضی پر دیدے تو زندگی بن جائے گی اور اپنی مرضی پر چلتا رہے تو اس کی زندگی بگڑ جائے گی۔ تو انسان جب اپنی مرضی کو اپنے اختیار پر چلاتا ہے اور خراب کام کرتا رہا تو اللہ ٹھیک ہونے اور سنبھلنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ پھر بھی ٹھیک نہیں ہوا تو اب اللہ کی پکڑ ہوگی جس سے بچ پانا ممکن ہوگا۔

فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا۔ قارون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھنسنے سے بچا نہیں سکا۔ کوئی طاقت نہیں بچا سکتی اللہ کی پکڑ سے۔

روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہ بچا سکیں:

بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ساری طاقتیں اللہ کی پکڑ نہیں بچا سکتیں، اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتیں —— یہاں تک کہ جب اللہ کی پکڑ آئی تو نوح علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی۔ ابراہیمؑ کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی —— یہ یاد رکھنا کہ روحانی طاقتوں کا کام اللہ کی پکڑ سے بچانا نہیں، بلکہ جب اللہ کی پکڑ آنے والی ہو تو اس سے ڈرانا ہے۔ ارشاد فرمایا اللہ پاک نے:۔

"إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحاً إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (پ۲۹)

اپنی قوم کو سمجھاؤ ہماری پکڑ آنے سے پہلے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم والوں کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا اور ڈرایا۔ لیکن جب پکڑ آئی تو اپنی قوم کو کیا بچاتے، اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکے۔ تو یہ ذہن میں بیٹھ جائے کہ اللہ کی پکڑ آنے سے پہلے۔ پہلے تک سمجھانے کا کام ان روحانی طاقتوں کا ہے۔

ہماری نیت کسی کا بیڑا غرق کرنا نہ ہو:

اور بھائی یہ جماعتوں کی نقل و حرکت بھی پوری دنیا کو اللہ کی پکڑ سے بچانے کیلئے ہے کہ پوری دنیا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے —— نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سال کی محنت اپنی قوم کا بیڑا غرق کرنے کیلئے نہیں تھی بلکہ اپنی قوم کا بیڑا پار کرانے کیلئے تھی —— لیکن قوم کا بیڑا غرق کیوں ہوا؟ ------ اس لئے کہ انہوں نے بات نہیں مانی۔ نوح علیہ السلام کی نیت قوم کا بیڑا پار کرانے کی تھی۔ وہ تو بہت غم اور درد کے ساتھ قوم کو دن رات سمجھاتے رہتے تھے۔

اسی طرح میرے محترم دوستو! ہماری جماعتوں کی نقل و حرکت جہاں جہاں ہو رہی ہے اس میں ہماری نیت کسی کا بیڑا غرق کرانا نہ ہو، جماعتوں کی نقل و حرکت سے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا کے اندر بسنے والے انسانوں کا تعلق اللہ کی ذات سے ہو جائے، اور وہ اچھے اعمال پر آجائیں تاکہ ان کے بیڑے پار ہو جائیں۔ کسی کا بیڑا ہمیں غرق نہیں کرانا ہے، سب کے بیڑے پار کرانے ہیں لیکن سب کا بیڑا پار اس وقت ہوگا جبکہ سب کا تعلق اللہ سے ملے، اللہ کی ذات کا تعلق انہیں ملے اور ان کے اعمال اچھے ہو جائیں۔

نمونہ کون لوگ؟

پوری دنیا اللہ کی باتوں پر یقین کر کے اپنے اعمال کو اچھا کرے اس کیلئے نمونہ پہلی صدی کے صحابہ تھے۔ ان کی پاکیزہ زندگی کو جب لوگوں نے دیکھا تو لوگ جوق در جوق ایمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اب آج کے زمانہ میں پوری دنیا کے اندر بسنے والے انسان اگر ان کلمہ پڑھنے والوں کی پاکیزہ زندگیوں کو دیکھیں گے۔ ان کے ایمان کی طاقت کو دیکھیں گے، ان کے اعمال کے بھلا ہونے کو دیکھیں گے تو اللہ کی ذات سے

امید ہے کہ ان کا رخ اللہ کی طرف ہوگا۔

● اللہ پر یقین رکھنے والوں کیلئے وعدے:

اب میں آپ حضرات کے سامنے عرض کروں کہ اللہ کی طاقت پر ایمان رکھنے والے کیلئے کیا کیا وعدے ہیں؟

اللہ کا وعدہ ایک تو جنت دینے کا ہے۔ وہاں پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے راحت ہوگی۔ اور ایمان پر اس دنیا میں اللہ کے بہت سے وعدے ہیں:

"انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"

ایمان پر سربلندی کا وعدہ ہے۔

"وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین"

ایمان پر عزت کا وعدہ ہے۔

عزت اللہ کی طرف سے چلتی ہے، رسول کے راستے سے آتی ہے، اور ایمان والوں کو ملتی ہے۔

ایک وعدہ ایمان والوں کیلئے مدد کا ہے:۔

"انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا"
ویوم یقوم الاشھاد"(پ۱۳)

یہاں رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے، دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی۔

تو کامیابی، سربلندی، عزت اور پریشانیوں سے چھٹکارے کا وعدہ اللہ پاک نے فرمایا۔ پھر اس سے آگے حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

"وکذالک ننجی المؤمنین"

ایمان والوں کو ہم نجات دیں گے۔

"ان اللہ یدافع عن الذین امنوا"(پ۱۷)

یعنی اللہ پاک مدافعت کرتے ہیں، ایمان والوں سے دشمنان اسلام کے مکروفریب کی۔

اللہ کا ایک وعدہ یہ بھی ہے کہ اس کا فضل مومنین کے شامل حال رہتا ہے:۔

"وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً"(پ۲۲)

اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ اللہ نے اپنی تائید و نصرت حتی کہ معیت بھی مومنین کے ساتھ ہونا بتلا دیا ہے:۔

"وان اللہ مع المؤمنین"(پ۹)

اللہ کے یہ سب وعدے ایمان پر ہیں۔

● اللہ کی طاقت کب ساتھ ہوگی؟

ایمان طاقت والا ہوگا تو انشاء اللہ اعمال بھی اچھے بنتے جائیں گے۔ ایمان اور اعمال اگر کمزور لوگوں میں ہوں، طاقتور لوگوں میں ہوں، مالداروں میں ہوں، غریبوں میں ہوں، تو اللہ راضی ہو کر ایک کام تو یہ کریں گے اللہ کی طاقت ان کی حمایت میں آجائے گی۔ دوسرا کامیاب یہ ہوگا کہ اللہ کی نعمت کے جو خزانے ہیں، ان سے تعلق اور کشش ہو جانے کے بعد پھر اللہ کی طرف سے برکتوں والا معاملہ ہوگا۔

● ہمیں معمولی ردوبدل کرنا ہے:

ایک بات میری سن لیں کہ جب آپ ایمان والی لائن پر آئیں گے تو جو اپنی ظاہری ترتیب کمانے کھانے اور گھروں پر رہنے کی ہے، اس ظاہری ترتیب کو ذرا آگے پیچھے کرنا پڑے گا۔ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں ظاہری ترتیب کی ہم پرواہ نہیں کریں گے، یہ کام کرنا پڑے گا لیکن اگر یہ ظاہری ترتیب تھوڑی آگے پیچھے ہو بھی تو پھر اللہ کا غیبی نظام چلے گا۔ اور پھر غیبی نظام سے اللہ ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ اس غیبی نظام سے پریشانیوں کو ختم کرے گا اور غیبی نظام سے اللہ اپنے دین کو پھیلائے گا۔ اور اس میں ان کام کرنے والوں کو استعمال کرے گا۔

ظاہری ترتیب میں نیک و بد برابر:

خدا کی جو ظاہری ترتیب ہے اس میں خدا کا معاملہ عام طور پر سب کے ساتھ برابر برابر ہے۔ کتنا ہی خراب آدمی ہو، کتنا ہی بگڑا ہوا آدمی ہو اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا ہو، اگر وہ بھی دودھ کا جانور لے گا تو اللہ اسے بھی دودھ دیں گے۔ انڈے کے جانور پالے گا تو اللہ اسے انڈے دیں گے۔ زمینوں پر محنت کرے گا تو اللہ سبزیاں، پھل، فروٹ، میوے دیں گے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ تو بگڑا ہوا ہے، میں تیری کھیتی میں اناج نہیں ہونے دوں گا۔ ظاہری طور پر اللہ کا معاملہ تو سب کے ساتھ ایک جیسا ہے۔ دیندار آدمی ہل چلائے تو اللہ اسے اناج دیں گے، بے دین چلائے تو اسے بھی اناج دیں گے۔

ظاہری ترتیب کے اندر جو چیز تکلیف پہنچانے والی ہے اس سے دیندار کو بھی تکلیف ہوگی، بے دین کو بھی تکلیف ہوگی۔ پتھر اگر کسی دیندار آدمی کو مارا جائے تو اس پتھر سے اس کو بھی تکلیف ہوگی۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کو طائف کے اندر پتھر مارے گئے تو آپ کے بدن مبارک سے بھی خون نکلا۔ اور یہی پتھر اگر کسی بے دین کو مارا جائے تو اس کے بدن سے بھی خون نکلے گا۔ راحت و آرام کی ظاہری ترتیب میں عام طور سے سب برابر ہیں۔

غیبی نظام کب حمایت میں آئے گا:

البتہ جو ایمان والے ہیں، وہ اپنی ترتیب کو آگے پیچھے کرتے ہیں، اس میں تھوڑی تکلیف آتی ضرور ہے جیسے پیٹ پر پتھر باندھنا، دانتوں سے پتے چبانا اور طرح طرح کی تکلیفوں کو اٹھانا ان مجاہدوں کو آدمی برداشت کرے اور اللہ کا حکم پورا کرے تو پھر اس کیلئے اللہ کا غیبی انتظام ہوگا ضرورتوں کو پورا کرنے کا۔ پریشانیوں کے ختم ہونے کا اور اللہ کے دین کے پھیلانے کا۔ یہ تینوں چیزیں اللہ پاک غیبی طریقے پر پورا کریں گے۔

بنی اسرائیل کو اللہ کی غیبی مدد نے بچایا:

اب اس کی آپ حضرات مثالیں سن لیں۔ بنی اسرائیل کمزور، کم طاقت اور کم تعداد تھے لیکن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں ایمان اور اعمال والا راستہ اختیار کیا۔ اس پر پریشانیاں اور دقتیں پیش آئیں لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کو نہیں توڑا۔ ایمان اور اعمال والی لائن کو نہیں چھوڑا۔ اب بعد میں اللہ کی غیبی مدد آ گئی۔ مثلاً اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل سے یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

"اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ" (پ١٦)

میرے بندوں کو لو، اور مصر سے نکل جاؤ —— جب تک مصر میں تھے، فرعون کے آدمی مارتے تھے، پیٹتے تھے، ذلیل کرتے تھے۔ اور اب اللہ کا حکم ہوا کہ مصر کو چھوڑ دو۔ انہوں نے جب اس حکم کو پورا کیا تو کچھ ظاہری ترتیب کھانے کمانے کی ضرور متاثر ہوئی۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو پورا کیا اور نکل گئے۔ اب پیچھے سے فرعون اپنا لشکر لیکر آ گیا۔ سامنے سمندر، یہ بے چارے بیچ میں ایک بہت بڑے مجاہدے میں آ گئے۔ سب کہہ پڑے "**اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ**" حضرت ہم تو پکڑے گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کا غیبی مدد کا وعدہ تھا:۔

"لَا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی" (پ١٦)

ڈرنا مت کہ تمہیں فرعون پکڑ لے اور نہ ہی کسی بھی اور طرح کا خوف کرنا۔ اس وعدے پر بھروسہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان کیا:۔

"كَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ"

ہرگز وہ بات نہیں جو تم کہہ رہے تھے۔ میرے ساتھ میرا اللہ ہے جو راستہ نکالے گا۔ ظاہرا کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن اللہ پاک نے سمندر میں دو راستے کر دیے۔ بنی اسرائیل اس سے پار اتر گئے۔ جب انہیں راستوں پر فرعون آیا تو پانی مل گیا اور وہ ڈوب گیا۔

اس طرح اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو فرعون کے شر سے بچایا۔ مگر کب؟ جب انہوں نے اللہ کے حکم کو پورا کرنے کیلئے اپنی ظاہری ترتیب کو آگے پیچھے کردیا، اور خدائی تقاضہ کو پورا کردیا۔ تب غیبی طریقے پر اللہ نے ان کو بچالیا۔

● صحابہؓ کی قربانیاں اور اللہ کی نصرت:

محترم بزرگو اور دوستو! آپ حضرات اس بات کو طے کریں کہ ایمان اور اعمال کیلئے ہمیں جو ظاہری ترتیب قربان کرنی پڑے گی ہم اسے قربان کردیں گے لیکن اللہ کا حکم نہیں چھوڑیں گے۔ اس کی اعلیٰ اور مکمل مثال صحابہ نے دی۔ صحابہ کمزور تھے ہر لائن میں کم طاقت تھے۔ کم تعداد تھے، لیکن وہ اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے اپنی ظاہری ترتیبیں برابر قربان کرتے رہے۔

اگر حکم پورا کرنے کیلئے حضرت ابو سلمیٰؓ کو اپنی بیوی ام سلمیٰؓ چھوڑنی پڑیں تو چھوڑ دیا اور ام سلمیٰؓ کو اپنا بچہ چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا لیکن حکم کو پورا کردیا۔ اتنا مجاہدہ پڑا کہ حضرت ام سلمیٰؓ مکہ معظمہ کے باہر آکر بڑی مدت تک روتی رہتیں، اپنے شوہر کی جدائی پر اور اپنے بیٹے کی جدائی پر، لیکن اللہ کا حکم پورا کیا۔

حضرت صہیبؓ کو اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے مال چھوڑنا پڑا تو انہوں نے مال چھوڑا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے پورا مال لے جانے کی ضرورت پیش آئی تو سارا کا سارا مال لے گئے۔ اسی طرح مہاجرین صحابہ کو اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے تو وطن کو ہمیشہ کیلئے چھوڑدیا۔ مدینہ والوں کو اللہ کا حکم پورا کرنے کیلئے ان وطن چھوڑنے والے مہاجرین کا ساتھ دینے کیلئے مدینہ کے انصار صحابہ نے جو کچھ کیا ان سب میں ظاہری ترتیبیں آگے پیچھے ہوگئیں۔ انصار نے مہاجرین کو اپنا مکان دیا، اپنا مال واسباب دیا۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ اس کا نکاح کردیا۔

● "میں کہتا ہوں اللہ کے دین کا کیا ہوگا؟"

(حضرت صدیق اکبرؓ کا جواب)

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تین ہزار کا مجمع حضرت اسامہؓ کے ساتھ ملک شام کی طرف بھیجنے کا حکم دے گئے تھے۔ اس حکم کو خلیفہ اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق نے پورا کیا۔ ایسے وقت میں جبکہ ہرقل روم دو لاکھ کا مجمع لیکر مدینہ منورہ کو تہس نہس کرنے کیلئے نکل چکا تھا۔ ایک طرف مسیلمہ کذاب نبوت کا دعویٰ کرچکا تھا۔ ایک بڑا مجمع اس کے ساتھ ہوچکا تھا۔ چاروں طرف سے فتنے اور فساد آچکے تھے۔ رسول پاک ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سارا مدینہ خطرات سے گھر چکا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے نبیؐ کو حکم "انفذوا جیش اسامۃ" کہ حضرت اسامہؓ کی جماعت کو روانہ کردو، پورا کیا۔ انہوں نے جماعتیں روانہ کردیں۔ اگرچہ صحابہ نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ انہیں روک لو۔ لاکھوں کا حملہ ہونے والا ہے، مدینے کی عورتوں، بچوں کا کیا ہوگا؟ لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مدینے کی عورتوں بچوں کو کہتے ہو، میں کہتا ہوں کہ نبی کے حکم کا کیا ہوگا۔ اللہ کے نبی کا حکم جب بدر میں پورا ہوا تو باوجودیکہ ظاہری ترتیب ہماری آگے پیچھے تھی لیکن مدد الٰہی سے کام بنا۔

غزوۂ حنین میں ہماری ظاہری ترتیب بہت مضبوط اور منظم تھی۔ بارہ ہزار کا مجمع ساتھ تھا۔ بارہ ہزار کا مجمع ساتھ تھا۔ تیاری اور سامان بہت تھا۔ سامنے والے صرف چار ہزار تھے۔ ان کی تیاری اور سامان اتنا نہیں تھا۔ لیکن ہمارے اندر ذرا سا خیال آگیا کہ ہم تو بھاری تعداد میں ہیں، اور وہ تھوڑی۔ کچھ لوگوں کی نگاہ اللہ سے ہٹ کر اپنی تعداد پر رکھی تو اللہ کی مدد آسمان پر رک گئی۔ تب یہ بارہ ہزار کا مجمع چار ہزار کے مقابلے میں

بھاگنے لگا سوائے چند کے جو حضور ﷺ کے ساتھ رک گئے۔ جبکہ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ، ہزار کے مقابلہ میں تھے اور جم گئے کیونکہ وہاں اللہ کی مدد تھی۔

کیوں مدد تھی؟

اس لئے کہ بات پوری کر دی تھی۔

اب یہاں سے مدد کیوں اٹھ گئی؟

اس لئے کہ بات پوری ہونے میں کسر رہ گئی —— غزوۂ احد کے اندر اللہ کی مدد اٹھ گئی۔ اس لئے نبی نے ایک بات فرمادی تھی، وہ بات چند آدمیوں سے چھوٹ گئی۔ نبی کی بات کا چھوٹ جانا اللہ کی مدد کا رک جانا ہے نبی کی بات کا پورا ہونا اللہ کی مدد کا اترنا ہے۔

ہم بغیر مدد الٰہی کے کچھ نہیں کر سکتے، نہ ہمارا سامان کچھ کر سکے گا۔ اور نہ ہماری تعداد۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حکم کو پورا کیا۔ سب کو بھیج دیئے۔ صرف سو دو سو رہ گئے۔

دوبارہ پھر تقاضا آیا، اطلاعات ملیں کہ کچھ لوگ مرتد ہو رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ہم سب لوگ چلیں، اس فتنے کا سدباب کریں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا:-

اے امیر المومنین! مدینہ کی عورتوں اور بچوں کا کیا ہوگا؟

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ذہن میں کیا تھا؟

کہ تم کہتے ہو کہ مدینہ کی عورتوں اور بچوں کا کیا ہوگا —— ؟ میں کہتا ہوں کہ "اللہ کے دین کا کیا ہوگا"

ایک طرف مدینہ کی عورتوں کا زندہ رہنا اور مرنا ہے، ایک طرف اللہ کے دین کا زندہ ہونا اور مٹنا ہے، ان دونوں کا جب مقابلہ پڑ گیا تو ہم دین کو مقدم کریں گے۔

اللہ کے دین کا مٹنا میں گوارہ نہیں کر سکتا:

(حضرت صدیق اکبرؓ کا بیان)

مرتدین سے مقابلہ کی تحریک حضرت صدیق اکبرؓ نے چلائی اور کہا کہ اس راہ میں میری بھی شہادت ہو جائے۔

امہات المومنین شہید ہو جائیں۔

ہماری لاشیں تڑپ رہی ہوں۔

ہمارا دفن کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔

جنگل کے بھیڑیے اور کتے ہماری لاشوں کو کھائیں —— یہ سب کچھ میں گوارہ کر سکتا ہوں، لیکن اللہ کے دین کا مٹنا میں گوارہ نہیں کر سکتا۔

حضرت صدیق اکبر کا عزم، اور خدا کی غیبی مدد:

حضرت صدیق اکبرؓ کے عزم وارادہ کے آگے سب کی حجتیں شکست کھا گئیں، سب نکل گئے، مدینہ خالی ہو گیا۔ صرف عورتیں اور بچے رہ گئے۔ چاروں طرف سے پریشانیاں ہی پریشانیاں احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ لیکن جب قربانی دی تو اللہ کا غیبی نظام چلا۔

اللہ رب العزت نے ہرقل، شاہ روم، پر رعب ڈال دیا۔ وہ دو لاکھ کا مجمع لیکر مدینہ پر حملہ کئے بغیر واپس چلا گیا۔ مرتدین پر بھی اللہ نے رعب ڈالا کہ وہ سب کے سب پھر ایمان کی طرف لوٹ آئے۔ اس طرح مہینہ دو مہینہ کے اندر جو فضا حضرت نبی پاک ﷺ چھوڑ کر گئے تھے ویسی ہی فضا ہو گئی۔

23 سالہ نبوی دور، ڈھائی سالہ صدیقی دور میں مجاہدات اور ان پر اثرات:

ساری سیرت مبارکہ میں بالخصوص تئیس سال کی نبوی زندگی اور ڈھائی سال

کے صدیقی دور میں کیا ملے گا؟

اللہ کے حکم پر دین کے تقاضے پر قربانی دینا۔ ظاہری ترتیب کو آگے پیچھے کرنا۔ اس پر تین دروازے اللہ نے کھولے:-

1:- ضرورتوں کا پورا کرنا۔ یعنی قیصر وکسریٰ کے سارے خزانے صحابہ کے قدموں پر ڈال دیئے۔ محض پچیس سال کے اندر۔ اگر سات سو سال تک کماتے تو اتنا نہ ملتا۔ اللہ نے اس سے زیادہ دے دیا۔

2:- پریشانیوں کے دور کرنے میں اللہ کا غیبی نظام چلا۔ مرتدین کا فتنہ دبا دیا گیا۔ زکوٰۃ روک لینے والوں کو پھر مطیعین میں داخل کیا گیا۔ قیصر وکسریٰ کی شکست کے بعد پورے عالم پر رعب بیٹھ گیا۔

3:- اللہ کے دین کا پھیلنا۔

نبی کی طائف والی تکلیف پر ہم ہندوستان والوں کو ایمان ملا:

ہم ہندوستان والوں کو جو ایمان ملا، یہ حضور اکرم ﷺ کی طائف کی تکلیف پر ملا۔ طائف میں حضور اکرم ﷺ نے جو تکلیف اٹھائی کہ آپ پر پتھر مارے گئے، بے ہوش ہوئے، بے ہوشی کی حالت میں حضور ﷺ کو باغ میں لایا گیا۔ پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ آپ ﷺ کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں، ان کے سامنے پہاڑوں کا فرشتہ کھڑا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے سب دیکھ لیا سب سن لیا، اللہ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ پیارے نبی آپ جو کہیں گے اس فرشتہ سے، وہ کرے گا۔ اللہ کے حکم سے آیا ہے، اگر کہے تو دونوں پہاڑ ملا کر طائف والوں کو پیس دے۔

لیکن حضور ﷺ کے قلب مبارک میں انسانیت کا غم تھا۔ انسانیت کا درد تھا۔

انسانیت کی فکر تھی، آپ کو کوئی دھکے مارتا تو بھی دوبارہ اس کے پاس جاتے۔

محترم دوستو! باوجود اس کے کہ لوگ دھکے مار رہے تھے، پتھر مار رہے تھے لیکن اللہ کے نبی اللہ کے عذاب کو روک رہے تھے۔

اے میرے اللہ! تو عذاب کو روک دے۔

یہ نہیں مانتے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد مان لے۔

ایک طرف سے عذاب رکوایا جا رہا ہے، اور جن کے اوپر سے عذاب رکوایا جا رہا ہے جب ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ پھر مار مار کر بے ہوش کرتے ہیں۔ اسی بے ہوشی کے بعد آپ نے جو دعا مانگی وہ کس قدر رقت آمیز اور درد بھری ہوگی۔ رسول پاک ﷺ کی دعائیں جو کتابوں میں آگئیں ہیں وہ دعائیں ایسی ہیں جن کو سننے والوں نے سنا لیکن تنہائی کی دعائیں جو پوری انسانیت کے غم میں مانگی جاتی تھیں ان کو کسی نے نہیں سنا۔ نہ معلوم وہ کتنی درد بھری دعائیں ہوں گی۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! رسول پاک ﷺ کو مارنے والے اور دھکا دینے والوں کی حرکت پر ہمیں غم اور صدمہ ہے —— لیکن صدمہ ہمیں اس بات پر بھی ہونا چاہئے کہ جس پاکیزہ زندگی کیلئے آپؐ نے دھکے کھائے، آج مسلمانوں کے گھر سے حضور ﷺ کا پاکیزہ دیا اور طریقہ دھکا کھا رہا ہے۔ کاروبار اور شادیوں سے دھکے کھا رہا ہے۔

میرے محترم دوستو! رسول پاک ﷺ نے کوئی بددعا نہیں کی اور کہا کہ اگر یہ نہیں مانتے ہیں تو ان کی اولاد مانے گی۔ حالات ایسے تھے کہ دین کے پھیلنے کی کوئی صورت اس وقت نظر نہیں آرہی تھی۔ لیکن آخرت وقت میں یہ طائف والے مدینے میں آئے اور انہوں نے کلمہ پڑھا۔ انہیں کی نسل میں حضرت محمد ابن قاسم ثقفی پیدا ہوئے۔ وہ ایمان اور اعمال والوں کی ایک جماعت وہاں سے لیکر چلے اور ہندوستان آئے۔ سندھ کے علاقے میں قدم رکھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش،

برمایہ سب ملک ہندوستان ہی میں تھے۔ وہ ایمان اور اعمال والی ایک جماعت کے ساتھ لائے تھے۔ لوگوں نے اسے دیکھا اور دیکھ کر ایمان والی باتیں پھیلیں اور پھیلتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ آج کروڑوں کی تعداد میں کلمہ پڑھنے والے پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جس میں ہم اور آپ بھی ہیں۔ یہ محمد ابن قاسم ثقفیؒ کے ایمان اور اعمال والی جماعت کے آنے کی برکت ہے۔

• گھبرانے کی ضرورت نہیں:

اب ایک بات سمجھئے جو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ جماعتوں کے پھرنے میں ظاہر میں کچھ ہوتا نہیں دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن پھر بھی آپ حضرات کام کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر دین کے پھیلانے کی، امن وامان لانے کی رحمتوں کے اتارنے دین کے پھیلنے کی غیبی ترکیبوں کو اندر ہی اندر چھپا رکھا ہے۔ بعض مرتبہ یہ چیز ہمارے سامنے عیاں ہو جاتی ہیں اور بعض مرتبہ غیر موجودگی میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بنا پر قطعاً گھبرانے کی ضرورت نہیں کہ اتنے سالوں سے میں مقامی کام کر رہا ہوں لیکن کوئی سنتا ہی نہیں اور میں فلاں ملک میں گیا وہاں کسی نے سنا ہی نہیں، اس کی بالکل پرواہ نہیں کریں۔

نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی۔ بات ماننے والے صرف اسی آدمی تھے۔ پھر بھی کام کرتے رہے تو ان کی نسل جو قیامت تک چلی اس میں نامعلوم کتنے اللہ کی بات ماننے والے پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

• اللہ اسی طاقت کے ساتھ آج بھی موجود ہے:

میں نے بنی اسرائیل کی بات سنائی۔ صحابہ کی بات سنائی۔ اب آگے ہماری تمہاری باری کیا ہے؟

ہم ایمان اور اعمال والی لائن اپنے اندر اتار لیں۔ اس کے دنیا میں عام کرنے کی محنت کو اور اس کام کو اپنا کام بنائیں۔ اس کام کو اپنا کام بنانے میں اگر ضرورتوں کی ظاہری ترتیب آگے پیچھے ہو گئی تو پرواہ نہ کرو۔ اور پریشانیاں آئیں تو جھیل جاؤ۔ تب اللہ کے حکم اور فیصلہ کو دیکھو۔ آج بھی وہی تینوں غیبی نظام چلے گا۔ کیونکہ اللہ اسی طاقت اور اسی خزانے کے ساتھ آج بھی ہے۔

• اللہ کی نصرت کے وعدے قیامت تک کیلئے:

لیکن جی یہ چاہتا ہے کہ آج والی بات کو موقوف کر کے قیامت سے پہلے آنے والے زمانے کا ذکر کرو، اس لئے عام ذہنوں میں یہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا زمانہ ڈنڈوں، اونٹوں اور تلواروں والا تھا —— صحابہ کا زمانہ بھی ڈنڈوں تلواروں، اور اونٹوں والا تھا —— اور آج کا زمانہ راکٹ اور ایٹم کا زمانہ ہے۔ تو آج کے زمانہ میں بھی کیا ایمان پر اللہ کی مدد کا جو وعدہ ہے ہو سکتا ہے؟ ------ بالکل ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ کے جو وعدے ہیں، وہ آج کیلئے بھی ہیں چاہے دنیا کتنی ہی طاقت میں آگے بڑھ جائے۔ تیز رفتاری میں آگے بڑھ جائے، خزانوں میں آگے بڑھ جائے۔ یہی نہیں آج کے زمانے کو چھوڑ دیجئے آج کے بعد بھی جو آنے والا زمانہ ہے جو ظاہر پرستوں، مادہ پرستوں کیلئے آج سے بھی زیادہ ترقی یافتہ دور ہوگا، اس وقت بھی اللہ کی قدرت،

اللہ کی طاقت،

اللہ کے خزانے،

اللہ کی حکمرانی،

بھرپور ہوگی۔ بلا شرکت غیرے ہوگی۔ بلا کسی کمی کے ہوگی۔ لامحدود قدرت وطاقت کے ساتھ خدا اپنی غیبی مددوں اور خزانوں کے ساتھ اہل ایمان کی پشت کو مضبوط

فرمائے گا۔ اس وقت دین کیلئے بڑی بڑی رکاوٹیں آئیں گی ایک رکاوٹ ہوگی۔ دجال کی سرمایہ داری کے اعتبار سے، ایک رکاوٹ آئے گی یاجوج ماجوج کی طاقت کے اعتبار سے۔ یہ دو رکاوٹیں ایسی ہوں گی کہ اب تک دنیا میں ایسی رکاوٹ نہیں آئی۔

دجال کے بارے میں ہر نبی نے پناہ مانگی ہے۔ رسول پاک ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اس سے پناہ مانگنے کی تدبیریں بتائی ہیں۔

یاجوج وماجوج کی اتنی بڑی طاقت آنے والی ہے کہ ان کی تعداد پوری دنیا کے انسانوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ ان کی تعداد ساری غلط طاقتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ یہ دونوں رکاوٹیں آخری زمانہ میں آئیں گی۔

اس زمانہ میں بھی جو لوگ ایمان واعمال کی لائن پر اپنی ظاہری ترتیب کو آگے پیچھے کریں گے، قربانیاں کیلئے تیار ہوں گے، اللہ کے حکم کو پورا کریں گے تو پھر ان کیلئے وہی تینوں غیبی مدد کے دروازے کھلیں گے۔ غیبی مدد کے یہ تینوں دروازے حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک کھلتے رہے ہیں اور قیامت تک کھلتے رہیں گے۔ تو آج یہ تینوں دروازے کیسے نہیں کھل سکتے۔

● دجال کا فتنہ:

اب آپ مزید سنیں۔ دجال آئے گا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جو اس کو خدا مانے گا، اس کو راحت میں رکھے گا۔ چالیس دن تک ایمان اور اعمال والے تکلیف اٹھائیں گے۔ ان کیلئے کھیتوں میں تنگی، جانور ان کے دبلے۔ لیکن انہوں نے تقاضوں سے منہ موڑا، خدا کی طرف رخ کیا، قربانی دی تو خدائی مدد آپہنچے گی اگرچہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے دجال کو خدا مانا تو دجال اپنے خدا ماننے والوں سے دبلے جانوروں کو موٹا کردے گا، آسمان سے کہے گا "برس جا!" تو برس جائے گا۔ اور وہ

لوگ بڑے مزے میں رہیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے امتحان ہوگا۔ دجال کے کہنے پر اللہ مردوں کو زندہ کردیں گے، یہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔ جیسے ہم لوگوں کا امتحان ہمارا کاروبار ہے۔ کاروبار کرا کر اللہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ قادر مطلق ہے۔ لیکن امتحان کے طور پر کاروبار کو ہمارے سامنے ڈال دیا ہے۔

اس وقت اجتماعی طور پر پوری دنیا کا جو امتحان ہے وہ سائنس کی ترقیات ہیں۔ ان سائنس کی ترقیات کو اللہ نے چلوایا۔ لیکن عام ذہن یہ ہے کہ سائنس والوں نے کیا۔

اسی طرح اس زمانہ کے جو بے دین ہوں گے وہ سمجھیں گے کہ دجال خدا ہے کیونکہ بارش برساتا ہے، مردوں کو زندہ کرتا ہے، جو کہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ تو کچھ لوگ اسے خدا مانیں گے اور اللہ کا حکم توڑیں گے اور چالیس دن تک مزے میں رہیں گے ---------- ایمان والے اور اچھے اعمال والے صرف کہہ دیں گے کہ تو خدا نہیں ہے، ہمارا خدا تو اللہ ہے اور وہی کارساز ہے، لوگ ان کا مذاق اڑائیں گے اور کہیں گے کہ دیکھو دجال کو خدا نہیں مانا تو کتنی تکلیف میں ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم ان تکلیفوں کو برداشت کرکے اپنی مرضی کو قربان کریں گے۔ خدا کی مرضی کو پورا کریں گے۔

● حضرت عیسیٰؑ کے ساتھی ابھی سے بن رہے ہیں:

دجال کے جب چالیس دن پورے ہوجائیں گے تو پھر اہل ایمان کیلئے کی غیبی مدد ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو لمبی مدت سے آسمانوں پر ہیں، وہ اتریں گے اور جامع مسجد کے مشرقی مینارے پر اتریں گے۔ سیڑھی لائی جائے گی۔ آپ نیچے تشریف لائیں گے اور دجال کو "باب لد" پر ختم کریں گے۔

آج باب لد جہاں ہے، وہاں کی جماعت ہندوستان میں آئی۔ کام کرکے وہاں گئی جہاں دجال آنے والا ہے، وہاں مسجد وار جماعتیں بنی ہوئی ہیں اور کام کررہی ہیں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا انتظام ہو رہا ہے اور دجال کے ساتھی تو پوری دنیا کے اندر ہیں، وہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھی بھی ابھی سے بن رہے ہیں۔ اللہ جل جلالہ دجال کو حضرت عیسٰی کے ہاتھوں ختم کر دیں گے۔ اور جتنے دجال کے چیلے ہوں گے انہیں بھی ختم کر دیں گے۔ پھر ایمان والوں، بے کسوں، بے بسوں، کیلئے اللہ کی طرف سے مدد کے غیبی دروازے کھلیں گے۔

۞ یاجوج ماجوج کا فتنہ:

اب دوسرا مجاہدہ جو آئے گا وہ یاجوج وماجوج سے ہوگا۔ یاجوج وماجوج بڑی لمبی عمر والے ہیں۔ کتابوں میں آتا ہے کہ ایک ایک جوڑا یاجوج وماجوج میں سے اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ ایک ہزار آدمی اس کی نسل میں پیدا نہ ہو جائیں۔ بڑی زبردست طاقت والے ہیں۔ حضرت ذوالقرنینؑ کی دیوار کے پیچھے سب کے سب موجود ہیں۔ روزانہ دیوار کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ابھی تک نہیں توڑ سکے۔ قیامت سے پہلے وہ توڑ سکیں گے۔ وہ توڑ تاڑ کر کے یا اوپر چڑھ چڑھا کر کے آئیں گے لوگوں کے سامنے۔ کیونکہ ان کے بدن لمبے تڑنگے ہوں گے۔ بڑی بھاری تعداد ان کی ہوگی۔ جتنے انسان ہوں گے اس سے کئی گنا زیادہ یاجوج وماجوج ہوں گے۔ اور پوری دنیا پر چھا جائیں گے۔ یہ پوری دنیا کیلئے بہت بڑا حادثہ ہوگا۔ جتنے بے دین اور غلط قسم کے لوگ ہوں گے، اپنی مادی طاقتوں اور سرمایوں پر فخر کرنے والے لوگ ہیں وہ سب کے سب حیرت میں پڑ جائیں گے۔ چاند پر چڑھنے والے جو ہو سکتا ہے کچھ دنوں میں نامعلوم دنیا "مریخ" پر کمند ڈال دیں اور وہاں پہنچ جائیں وہ بھی سب کے سب حیرت میں پڑ جائیں گے۔ ایٹمی طاقت دریافت کرنے والے نہ معلوم اور کون سی طاقت دریافت کر چکے ہوں گے وہ بھی سب کے سب یاجوج ماجوج کے مقابلہ میں ڈھیلے پڑ جائیں گے۔

۞ یاجوج وماجوج پر خدائی قہر اور اہل ایمان کی غیبی مددیں:

لیکن ایمان والے اور اعمال کا ذخیرہ رکھنے والے بے کسی کے ساتھ ساتھ ظاہری ترتیب اور تقاضوں کو قربان کر کے پہاڑوں کے غاروں میں جا بسیں گے جہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں گے۔ پریشانیاں ہی پریشانیاں ہوں گی۔ یاجوج وماجوج ایسے تمام لوگوں کو کھا پی کر صاف کر دیں گے جو دنیادار تھے۔ جو ظاہری ترتیب میں لگنے والے تھے۔ جنہیں اللہ کے حکموں کی پرواہ نہیں تھی۔ جنہیں اللہ نے راہ راست پر آنے کا موقع دیا۔ اور انہوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا:۔

"وَكَذَالِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضاً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (پ ۸)

اور ایسے ہی پیچھے لگاتے ہیں بعض ظالموں کو بعض لوگوں کے ان کے کرتوتوں کی بنا پر۔

یاجوج وماجوج کہیں گے کہ بتاؤ ہمارے مقابلے میں کون ہے؟ —— یہاں تک کہ بیت المقدس میں جو بڑا پہاڑ ہے اس کے اوپر چڑھیں گے اور آسمان کی طرف تیر چلائیں گے۔ اللہ پاک ان تیروں کو خون آلود کر کے واپس بھیجیں گے۔ وہ کہیں گے کہ دیکھو دنیا میں تو ہم تھے ہی آسمان میں بھی ہم نے خونریزی کر دی، دندناتے پھریں گے۔ اللہ رب العزت غلط لوگوں کو بھی مہلت دے دیتے ہیں کہ کر لو، پھر آخر میں پکڑ کرتے ہیں۔

میرے محترم دوستو! ان ایمان والوں کو کھانے پینے کی ساری ظاہری ترتیب کو چھوڑ کر غار میں جانا پڑے گا۔ اب ان کے کھانے پینے کا کیا ہوگا؟ غیب سے اللہ پاک کھانے پینے کا انتظام کریں گے۔ وہ لوگ "سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" پڑھیں گے۔ اور ان کے پڑھنے پر ان کے پیٹ بھرتے رہیں گے۔ یہ غیبی انتظام ضرور تو

کے پورا کرنے کا ہوگا۔ لیکن پریشانی کیسے ختم ہو، تو خوب رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہوں گے۔ اللہ پاک بعض مرتبہ دین کا کام کرنے والوں کے ظاہری سہاروں کو چاروں طرف سے بھی ہٹا دیتے ہیں۔ اور سوائے اللہ کے سہارے کے کوئی سہارا بچتا نہیں۔

تب اس وقت جب وہ گڑگڑاتے ہیں تو اللہ کی مدد آتی ہے۔ یہاں بھی اللہ کی مدد آئی پریشانیوں کے دور کرنے کی۔ وہ یہ کہ یاجوج وماجوج کی گردنوں پر کیڑے پڑیں گے اور کیڑے پڑنے کی وجہ سے جو ہزاروں سال سے زندہ تھے تھوڑی دیر کے اندر ختم ہو جائیں گے۔ اس طرح ان سے نجات حاصل ہوگی۔ پریشانی ختم ہوگی۔ لمبی گردنوں والے جانور آکر یاجوج وماجوج کی لاشوں کو لے جا کر نہ معلوم کہاں پھینک دیں گے۔ پھر ایمان واعمال والے غاروں سے باہر آئیں گے اور دیکھیں گے کہ پوری دنیا سے بے ایمان ختم ہو گئے۔ صرف دین ہی دین ہے، ایمان ہی ایمان ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی خدائی مددیں!

پھر اللہ بارش برسائیں گے۔ اتنی برکت ہوگی کہ ایک بکری کا دودھ ایک جماعت پیٹ بھر کر پیئے گی۔ ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ پوری ایک جماعت پیٹ بھر کر کھائے گی، اس کا چھلکا اتنا بڑا ہوگا کہ چھتری کی طرح اوڑھا جائے گا۔

غیبی طریقے پر ضرورتوں کے پورا ہونے کا انتظام ہوا

غیبی طریقے پر پریشانیوں کے دور ہونے کا انتظام ہوا

غیبی طریقے پر دین ہی دین ہونے کا ایسا انتظام ہوگا —— کہ ساری دنیا میں ایمان ہی ایمان ہوگا بے ایمان ایک بھی نہ ہوگا۔

ایمان اور اعمال صالحہ کیا ہیں؟

اب میں عرض کردوں کہ اللہ کی غیبی مدد جن اعمال پر ملے گی وہ اعمال کیا ہیں اور

کون سے ہیں۔ وہ اعمال اس کلمہ میں اکٹھے کر دیے ہیں:-

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ"

آمَنْتُ بِاللّٰہِ:

اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں جتنی ذاتیں ہیں، ان کا یقین دل سے نکل جائے اور اللہ کا یقین دل کے اندر آجائے۔ ملک ومال، سونا چاندی، روپیہ پیسہ، اس کا یقین دل سے نکل جائے۔ اور اللہ کا یقین دل میں آجائے، یہ ہے اللہ پر ایمان لانا۔

اس کیلئے دو کام کرنے پڑیں گے۔ ایک یہ کہ اللہ کا یقین دل میں لانا اور دوسرے مخلوقات کا یقین دل سے نکالنا۔ مخلوقات دکھائی دیتی ہیں اور اللہ دکھائی نہیں دیتا۔ تو اللہ کا یقین خود نہیں آتا اسے لانا پڑتا ہے۔ اور مخلوقات کا یقین خود آتا ہے، اسے نکالنا پڑتا ہے۔

اللہ کا یقین کیسے آئے گا:

اب یہ کہ اللہ کا یقین کیسے لایا جائے اور مخلوقات کا یقین کیسے نکالا جائے؟—— اس کیلئے دو کام کرنے پڑیں گے:- اللہ کا یقین دل کے اندر لانے کیلئے بار بار اللہ کا بول بولنا اور سننا، جتنا اللہ کو بولنا اور سننا ہوگا اتنا ہی اللہ کا یقین آئے گا —— لیکن کاروبار اور گھر کا یقین دل سے نکالنے کیلئے ہمیں دوسرا کام کرنا پڑے گا، وہ کیا ہے؟

وہ "قربانی" ہے! —— قربانی کے ذریعہ چیزوں کا یقین دل سے نکلے گا اور بار بار اللہ کی بولی بولنے سے اللہ کا یقین دل کے اندر آئے گا۔

اب بار بار اللہ کی بولی بولنا اور سننا، اس کے کیا معنی ہیں؟

یہی معنی ہیں دعوت کے!!

دعوت کے کیا معنی ہیں؟

بار بار اللہ کا بول بولنا اور سننا۔ اسی طرح اگر آپ حضرات روزانہ مسجدوں کو آباد کرنے کیلئے ڈھائی گھنٹہ کا وقت دیں گے، مسجد وار جماعتیں بنائیں گے، گشت کریں گے تو ایمان کے اندر ترقی ہوتی چلی جائے گی۔

لیکن اسے پہلے سیکھنا پڑتا ہے۔ اسے سیکھنے کیلئے جماعتوں کے اندر چار چار مہینہ پھر کر کاروبار اور گھر کی قربانی دینا سیکھا جاتا ہے تاکہ اپنی ظاہری ترتیب کو اللہ کے دین کے تقاضے پر قربان کر کے اللہ کے حکم کو پورا کرنا آجائے اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سب کا تعلق نکل کر اللہ کی ذات کا یقین آجائے۔ اور یہ دعوت اور قربانی کی فضا کے اندر حاصل ہوگا۔

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ:

اور ایمان لایا میں فرشتوں پر، فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا ظاہری نظام دنیا کا ہے، ملک کا گھر کا، کاروبار کا سارے ظاہری نظاموں سے ہمارا یقین ہے، اور جو فرشتوں والا چھپا ہوا نظام ہے اس پر ہمارا یقین آئے۔ ظاہری نظام آدمی کے پاس کتنا ہی بڑا ہو لیکن اگر خدا کا غیبی نظام فرشتوں والا خلاف ہوا تو اس ظاہری نظام میں زندگی اجڑ جائے گی۔

ظاہری نظام ہاتھوں میں چاہے کم ہو، لیکن فرشتوں والا "غیبی نظام" حمایت میں ہے تو زندگی بن جائے گی۔

نمرود، ہامان، فرعون، قارون ان کے پاس تو ظاہری نظام تھا۔ خدا کا غیبی نظام ان کے خلاف تھا تو نتیجہ برا نکلا۔ حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء اور ان کے ماننے والے لوگوں کے پاس عام طور سے ظاہری نظام بہت کمزور تھا لیکن خدا کا غیبی نظام ان کی حمایت میں تھا۔ تو ان کی زندگی بن گئی۔ تو اس پر ایمان لانا

پڑے گا کہ ظاہری نظام سے یقین ہٹے اور غیبی نظام پر یقین آئے۔

خدا کا غیبی نظام کیونکر حمایت میں آئے گا:

اب یہ طریقہ سیکھنا پڑے گا کہ خدا کا غیبی نظام حمایت میں کیسے آئے؟

جیسا کہ بتایا گیا کہ ایمان میں طاقت پیدا ہو اور اعمال اچھے ہوں تو پھر خدا کا غیبی نظام حمایت میں آئے گا۔ لیکن اس کیلئے بھی مجاہدہ کرنا پڑے گا ظاہری ترتیب کو آگے پیچھے کرنا پڑے گا۔ پورے چار مہینہ دینے کا موقع نہیں تھا اور نکل گئے اللہ کی غیبی مدد پر یقین کر کے تو اب خدا کی غیبی مدد آئے گی۔

تیسری بات وَكُتُبِهٖ:

اس کے ذریعے اللہ نے بتایا کہ جتنے علوم انسانیہ ہیں، ان سے یقین ہٹ کر علوم الٰہیہ پر یقین آجائے۔ علوم انسانیہ کیا ہیں؟

سونے چاندی، ملک ومال سے یوں ہوگا۔ یہ علوم انسانیہ ہیں۔ اور علم الٰہی کیا ہے؟ جو اللہ نے انسانوں کو آسمانی کتابوں کے ذریعہ زیادہ یہ کہ

نماز سے کامیابی

روزے سے تقویٰ

دعا سے قبولیت

اعمال سے تاثرات

قربانی سے مدد

"إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ" (پ ۲۶)

اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

علم الٰہی کیا ہے؟

وہ یہ ہے کہ کس عمل پر برا نتیجہ نکلے گا اور کس عمل پر اچھا نتیجہ نکلے گا۔ تو جب علومِ الٰہیہ والی باتوں پر ہمارا عمل ہوگا، آسمانوں سے زندگیوں کے بنانے کے فیصلہ آئیں گے۔ اور جب علومِ الٰہیہ کو چھوڑ دیا اور چیزوں کے چکر میں پڑ گئے تو جب "آسمانی فیصلہ" زندگیوں کے اجاڑنے کا آئے گا تو ساری دنیا کی طاقتیں ملکر زندگی نہیں بنا سکتیں۔

● وَرُسُلِہٖ:

شخصیت رسولوں کی ہے۔ شخصیت ملک اور مال سے نہیں بنتی۔ قابلِ اتباع انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس وجہ سے نبیوں کی نقل اتارنی ہے۔ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہمیں نقل اتارنی ہے۔ ان پر یقین لانا ہے۔ ان کی بات ماننے پر ہماری کامیابی ہے۔ نہ ماننے پر ناکامی۔

● وَالْیَوْمِ الْآخِرِ:

آج کے دن کا یقین دل سے نکالا جائے اور آخرت کے دن کا یقین لایا جائے۔ ہم اور آپ جو کچھ کریں وہ قیامت کے دن کو سامنے رکھ کر کریں۔ آج کو سامنے رکھ کر نہ کریں۔ کاروبار کریں تو آج کو سامنے رکھ نہ کریں۔ قیامت کو سامنے رکھیں۔ اگر ہم نے کاروبار کے اندر ایسی ترتیب رکھی کہ مال تو زیادہ ملا لیکن اللہ کا حکم ٹوٹا تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے جانا پڑے گا اور حساب دینا پڑے گا۔

"وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا" (پ ۱۵)

آدمی کا برا یا بھلا عمل اس کے گلے کا ہار بنایا ہوا ہے اور قیامت کے دن وہ اے انسان! تیرے سامنے آئے گا۔

"اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا"

پڑھ تو خود ہی پڑھ لے، اور اپنا حساب تو خود کر لے۔

آج ہمیں جو کرنا ہے وہ قیامت کے دن کو سامنے رکھ کر کرنا ہے کہ قیامت میں ہماری رسوائی اور ذلت نہ ہو۔ آج کے دن کا یقین نکلے اور قیامت کے دن کا یقین آئے۔

● وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی:

انسان کے اوپر تکلیف والے حالات، راحت والے حالات جو بھی آتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ لیکن اس کے اندر اپنی مرضی کو چھوڑنا اور اللہ کی مرضی پر چلنا ہے۔ جو حال تکلیف والا یا راحتوں والا ہے، وہ تو ختم ہوگا لیکن اس حال کے اندر جو اچھا عمل یا برا عمل کیا ہے وہ باقی رہے گا۔ اور اس کا اثر قبر میں، حشر میں، جنہم میں پڑے گا۔

اس لئے میرے محترم دوستو اور بزرگو! حالات سے نہ تو گھبرایئے، اور نہ اترایئے۔ اچھے حالات میں اترانا نہیں، برے حالات میں گھبرانا نہیں، اگر اچھے اور برے حالات میں اللہ کے حکم کو پورا کر دیا تو یہ اعمال ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور قیامت کے دن جنت کے اندر لے جا کر اللہ جو راحتیں دیں گے وہ انہیں اعمال پر دیں گے۔ اور یوں کہیں گے:۔

"اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (پ ۲۷)

جو تم نے عمل کیا تھا، یہ اسی کا بدلہ ہے۔

● وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ!

اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس کا یقین دل سے اندر آجائے۔ یہ سب ایمانیات کی لائن ہے۔ یہ بار بار بولنے اور سننے سے مضبوط ہوگی۔ مسجد نبوی کے اندر باقاعدہ ایمانیات والی لائن چلتی تھی۔ اور خوب اس کے مذاکرے ہوتے تھے۔

● ایمان کے بڑھنے کا طریقہ!

ایمان کی جو باتیں آپ حضرات کے سامنے عرض کی گئیں اس کے بڑھنے کا طریقہ بتایا گیا کہ بار بار مسجدوں کے اندر، گھروں کے اندر اللہ کا تذکرہ ہو، اس کی

قدرتوں، طاقتوں اور خزانوں کا تذکرہ ہو۔ اللہ کی پکڑ، اللہ کے قید خانہ جہنم، اللہ کے مہمان خانہ جنت، حساب کتاب کے دن قیامت کا بار بار مذاکرہ ہو۔ جتنا زیادہ مذاکرہ ہوگا اتنا زیادہ ایمان بڑھے گا۔ یہ چار مہینہ، یہ چلہ، یہ مہینے کے تین دن یہ تو ٹیڑھی ہے، تو یہ عادت ڈالنے کیلئے ہے۔ جب ہماری اور آپ کی عادت پڑ جائے، اس کے اندر اللہ پاک آگے بڑھا دیں اور ہمیں نبیوں کا غم نصیب ہو جائے تو پھر اللہ کے دین کے تقاضوں کی ظاہری ترتیب آگے پیچھے ہوتی رہے گی۔ اور اللہ پاک اپنے غیبی نظام سے ضرور تمیں پوری کریں گے غیبی نظام سے پریشانیاں دور کریں گے۔ اللہ پاک غیبی نظام سے دین کے پھیلانے کیلئے ہم سب کو استعمال کریں گے۔ اس کے بعد جب موت آئے گی تو قیامت تک پاؤں پسار کر سونا ہے۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

سونے کی جگہ قبر اور عیش و آرام کے ساتھ کھانے پینے اور زندگی گزارنے کی جگہ جنت ہے۔ دین کا کام خوب کرنے کی جگہ یہ دنیا ہے، انعامات لوٹنے کی جگہ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کیلئے قبول فرمائیں اور اپنی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بیان ۱۱

گنہگار انسان کی مثال ایسی ہے جیسے گندگی میں لت پت بچہ ایسے بچے کے ساتھ چونکہ گندگی لگی ہوئی ہے، اس لئے اس گندگی سے ماں کو نفرت ہے، لیکن بچے سے ماں کو محبت ہے۔ گندگی کی وجہ سے ماں اس بچے کو پھینک نہیں دیتی، بلکہ اس کی گندگی صاف کرتی ہے، پھر اسے سینے سے لگاتی ہے اس لئے اگر کوئی گناہگار مسلمان ملے تو اس کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہئے۔ اور ایمان کی وجہ سے اس سے محبت ہونی چاہئے۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

سالانہ اجتماع
بھوپال
11 ستمبر 1994ء

الحمد الله نحمده ونستعينه ونستغفره ——— الخ

امّابعد! ———

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْاُنْثٰى وَهُوَمُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (پ ١٤)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ——— وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكاً وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْكُنْتُ بَصِيْراً قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (پ ١٦)

ایمان اور اعمال والا راستہ:

محترم دوستو اور بزرگو! ایمان اور اعمال کے بغیر جو آدمی چلتا ہے، بھٹک جاتا ہے۔ اور ایمان واعمال کے ساتھ جو آدمی چلتا ہے وہ بھٹکتا نہیں ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک تھا لیکن وہ اس کے باوجود ایمان اور اعمال والے راستہ پر رہے، اور یہ راستہ قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتادیا۔

زندگی کے دو دور:

ایک زندگی دنیا کی ہے جو موت کے وقت ختم ہوگی۔ اور ایک زندگی آخرت کی ہے جو مرنے کے وقت سے شروع ہوگی اور کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا فضل وکرم فرمایا کہ اس نے نبیوں کو بھیجا۔ ان انبیاء اکرام نے آخرت کی زندگی کو کھول کر بتادیا۔

اور دوسرا انتظام یہ کیا کہ آسمان سے وحی بھیجی۔ اللہ کی آسمانی وحی نے یہ بات بتائی کہ مرد ہو یا عورت، جس نے بھی بھلا عمل کیا اس کیلئے دو فائدے ہیں۔

دو فائدے:

ایک فائدہ دنیا کے اندر ہے "فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" کہ اس کی زندگی خوشگوار ہوگی ——— !

چاہے وہ تنگدست ہو یا تونگر ——— چاہے بیمار ہو یا تندرست
چاہے اس کے اوپر تکلیفیں ہوں یا نعمتیں
دونوں حالتوں میں اس کی زندگی خوشگوار ہوگی

دوسرا فائدہ یہ بتایا کہ جو عمل یہاں ایمان کی طاقت کے ساتھ کیا ہے، اس پر آخرت میں اچھے سے اچھا بدلہ مرحمت فرمائیں گے۔

"وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔"

جب اللہ بدلہ دینے والے ہوں گے تو اپنی شان کے مطابق دیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی جنت اگر ملی تو اس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہوگی اور لمبائی کی کوئی حد نہیں۔

میرے محترم دوستو اور بزرگو! اس لئے ایمان اور اعمال صالحہ مرد اور عورت دونوں کریں۔ دنیا اور آخرت کے اندر اس کے بارے میں اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے۔

دو طرح کی سزائیں:

دوسری آیت کریمہ جو میں نے پڑھی، اس کے اندر اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اللہ پاک کی نصیحتوں سے منہ موڑا، ان کیلئے بھی دو طرح کی سزائیں ہیں:

ایک "فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کہ اس کی زندگی کی راہیں بالکل تنگ ہوں گی۔ اس کے دل کو چین و سکون نہ ہوگا۔ چاہے اس کے پاس کتنا ہی بڑا بنگلہ اور کارخانہ اور چاہے کتنا ہی روپیہ اور پیسہ ہو۔ اور دوسری سزا مرنے کے بعد والی زندگی میں ہوگی فرمایا:-

"وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى" (پ ١٦)

اور قیامت کے دن ہم ان کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

"جیسی کرنی ویسی بھرنی"

ربِ ذوالجلال کی طرف سے سزا پا کر وہ یوں کہے گا:-

"رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا"

اے اللہ! مجھ کو اندھا کیوں بنادیا۔ میں تو آنکھوں والا تھا۔ آلات کے ذریعہ میں بہت دور دراز تک دیکھا کرتا تھا۔ تو اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے:-

"كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى" (پ ١٦)

کہ تیرے سامنے میری آیتیں بیان کی گئیں، لیکن تو نے اس کا خیال نہیں کیا اور اس پر دھیان نہیں دیا تو اب ہم بھی تیرے اوپر رحم و کرم کا معاملہ نہیں کریں گے:-

"جیسی کرنی ویسی بھرنی" نہ مانے تو کر کے دیکھ!

جنت بھی دوزخ بھی، نہ مانے تو مر کے دیکھ!

تو ان آیتوں کے اندر سدھرے اور بگڑے ہوئے انسانوں کی دنیا اور آخرت کی دونوں باتیں اللہ نے بتا دیں۔

اوّل ایمان بالغیب کی ضرورت:

مرنے کے بعد انسانوں پر نعمتیں آئیں یا تکلیفیں آئیں، اس کو مرنے والا جانتا ہے جو لوگ زندہ ہیں، وہ نہیں جانتے، لہٰذا اب سے پہلے ایمان بالغیب ہو، اللہ اور رسول کی باتوں پر یقین ہو۔ اسی لئے اللہ پاک نے قرآن کے اندر عقلی دلیلیں بھی خوب پیش فرمائیں تاکہ میرے بندے ایمان اور اعمال سے محروم نہ رہ جائیں اور ان کی ہمیشہ کی زندگی نہ بگڑے۔

میرے محترم دوستو اور بزرگو! جو بگڑے ہوئے لوگ ہیں، ان کا بھی اکرام کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ فلاں کون ہے؟ اور کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟ اور کس ملک کا ہے؟ چونکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اس لئے وہ قابل احترام ہے۔ ہاں! اگر وہ گنہگار ہے تو اس کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہئے۔ اس سے نہیں۔

ایمان کی وجہ سے اس کا اکرام ہو، اور گناہ کی وجہ سے اس کے گناہ سے نفرت، نہ کہ اس کی ذات سے۔

گناہگار کی مثال:

گناہگار انسان کی مثال ایسی ہے جیسے گندگی میں لت پت بچہ۔ ایسے بچے کے ساتھ چونکہ گندگی لگی ہوتی ہے، اس لئے اس گندگی سے ماں کو نفرت ہے لیکن اس بچے سے ماں کو محبت ہے۔ گندگی کی وجہ سے ماں اس بچے کو پھینک نہیں دیتی۔ بلکہ اس کی گندگی صاف کرتی ہے پھر اسے سینے سے لگاتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی گناہگار مسلمان ملے تو اس کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہئے اور ایمان کی وجہ سے اس سے محبت ہونی چاہئے۔

• گناہوں سے تزکیہ کی صورت:

اب گناہ صاف کیسے ہو؟

اسے اچھے اور بھلے ماحول کے اندر لانا چاہئے اور بھلا ماحول جماعتوں کے اندر نکلنے سے خوب ملتا ہے۔ کیونکہ جو جماعتیں کام کرتی ہیں، وہ بھلا ماحول بناتی ہیں۔ جب گناہگار نکلتے ہیں تو اللہ کے فضل و کرم سے کتنے سدھر جاتے ہیں۔ ایسے واقعات اس دور میں بھی ہیں۔

• اصلاحی کوششیں رائیگاں نہیں جاتیں:

اگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کا زمانہ تمہارے سامنے پیش کیا جائے تو ذہنوں میں یہ آتا ہوگا کہ وہ تو بڑا اچھا دور تھا۔ اس وقت بگڑے ہوئے لوگ جلدی سے درست ہو جاتے تھے۔ آج بھلا کہاں سدھرتے ہیں؟

اللہ کا شکر ہے کہ آج بھی "ڈاکہ ڈالنے والے" دین کے داعی بن گئے۔ اور "شراب پینے والوں" نے خود شراب چھوڑ دی اور نہ معلوم کتنوں کو سدھارنے والے بن گئے۔ ان واقعات کو خود آپ نے دیکھا ہوگا اس مجلس کے اندر بھی بہت ایسے ہوں گے کہ جن کے اندر پہلے بگاڑ تھا لیکن اب اللہ کے فضل سے سدھار آیا ہے اور یہ سب اصلاحی کوششیں تزکیہ کی، تعلیم کی، تبلیغ کی رائیگاں نہیں جاتیں۔

• اکرام کی ترغیب:

اس عمومی سدھار کیلئے ہمیں کیا کرنا پڑے گا ——؟

اس کیلئے جو ایمان والے ہیں، ان کو جوڑنا اور ان کا اکرام کرنا ہے۔ جیسے حضرت ابوذر غفاریؓ بہت دور سے تشریف لائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کوئی رشتہ

داری نہیں تھی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کھلایا، پلایا۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھا کہ حضرت بلالؓ پر بہت ظلم ہو رہا ہے تو انہوں نے ان کو خرید اور آزاد کر دیا۔

• مکی آیات قرآنی تین مضامین پر مشتمل:

سب سے پہلے رسول کریم ﷺ نے کلمہ پڑھنے والوں کو کلمہ کی دعوت پر کھڑا کر دیا۔ جب کلمہ کی دعوت دی جانے لگی اور پریشانیاں آئیں تو قرآن پاک کے اندر مکہ معظمہ میں تین تین باتیں اتریں:-

1:- اللہ پاک نے نبیوں کے پچھلے قصے سنائے کہ نبیوں نے کیسی تکلیفیں اٹھائیں، اور پھر آخر میں اللہ کی غیبی مدد کیسی آئی۔ بھٹکے اور بگڑے ہوئے لوگ خوب اچھل کود رہے تھے ان پر اللہ پاک کی کیسی پکڑ آئی تاکہ اسے دیکھ کر موجودہ زمانے کے لوگ اپنی فکر کریں۔

2:- مرنے کے بعد قیامت کی لمبی زندگی جو آنے والی ہے —— اس کو خوب بیان فرمایا۔ جنت کو بیان فرمایا۔ دوزخ کو بیان فرمایا۔ قیامت کا دن کتنا بھاری ہے۔ کن لوگوں کیلئے آسان ہوگا اور کن لوگوں کیلئے وہ دن بھاری ہوگا۔ اس کو بہت تفصیل سے بیان فرمایا۔

2:- اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ وہ یعنی اللہ پاک تو دکھائی نہیں دیتا۔

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" (پ ۷)

یہ آنکھیں اس دنیا میں اللہ پاک کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور وہ سب کو دیکھتا ہے۔

اور جب اللہ پاک دکھائی نہیں دیتے تو ان کی معرفت کیسے ہو ——؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ

فعلیہا" (پ ۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے پاس نشانیاں آئیں گی، اب جو اس کو گہری نگاہ سے دیکھے گا تو اس کا کام بن جائے گا اور جو اندھا بنے گا اس کا کام نہیں بنے گا۔ بلکہ وہ برباد ہو جائے گا۔

اللہ کی قدرت و خزانے کا علم کیسے؟

محترم دوستو اور بزرگو! ——— اللہ پاک نے بتایا کہ میں تو تم کو دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن اپنی نشانیاں تم کو دکھاؤں گا۔ اسی وجہ سے قرآن پاک کے اندر کی آیتوں میں زیادہ تر اپنی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

زمین، چاند، ستارے، ہوائیں، سمندر کی مچھلیاں، اسی طرح شہد کی مکھی ان چیزوں کا اللہ نے خوب تذکرہ فرمایا۔ اور سمجھایا کہ:-

میری نشانیوں کو،

میری قدرت کو، ——— اور میرے خزانوں کو پہچانو!!

تو ایک طرف کلمہ کی دعوت دی گئی۔ اور جب کلمہ کی دعوت قبول کرنے کے بعد ان پر تکلیفیں آئیں تو قرآن نازل ہوا۔ یعنی دعوت کے بعد مکہ مکرمہ کے اندر دو طرح کی باتیں پیش آئیں۔ بعض لوگوں نے بات کو مانا اور بعض لوگوں نے قبول نہیں کیا۔

حضرت طفیل ابن عمرو دوسیؓ کا قبول اسلام:

حضرت طفیل ابن عمرو دوسیؓ قبیلہ بنو دوس کے تھے۔ بہت بڑے شاعر اور خطیب تھے۔ مکہ مکرمہ کے اندر تشریف لائے۔ وہاں کفار نے یوں کہا کہ دیکھو! ان کی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بات کو سنہ سننا۔ ان کی بات میں اثر بہت ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر گھر کے اندر دو حصے ہو گئے ہیں۔ بعض ایمان والے اور بعض غیر ایمان

والے۔ تو تمہارے بھی قبیلے کے دو حصے ہو جائیں گے۔ یہ ان لوگوں نے اس لئے کہا کہ قبیلہ دوس میں بڑا اتحاد تھا۔

لیکن دوستو! باطل پر متحد رہنا اچھا نہیں ہے۔ اگر پوری بستی یہ طے کر لے کہ میں ڈاکہ ڈالنا ہے لیکن اس کے اندر پانچ، سات لوگ کھڑے ہو کر کہیں کہ نہیں ایسا نہیں کرنا ہے، تو یہ اچھا اختلاف ہے۔ ورنہ سب کے سب قیامت کے دن جہنم کے اندر جائیں گے۔ اور دنیا کے اندر بھی پریشان ہوں گے۔

تو جب ان لوگوں نے کہا کہ ان کی بات کے اندر بہت اثر ہے۔ ہر گھر کے اندر دو قسم کے لوگ ہو گئے ہیں تو حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ نے اپنے کانوں کے اندر روئی ڈال لی۔ تاکہ نبی پاک ﷺ کی کوئی بات سن ہی نہ سکیں۔ جو متاثر کر دے۔

لیکن ایک مرتبہ جبکہ رسول پاک ﷺ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھ رہے تھے، یہ اپنے کان میں روئی ڈالے ہوئے وہاں سے سے گزرے۔ خیال آیا کہ میں کوئی یاساویسا آدمی نہیں ہوں۔ عرب کا بڑا شاعر اور خطیب ہوں۔ آپ کی بات سنوں، اگر سمجھ میں آگئی تو مان لوں گا اور اگر سمجھ میں نہیں آئی تو نہیں مانوں گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے کان سے روئی نکال دی اور تھوڑی سی بات سنی۔ بات اچھی لگی۔ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گئے اور در اقدس پر جاکر عرض کیا کہ آپ اپنی بات پوری کریں، تو رسول ﷺ نے پھر وہی سورۃ پڑھ کر سنائی۔ بہت متاثر ہوئے، وہیں پر کلمہ پڑھ لیا۔ کلمہ پڑھ کر کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی قوم کے پاس جاؤں، اور ان کو دعوت دوں، ان کو دین کی طرف بلاؤں، تاکہ وہ لوگ بھی جہنم سے بچ جائیں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

• اکرام بھی مشقت بھی:

میرے محترم دوستو و بزرگو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بہت سے لوگ ایسے تھے جنہوں نے مان لیا اور رسول کریم ﷺ کا اکرام کیا۔ اور بہت سے بگڑے ہوئے لوگوں نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ رسول کریم ﷺ ایک ایک کو سمجھاتے تھے۔

کوئی آپؐ کے چہرے پر تھوک دیتا۔

کوئی آپؐ کے اوپر دھول ڈالتا۔

کوئی آپؐ کے راستے میں کانٹا بچھاتا۔

کوئی نماز کی حالت میں آپ کے اوپر اوجھڑی ڈالتا۔

تو آپ ﷺ پر دونوں طرح کے حالات آرہے تھے۔

• تکلیف پر گھبرانا نہیں، آرام پر اترانا نہیں:

اگر تکلیف آئے تو آدمی گھبرائے نہیں۔ اور اگر آرام و نعمت میسر ہو تو آدمی اترائے نہیں۔ اس کیلئے اللہ کا دھیان رہنا چاہئے اور اللہ کا دھیان حاصل کرنے کیلئے۔

اللہ کا ذکر ہے۔

قرآن کی تلاوت ہے۔

دعائیں مانگنا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین مکہ کے اندر ان چیزوں کے اندر لگ گئے۔

—— دوسری بات یہ کہ جن لوگوں نے کلمہ پڑھا ہے ان کو اس کی دعوت پر کھڑا کرنا ہے —— تیسری بات یہ کہ تعلیم کے حلقے بنانا، اور چوتھی بات اکرام کی ترغیب ہو۔

• آپ پوری دنیا کیلئے رحمت:

آپ ﷺ پر ایمان لانے والے، کلمہ پڑھنے والے الگ الگ قبیلہ تعلق رکھنے والے تھے۔ کوئی قبیلہ بنی تمیم کا، کوئی قبیلہ اشہل کا، کوئی عبد شمس کا، تو ان کے اندر اجتماعیت پیدا کرنے کیلئے، نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے کو اکرام کرنے کی ترغیب دی۔

میرے محترم بزرگو! رسول کریم ﷺ ایک خاندان یا ایک گھرانے کیلئے تشریف نہیں لائے بلکہ آپ پوری دنیا کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے۔

• دعوت کا نبویؐ طریقہ:

بھٹکے ہوئے لوگوں کو ڈرانے کیلئے اور سدھرے ہوئے لوگوں کو خوشخبری دینے کیلئے آپ تشریف لائے۔

جو مغضوب علیہم اور ضالین والے راستہ پر چلنے والے تھے، ان کو تو رسول کریم ﷺ ڈراتے تھے۔ اور سیدھے راستہ پر چلنے والوں کو خوشخبری دیتے تھے۔

• پوری انسانیت کی فکر ضروری:

میرے محترم بزرگو اور دوستو ——! جب آپ پوری دنیا کیلئے تشریف لائے تو جس نے آپ کا کلمہ پڑھا وہ بھی پوری دنیا کی فکر کرے گا۔

اپنی فکر کرے گا۔

گھر والوں کی فکر کرے گا۔

خاندان والوں کی فکر کرے گا۔

قوم کی فکر کرے گا۔

پوری انسانیت کی فکر کرے گا۔

یہاں تک کہ قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کی فکر کرے گا۔

دعوت کا کام، ہر کلمہ پڑھنے والے کیلئے ضروری:

اللہ تعالیٰ نے دعوت کا کام ہر کلمہ پڑھنے والے کو دیا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا" (پ۲۸ القرآن)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اور اسی طرح اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک جگہ اور فرمایا کہ:۔

"وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" (الآیہ۔ پ۱۹)

اور اپنے قرابت دار خاندان والوں کو ڈراؤ۔

یہاں خطاب تو رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن جو خطاب رسول ﷺ کو ہوگا وہ پوری امت کیلئے ہوگا۔ اگر وہ خصوصیت کے ساتھ آپ کیلئے نہ ہو۔ اس لئے کہ اللہ نے حضور ﷺ کے بارے میں دو باتیں بتائیں ـــــ ایک تو یہ کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو:۔

"وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ" (پ۹)

اور دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو:۔

"وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" (پ۵)

اتباع اور اطاعت میں فرق:

اتباع اور اطاعت میں فرق ہے۔ اتباع کے معنی جو کریں وہ کرو۔ اور اطاعت کے معنی جو کہیں وہ کرو۔ تو یہ دو آیتیں اور اس کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں جس کے اندر یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جو کریں گے وہ ہم کریں گے، اور جو ہم سے کہیں گے، وہ بھی ہم کریں گے۔

اس لئے جو خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا، وہ خطاب پوری امت کیلئے ہوگا۔

بشرطیکہ آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔

نبی ؐ کیلئے بعض خصوصی احکام:

بعض مرتبہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو خصوصیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے چار عورتوں سے زیادہ شادیاں کرنا آپ ﷺ کیلئے خاص تھا۔

"خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" (پ۲۲)

اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ سارے ایمان والوں کیلئے نہیں ہے بلکہ صرف آپ ؐ کیلئے ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی عمر کا پچیس سال کا حصہ صرف ایک بیوہ عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے ساتھ گزارا۔ اس کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو بہت عرصہ تک چار ازواج مطہرات رہیں پھر اخیر میں نو تک پہنچ گئیں۔ تاکہ قیامت تک آنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ بیوی کیسی ہو، اور اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ یہ بات پوری امت کو معلوم ہو جائے۔

دعوت کا کام عورتوں کیلئے بھی ضروری:

دعوت کا کام مرد اور عورت سب کیلئے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ضروری بتاتے ہیں۔

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ" (پ۱۰)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، یہ بھلی باتیں بتائیں، بری باتوں سے بچائیں۔ اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ ان پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

عورت کی چار نسبتیں:

ایک مرد کے پاس عام طور سے چار قسم کی عورتیں ہوتی ہیں:۔

ایک طرف ماں، ——

ایک طرف بیوی، ——

ایک طرف بہن، ——

ایک طرف بیٹیاں، ——

اسی طرح عورتوں کے چاروں طرف تقریباً چار قسم کے مرد ہوتے ہیں:۔

ایک طرف باپ ——

ایک طرف شوہر ——

ایک طرف بیٹا ——

ایک طرف بھائی ——

تو چار قسم کے مردوں کے بیچ میں ایک عورت، اور چار قسم کی عورتوں کے بیچ میں ایک مرد، جو ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اور ان سبھوں کو کیا کرنا ہے؟

"یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (الخ)"

1:۔ ایک دوسرے کو بھلی باتیں بتائیں۔

2:۔ ایک دوسرے کو بری باتوں سے روکیں۔

3:۔ نماز قائم کریں۔

4:۔ زکوۃ ادا کریں (یعنی حقوق کی ادائیگی)

5:۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا ہے:

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا ہے۔ اللہ پاک ایمان والوں کو جہنم کے اندر جہنمیوں کو نکالنے کیلئے بھیجے گا کہ جاؤ جہنم کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اور ایک دینار کے برابر بھی جس کے اندر ایمان ہے، اس کو نکال لاؤ، یہ اسے نکال لائیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ جس کے اندر ذرہ برابر ایمان ہو، اسے نکال لاؤ۔

اللہ بڑا مہربان ہے۔ ہم لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اگر وہ پکڑنے پر آجائے تو دنیا کے اندر کوئی بچ نہیں سکتا۔ لیکن اگر اللہ کے رحم، کرم، فضل اور مہربانی کی کوئی ناقدری کرے، تو ناقدری کی پکڑ بھی اللہ کے پاس بہت ہے۔

دو قسم کے انسان:

"اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا"

دو قسم کے انسان ہیں:۔

ایک تو شکر گزار اور دوسرے ناشکرے۔

"مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا" (پ۵)

تمہیں خدا عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو اللہ پر ایمان لاؤ، تو اللہ بڑا قدردان ہے۔ جانکار ہے۔

اللہ ایمان والوں کی ہر جگہ مدد کرتا ہے:

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ پاک اگر رحم کرنے پر آجائے تو دنیا میں بھی کرے گا اور آخرت میں بھی ——

کچے مکان میں کرے گا اور پکے مکان میں بھی۔

تنگدستی میں کرے گا اور تونگری میں بھی۔

بیماری میں کرے گا اور تندرستی میں بھی۔

تکلیفوں میں کرے گا اور نعمتوں میں بھی۔

قبر میں کرے گا اور حشر میں بھی۔

حتیٰ کہ جہنم کے اندر جا کر ایمان والوں کو جہنمیوں کو نکالنا پڑا تو جہنم کے اندر بھی کرے گا۔ بلکہ جہنم کے اوپر سے ایمان والے جب گزریں گے تو جہنم کہے گی کہ جلدی سے تو میرے اوپر سے گزر جا۔ کہیں تو مجھے ٹھنڈا نہ کر دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان والوں کی ہر جگہ مدد کرے گا۔

"اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"

اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہے۔ حکیم بھی ہے۔ اس کا ہر کام حکمت سے بھرا ہوا ہے۔

⦿ دعوت میں عورتوں کی معاونت کا فائدہ:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! گھر گھر اس لئے تعلیم کی ترتیب بنانا چاہئے تاکہ عورتوں اور بچوں کا ذہن بنے۔ بعض عورتیں، مردوں سے زیادہ کام کرنے والی بن جاتی ہیں۔ بعض عورتوں کے دل کے اندر دین کا بڑا درد ہوتا ہے۔ جن کی وجہ سے مرد دینداری پر آجاتے ہیں۔ اگر مرد تھوڑی قربانی پر تھا، تو عورتوں نے اسے زیادہ قربانی پر کھڑا کر دیا۔

اس لئے دعوت کے کام کے تعلق سے ہر آدمی اپنی فکر کرے، اپنے گھر والوں کی فکر کرے، اپنی بستی کی فکر کرے۔ اپنے خاندان کی فکر کرے۔ اپنی قوم کی فکر کرے۔ پوری انسانیت کی فکر کرے۔

⦿ دعوت، پیار و محبت سے:

گھر والوں کو کہہ کر گھر میں سب سے زیادہ نماز کا اہتمام کرانا چاہئے۔

"وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا"(پ١٦)

اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی پڑھو——!

سارا مجمع طے کر لے کہ ساری زندگی نماز نہیں چھوڑنی ہے۔ اور گھر والوں کو نماز پڑھانا ہے مگر لڑائی جھگڑا کر کے نہیں پیار و محبت سے ان لوگوں کو نماز پر لانا چاہئے۔ اگر کوئی غلط کام ہو رہا ہے تو اس کی صحیح کرنا ہے، ایسے طریقے پر کہ کوئی جھگڑا نہ ہو۔

اس لئے کہ جھگڑا ہو گیا تو بعض مرتبہ اس طرح سے ایک حق پورا کیا جاتا ہے تو پندرہ حقوق ٹوٹ جاتے ہیں۔

⦿ منکرات سے بیزاری بھی ضروری:

ہم یہ نہیں کہتے کہ کوئی غلط کام ہو رہا ہو تو اس کے ہونے دو۔ بلکہ اگر غلط کام ہو رہا ہے اور اس کو ہونے دیا گیا باوجودیکہ اس کی صلاحیت آپ کے اندر ہے کہ نہ ہونے دیں تو اس کا وبال بہت زیادہ ہے۔

"وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"(پ٥)

اس وبال سے ڈرو اور بچو جو صرف غلط کام کرنے والوں پر ہی نہیں آئے گا جان لو! اللہ سخت پکڑنے والے ہیں۔

جو چاپلوسی اور کے طور پر خاموش رہا تاکہ لوگ میرے ساتھ جڑتے چلے جائیں اور اس کو ٹھیک نہیں کیا۔ باوجودیکہ اس کے اندر بغیر فتنہ کے ٹھیک کرنے کی صلاحیت تھی۔ تو یہ بھی وبال سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لئے اگر کہیں غلط کام ہو رہا ہے ہو تو اس کو صحیح کرنا ہے:-

"وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (٦)

گناہ اور سرکشی کے کاموں پر معاون مت ہو۔

• فتح مبین:

حق بات کڑوی ہوتی ہے۔ جب اس کے اوپر اخلاق کی چاشنی لگاؤ گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ تمہارا ساتھی کڑوی بول کو نگل لے گا۔ دیکھو کفار مکہ تیرہ سال مسلمانوں کو خوب ستاتے رہے۔ اس کے بعد ہجرت کر کے مسلمان مدینہ چلے گئے۔ وہاں بھی پانچ سال تک مقابلہ رہا۔ لیکن اللہ کی مدد ایمان والوں کے ساتھ آئی۔ چنانچہ جب چھٹے سال عمرہ کرنے کیلئے ایمان والے ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں حضور ﷺ کے ساتھ چلے تو ان بھٹکے ہوئے لوگوں نے مقام حدیبیہ میں روک دیا کہ تم کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لڑائی کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو وہاں جا کر عبادت کریں گے۔ بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے۔ پھر بھی ان لوگوں نے روکا۔

حضرت عثمان غنیؓ کو انہیں سمجھانے کیلئے بھیجا گیا۔ ان کے واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ اور یہاں مسلمانوں میں خبر غلط مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ شہید کر دیئے گئے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک درخت کے نیچے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کرلی کہ حضرت! آپ ہمیں موت پر بیعت کرلیں۔

کفار مکہ پہلے ہی اللہ کی مدد دیکھ چکے تھے۔ جب ایمان والوں نے بیعت کرلی تو وہ گھبرا گئے اور صلح کرنے کیلئے آگئے۔ جنگ بندی اور صلح کرنے کی پیشکش کی۔ صحابہ نے جب انہیں دیکھا کہ یہ گھبرائے ہوئے ہیں اور ہماری طاقت تسلیم کر رہے ہیں تو ہم ان سے ذرا ڈٹ کر صلح کریں۔ اپنی بھی منوائیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ تم دب کر صلح کرو۔ یہ بات کسی کے گلے نہیں اتری، سوائے حضرت صدیق اکبرؓ کے۔ آپؓ نے دب کر صلح کر دی۔ وہاں سے واپس لوٹے تو راستہ ہی میں سورۃ اتری۔

"اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" (پ۲۶)

ہم نے تم کو کھلی فتح دے دی۔

• دعوت کے حدود:

ہمارا اور آپ کا جذبہ عام طور سے کھانا اور کمانا ہے۔ لیکن اللہ پاک کا حکم کیا ہے ——؟ دعوت ——! کتنی دعوت ——؟

اپنی فکر ہو!

اپنے قوم کی فکر ہو!

اطراف کی فکر ہو!

بستی کی فکر ہو!

پوری انسانیت کی فکر ہو!

کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:-

1:- "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (پ۱۷)

ہم نے آپ کو پوری دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

2:- "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا" (پ۲۲)

نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے انسانوں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کیلئے۔

3:- "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" (پ۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری انسانیت کیلئے بھیجا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کو جو غم تھا، جو فکری تھا، وہ پوری انسانیت کیلئے اور امت کے دل کے اندر بھی پوری انسانیت کی یہی فکر ڈالی، اپنی فکر ہو اور پوری انسانیت کی فکر ہو تو پوری انسانیت سدھار کے راستے پر آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (۲۱)

رسول اللہ ﷺ کے اندر تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

محترم دوستو! جب رسول اللہ ﷺ کی فکر پوری انسانیت کیلئے اور قیامت تک کے زمانہ کیلئے ہے تو ہماری فکر بھی پوری انسانیت کیلئے ہو اور قیامت تک کے زمانہ کیلئے ہو۔

توجہ کے لائق بات:

پوری انسانیت کی فکر کے کیا معنی ——؟

اس کا مطلب ہے کہ جس نے کلمہ پڑھا اس کے اندر وہ پاک زندگی فوراً اور عملاً آجائے۔ اس کی ذاتی زندگی کا نظام صحیح ترتیب پر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ بات بھی ٹھیک کرتا ہے۔ عمل بھی ٹھیک کرتا ہے، لیکن خدانخواستہ دل کے اندر یہ بات آگئی کہ میں درستگی پر ہوں۔ میں اچھے عمل والا ہوں تو خدا حفاظت فرمائے۔ یہ بول تباہ کردینے والا ہے۔ یہ بات توجہ کے لائق ہے۔ آدمی کے دل میں شیطان یہ بات پیدا کرتا ہے۔

ایک آدمی پہلے ڈاکہ ڈالا کرتا تھا۔ اب داعی بن گیا اللہ کے فضل وکرم سے، تو اس کے ذہن کے اندر شیطان ڈالتا ہے کہ دیکھو میں توڈاکو تھا، اب کیسا اچھا بن گیا۔ بیشک ڈاکہ ڈالنے کے مقابلہ میں اس نے اچھا کام کیا۔

دعوت کا کام کرتا ہے۔

روزہ رکھتا ہے۔

حج کرتا ہے۔

لیکن دل کے اندر جب یہ بات آگئی کہ میں توڈاکو تھا۔ دنیاوار تھا۔ اور اب کیسا اچھا بن گیا، تو یہ تکبر ہو گیا، اور جب تکبر آگیا تو اچھا بن کر بھی برباد ہوگا۔

صلح حدیبیہ نے دعوت کا میدان فراہم کیا:

بہرکیف میں کہہ رہا تھا کہ حدیبیہ کی صلح ہوئی اور دب کر ہوئی۔ جو کسی کے گلے نہیں اتری۔ مگر اس کا فائدہ کیا ہوا ——؟

جتنے بھٹکے ہوئے لوگ تھے، ان کے ساتھ باہم میل جول شروع ہوگیا۔ ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ملاقاتوں میں انہوں نے دیکھا کہ ان ایمان والوں کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ ان کی عبادتیں کیسی جاندار ہیں۔ ان لوگوں کا معاشرہ رہن سہن کتنا دلوں کو کھینچنے والا ہے، ان کے معاملات، لین دین کتنے صاف ہیں۔ کسی کو یہ لوگ دھوکہ نہیں دیتے۔ ان کا اخلاقی معیار کتنا بلند ہے۔ جب یہ سب باتیں انہوں نے دیکھیں تو مانوس ہوئے اور مانوس ہو کر ایمان کی طرف آنے لگے۔

لیکن بعض ضدی اور ہٹ دھرمی والے ہوتے ہیں، انہوں نے دو سال کے اندر یہ صلح توڑ دی۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف چلے تو اب اس وقت تک دس ہزار صحابہ کرام کا مجمع آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو طاقت دی۔ اور طاقت کے باوجود انہوں نے دب کر صلح کرلی۔ اور نرمی برتی تو کفار کی سمجھ میں آگیا کہ باوجود طاقت کے یہ لوگ دب کر صلح کر رہے ہیں۔ یہ خوشامدی لوگ نہیں ہیں۔ یہ بڑے بااخلاق لوگ ہیں۔

چنانچہ 8ھ میں مکہ فتح ہوا تو صلح حدیبیہ کے بعد سے اب تک صرف دو سال کے اندر یہ ایمان والے دس ہزار کی تعداد میں ہوگئے۔

اب دس ہزار لوگوں نے مکہ کے اندر جا کر جو اخلاق برتا۔ بلند کرداری کا جو نمونہ پیش کیا، ان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر مکہ مکرمہ کے اکثر و بیشتر قبیلے ایمان والے ہو گئے۔ یہاں تک کہ 9ھ میں تبوک کا سفر ہوا۔ جس میں تیس ہزار کا مجمع تھا۔ 10ھ میں تقریباً سوا لاکھ کا مجمع ایمان بن گیا، جب نبی پاک ﷺ نے آخری حج کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور دعوت والے کام کو اس امت کے حوالہ کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے۔

دعوت کا نہج اور طریقہ:

آپ ﷺ اور تمام صحابہ کرام کا دعوت کے کام کا نہج اور طریقہ کیا تھا؟ کہ جس کو ہمیں بھی اختیار کرنا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ جس نے کلمہ پڑھا وہ کلمہ کی دعوت دے۔ دوسری بات یہ کہ تعلیم کا حلقہ ہو، تیسری بات اللہ پاک کا ذکر ہو۔ قرآن پاک کی تلاوت اور دعا کا مانگنا زیادہ سے زیادہ ہو۔ چوتھی بات، ایک دوسرے کا اکرام کیا جائے۔

نماز داعی کیلئے خزانوں کی کنجی ہے!

اب مجھے جو کہنا ہے وہ یہ کہ کام عالمی پیمانہ پر کرنے کا ہے۔ ہر جگہ جماعت کو بھیجنا ہے —— اور آمدنی کا ظاہر میں کوئی ذریعہ نہیں ہے، دو گھنٹہ دعوت دو، دو گھنٹہ ذکر کرو، دو گھنٹہ تعلیم کرو، لیکن جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں آتا۔ الٹا اکرام کی تعلیم و تلقین پر عمل کرو تو جیب سے نکلے گا ہی۔ تو جس کام کے اندر ظاہر میں آمدنی نہ ہو، اس کام میں خرچ ہی خرچ ہو، تو وہ کام پوری دنیا کے اندر کیسے چلے گا؟

اس کیلئے اللہ پاک نے رسول کریم ﷺ کو آسمان پر بلایا اور اپنے خزانے دکھائے۔ اور ان خزانوں کی کنجی دے دی —— اور وہ کنجی یہی نماز ہے ——!

دوسرے جتنے احکام و اعمال ہیں، وہ تو زمین پر اترے لیکن نماز والا حکم دینے کیلئے آسمان پر بلایا گیا۔ آپ ﷺ سے نماز کا تحفہ لیکر تشریف لائے۔ تب سب صحابہ کرام

خوش ہو گئے کہ ہمیں تو سارے خزانوں کی کنجی مل گئی۔ اب جہاں بھی ہم کو ضرورت پڑے گی، نماز پڑھ کر اللہ سے مدد مانگیں گے۔

جماعت بنانا ضروری:

محترم دوستو! جو باتیں میں نے آپ حضرات سے عرض کیں، ان کو رسول کریم ﷺ نے مکہ کے اندر شروع فرمایا تو افراد تیار ہوئے، لیکن آپ ﷺ چاہتے تھے کہ ایک مجمع تیار ہو۔ کیونکہ فضا مجمع سے بنے گی۔ اسی لئے آپ ﷺ منیٰ کے اندر ایک کے پاس جاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ اکیلے اکیلے کام نہ کریں، بلکہ ساتھی بنائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ "نقباء" (ساتھی) تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "حواریین" (ساتھی) تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ساتھی بنائے تھے۔ صحابہؓ نے بھی اپنے ساتھی بنائے تھے۔ اس لئے جتنا بھی دنیا کے اندر دعوت کا کام ہو رہا ہے صرف اکیلے نہ کریں۔ اگر ساتھی بنائے گئے تو بیماری کی وجہ سے، موت کی وجہ سے، سفر کی وجہ سے کام رکے گا نہیں۔ بلکہ آگے تک چلتا رہے گا۔ اور اگر ساتھی نہیں بنایا بلکہ اکیلا کرتا ہے تو ایک آدمی آخر کتنا کرے گا۔

شیطان کا دھوکہ:

بڑے حضرت جی کا ایک ملفوظ میں نے پڑھا تو میں حیرت میں پڑ گیا ارشاد فرمایا کہ:-

"آدمی خوب کام کرے، اور اپنے آپ کو تھکا دے لیکن دوسرے کام کرنے والے آدمی نہ بنائے تو یہ اس کیلئے شیطان کا دھوکہ ہے"

اس لئے خود بھی لگا تار ہے، اور دوسروں کو بھی لگائے۔ یہ ہر نبی نے کیا، اور نبی کریم ﷺ نے بھی کیا۔

دعوت میں اجتماعیت کی اہمیت:

ہمارے کام کرنے والوں کو "بانجھ" بن کر نہیں مرنا ہے۔ "بانجھ" بننے کے کیا معنی؟

"فلاں آدمی مر گیا تو کام بند ہو گیا ——"

"فلاں آدمی اس علاقہ سے سفر کر کے چلا گیا تو علاقہ کا کام بند ہو گیا ——"

نہیں —— ایسے انداز سے کام کیا جائے کہ دوسرے کام کرنے والے بنیں۔ جس قدر کام کرنے والے آگے بڑھتے رہیں گے تو ان شاء اللہ پیچھے والوں کو اتنا ہی زیادہ کام کرنے کا تجربہ ہو گا۔

رسول کریم ﷺ کا ساتھ کسی نے نہیں دیا۔ انصار مدینہ نے ساتھ دیا۔ انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو مدینہ منورہ لے گئے۔ یہاں پر جو کام انفرادی طور پر ہو رہا تھا اب وہ اجتماعی طور پر ہونے لگا۔ تعلیم کا حلقہ اجتماعی طور پر ہونے لگا نماز جماعت کے ساتھ ہونے لگی۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا یہ اجتماعی طور پر ہونے لگا۔ اور ایک بڑی پاکیزہ زندگی مہاجرین اور انصار کی مل کر بنی۔ جس کے ثمرہ میں بدر، خندق اور احد وغیرہ یادگار کارنامے اور نصرت الٰہی کے واقعات پیش آئے۔

اماموں کے امام والی نماز:

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پاک نے اوپر بلایا۔ کیونکہ اوپر والوں کی بھی تمنا تھی۔ نیچے والے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کر لیتے تھے۔ لیکن اوپر والے یعنی فرشتے ان میں جن کو اجازت ہوتی ہے وہی یہاں آسکتے ہیں۔ تو یہ تمنا تھی کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت مآب ﷺ اوپر والوں کو بھی اپنا جلوہ دکھا جائیں تاریخ طے ہو گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہوئے۔ پہلا سفر بیت المقدس کا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں پہنچے۔ سارے انبیاء علیہم

السلام نماز کے انتظار میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ حالانکہ سبھی روحانیت کے ائمہ کے امام تھے اور ہر نبی کی روحانی طاقت وہ تھی جس کا مقابلہ فرعون، ہامان، قارون، قوم لوط، قوم عاد اور قوم ثمود نہیں کر سکیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ ان اماموں کے امام بنے۔

تو ہم کو جو نماز ملی ہے وہ اماموں کے امام کی نماز ہے۔ ہم کو رسول اللہ ﷺ والی نماز ملی ہے۔ بڑی طاقت والی نماز ہے جو اللہ نے ہمیں دی۔

رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی طاقت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ سمندر کے اندر بارہ راستے بنے اور اس کے اندر ان کی امت اپنے نبی کے ساتھ چلی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے میں کیا طاقت ہے؟

آپ ﷺ قبر مبارک کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ دور فاروقی ہے حضرت سعد بن وقاصؓ کے ساتھ ہزاروں کا مجمع ہے، سامنے دریاؤ دجلہ ہے اور دریائے دجلہ کے اس پار کسرائے فارس لاکھوں کے مجمع کے ساتھ ہے، چونکہ وہ لوگ اللہ کی مدد دیکھ چکے تھے۔ تو ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی چاہئے۔ ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کریں گے تو یہ اللہ کو پکاریں گے۔ اور جب اللہ کی مدد ان لوگوں کے ساتھ آئے گی تو اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ پھر ان لوگوں نے سوچا کہ دریائے دجلہ بیچ میں ہے لہٰذا کشتیاں اور پل توڑ دیے جائیں گے تاکہ یہ لوگ اس پار آ ہی نہ سکیں۔

دجلہ اور قطرہ برابر:

اب یہ لوگ کیا کریں؟

ان لوگوں نے سوچا کہ ساری مخلوق اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں ایک جیسی ہے "اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں دجلہ اور قطرہ برابر ہیں" اگر اللہ مارنے پر آئے تو قطرہ سے مار سکتا ہے۔ اور اگر نہ مارنے پر آئے تو دجلہ بھی نہیں مار سکتا۔

ہمارے اور تمہارے نزدیک دجلہ اور قطرہ برابر نہیں —— اور صحابہؓ کا کہنا تھا کہ دجلہ اور قطرہ برابر ہیں —— ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ یہ کہہ کر گھوڑے دریائے دجلہ میں ڈال دیے گئے۔

تاریخ کے لکھنے والے اس قصہ کو تاریخ سے مٹا نہیں سکتے۔ اس لئے کہ جن پر یہ قصہ ہوا وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ کتنی تحریف کر ڈالی، لیکن تاریخ کے لکھنے والے اس قصہ کو بدل نہیں سکے۔

ہم یتیم و مسکین نہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ سمندر کے اندر بارہ راستے بنے اور اس کے اندر ان کی امت اپنے نبی کے ساتھ چلی۔ تو بنی اسرائیل کا یہ حال تھا۔ امتی چلے، نبی کے ساتھ چلے، راستہ بنا۔ اس راستہ میں چلے۔ اور یہاں کیا حال ہے؟

صرف امتی چلے۔ نبی کے بغیر چلے، اور پانی کے اوپر چلے اور —— امتی کیا امتی کے گھوڑے بھی چلے۔

یہ ہے طاقت رسول کریم ﷺ کے کاموں کی!

اس لئے ہم یتیم نہیں۔ ہم مسکین نہیں۔ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا پاک طریقہ ہے۔

قصوروار ہم:

آج ساری مصیبت اور بلا اس لئے ہے کہ اس پاک طریقہ کی ناقدری ہو رہی ہے مثلاً چوراہے کا سپاہی ہے جو ہاتھ دیتا اور ٹریفک کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب چوراہے کا سپاہی ہٹ جاتا ہے تو گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتی ہیں۔ ٹھیک اسی ٹریفک پولیس کی طرح آج پوری دنیا کے اندر جتنے "ٹکر" ہو رہے ہیں، اس کے قصوروار ہم اور آپ ہیں۔ اس لئے کہ یہ امت چوراہے کے سپاہی کی طرح ہے۔ یہ تو ہر جگہ لوگوں کو کنٹرول کرتی تھی۔ اور اس کو راستے پر لاتی تھی۔

چاند پر پہنچ جانا کمال نہیں:

بہر کیف! نبی کریم ﷺ نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی۔ پہلا اسٹیشن بیت المقدس تھا۔ دوسرا اسٹیشن پہلا آسمان۔ لوکل گاڑیوں کی طرح راستے میں آپ ﷺ کہیں نہیں رکے۔ کیونکہ فاسٹ گاڑیاں چھوٹے اسٹیشن پر نہیں رکتیں۔ آپ چاند پر نہیں اترے۔ چاند کے اوپر سائنس والے اب اترے ہیں۔ سینکڑوں سال کی محنت کے بعد چاند کے اوپر پہنچنا کوئی کمال نہیں ہے۔ بلکہ انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا بہت بڑا کمال ہے۔ آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

مقصد کا درجہ دلیل سے بڑھ کر:

یہ معجزہ کے طور پر تھا۔ لیکن معجزہ مقصد نبوت نہیں، معجزہ دلیل نبوت ہے۔ التحیات میں "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ" پر جو انگلی اٹھتی تھی، یہ مقصد نبوت میں سے ہے۔ آپ کا نماز کے اندر حرکت کرنا مقصد نبوت میں سے ہے اور چاند کا دو ٹکڑے

کر دینا ہی دلیل نبوت کے طور پر ہے، اور مقصد کا درجہ دلیل سے بڑھ کر ہے۔ آپ کی انگلی کا اشارہ جو التحیات میں ہوتا تھا اس میں طاقت زیادہ ہے بنسبت چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے۔

اب آپ کا بدن مبارک جو نماز میں حرکت کرتا تھا بتاؤ اس میں کتنی روحانی طاقت رہی ہوگی۔ جب آپ دعوت کے اندر حرکت کرتے تھے اس میں کتنی روحانی طاقت رہی ہوگی۔ آپ کی ہجرت میں کتنی روحانی طاقت رہی ہوگی۔ اور یہ سب روحانی طاقت آپ پوری امت کے اندر تقسیم کر گئے ہیں۔ تو یہ جتنا آپ کا روحانیت والا عمل اپنایا جائے گا، اس کے اندر بھی اللہ تعالیٰ روحانیت والی طاقت منتقل فرمائیں گے۔

● ہمارے نبیؐ کی روحانی طاقت:

میرے محترم دوستو! آپ کے آسمانی سفر یعنی معراج کا دوسرا اسٹیشن پہلا آسمان تھا۔ اور اس طرح ساتواں آسمانوں پر آپ کا جانا ہوا۔ آپ نے جنت دیکھا۔ آپ نے جہنم دیکھا۔ زمین سے اوپر اعمال کا جانا دیکھنا۔ آسمان سے فیصلے کا اترنا دیکھنا۔ بعض انبیاء کرام علیہم السلام سے الگ الگ ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ پھر آپ ساتوں آسمان سے اوپر بھی تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اتنے اوپر تشریف لے گئے کہ ایک مقام پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اس کے اوپر میں نہیں جاسکتا۔ حالانکہ حضرت جبرئیلؑ بڑے روحانی طاقت والے اور سارے فرشتوں کے سردار ہیں۔ جن کے ایک پر کے ایک کنارے سے قومِ لوط کی ساری بستیاں الٹ گئیں۔ جب حضرت جبرائیل کی اتنی زیادہ جسمانی طاقت ہے تو اندازہ لگاؤ کہ روحانی طاقت کس طرح ہوگی۔

لیکن ایک مقام پر جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اس سے اوپر میں نہیں جاسکتا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

بال برابر بھی اگر میں اوپر اڑا، تو اللہ تعالیٰ کی تجلی مجھے جلا کر راکھ کر دے گی یہاں پر آکر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روحانی اور جسمانی طاقت ختم ہوگئی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی جسمانی پرواز، اس سے بھی اوپر کی ہوگئی ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ کی روحانی پرواز کتنی ہوگی۔

ہم یتیم نہیں ہیں، ہم مسکین نہیں ہیں۔ ہمارے پاس اس قدر طاقت والا نبی ہے جو ہمیں یہ طریقے دے کر گیا ہے۔ پس اس طریقہ پر چل کر آپ کی طاقت قیامت تک ہمارے لئے معاون رہے گی۔

در فیض محمد وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

"فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ" (پ ۱۵)

پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

● ذکر رسول کے ساتھ فکر رسول بھی اپنانا ضروری:

محترم دوستو! یہ رجب کا مہینہ صرف معراج کے واقعات بیان کر کے ختم کرنے نہیں ہے۔ ربیع الاول کا مہینہ رسول کریم ﷺ کے صرف ذکر ولادت کیلئے نہیں ہے بلکہ آپ کی فکر کیلئے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ذکر صرف ربیع الاول کے ہی مہینے میں نہیں کرنا ہے بلکہ آپ کا ذکر قدم قدم پر کریں۔

میرے محترم دوستو! معراج کے مہینہ کی قدردانی یہ ہے کہ ہم سب کے سب نیت کریں کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے پوری امت کے اوپر یہ کام ڈالا، تو ایک

ایک امتی کے ذمہ اپنی فکر، اپنے گھر کی فکر، یہاں تک کہ قیامت تک آنے والے کے زمانے کی فکر، اللہ اور اس کے رسول نے ہم سب پر ڈالا۔ تو ہم سب اس فکر کو اپنے اندر پیدا کریں۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! نیت کرو کہ پورے عالم کے اندر جتنے امتی بسے ہوئے ہیں، ان میں دعوت کے کام کو اپنی پوری زندگی کا مقصد بنائیں گے۔

دعوت کا کام لوگوں میں حسب حیثیت:

محترم دوستو! چونکہ یہ کام اجتماعی ہے، کاروبار کرنے والا ہو یا ——

کارخانے والا ہو۔

کھیتی کرنے والا ہو یا

بنجر بستیوں میں رہنے والا —— یہ کام ان سب کا ہے اور ان سب لوگوں میں کرنا ہے! —— بنجر بستیوں میں جا کر اگر کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم لوگوں کے کلمہ کو ٹھیک کرادے۔ اگر ایک آدمی کا کلمہ ٹھیک ہو گیا تو نہ معلوم کتنوں کا کلمہ ٹھیک ہوگا۔ کلمہ کے الفاظ ٹھیک کرانے کے ساتھ ان کی زبان میں اس کے معنی بھی بتائے جائیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر اس کلمے کا جو تقاضہ ہے اور کلمے سے ہم نے جو معاہدہ کیا ہے وہ سب کے سامنے آجائیں۔

دعوت میں یوسفی کردار کی ضرورت:

محترم دوستو! یہ اجتماعی کام ہے۔ اور اجتماعی کام کے اندر اخلاقی معیار اونچا ہونا چاہئے۔ اپنوں کے ساتھ بھی اور دوسروں کے ساتھ بھی۔

چنانچہ حضور ﷺ جب صحابہ کرام کا دس ہزار کا مجمع لیکر مکہ کے اندر داخل ہوئے، تو مکہ والوں نے سمجھا کہ ہم نے ان لوگوں کو جو اکیس سال ستایا ہے، آج یہ

لوگ ہم سے بدلہ لیں گے۔ ہم کو قتل کریں گے، ہماری عورتوں اور بچوں کو باندی اور غلام بنائیں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو جمع کر کے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟

ان لوگوں نے بیک زبان کہا کہ آپ ہمارے نیک بھائی کی نیک اولاد ہیں، ہم آپ سے بھلائی کی امید کرتے ہیں!

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:-

"لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" (پ ۱۳)

"آج تم پر کوئی زیادتی اور ظلم نہیں ہوگا۔ اللہ تمہیں معاف کرے، وہ بڑا ہی رحم کرنے والا ہے"

آج تم سب کے سب آزاد ہو!

پتھر دل ہندہ بھی موم ہو گئیں:

آپ ﷺ کا ایسا کریمانہ اخلاق دیکھ کر ہندہؓ جیسی پتھر دل عورت بھی حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر بیعت ہو گئیں، اور کہنے لگیں کہ کل بھی وقت تھا اور مکہ مکرمہ کے باہر سارے خیمے لگے ہوئے تھے۔ درمیان میں آپ کا خیمہ تھا۔ سارے خیموں میں سب سے دشمن خیمہ میرے نزدیک آپ کا تھا۔ لیکن چوبیس گھنٹے میں میرا ذہن اتنا بدل گیا کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں سارے خیموں کے بیچ میں آپ کا خیمہ ہے۔ اور سارے خیموں میں سب سے محبوب خیمہ میرے نزدیک آپ کا ہے۔

اسی طرح ہمیں بھی اپنے اخلاق کے معیار کو بلند کرنا ہے اور ہر ایک کے ساتھ اخلاق برتنا ہے۔

میرے محترم دوستو! میں اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں، مگر اس کا کوئی نتیجہ نکلنا چاہئے۔ اس لئے ایک وعدہ یہ کرو کہ جب تک تشکیل کا کام نہ ہو جائے، تب تک آپ حضرات جم کر بیٹھیں گے اور مجمع کے جمانے کا ثواب لیں گے۔ خود اٹھ کر مجمع کو اکھاڑنے والے نہیں بنیں گے۔

اب ہمارے تشکیل والے حضرات جہاں نہ پہنچے ہوں وہاں پہنچ جائیں، اور جہاں موجود ہوں وہاں کھڑے ہو جائیں —— اور آپ حضرات اپنا اپنا نام لکھوائیں۔

بیان ۱۲

حرج اس میں ہے کہ جس سے مناسبت ہو، اس کی ناحق طرفداری کی جائے۔ اور جس سے مناسبت نہیں، اس کا جو حق ہے وہ بھی دبا دیا جائے اپنے گروپ کے آدمی کی ناحق طرف داری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا اس کا نام عصبیت ہے۔ اور یہ آدمی کو اللہ سے دور کر دینے والی چیز ہے۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ!!!

انسانوں کے مختلف طبقات:

محترم دوستو اور بزرگو! اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے انسانوں کو مختلف طبقات میں پیدا کیا ہے۔ اللہ نے انسانوں کو ایک طبقہ نہیں بنایا۔ کسی کو اللہ نے مرد بنایا، کسی کو عورت بنایا، کسی کو حاکم بنایا، کسی کو محکوم بنایا، کسی کو اللہ نے کارخانے والا بنایا اور کسی کو مزدور بنایا، کسی کو اللہ نے ایشین اور یورپین بنایا، کسی کو افریقین بنایا۔ اللہ نے مختلف طبقات میں انسانوں کو پیدا کیا —— اور اللہ نے سارے طبقات کی کامیابی جوڑ میں رکھی ہے، اور توڑ میں ناکامی رکھی ہے۔ ان سارے طبقات میں اگر جوڑ ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کامیاب کریں گے۔ اور اگر ان میں آپس میں توڑ ہے تو اللہ ناکام کریں گے۔

جوڑ اور کامیابی کا طریقہ:

اب جوڑ کیسے ہوگا؟ اور توڑ کیسے ہوگا؟ اس کو سمجھو —— اگر رسول کریم ﷺ

کا لایا ہوا روحانی طریقہ زندگیوں میں آجائے تو اس سے عالمی پیمانے پر جوڑ ہوگا۔ جتنا جتنا روحانی طریقہ آتا جائے گا اتنا جوڑ ہوتا جائے گا۔ قوموں کا جوڑ قوموں سے، ملکوں کا جوڑ ملکوں سے، خاندانوں کا خاندانوں سے۔ گھر والوں کا آپس میں جوڑ۔ سب کے اندر جوڑ ہوگا اگر روحانی طریقہ آئے گا۔

توڑ اور ناکامی کا راستہ!

اور اگر "روحانی طریقہ" نکل کر "نفسانی طریقہ" آئے گا "جی چاہے والا طریقہ" آئے گا تو اس کے اندر توڑ ہوگا۔ قوموں میں توڑ ہوگا۔ خاندانوں میں توڑ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب روحانی طریقہ نکل جاتا ہے تو گھر والوں کے اندر بھی توڑ ہوتا ہے۔ میاں بیوی میں توڑ ہوتا ہے، باپ بیٹے میں توڑ ہوتا ہے —— اور اگر "روحانی طریقہ" ہو تو مشرق اور مغرب والوں میں جوڑ ہو جاتا ہے، اور اگر روحانی طریقہ نکل جاتا ہے تو آپس کے اندر بھی لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔

الگ رنگ، الگ ڈھنگ:

اور اس کے سمجھنے کی مثال جو ہے، وہ بدن اور روح ہے۔ پورے بدن کے اندر جوڑ ہے۔ اس لئے کہ اندر روح موجود ہے۔ روح نکل جاتی ہے تو پورے بدن کا جوڑ ختم ہو جاتا ہے —— حالانکہ بدن کے اندر اللہ نے جو حصے بنائے وہ الگ الگ ڈیزائن کے بنائے، الگ الگ رنگ کے بنائے ہر حصہ کا کام الگ ہے۔ ہاتھ کا کام پکڑنا، پیر کا کام چلنا، کان کا کام سننا، ہر ایک کا کام الگ ہے، ہر ایک کی ڈیزائن الگ ہے، آنکھ کی ڈیزائن دیکھئے کیسی، ناک کیسی ابھری ہوئی، کان کیسے دبے ہوئے، پیٹ کیسا ابھرا ہوا، کمر کیسی پچکی ہوئی، ہاتھ کیسے لٹکے ہوئے اور پیر کیسے زمین پر اٹکے ہوئے۔ تو ہر ایک کی جگہ بھی الگ، ہر ایک کا کام بھی الگ، ہر ایک کا رنگ بھی الگ اور ہر ایک ڈیزائن بھی الگ۔

اعضاء بدن جوڑ کا اچھا نمونہ:

لیکن ان سب کے اندر آپس میں جوڑ ہے۔ اور خدانخواستہ آدمی کہیں جارہا ہے اور کیچڑ میں پھسل کر گر گیا اور کمر کی ہڈی ٹوٹ ہو گئی، تو زبان شور مچائے گی، ڈاکٹر کو بلائے گی، ڈاکٹر سے بات کرے گی۔ حالانکہ زبان کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ کان ڈاکٹر کی بات سنے گا، ہاتھ ڈاکٹر کو پیسے دے گا دوسرا ہاتھ ڈاکٹر سے دوا لے گا، اور جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے گا وہ مرہم، پٹی کرے گا۔ تو پورا بدن کمر کی ہڈی کو فائدہ پہنچانے میں لگا ہوا ہے۔ آنکھ کا دیکھنا، کان کا سننا، زبان کا بولنا، ہاتھ کا پکڑنا یہ سب کمر کی ہڈی کے ٹھیک ہونے کیلئے استعمال ہو رہے ہیں۔

اسی طرح اگر پیر میں سانپ نے کاٹ لیا تو پورا بدن اس کے علاج کی طرف متوجہ ہو گا —— اور آپ نے یہ کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ جب پھسل کر ہڈی ٹوٹی تو بدن کے کسی حصہ نے طعنہ دیا ہو کہ کم بخت پیر! تو نے پھسل کر کمر کی ہڈی توڑ دی —— یہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر عضو اس کی ہمدردی میں لگ جاتا ہے اسی طرح میرے محترم بزرگو اور دوستو! جب حضرت رسول کریم ﷺ کا روحانی طریقہ آئے گا تو مختلف طبقات میں جوڑ ہو گا۔

دوستو! باوجودیکہ ہر آدمی کی صورت اللہ نے الگ بنائی، آواز الگ بنائی۔ مزاج الگ بنایا۔ طبیعتیں الگ بنائیں پھر بھی بعض لوگوں کا بعض سے جوڑ ہے کسی کی آواز دوسرے سے ملتی ہے۔ کسی کی صورت دوسرے سے ملتی جلتی ہے۔ کسی کا مزاج اور طبیعت دوسرے سے ملتی ہے۔ اور بعضوں کا دوسرے سے کچھ نہیں ملتا۔ نہ مزاج ملتا ہے، نہ طبیعت ملتی ہے، نہ شکل وصورت ملتی ہے، نہ آواز ملتی ہے۔

لیکن اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور عالم ارواح میں یہ

طے چکا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

"اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ"

وہاں روحیں ساری کی ساری ایک ساتھ میں تھیں، وہاں جس کو جس سے مناسبت ہو گی ان کا یہاں بھی آپس میں جوڑ بیٹھے گا اور جس کو جس سے مناسبت نہیں ہوئی یہاں بھی اس سے جوڑ نہیں بیٹھے گا اور نہ مناسبت ہو گی —— لیکن اس میں کوئی حرج نہیں۔

عصبیت بری چیز ہے:

حرج کہاں ہے؟ حرج اس میں ہے کہ جس سے مناسبت ہو اس کی ناحق طرفداری کی جائے۔ یہ ہے غلط اور لڑائی کی چیز۔ اور جس سے مناسبت نہیں اس کا جو حق ہے وہ بھی دبا دیا جائے۔ اپنے گروپ کے آدمی کی ناحق طرفداری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا، اس کا نام "عصبیت" ہے۔ اور یہ آدمی کو اللہ سے دور کرنے والی چیز ہے۔

مناسبت کا ہونا اور نہ ہونا اس میں کوئی حرج نہیں۔ بعضوں سے ہو گی اور بعضوں سے نہیں ہو گی۔ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس سے سبھی محبت کرتے ہوئے کچھ کو محبت ہو گی کچھ کو نفرت ہو گی۔

اپنے آپ کو تھکا دو:

حضرت عمر فاروقؓ کو جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ بنایا تو بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ اس میں ایک بات حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ فرمائی کہ میں تمہارے اوپر ایسا کام ڈالتا ہوں جو تھکا دینے والا ہے —— اس وقت میں اللہ پاک نے اپنے کرم سے ہمیں اور تمہیں جو یہ کام دیا ہے یہ تھکا دینے والا ہے۔ اگر کوئی

کرے ——— اور اگر نہ کرے تو سارے دن پڑا رہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تو کیوں سارے دن پڑا رہتا ہے۔ اور اگر آدمی کرتا رہے تو خوب تھکا دینے والا کام ہے، اس کام کے اندر اپنے کو تھکا دینے والا کامیاب ہے ——— لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ نیند بھی پوری نہ کرے، کھانا بھی نہ کھائے۔ اپنی تندرستی باقی رکھنی پڑے گی تاکہ زیادہ کام کر سکے۔

● ایسا بھی ہے کوئی جسے سبھی اچھا کہیں:

حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے یوں کہا کہ میں تو دنیا سے جا رہا ہوں، اور یہ کام تمہارے حوالے کر رہا ہوں، اور یہ تھکا دینے والا کام ہے ——— اس کے بعد یہ ایک بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی۔ وہ سننے کی ہے۔ فرمایا:-

''حبك مُحبٌّ وابغضك مُبغضٌ''

بہت سے آدمی تم سے محبت کریں گے۔ کہیں گے کہ ہاں! اچھا ہوا۔ یہ کام حضرت عمرؓ کے حوالہ ہو گیا۔ یہ وہ کہیں گے جن کے مزاجؒ سے مناسبت ہوگی ——— اور جن کو تمہارے مزاج سے مناسبت نہیں ہوگی، انہیں بڑی ناگواری ہوگی ——— وہ کہیں گے کہ ارے، ارے، یہ کام ان کے حوالے ہو گیا۔ ٹھیک نہیں ہوا۔

تو پھر دوستو! ہماری اور تمہاری کیا حیثیت ہے؟ ہم کیوں یہ سمجھیں کہ سارے کے سارے لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملائیں۔ ایسا ہوگا نہیں۔

● مشورہ آپس میں جوڑ کا روحانی طریقہ:

تو مزاج بھی الگ، صورت بھی الگ، آواز بھی الگ، رائیں بھی الگ، اب اس میں جوڑ بٹھانے کا روحانی طریقہ کیا ہے؟

دوستو! وہ ہے مشورہ ——— مشورہ ایک بڑی عجیب و غریب چیز ہے۔ ہر کام

مشورے سے ہو۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:-

ماخاب من استخار وماندم من استشار وما عال من اقتصد

تین باتیں رسول اکرم ﷺ نے فرمائیں:-

جس نے استخارہ کیا وہ نقصان نہیں اٹھائے گا۔

جس نے مشورہ کیا وہ پشیمان نہیں ہوگا۔

اور جو درمیانی چال چلے گا وہ محتاج نہیں ہوگا۔

● اللہ کی طاقت سب سے بڑی:

اور ہماری دعوت کیا ہے۔ نبیوں والی ہے۔ ہماری دعوت یہ ہے کہ اللہ کی طاقت اتنی بڑی ہے کہ ساری کی ساری طاقتیں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، اور اللہ کے خزانے اتنے بڑے کہ دنیا کے سارے خزانے اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

خدا کی طاقت کو تسلیم کرو۔ خدا کے خزانے کو تسلیم کر لو۔ خدا کی ذات و صفات کو مانو اور خدا کی بات کو مانو، اللہ کی مدد جب آئے گی۔

جس طرح بے کسی اور بے بسی میں اللہ کی مدد بدر میں آئی قیامت تک اللہ کی مدد آتی رہے گی۔ اپنی بے کسی اور بے بسی پر گھبرانے کی ضرورت نہیں، ہم جس اللہ کے ماننے والے ہیں، وہ اللہ بے کس اور بے بس نہیں ہے۔ وہ اللہ بڑی طاقت والا ہے۔ ایک حکم سے زمین و آسمان بن گئے اور پھر ایک حکم کے ذریعہ زمین و آسمان کو توڑ دے گا۔

● کن فیکون:

وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے صرف کہہ دیتا ہے "ہو جاؤ" تو وہ ہو جاتی ہے۔

''انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون'' (پ ۲۳)

جس بات کا اللہ پاک ارادہ فرماتے ہیں، کہہ دیتے ہیں "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔

اگر کہیں جلدی جلدی ہو جا تو وہ چیز جلدی جلدی ہو جاتی ہے اور کہہ دیں کہ دھیمے دھیمے ہو جا، تو وہ چیز دھیمے دھیمے ہوتی ہے۔

دنیا میں دھیمے دھیمے، اور آخرت میں جھٹ پٹ:

دنیا میں عام طور سے اللہ تعالیٰ دھیمے دھیمے کرتے ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ عام طور سے جھٹ پٹ کر دیں گے۔ پل جھپکتے کام کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ یہاں دھیمے دھیمے کرتے ہیں۔ چاند دھیمے، دھیمے بڑا ہوتا ہے، سورج دھیمے، دھیمے اوپر آتا ہے۔ انسان نو مہینے میں بنتا ہے۔ مرغی کا بچہ اکیس دن میں بنتا ہے۔ آم کی گٹھلی سے درخت سات سال میں بنتا ہے۔ تربوز کی بیل چار مہینے میں پھیلتی ہے۔

شاید کچھ لوگوں کو ہماری یہ بات عجیب سی لگتی ہو کہ مولوی صاحب پرانے خیال کے آدمی ہیں۔ کہتے ہیں مرغی کا بچہ اکیس دن میں بنتا ہے—— حالانکہ اب تو چند گھنٹوں میں مرغی کا بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تو دوستو! یہ غیر ثابت النسب بچہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ عنصر نہیں ہوتا جو ثابت النسب بچے میں ہوتا ہے۔ مرغی کا وہ بچہ جو ڈائریکٹ مرغی کے پروں کے نیچے سے نکلتا ہے اس میں جو بات ہوتی ہے مشینوں کے ذریعہ بن کر نکلنے والے بچے میں نہیں ہوتی۔ وہ روکھا سوکھا ہوتا ہے اس میں وہ بات نہیں ہوتی جو بات فطری چیزوں کے اندر ہوتی ہے —— لیکن بہر کیف پھر بھی کچھ دیر تو لگی ہی ہے۔

دنیا میں اللہ پاک ہر کام کرتے ہیں دھیمے دھیمے۔ زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور حضرت انسان کو، زمین میں دفن کرنے کے بعد پھر اسے قیامت کے دن اٹھائیں گے —— لیکن آخرت میں اللہ پاک ہر کام جھپ پٹ کریں گے۔ دودھ کی نہریں جھٹ پٹ، شہد کی نہریں جھٹ پٹ! جنتی جو مانگے گا اس کو جھٹ پٹ ملے گا، دیر نہیں

لگے گی۔ وہاں کا ہر کام جھٹ پٹ ہوگا۔

پہلا صور پھونکا، جھٹ پٹ سب مر جائیں گے۔ دوسرا صور پھونکا جھٹ پٹ سب زندہ ہو جائیں گے۔ یہ نہیں چھوٹا بچہ جیسے دھیرے دھیرے جوان ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ سب ایک دم سے بالکل زندہ، اور ایک دم سے جنت کے اندر نعمتیں اور جہنم کے اندر تکلیفیں۔ ہر کام وہاں کا جھٹ پٹ اور ہر کام یہاں کا دھیمے دھیمے۔ لیکن بعض مرتبہ اللہ پاک اپنی قدرت کو دکھانے کیلئے دنیا کے اندر بھی کاموں کو جھٹ پٹ کر دیتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ڈنڈا ڈالا اژدہا بن گیا۔ اژدہے کو پکڑا ڈنڈا بنا دیا۔ یہ جھٹ پٹ ہوا۔

اللہ کے سامنے رونا، ایمان والوں کا سب سے بڑا ہتھیار:

اور جھٹ پٹ کرنے میں کیا ہوتا ہے؟ اس میں ایمان والوں کی مدد ہوتی ہے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ دکھائی دیتا ہے کہ یہ ایمان والے جو ہر وقت مجاہدہ برداشت کرتے ہیں، یہ خوب مارے پیٹے گئے، وطن چھوڑا، حبشہ گئے، مدینہ گئے۔ تین سال کے بائیکاٹ کا مجاہدہ برداشت کیا۔

پھر بدر کے اندر مجاہدہ

یہ بے سروسامان اور تھوڑے سے لیکن ان کے پاس جو سب سے بڑی طاقت ہے، وہ اللہ پر یقین ہے کہ کرنے والی ذات اللہ کی ہے، یہ اللہ سے مانگتا ہے کہ اے اللہ! تیرے یہاں تو کوئی کمی نہیں ہے۔

ساری رات حضور اکرم ﷺ روتے رہے اور صبح کو بھی بہت روئے کہ اے اللہ سب تیرے ہاتھ میں ہے۔ اے اللہ! تو ہی کرنے والا ہے۔ ایمان والوں کا بہت بڑا ہتھیار اللہ کے سامنے رونا ہے۔ اور اللہ سے مانگنا ہے۔

کرنے والے اللہ ہیں:

ظاہر کے اندر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ابو جہل کا مجمع یہ سمجھتا تھا کہ بس تھوڑی دیر اور ہے، زیادہ دیر نہیں۔ پھر کریں گے تی پارٹی کریں گے بہت بڑا کھاتا۔ اس کے ذہن میں یہ تھا —— اور مسلمان جو ہیں ان کے ذہن میں یہ تھا کہ کرنے والا اللہ ہے۔ ہم اللہ سے مانگیں گے —— اب یہاں پر تیرہ چودہ سال کے مجاہدہ کے بعد جو مدد آئی جھٹ پٹ آئی۔ ایسی جھٹ پٹ کہ اوپر سے فرشتے آئے اور ایک مٹھی کنکر ابو جہل کے مجمع پر ڈالا تو وہ آنکھ ہی ملتے رہے اور ایمان والوں نے اللہ کے کہنے کے مطابق ان زہریلے پھوڑوں کا آپریشن شروع کیا۔ ستر پھوڑوں کا آپریشن ہو گیا اور ان کے ستر بگاڑی پکڑے گئے اور باقی سہم گئے اور بھاگ گئے۔ اور وہ سوچ رہے ہیں کہ آخر یہ ہوا کیا؟ تیرہ، چودہ سال تک جن کو ہم نے پیٹا وہ آج ہم کو پیٹ رہے ہیں۔ ہوا یہ کہ تیرہ چودہ سال سے وہ یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھو! کرنے والے اللہ ہیں، مخلوقات سے دھوکہ نہ کھانا۔ ان مخلوقات سے کچھ نہیں ہوتا۔

میرے لئے میرا اللہ کافی ہے:

ہر قصے میں یہی دکھائی دیتا ہے، نمرود کہتا ہے: "MAY WORSHIP, MY ORDER" (میری پوجا کرو۔ یہ میرا آرڈر ہے) اس کا جو وزیر تھا وہ باؤلا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نمرود کی مان لوں گا تو پبلک جو ہو گی وہ بھی نمرود کی بات مان لے گی —— آگ جلائی اور کہا کہ اس میں ابراہیم کو ڈال دو۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہتھیار کیا تھا ——؟

"میرے لئے میرا اللہ کافی ہے"

دوستو! اللہ پر توکل، یہ بڑی بھاری چیز ہے۔ ہمارا کام کرنے والوں کو تقویٰ اور

توکل تک پہنچنا ہے۔ جب آدمی دعوت کا کام کرے گا تب ایمان کی جڑ بنے گی اور برابر دعوت دو گے تو اس میں ایمان کا پانی چلے گا پھر دین کا درخت بنے گا —— تو ظاہری اعمال بدلیں گے، چہرے بدلیں گے، لباس بدلیں گے، نماز پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، حج کریں گے، تعلیم کے حلقے کریں گے۔ ذکر کریں گے۔ اچھی اچھی باتیں کریں گے۔ تلاوت کریں گے، مسجدوں کو آباد کریں گے۔

ظاہری اعمال مقبول بھی اور نامقبول بھی:

لیکن لوگوں کے جو ظاہری اعمال ہوتے ہیں، یہ تو ہوتے ہیں کبھی مقبول اور کبھی نامقبول۔ کبھی تو اللہ کے یہاں قبول اور کبھی رد۔ نماز دونوں طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک نماز جنت میں لے جاتی ہے:-

"قدا افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون" (پ۱۸)

کامیاب ہو گئے وہ مسلمان جو اپنی نمازوں کو خوب خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

لیکن ایک نماز وہ ہوتی ہے جو جہنم میں لے جاتی ہے:-

"فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون الذین ھم یرآؤن ویمنعون الماعون"

ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریاکاری کرتے ہیں۔ اور ضرورت مند کو معمولی استعمالی چیزیں بھی نہیں دیتے۔

روزہ بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ جنت میں لے جائے گا اور جہنم میں لے جائے گا شہید بھی دو طرح کے۔ ایک شہید وہ جس کے بڑے اونچے درجے ہیں اور ایک شہید وہ جو جہنم

میں جائے گا۔ سخی بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ حافظ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حافظ وہ کہ "اقرأ وارتق" پڑھتا جا اور جنت کے درجوں میں چڑھتا جا ـــــ اور بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

تو جتنے ظاہری اعمال ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ مقبول یا نامقبول۔ لیکن اب ایک طرف متعین کرنا ہے۔ کہ قبول ہو جائیں۔ تو اس کیلئے کیا کرنا پڑے گا؟ اندر کی خوبیاں بنانی پڑیں گی۔ جنہیں صفات ایمانیہ کہتے ہیں۔ اور وہ تقویٰ اور توکل ہے۔

❁ دو بنیادی چیزیں تقویٰ اور توکل:

پھر ایک مرتبہ سنو اد عوت دو گے تو ایمان کا پانی ملے گا، ظاہری اعمال بنیں گے۔ اور برابر دعوت دیتے رہو گے تو ایمان کا پانی ملتا رہے گا۔ پھر اندر کی خوبیاں بنیں گی۔ جس کا نام "صفات ایمانیہ" ہے۔ اور وہ تقویٰ اور توکل ہے۔

ایک مرتبہ پھر سنو دعوت کا کام برابر اصولوں کے ساتھ ہوتا رہا۔ ایمان کو پانی ملتا رہا تو اعمال ظاہر ہوتے رہیں گے اور انشاء اللہ صفات ایمانیہ پیدا ہوتی رہیں گی۔ تقویٰ اور توکل پیدا ہوگا۔ صبر پیدا ہوگا۔ احسان کی کیفیت پیدا ہوگی۔ پھر انشاء اللہ آدمی مقبول ہو جائے گا۔ اور اسے اللہ کی حمایت ملے گی۔

اللہ کہتے ہیں:-

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" (۲)

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

"وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ" (پ ۱۰)

اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے۔

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ" (پ ۱۴)

اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

"وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ" (۲۱)

جہاں جہاں اللہ نے "مع" کا ذکر کیا ہے (یعنی میری حمایت ـــــ میں تمہارے ساتھ ہوں) تو وہاں اندرونی صفات کے بارے میں کہا ہے۔ ظاہری اعمال کو نہیں کہا۔

اللہ نے یوں کہا:-

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُصَلِّيْنَ ـــــ مَعَ الْمُزَكِّيْنَ ـــــ مَعَ الصَّائِمِيْنَ ـــــ مَعَ الْحُجَّاجِ ـــــ کہ میں نمازیوں کے ساتھ ہوں۔ زکوٰۃ دینے والوں کے ساتھ ہوں۔ روزہ داروں کے ساتھ ہوں۔ حاجیوں کے ساتھ ہوں ـــــ کیونکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ مقبول بھی۔ نامقبول بھی ـــــ اسی لئے اللہ نے یہ کہا کہ میں متقیوں کے ساتھ ہوں۔ میں احسان کی صفت رکھنے والوں کے ساتھ ہوں۔ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ اور یہ سب کے سب صفات ایمانیہ ہیں۔

کام کرنے والوں کو صفات ایمانیہ تک پہنچنا ہے۔ اور صفات ایمانیہ یعنی تقویٰ اور توکل کے اندر چھپا ہوتا ہے۔ کوئی آدمی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ میں اندر سے بنا ہوا ہوں۔ آخر تک فکر مند رہنا پڑے گا۔

یہ دو بڑی خوبیاں ہیں تقویٰ اور توکل۔ کیونکہ اعمال ایمانیہ کو ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ آدمی تعلیم کے حلقے میں بیٹھتا ہے، ذکر کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے، صدقہ کرتا ہے، خیرات کرتا ہے، کھانا دیتا ہے، دوسروں کا قرضہ ادا کرتا ہے۔ یہ سب دکھائی دیتا ہے۔

لیکن صفات ایمانیہ، یہ اندر کی چھپی ہوئی چیز ہے۔ تقویٰ اور توکل اندر کی چیز ہے یہ اندر کی چیز جب بن جائے گی تو اللہ کی غیبی مدد آئے گی ---- یہ جو غیبی مدد سے

قرآن بھرا ہوا ہے اور صحابہ کے متعلق جو تم ساری غیبی مدد سنتے ہو۔ اور تابعین کے ساتھ جو ساری غیبی مدد سنتے ہو، اور جتنی غیبی مدد اللہ کے بعد والوں کے ساتھ سنتے ہو —— وہ غیبی مدد اللہ پاک قیامت تک کرتا رہے گا —— لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ دعوت کی فضا ہو، ایمان کا پانی ہو، ظاہری اعمال بیج اور صفات ایمانیہ یعنی تقویٰ اور توکل اندر آئے۔

● جماعت کا کام، دنیا کے کونے کونے میں:

اللہ نے اپنی قدرت سے اس کام کو غیبی مدد کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا۔ پاکستان، بنگلہ دیش، فجی، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ، جاپان، کمبوڈیا، تھائی لینڈ، سنگاپور، ملیشیا، انڈونیشیا، امارات، خلیج کے سارے ممالک، شام، استنبول، کناڈا، یورپین ممالک، کیلیفورنیا، فرانس۔

اللہ نے اپنے فضل سے ہر جگہ جماعت کو پہنچا دیا۔ اب ہر جگہ "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی آواز لگ رہی ہے۔

فرانس کے اندر دو ہزار مقام پر پنج وقتہ نمازیں ہو رہی ہیں۔ اور اس میں "اللہ اکبر" کی آواز لگ رہی ہے دعوت کی اس محنت سے اللہ نے اتنا فضل فرمایا۔ اتنا فضل فرمایا کہ اب ہوائی جہاز کے پائلٹ بھی "اللہ اکبر" کہتے ہیں۔ پانی والے جہاز کے پائلٹ بھی "اللہ اکبر" کہتے ہیں۔ کیلیفورنیا جہاں فلم کمپنی کے اڈے ہیں وہاں پر فلم ایکٹر بھی "اللہ اکبر" کی آواز لگا رہے ہیں۔ فلم ایکٹر بھی چار مہینہ لگا کر گیا ہے۔

● ہم بے یار و مددگار نہیں ہیں لیکن ......

سب سے بڑا اللہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اللہ، موسیٰ علیہ السلام کی غیبی مدد کرنے والا اللہ، ابراہیم علیہ السلام کی غیبی مدد کرنے والا اللہ، میدان بدر میں مدد کرنے

والا اللہ۔

دوستو! کیا وہ آج ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا؟ —— لیکن ہم اس کی ذات پر بھروسہ تو کریں۔ اپنے اندر تقویٰ اور توکل تو پیدا کریں۔ اپنے اندر یہ یقین تو پیدا کریں کہ کرتا دھرتا اللہ ہی ہیں۔ دنیا کی مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا۔

● ساری مخلوق اللہ کے قبضہ قدرت میں:

ساری مخلوق اللہ کے قابو کے اندر ہے۔ اللہ خالق ہے۔ ساری چیزیں مخلوق ہیں۔ اور مخلوق خالق کے قابو میں رہتی ہے۔ آگ بن گئی۔ اللہ کے قابو سے نہیں نکلی کہ ہر ایک کو جلا ڈالے۔ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلا سکی۔ اور حضرت ابو مسلم خولانی کو نہیں جلا سکی۔

مسیلمہ کذاب کی نبوت کی منطق جب نہیں چلی تو اس نے حضرت ابو مسلم خولانی کو اٹھایا اور آگ میں ڈال دیا۔ لیکن آگ انہیں نہیں جلا سکی۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے آگ کی ڈیوٹی بدل دی تھی۔

اس کے بعد مسیلمہ کذاب اور پریشان ہوا۔ اور اس نے کہا کہ یہ آدمی اگر یہاں رہا تو میری نبوت کی منطق نہیں چلے گی۔ تو انہیں اٹھا کر باہر نکال دیا۔

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ" (پ۱۳)

یعنی بے ایمانوں نے نبیوں سے کہا کہ یا تو ہمارا دھرم قبول کرو، نہیں تو ہم تم کو اپنے دیش سے نکال دیں گے جن کا یقین اللہ پر نہیں تھا اور جو ظاہر پر یقین کرنے والے تھے ان بے ایمانوں نے ہر زمانے میں نبیوں سے اور نبیوں کا کام کرنے والوں

سے کہا کہ یا تو ہمارا دھرم قبول کرو، نہیں تو ہم تمہیں اپنے دیش سے نکال دیں گے ـــــ جب انہوں نے یہ کہا تو آسمانی وحی آئی کہ ہم ان سب کو تباہ و برباد کردیں گے اور ان کی جگہ تم کو بسائیں گے۔

"فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ" (پ ۱۳)

یہ آیتیں پڑھ پڑھ کر ابو جہل کے مجمع کو سنائیں تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو پرانے قصے ہیں ـــــ پھر اللہ نے بدر کے اندر غیبی مدد کر کے بتایا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں۔

"فَأَوْحَىٰٓ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ" (پ ۱۳)

اللہ نے نبیوں کے ماننے والوں کو بسایا۔ نوح علیہ السلام کے ماننے والے بس گئے۔ ہود علیہ السلام کے ماننے والے بس گئے۔ صالح علیہ السلام کو ماننے والے بس گئے۔ لوط علیہ السلام کے ماننے والے بس گئے۔ شعیب علیہ السلام کے ماننے والے بس گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے بس گئے۔ اور باقی سارے ہلاک ہوگئے۔

اور اللہ کا یہ وعدہ قیامت تک کیلئے ہے۔ لیکن کب؟

"ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ" (۱۳)

یہ اس کیلئے ہے جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے، اور میری دھمکیوں سے ڈرے۔ اور اپنے اندر فکر آخرت پیدا کرے۔

● سارے عالم کے مسئلوں کا حل:

تو سارے عالم کے مسئلوں کا حل کیا ہے؟ ـــــ خوب قیامت کا تذکرہ خوب آخرت کا تذکرہ۔ اور خوب آخرت کا بولنا اور سننا۔ اتنا بولنا اور سننا کہ اپنے بھی دل میں

اتر جائے اور دوسروں کے دل میں بھی اتر جائے۔ یہاں تک کہ پوری زندگی احکام خداوندی پر جاری ہوجائے۔ نمازیں بھی چالو ہوجائیں۔ زکوٰۃ بھی چالو ہوجائیں اور ہوتے ہوتے تقویٰ اور توکل تک پہنچ جائیں۔

میرے محترم دوستو! اچھی طرح سمجھ لو، یہ بات پوری دنیا کے اندر چلائی ہے۔ کہ ساری مخلوق اللہ کے قابو میں ہے۔ جو اللہ کا فیصلہ ہوگا وہ کریں گے۔ اللہ نے اپنا فیصلہ بتادیا۔ کہ محمد رسول ﷺ والی زندگی اگر تمہاری زندگی میں ہوگی۔ تو میرا فیصلہ تمہاری حمایت میں ہوگا ـــــ اور جو محمد رسول ﷺ والی زندگی کو چھوڑے گا تو میرا فیصلہ اس کے خلاف ہوگا۔ اور جب اللہ کا فیصلہ اگر حمایت میں ہوگا تو اگرچہ سارا سامان میں بھی اجڑ جائے گا۔ اور اللہ کا فیصلہ اگر حمایت میں ہوگا تو اگرچہ سارا سامان تکلیفوں والا ہوگا لیکن اللہ اس کے اندر کامیاب کریں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے جارہے ہیں۔ سارا سامان تکلیفوں والا ہے ـــــ لیکن اللہ کا فیصلہ حمایت میں ہے۔

تو اللہ نے کیا کیا۔ کہ آگ کی ڈیوٹی بدل دی:-

"قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ" (پ ۱۷)

آگ سے کہہ دیا کہ ٹھنڈی ہوجا۔ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اور ان لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جو پلان بنائے تھے۔ وہ سب فیل ہوگئے۔

● اللہ کی شان:

لیکن انسان کمزور قسم کا ہے۔ وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تیرے جیسا نہیں، اللہ کی شان بڑی بلند ہے۔ تو، تو ایسا ہے کہ اگر تو، نے پستول بنائی اور وہ تیرے ہاتھ سے نکل گئی دشمن کے ہاتھ میں پہنچ گئی، تو وہ تیری بنائی ہوئی پستول سے تجھے گولی مارے گا۔

لیکن اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے آگ بنائی اور وہ دشمن کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ تب بھی وہ اللہ کے حکم سے باہر نہیں نکلی —— جب دشمن نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو آگ انہیں نہیں جلا سکی کیونکہ اللہ نے آگ سے کہہ دیا "ٹھنڈی ہو جا" تو وہ ٹھنڈی ہو گئی۔

● حضرت خالدؓ کا بے مثال یقین:

حضرت خالدؓ میدان جہاد میں ہیں۔ سامنے جو اللہ کے دشمن تھے، ان کے پاس زہر کی شیشی تھی۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ اسے کیوں لئے ہو۔ وہ بولے کہ اگر ہم ہاریں گے تو یہ زہر کھا کر مر جائیں گے تمہارے قابو میں نہیں آئیں گے اور کہا کہ یہ ایسا زہر ہے کہ اگر کوئی ایک قطرہ بھی پی لے تو وہ مر جائے گا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ۔ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

شروع کرتا ہوں، اس اللہ کے نام سے کہ نہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان کے اندر۔ اور وہ ہر ایک کی بات کو سننے والا اور ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔

یہ دعا پڑھی اور پی لیا۔ مرے نہیں۔ وہ سارے حیرت میں پڑ گئے۔ ارے یہ کیا ہوا؟! حضرت خالدؓ کے دل و دماغ میں بیٹھا ہوا تھا کہ موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ زہر سے کچھ نہیں ہوتا۔

● ضروری تنبیہ!

لیکن دوستو! میری اس بات کو سن کر تم زہر نہ پینے لگنا۔ اس لئے کہ ہم کو اللہ نے مکلف بنایا ہے ظاہری اسباب کا۔ اور اللہ پاک نے ہمیں ظاہری اسباب میں لگنے کا حکم

بھی دیا ہے اور دیکھو! یہ جتنے واقعات خدا کی غیبی مدد کے ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یاد رکھو کہ خدا کی غیبی مدد انسان کے قابو میں نہیں ہوتی۔ غیبی مدد اللہ کے قابو میں ہے۔

جب اللہ پاک غیبی مدد کرنے پر آتے ہیں تو وہ حیرت انگیز کام کرا دیتے ہیں۔ جس طرح حضرت خالدؓ سے کرا دیا۔ کہ انہوں نے زہر پی لیا اور مرے نہیں۔

● جو جان مانگو تو جان دیدیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر نمرود کو خدا کا بیٹا کہتے تو وہ آگ میں نہ ڈالتا۔ لیکن پھر جہنم کی آگ میں جانا پڑتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اللہ نے آگ ٹھنڈی کر دی۔

● قیصر و کسریٰ بھی تھرا گئے:

اللہ قادر مطلق ہیں۔ اللہ کامیاب کرنے پر آجائیں تو ناکامی کے نقشوں میں بھی کامیاب کر دیتے ہیں۔

صحابہ کرام کے مکان چھوٹے، کپڑے ان کے موٹے اور وہ کھجوریں کھا کر زندگی گزارنے والے، لیکن ان کے مقابلے میں بڑی بڑی حویلیوں والے قیصر و کسریٰ تھرا گئے۔

● کام کرنے والے دوستوں میں توکل کی صفت ضروری:

دوستو! توکل کی صفت ہمارے کام کرنے والوں میں پیدا ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ خود کہتے ہیں کہ میں مشرق و مغرب کا نظام چلانے والا ہوں۔ لہٰذا تم لوگ مجھ ایک اللہ کی عبادت کرو، اور مجھ ایک اللہ کی بات مانو۔ اور تمہارے جو کام ہیں، وہ میرے حوالہ کر دو اور تم اپنے کاموں کا مجھے وکیل بنا دو —— جب مشرق و مغرب کے کاموں میں

کرتا ہوں تو اگر تم مجھے اپنے کاموں کا وکیل بناؤں گے تو کیا میں تمہارے کاموں کو نہیں بنا سکوں گا۔

اللہ خود کہتا ہے:-

''رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا'' (پ ۲۹)

مشرق و مغرب کا نظام اللہ چلاتے ہیں۔ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اور بات اللہ کی ماننی ہے۔

اور رسول کریم ﷺ کی بات ماننی ہے:-

''وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ''

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلنا ہے۔

توکل کی حقیقت:

توکل کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی بات مان کر کام کرنا۔ توکل کے معنی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کاروبار چھوڑ دیا جائے یہ غلط ہے۔ بہتوں سے یہ غلطی ہوئی۔

توکل ہر ایک میں تھا:

صحابہ دو طرح کے تھے —— کاروبار کے ساتھ دین کا کام کرتے تھے، اور ایک قسم اصحاب صفہ کی تھی، ان کو کاروبار کا وقت نہیں ملتا تھا —— تو صحابہ دونوں قسم کے ملیں گے۔ کاروبار کے ساتھ دین کا کام کرنا اور بغیر کاروبار کے دین کا کام کرنا —— لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ توکل دونوں میں تھا۔ اور کسی نے سستی کی بناء پر دین کے کام کو چھوڑا نہیں۔

کاروبار، پاؤں کی زنجیر نہ بنے:

کاروباریوں کے توکل کے ساتھ دو باتیں ہونی چاہئیں۔ ایک تو کاروبار میں حلال و

حرام کو دیکھیں۔ پیسے کے کم زیادہ ہونے کو نہ دیکھیں۔ اور کاروباریوں کیلئے دوسری بات یہ ہے کہ جب دین کے تقاضے آئیں، اور اللہ کا حکم آئے تو یہ کاروبار رکاوٹ نہ بنے —— جیسے غزوۂ تبوک، کاروباری سیزن میں اللہ کا حکم آیا تو کاروباری سیزن ان کیلئے رکاوٹ نہیں بنا۔

غزوۂ خندق ہو یا غزوۂ احد۔ جب بھی نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو آواز دیا تو صحابہ ایک دم سے تیار ہو گئے۔ انہوں نے کبھی کوئی عذر نہیں کیا۔

آج مسلمان حضورؐ کے طریقوں کو دھکا دے رہا ہے:

خود حضورؐ نے کس کس طرح کی تکلیفیں برداشت کیں، اور صحابہ کرام کتنی بڑی تعداد میں شہید ہوئے۔ تب یہ دین ہم تک پہنچا —— حضورؐ کا لایا ہوا پیارا دین آج مٹ رہا ہے۔ حضورؐ کا طریقہ مٹ رہا ہے۔ لیکن اس پر جان دینے والے تو کون کہے، رونے والے بھی نہیں ہیں۔ جس پاک دین اور پاک طریقے کیلئے رسولؐ نے دھکے کھائے، آج نبی کریم ﷺ کا وہ پاکیزہ روحانی طریقہ مسلمانوں کے گھروں سے دھکے کھا رہا ہے۔

مسلمان کے کاروبار سے حضور کا طریق دھکے کھا رہا ہے۔ شادیوں میں حضور کا طریقہ دھکے کھا رہا ہے۔ مسلمانوں کے کپڑوں سے دھکے کھا رہا ہے۔ اس کے چہروں سے دھکے کھا رہا ہے۔

میرے دوستو! یہ بہت زیادہ رونے کی چیز ہے۔

رسول کریم ﷺ کے کریمانہ اخلاق:

میرے محترم دوستو! —— رسول کریم ﷺ دس ہزار کا مجمع لیکر مکہ میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن شاہی جاہ و جلال کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اخلاق کریمانہ

کے ساتھ اور باری تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ آپؐ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے سینے میں پوری انسانیت کا درد تھا۔ آپ نے وہاں پر جا کر درد بھری دعائیں مانگیں کہ اے اللہ! اس انسانیت کا تیرے سے تعلق ہو جائے تاکہ یہ جہنم سے بچ کر جنت میں چلی جائے۔

کفار و مشرکین یہ سمجھ رہے تھے کہ اب تو مسلمان اکیس سال کا سارا بدلہ لیں گے۔ مکہ میں خون کی ندیاں بہیں گی۔ ہمیں لوٹا جائے گا۔ تباہ و برباد کیا جائے گا۔ خوں ریزی ہوگی اور عصمت دری ہوگی۔

لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کو جو خدا اور رسول پر ایمان لایا ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خونریزی کرے، اور انسان تو انسان کسی سر سبز درخت کا بھی کاٹنا جائز نہیں۔ اور آپؐ نے اعلان فرمایا:-

"لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ"

آج تم پر کوئی ملامت نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔

میرے محترم دوستو! جب ہم اخلاق برتیں گے تو قلوب انسان اللہ کی طرف پلٹا کھاتے چلے جائیں گے۔

اخلاق کریمانہ سے ہندہ کا پتھر جیسا دل موم ہو گیا:

ابوسفیان کی بیوی' عتبہ کی بیٹی ہندہ' جس نے حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کے ناک کان کاٹے' آنکھیں نکالیں' سینہ چاک کر کے جگر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا تھا۔ وہ بھی اسلام قبول کرنے اور حضور کی بیعت قبول کرنے کیلئے آگے بڑھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کل تک تو تم بہت شور مچاتی تھیں' آخر یہ

چوبیس گھنٹے میں تمہیں کیا ہو گیا؟

ہندہ نے کہا کہ جب یہ دس ہزار مسلمانوں کا مجمع مکہ کے اندر داخل ہوا تو میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میرا خیال تھا کہ تیرہ سال مکہ کے اور آٹھ سال مدینہ منورہ کے اکیس سال کا بدلہ مسلمان ہم سے لیں گے۔ خوب قتل کریں گے۔ مکہ میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہوں گی اور لاشیں اس کے اندر تڑپ رہی ہوں گی۔ یہ عورتوں کے ساتھ بدکاریاں کریں گے۔ ڈھول بجائیں گے۔ چراغاں کریں گے۔ یہ میرا ذہن تھا۔

لیکن رات کا بڑا حصہ گذر گیا۔ کہیں سے رونے کی آواز نہیں آئی۔ میں نے چپکے سے گھر کا دروازہ کھولا۔ تو میں نے دیکھا کہ پورے مکے کے اندر اندھیرا ہے۔ تو مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اکیس سال کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا۔

لیکن نہ تو چراغاں ہے۔ نہ گانا بجانا ہے۔ نہ کسی کو قتل کر رہے ہیں، نہ کسی کی عصمت لوٹ رہے ہیں، اور یہ سارا مجمع گیا کہاں؟

میں خانہ کعبہ کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ سارے کے سارے عبادت میں لگے ہوئے ہیں، کوئی طواف کر رہا ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے۔

گالیاں سن کر دعائیں دیں:

ہندہ کہتی ہے کہ میری پوری زندگی مکے میں گزر گئی۔ لیکن حرم کے اندر اتنی عبادت ہوتے ہوئے میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی، جتنی آج کی رات عبادت ہوئی اور سارے دہاڑیں مار مار کر رو رہے تھے —— میں تو یہ سمجھتی تھی کہ آج بیت اللہ پر پہنچے ہیں تو جو ہم نے ان کو اکیس سال ستایا ہے یہ خوب بد دعائیں دیں گے —— لیکن یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ یا اللہ! چاہے ان لوگوں نے ہمیں کتنا ہی ستایا ہو، لیکن اے اللہ! تو نے ان لوگوں کو ہدایت دے تاکہ جہنم کے عذاب سے یہ لوگ بچیں۔

اے اللہ! تو ان مکے والوں پر کرم کر۔ رو رو کر یہ دعائیں کر رہے تھے۔

بندہ کہتی ہے کہ میرا دل بھر گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سوائے ہماری بھلائی کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ پھر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں گئی اور اسلام قبول کیا اور کہا کہ آج سے پہلے آپ کے خیمہ، آپ کے نام اور آپ کے کام سے بدتر میرے نزدیک کوئی خیمہ، کوئی نام اور کوئی کام نہ تھا۔ لیکن اب آپ کے خیمہ، آپ کے نام اور آپ کے کام بڑے بڑھ کر اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

تو میرے محترم دوستو! جب ہم اخلاق برتیں گے تو قلوبِ انسانی اللہ کی طرف پلٹا کھاتے چلے جائیں گے۔

قابلِ قدر افریقی وامریکی بھائیو!

ہمیں آپس کے اندر بھی ایک دوسرے کے ساتھ اخلاق برتنا ہے۔ یہ جو افریقہ اور امریکہ کے بھائی ہیں، ان کی خصوصیت کے ساتھ قدر کرنا، یہ اپنے آرام وراحت کو چھوڑ کر تمہارے ملک میں آئے ہیں محض دین سیکھنے کیلئے۔ اللہ ہم سب کو ان کی قدر کرنے کی توفیق بخشے۔

افریقہ کے اندر ہمارے افریقین بھائی جب جماعت کے کام سے لگے ہیں، تو وہاں انہوں نے اپنی جان ومال کو کس طرح سے دین کے کام پر لگایا ہو۔ وہاں پیدل جماعتیں کام کر رہی ہیں۔ سینکڑوں مکتب قائم ہو گئے۔ اس کے اندر قرآن کے حفظ کرنے والے بنے، قاری بنے، جو مسجدوں میں امامت کر رہے ہیں، ان کی عورتوں کے اندر پردے آگئے۔ ان کی عورتوں کی دینداری آگئی۔

خصوصیت کے ساتھ مشرقی افریقہ کے اندر ہمارے جو بھائی ہیں، ان کی زندگیوں کو دیکھیے تو رونا آتا ہے۔

بس دوستو! اللہ جس سے کام لینا چاہے لے لیتا ہے۔ میں اپنے امریکی بھائیوں اور افریقی بھائیوں سے دست بستہ عرض کروں گا کہ اگر ہمارے سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ کے واسطے تم اسے معاف کرنا۔

کاش! پوری امت دین کی دعوت پر کھڑی ہو جائے:

یاد رکھو میرے محترم دوستو! چھ نمبروں کی پابندی کے ساتھ کام کرنا۔ اور کام کرنے والے آدمی بنانا۔ پھر وہ آدمی دوسروں کو بنادیں۔ اس طرح پورے عالم کا ایک پروگرام بنانا، مقامی کاموں کا پروگرام بنانا، غریب بستیوں کے اندر بھی جانا اور مالداروں کو بھی نہیں چھوڑنا۔ سب کو لگانا ہے، اور راتوں کو اٹھ کر دعائیں مانگنی ہیں۔

اور پوری امت دین کی دعوت پر کھڑی ہو جائے، اس کی فکر کرنی ہے۔

لیکن دوستو! اس کا پہلا قدم زندگی میں ایک مرتبہ چار مہینہ ہے۔ کتنی کتنی قربانیاں دینے والوں نے دیں۔ اور آج بھی بڑی سے بڑی قربانیاں دینے والے دے رہے ہیں۔ تو کیا آپ زندگی میں ایک مرتبہ چار مہینہ نہیں دے سکتے۔

بولو بھائی ہمتیں کر کے بولو! —— چار مہینہ نقد چاہئے۔ بعد کی تاریخ نہیں —— آج کی تاریخ میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو تمہاری مجبوریاں ہوں، ان کے دور ہونے کیلئے اللہ سے رو رو کر دعا مانگو۔

اب بولو ہمت کر کے۔ چار مہینہ کیلئے کون کون تیار ہیں۔ اپنے اپنے نام پیش کرو۔

بیان ۱۳

جب آپ ﷺ نبی بن کر آئے تو سب سے پہلے ایک مرد نے آپ ﷺ کی بات مانی یعنی صدیق اکبرؓ۔ ایک عورت نے مانی، خدیجۃ الکبریٰؓ۔ ایک بچے نے مانی، حضرت علیؓ ـــــ تو اگر مرد لگے رہے اور عورتوں اور بچوں کا ذہن نہ بنا تو ہمارا کام پورا نہیں ہوگا۔ عورتوں اور بچوں کا ذہن بنے بغیر ہمارا کام ادھورا رہے گا آپ کام میں آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ اگر گھر والوں کا ذہن نہ بناؤ، اس لئے گھر والوں کا ذہن بنانا ضروری ہے۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

خطبہ مسنونہ کے بعد!

"قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ"

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی اور ان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کیلئے جو راہ دکھائی وہ قربانیوں کی راہ ہے۔ قربانی کی اس راہ پر چل کر انسان دنیا اور آخرت کی بھلائی پاسکتا ہے۔

چنانچہ ایک مرد کی قربانی، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

ایک عورت کی قربانی، حضرت ہاجرہ علیہ السلام۔

ایک بچے کی قربانی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

ان قربانیوں پر اللہ پاک نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کروائی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ امت مسلمہ کا وجود مانگا۔ حضور اکرم ﷺ کا وجود مانگا۔

◉ دعائے خلیل:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" (پ ۱)

اے اللہ اس امت میں ایک ایسا نبی پیدا کر دے جو تین کام کرے ایک تو دعوت کے ذریعے ایمان میں طاقت پیدا کرے۔ اور جب ایمان کے اندر طاقت پیدا ہو جائے اور لوگ عمل کی طرف آنے لگیں تو اے اللہ ان کو علم دے علم کے ساتھ ساتھ ظاہری اعمال بنیں گے۔ تو اس کے ساتھ ان کا تزکیہ بھی کر دے کہ اندر کی صفائی ہوتی رہے۔

ایمان اور اخلاق طاقتور ہوتے رہیں۔

ظاہری اعمال بنیں۔

تقویٰ اور توکل پیدا ہو۔ اور اندر کی صفائی ہوتی رہے۔

دعوت، تعلیم، تزکیہ ان تینوں کاموں کی ترتیب کرنے والا نبی دیدے۔

کام پورا کب ہوگا؟

جب آپ ﷺ نبی بن کر آئے تو سب سے پہلے ایک مرد نے آپ کی بات مانی۔ یعنی صدیق اکبرؓ۔ ایک عورت نے مانی۔ خدیجۃ الکبریٰؓ۔ ایک بچے نے مانی حضرت علیؓ۔

تو اگر مرد لگے رہے' اور عورتوں اور بچوں کا ذہن نہ بنا تو ہمارا کام پورا نہیں ہوگا۔ عورتوں اور بچوں کے ذہن بنے بغیر ہمارا کام ادھورا ہوگا۔ آپ کام میں آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ اگر گھر والوں کا ذہن نہ بنا ہو۔ اس لئے گھروں کا ذہن بنانا ضروری ہے۔

مردوں سے زیادہ قربانی عورتوں کی ہے:

عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں ان کے سامنے جب ڈھنگ سے بات آتی ہے تو ان کے دل مردوں سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ بڑی رونے والی ہوتی ہیں۔ اور جب مرد

جماعت میں نکلتے ہیں تو قربانی مردوں سے زیادہ عورتوں کی ہوتی ہے۔ مرد جب اللہ کے راستے میں نکلتا ہے تو اس عورت پر کیا بیتی ہے وہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جب اس کا ذہن بنا ہوتا ہے تو ساری تکلیفیں برداشت کرتی ہے۔

باپ تو گیا جماعت میں۔ عید کا دن آیا۔ اب بچے رو رہے ہیں۔

ماں کا ذہن بنا ہوا ہے' وہ اللہ کے راستہ میں نکلنے کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھتی ہے۔ عید اللہ کے راستہ میں ہو اس پر ہمیں کیا ملے گا' وہ اس بات کو جانتی ہے۔

عید کے دن جب بچے رونے لگے تو اس نے بچوں کو سمجھانا شروع کیا کہ دیکھو بیٹے! محلہ والوں کی عید آج ہے' کل باسی اور پرسوں ختم۔ اور تمہارے ابا جو اللہ کے راستہ میں گئے ہیں تو اس کے بدلہ اللہ پاک ہم کو جنت میں ایسی عید دیں گے جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ وہ عید کبھی باسی نہیں ہوگی۔

جنت کی آسائش:

اور پھر بچوں کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنایا اور ان کا ذہن بنایا:۔

"وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ۝ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ۝"

(سورۃ الواقعہ پ۲۷)

جو لوگ دین کے کام میں آگے بڑھنے والے ہیں، وہ اللہ کے مقرب ہوں گے۔ اور نعمتوں والے باغیچوں میں ہوں گے۔ پہلے زمانے میں ایسے بہت سے ہوتے تھے، بعد کے زمانہ میں ایسے کم ہوئے ہیں۔

"عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ۝"

سونے کے تار سے جڑے ہوئے تختوں پر جنت میں تکیوں پر ٹیک لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

● جنت والوں کی خوراک:

"یَطُوفُونَ عَلَیہِم وِلدَانٌ مُخَلَّدُونَ بِاَکوَابٍ وَّاَبَارِیقَ وَکَاْسٍ مِّن مَّعِینٍ لَّایُصَدَّعُونَ عَنہَا وَلَا یُنزِفُونَ" (سورۃ واقعہ پ ۲۷)

خدمت گزار چھوٹی عمر کے چاروں طرف چکر لگا رہے ہوں گے۔ ایسے آبخوروں اور گلاسوں کے ساتھ جو ایسی شراب سے بھرے ہوں گے جو پاک ہوگی۔ گندی نہیں ہوگی۔ نہ سر دکھے گا اور نہ بکواس لگے گی۔

یہ تو جنت میں پینے کیلئے اللہ پاک نے بتایا۔ اور کھانے کیلئے؟

"وَفَاکِہَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُونَ. وَلَحمِ طَیرٍ مِّمَّا یَشتَہُونَ" (سورہ واقعہ پ ۲۷)

یعنی جس پرندے کا گوشت پسند آجائے کھالو۔ جو میوے پسند آجائیں کھالو۔ یہ تو کھانا اور پینا بتایا۔

● من پسند جنتی عورتیں:

اس کے بعد ضرورت پڑتی ہے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی۔

اس کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں:۔

"وَحُورٌ عِینٌ کَاَمثَالِ اللُّؤلُؤِ المَکنُونِ" (سورہ واقعہ پ ۲۷)

"نہایت خوبصورت عورتیں ہوں گی جیسے چھپے ہوئے موتی"

دوسری جگہ اللہ پاک حوروں کے کچھ اور اوصاف بیان فرماتے ہیں ارشاد فرمایا:۔

"لَم یَطمِثہُنَّ اِنسٌ قَبلَہُم وَلَا جَانٌّ. فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" (سورہ رحمٰن پ ۲۷)

ان عورتوں کو کسی انسان اور جنات نے چھوا بھی نہیں ہوگا۔ اے انسانو اور جنا تو! تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کی جھٹلاؤ گے۔

آگے ارشاد فرمایا:۔

"فِیہِنَّ خَیرٰتٌ حِسَانٌ فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" (سورۃ الرحمٰن پ ۲۷)

ان سب باغوں میں اچھی عورتیں ہیں خوبصورت پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

یعنی وہ عورتیں چہرے مہرے کے اعتبار سے شوہر کو پسند آویں گی۔ اور مزاج واخلاق کے اعتبار سے بھی۔

دنیا کے اندر بعض مرتبہ چہرہ تو پسندیدہ لیکن مزاج ناپسندیدہ۔ اور بعض مرتبہ مزاج اور اخلاق اچھے ہیں لیکن چہرہ پسندیدہ نہیں۔

● پاکیزہ جنت:

"لَا یَسمَعُونَ فِیہَا لَغوًا وَّلَا تَاْثِیمًا اِلَّا قِیلًا سَلٰمًا سَلٰمًا"

کوئی بیہودہ بکواس جنت کے اندر سننے میں نہیں آئے گی۔ سلام سلام کی آواز چاروں طرف سے آئے گی۔ فرشتے سلام کریں گے۔ جنتی آپس میں سلام کریں گے اور جب جنتی اللہ پاک سے ملاقات کریں گے تو اس وقت میں اللہ پاک بھی سلام کریں گے:۔

"سَلٰمٌ قَولًا مِّن رَّبٍّ رَّحِیمٍ" (پ ۲۳ سورہ یس)

● اہل جہنم کی پریشان کن زندگی:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اس کے بالمقابل دوسری زندگی پریشان کن ہے۔ جس نے ہاتھ، پیر، کان، ناک وغیرہ کو اللہ کے حکم کے خلاف اور نبوی طریقے کو چھوڑ کر استعمال کیا تو قیامت کے دن کہا جائے گا:۔

"وَامتَازُوا الیَومَ اَیُّہَا المُجرِمُونَ" (سورہ یٰس پارہ ۲۳)

اے مجرمو الگ ہو جاؤ۔ تمہارا راستہ الگ ہے ان کا راستہ الگ ہے۔

پھر وہاں مجرموں کیلئے پریشانیاں ہی پریشانیاں ہوں گی۔

"یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰھُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ"۔
(سورہ رحمٰن پ۲۷)

مجرموں کو فرشتے دیکھ کر پہچان لیں گے اور ان کے پیشانی کے بال اور پیروں کو پکڑ پکڑ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

اتنا بھیانک منظر سامنے آنے والا ہے۔ اللہ نے مرنے سے پہلے اس دنیا میں ہی خبر دیدی ہے تاکہ اس بھیانک منظر سے اپنے کو بچانے کیلئے تم سیدھے راستے پر آجاؤ اور دعوت کی فضا بناؤ اور نبیوں کے طریقے کو اختیار کرو۔

کہیں اللہ گدوں پر ملتا ہے؟

اللہ پاک رحمٰن ورحیم ہیں تو قہار وجبار بھی ہیں۔ اگر کوئی بات اللہ کو ناپسند آئی اور اللہ پاک نے دھتکار دیا تو بڑی پریشانی ہوگی۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ وقت تھے۔ بہت ہی عیش و آرام میں رہتے تھے۔ اللہ پاک جب کسی کو ہدایت دینے پر آتے ہیں تو غیبی طریقے سے مدد کرتے ہیں۔ چھت کے اوپر کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ انہوں نے کہا کہ کون ہے؟ آواز آئی کہ میں آیاں ہوں! انہوں نے کہا کیا بات ہے؟

اس نے کہا کہ اونٹ گم ہوگیا ہے میں چھت پر تلاش کر رہا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ اونٹ کہیں چھت پر ملتا ہے؟

اس پر آواز آئی کہ کہیں اللہ گدوں پر ملتا ہے؟ اگر اللہ کی تلاش ہے تو نکل جاؤ اور اللہ کے دین کا کام کرو۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہوگئے۔ اور اللہ کے دین کے کام میں نکل گئے۔

تو سن لو! سیدھی سیدھی بات کہ اللہ گدوں پر نہیں ملتا۔ عیش و آرام گھر کا

چھوڑنے میں تکلیف ضرور ہے مگر جہنم کی تکلیف سے۔

حشر کی تکلیف سے

پلصراط کی تکلیف سے

قبر کی تکلیف سے اسے ذرا بھی نسبت نہیں

لیکن دوستو! یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اللہ تک پہنچنے کیلئے فقیری کی گدڑی اوڑھنا ضروری نہیں۔ واقعات ہر طرح کے ملتے ہیں۔ آخر اورنگزیب عالمگیرؒ کو حکومت کے نقشے میں رہتے ہوئے اللہ سے تعلق ملا۔

حضرت احمد چنٹو کا واقعہ:

اس طرح احمد آباد میں حضرت احمد چھٹو تھے۔ بڑے بزرگ میں تھے۔ حج کو گئے تو بڑے بڑے علماء نے راستہ میں استفادہ کیا۔ احمد آباد گئے تو ان کے دماغ میں ایک بات پڑی۔ غور فکر ہوا کہ میرے بعد یہ سلسلہ کس کے ذریعہ قائم رہے گا۔ جیسے ذمہ دار لوگ جب مرتے ہیں تو اپنے کام بڑے کو سونپ دیتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ جب اس دنیا سے جانے لگے تو بتادیا کہ میرا یہ کام میری امت کیلئے ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے گا جس نے بغیر وضو آسمان نہ دیکھا ہو۔ اور پھر میرے بعد روحانیت کا کام بھی وہی کرے گا۔ آپ کا انتقال ہوگیا تو حسب وصیت اعلان ہوا۔ اعلان سن کر احمد آباد کی حکومت چلانے والے احمد شاہ نکل آئے اور کہا کہ آج میرے شیخ نے مجھے بے نقاب کردیا۔ میرے راز کو فاش کردیا۔ اور خود جنازے کی نماز پڑھائی۔

یہی وہ تھے جنہوں نے بغیر وضو آسمان کو نہیں دیکھا تھا۔ کاروبار حکومت بھی چلاتے رہے اور پھر لوگوں کی روحانی تربیت کا سلسلہ بھی شروع کردیا۔

ہر شعبہ کے اندر آدمی روحانی بن سکتا ہے!

تو آدمی تجارتوں کے ساتھ روحانی بن سکتا ہے —— کھیتوں کے ساتھ روحانی بن سکتا ہے۔

حکومتوں کے ساتھ روحانی بن سکتا ہے۔

ملازمتوں کے ساتھ روحانی بن سکتا ہے۔

—— ہر شعبے کے اندر روحانی بن سکتا ہے۔

کسی شعبے کے اندر رہ کر روحانیت چھوڑنی پڑے، ایسا نہیں ہے۔ اور یہ مجاہدے والی زندگی جو ہم کہہ رہے ہیں۔ یہ تھوڑے وقت کیلئے ہے۔ ہمیشہ کیلئے نہیں۔ کاروبار کو گھربار کو مشغولیات کو تھوڑے وقت کیلئے چھوڑنا ہے۔ ہمیشہ کیلئے نہیں۔

غلط سے صحیح کی طرف موڑو:

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیشہ کیلئے چھوڑو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ غلط سے صحیح کی طرف موڑو۔ موڑنے کے اندر آپ کو مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ ایک بات یہ بھی ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دوں کہ دعوت کا کام اللہ نے پوری امت کیلئے زندگی بھر کیلئے کر دیا ہے۔ اس لئے دعوت کا کام ہی اصل ہوگا۔ بقیہ ضمنی ہوں گی۔

اس طرح بچوں میں ماحول بنے گا:

محترم بزرگو اور دوستو! ان بچوں کی ماں نے جب کا باپ اللہ کی راہ میں نکل گیا تھا۔ اپنے بچوں کو خوب خوب سنایا اور سمجھایا۔ بچوں کے سامنے جنت کا منظر کھینچا تو بچے بہت خوش ہوئے۔ باہر نکل گئے۔ محلے کے بچوں کو بٹھایا اور ماں والی بات بچوں کے سامنے کہنی شروع کر دی اور کہا کہ تمہاری عید کل باسی ہوگی۔ اور پرسوں ختم ہو جائے

گی۔ اور ہماری عید ہمیشہ تازی رہے گی۔ جنت میں قسم قسم کے پھل ملیں گے۔

تو اس داعی کے بچے بات کر رہے تھے اور محلے کے بچے سن رہے تھے اور داعی کا جذبہ اپنے بچوں کے ذریعہ نئی نسل میں منتقل ہو رہا تھا۔

جس علاقہ کے اندر اللہ نے دین کے ایسے ایسے داعی تیار کر دیئے ان کا جذبہ ان کا سوز ان کی تڑپ انشاء اللہ نسل در نسل منتقل ہوگی۔ دین کے داعی جنم لیتے رہیں گے۔ جماعتیں نکلتی رہیں گی۔ پھر پچھلوں کے ان نیک اعمال کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں اللہ پاک لکھتے رہیں گے۔ قیامت تک یہ کام چلتا رہے گا۔ اور قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔

اصل چیز اللہ کا حکم:

محترم دوستو! بعض مرتبہ تقاضہ ہوتا ہے کہ "بس کھڑے ہو جاؤ" اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ نہیں جتنا بس میں ہے اتنا سامان کرو۔

بدر کے دن اللہ نے سامان نہیں کرنے دیا۔ کیونکہ وہاں یہ بتانا تھا کہ ہمارے ساتھ ایمان ہے۔ ہم سامان لیکر نہیں آئے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی مدد سے مسلمان جیتے۔ یہ اس لئے تھا تاکہ سب کے دل پر چوٹ پڑ جائے۔ لیکن کبھی یہ بھی قصہ ہوا کہ بہت دور کا سفر ہے۔ تیز گرمی، کاروباری سیزن، کھجوریں پکی تیار ہیں۔ بہت بڑی طاقتور فوج سے مقابلہ ہے۔

حضور ﷺ جب جہاد میں جاتے تھے تو آپ مغرب کے حالات پوچھتے اگر جانا مشرق کی طرف ہوتا۔ چھپانے کیلئے ایسا کیا جاتا تاکہ دشمن متنبہ نہ ہو جائے۔ لیکن یہ ایسا غزوہ تھا کہ اس کے اندر اگر بغیر تیاری کے لوگ چلے چلتے تو پریشانی ہو سکتی تھی۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ نے بتا دیا کہ فلاں جگہ جانا ہے تاکہ لوگ تیاری کر کے چلیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پورا مال لگایا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے آدھا لگایا۔

حضرت عثمانؓ نے پورے لشکر کے تہائی خرچ کا ذمہ لیا۔

ہر صحابہ نے مقدور بھر حصہ لیا۔

صحابیات نے اپنے زیور اتار دیئے۔ مگر

یہ سر و سامان، مالوں کا ڈھیر، نہیں ہوا ——— لیکن اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے۔ سامان سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اگر اللہ سامان کی تیاری کا حکم کریں تو کرو، اور اگر نہ حکم دیں تو نہ کرو۔

آنکھوں دیکھی راہ اور کانوں سنی راہ:

دیکھو! دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو ہدایت والا ہے اور دوسرا ضلالت۔ ہدایت والا راستہ اللہ کا بتایا ہوا ہے۔ نبیوں کا راستہ ہے۔ کامیابی تک پہنچانے والا راستہ ہے۔

اور ضلالت والا راستہ جی چاہے والا راستہ ہے۔ انسان کو ناکام کرنے والا راستہ ہے۔ ہدایت والے راستہ میں اللہ پاک جو کہیں گے کرنا ہے۔ ضلالت والے راستہ میں جو جی آئے وہ کرتا ہے۔ ضلالت اور گمراہی والے راستہ میں آدمی آنکھوں دیکھی پر چلے گا ——— ہدایت والے راستہ پر اللہ اور رسول کی بات کو کانوں سے سن کر چلے گا، چاہے وہ آنکھوں سے دکھائی نہ دے۔

دین کو طاقت کب ملے گی؟

یہ بات آدمی میں اس وقت آئے گی جبکہ اللہ کی طاقت، اللہ کا خزانہ، اللہ کی ذات اللہ کی صفات کا مذاکرہ اتنا ہو کہ اس کا یقین دل کے اندر اتر جائے۔ اس لئے ایمان کی اور اللہ کی باتوں کا کرنا اور سننا نئے لوگوں کے سے بھی بار بار ضروری ہے، اور کام میں لگے ہوئے پرانے لوگوں کیلئے بھی۔ ذہن کے اندر وحشت بالکل نہیں آنی چاہئے کہ کلمہ والی باتوں کا

مذاکرہ تو ہم کرتے ہی ہیں، ہر جگہ کلمہ والی بات ہوتی ہے۔ ہم حج کر کے آئے ہیں پھر بھی کلمے والی بات، نماز پڑھ کر آئیں تو کلمے والی بات بار بار کلمے والی بات ہو۔ گھبرانا بالکل نہیں۔ اس لئے کہ گھبرانے کے اندر مشابہت ہے۔ بگڑے ہوئے لوگوں کی:۔

"وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ" (سورة الزمر۔ پارہ ٢٤)

صرف اللہ کا ذکر مشرکین کے سامنے کیا جاتا تھا تو ان کے دل ڈوب جاتے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو جانتے تھے۔ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اللہ کو جانتے تھے۔ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تھے تو صرف اللہ کو ہی پکارتے تھے۔ اللہ کا بالکل انکار نہیں تھا۔ لیکن ان کا دل دیوی دیوتاؤں میں لگتا تھا۔ اگر دیوی دیوتاؤں کا تذکرہ کیا جاتا تو ان کے دل خوش ہو جاتے تھے۔ اچھل جاتے تھے لیکن اگر صرف اللہ کا تذکرہ ہوتا تو سن لیتے تھے لیکن ان کی طبیعتیں بھی ہوتی تھیں۔ اس لئے ان لوگوں سے ہمیں مناسبت نہیں ہونی چاہئے۔

بار بار اللہ کا تذکرہ، اللہ کی بول بولنا، بار بار اللہ والی بات سننا ہے۔ اس سے اللہ کی طاقت ملے گی، نصرت ملے گی، دل کے اندر نور آتا رہے گا۔ اور وہ طاقتور بنتا رہے گا۔ جس طرح غذا بدن کیلئے ضروری ہے نہیں کھائے گا تو آدمی کمزور ہو جائے گا۔ پریشانی ہوگی۔ اسی طرح روح کی غذا اگر ملنی بند ہو گئی۔ تو دھیرے دھیرے روح اندر سے کمزور ہو جائے گی اور جب روح کمزور پڑ جائے گی تو روحانیت والے اعمال بھی کمزور پڑ جائیں گے۔ نماز بھی کمزور ہو جائے گی رفتہ رفتہ سارے اعمال کمزور ہو جائیں گے۔ پھر دعائیں کمزور ہوتی چلی جائیں گی۔

انسانیت رخصت، حیوانیت آرہی ہے:

بزرگو اور دوستو! ہم کو اللہ نے اس لئے پیدا کیا تاکہ ہمیں اللہ کی معرفت ملے۔ اللہ کی

بات کو مانیں۔ اللہ کی نعمتوں کے خزانے سے فائدہ اٹھائیں۔ اللہ کے عذاب سے بچیں۔

جانوروں کا سننا سرسری طور پر ہوتا ہے۔ وہ سرسری طور پر دیکھ کر اور موجودہ نفع اور نقصان کو سامنے رکھ کر آگے بڑھتا اور پیچھے ہٹتا ہے۔ انسانوں میں بھی جانوروں جیسے لوگ ہوتے ہیں:۔

"لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ" (پ ۹۔ سورۃ الاعراف)

ان کو دل دیئے سمجھتے نہیں۔ آنکھ دی لیکن دیکھتے نہیں۔ کان دیئے لیکن سنتے نہیں۔ یہ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ غافل ہیں۔

حالانکہ اس زمانہ میں مشینوں کے ذریعہ ہزاروں میل دور کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ سننا ایسا ہو گیا ہے کہ چاند پر کتا بیٹھ کر کھانسا اور زمین پر بیٹھ کر اس کو سن رہے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلیفون کے ذریعہ بات سنی جا رہی ہے۔ تو سننا بھی بہت زیادہ ہو گیا اور دیکھنا بھی بہت زیادہ ہو گیا اور سمجھنا بھی۔ اپنی سمجھ سے ایٹمی طاقت دریافت کی۔ اپنی سمجھ سے راکٹ بنائے اور نہ معلوم کہاں تک پہنچے۔ کیسی کیسی تحقیقات کر ڈالیں۔ تو ظاہر کے اندر سننا بھی ہو گیا دیکھنا بھی ہو گیا اور سمجھنا بھی ہو گیا —— لیکن اللہ شکایت کرتے ہیں کہ

آنکھ دی لیکن دیکھتے نہیں

کان دیئے لیکن سنتے نہیں

دل دیئے لیکن سمجھتے نہیں یہ

"جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی گئے گزرے ہو گئے ہیں"

یعنی دیکھتے ہیں لیکن سرسری طور پر، جانوروں کی طرح موجودہ نفع و نقصان کو دیکھتے

ہیں۔ سنتے تو ہیں لیکن سرسری طور پر موجودہ نفع و نقصان کو جانوروں کی طرح۔ سمجھتے بھی ہیں لیکن موجودہ نفع اور نقصان کو جانوروں کی طرح۔

اس کے بالمقابل اللہ کو کیسا دیکھنا اور سننا پسند ہے وہ آپ کو بتاؤں؟

گہری نگاہ سے دیکھنا!

دل کی آنکھوں سے دیکھنا!

جس طرح ظاہری آنکھیں ہیں اسی طرح دل کی بھی آنکھیں ہیں۔ جس طرح یہ ظاہری کان ہیں۔ اسی طرح دل کے بھی کان ہیں۔

اسی لئے گہری نگاہ سے دیکھنا کھلی آنکھوں سے دیکھنا ہے:۔

"فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" (پارہ ۱۷ سورۃ الحج)

یعنی عام طور سے یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ البتہ دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔

ظاہری نگاہ درست ہے مگر دل کی نگاہ اندھی۔ یہ آنکھ فرعون کو بھی دی تھی۔

ہامان کو بھی دی تھی۔

قارون کو بھی دی تھی۔

ابوجہل کو بھی دی تھی۔

ظاہری نگاہ درست ہونے کے باوجود یہ اندھے تھے۔ ان آنکھوں سے جانوروں کی طرح سرسری نگاہ سے دیکھنے کی وجہ سے، قرآن کس انداز سے سمجھا رہا ہے:۔

"فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" (پارہ ۱۷ سورۃ الحج)

یہ آنکھیں عام طور سے اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینے کے اندر جو دل ہے وہ اندھے ہوتے ہیں۔

دل کی نگاہ کی خرابی کا اثر کیا ہوگا۔ اس کو بھی صاف طور سے بتادیا گیا:-

"مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى"

(پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل)

جو یہاں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور یہ بات صاف ہوگئی کہ یہاں اندھا ہونے کے معنی ان کے دل کی آنکھوں کا ہونا ہے۔

❁ مخلوقات کی دو قسمیں:

اللہ نے اپنی قدرت سے دو قسم کی چیزوں کو بنایا ہے۔ ایک تو وہ جو ہم کو بنا کے دکھادیا۔ اور ایک وہ جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہیں۔ جیسے اللہ نے فرشتے بنائے۔ اس وقت زمین سے آسمان تک مجمع پر اللہ کی ذات سے امید ہے کہ فرشتے ہی فرشتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہاں اللہ کی پاکی بیان کی جاتی ہے تو وہاں زمین سے آسمان تک فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور جب آدمی دین سیکھنے نکلتا ہے تو فرشتے پیر کے نیچے پر بچھاتے ہیں تو ان کے بارے میں خبر دی گئی مگر یہ ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔

جو مخلوق اللہ نے ایسی بنائی جو دکھائی دیتی اور محسوس ہوتی ہے اس کو تو آنکھوں سے دیکھ کر اس پر غور کریں تو انشاء اللہ معرفت ملے گی------ اور دوسری وہ مخلوق جو اللہ نے بنائی اور ہم کو دکھائی نہیں دیتی مگر اس کی خبر دیدی ہے۔ تو ایسی مخلوقات کو غور سے سننا۔ جیسا کہ آپ اس بیان میں سن رہے ہیں:-

تعلیم کے حلقوں میں مذاکرہ کر رہے ہیں۔

گشتوں کے اندر آپ زبان سے بول رہے ہیں۔

حاصل یہ دکھائی دینے والی مخلوقات کو گہری نگاہ سے دیکھتا ہے اور نہ دکھائی دینے والی مخلوق کے بارے میں غور سے سنتا ہے۔ آنکھ کا کام دیکھنا، کان کا کام سننا، زبان کا کام اس کو بار بار بولنا ہے۔ آنکھ، کان، زبان، ان تینوں باتوں کو سمجھ لیا تو اب انشاء اللہ ایمان کی

طاقت دل کے اندر اترنی شروع ہو جائے گی۔ اور جتنی ایمان کی طاقت دل کے اندر اترے گی آدمی اتنا ہی اعمال میں اللہ کی مرضی کے مطابق چلے گا۔ اس کیلئے جو مجاہدہ آئے گا، آدمی اس کو گوارہ کرے گا۔

❁ اعمال کی طاقت:

مجاہدات کے بعد اعمال میں قوت و طاقت آئے گی اعمال میں اللہ نے کتنی طاقت رکھی ہے یہ بات تو خاص کر نے مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ ہاں کبھی اعمال کی طاقت دنیا میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد جو طاقت ظاہر ہوگی وہ مرنے والا دیکھے گا۔

چونکہ ہمیں عالم کے اندر دعوت دینی ہے۔ اللہ پاک نے ہدایت کا ایک انتظام یہ بھی کیا ہے کہ اعمال والی لائن پر چلنے والوں کے اعمال کی طاقت ظاہر کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ یہ بے سر و سامان ہوتے ہیں لیکن ان کی طاقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اکثر و بیشتر انبیاء اور ان کے ماننے والے بے سامان اور ان کے مقابلے میں آنے والے خوب ساز و سامان والے لیکن اللہ پاک نے ان کی غیبی مدد یں کیں۔ جس کو دنیا والوں نے دیکھا۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اعمال کی طاقت کب نصیب ہوگی؟ جب دیکھنا، بولنا، سننا صحیح ہو جائے، اور اللہ کا یقین، اس کے خزانے کا یقین ہم دلوں میں اتار لیں:-

"اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا"

(پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

آنکھ، کان اور دل کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ کہ تم نے کہاں استعمال کیا۔

اسی کو اللہ شکایت کے انداز میں کہتے ہیں:-

"دل دیا سمجھتے نہیں، کان دیا سنتے نہیں، آنکھ دی دیکھتے نہیں"

✪ اللہ کے خزانے کی وسعت:

گہری نگاہ سے اللہ کی نعمتوں کے خزانے کا دیکھنا اور اس کی نشانیوں کو پہچاننا اور پھر اس کو قبول کرنا ہی کامیابی ہے۔ تم جتنے لوگ بیٹھے ہو ہر ایک کی صورت میں الگ الگ اور نئی نئی ہے، ہر ایک کی آواز الگ ہے، یہ خدا کے خزانے کی نشانی ہے، خدا کی قدرت کی نشانی ہے۔ اللہ کی شان دیکھو! جتنے انسان آج تک پیدا ہوئے اور روزانہ دو تین لاکھ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو اللہ آواز الگ دیتا ہے، ہر ایک کو اللہ صورت الگ دیتا ہے۔ ایک صورت کے اور ایک آواز کے پوری دنیا میں دو آدمی آپ نہیں پاسکتے۔ تو خدا کے خزانے میں صورتیں بے شمار ہیں اور آوازیں بے شمار ہیں۔ ہر ایک کو الگ الگ دے رہا ہے لیکن ختم نہیں ہو رہی ہے۔ یہ خدا کی قدرت اور خزانے کی نشانی ہے۔

✪ سونا اور جاگنا مرنے کی نشانی ہے!

اللہ کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہے۔ اللہ کی نشانیوں میں سے لہجہ الگ دینا ہے!

لیکن نشانی ہے کس کیلئے؟ —— جو غور کریں گے! جانکار ہوں گے!! ان کیلئے نشانی ہے —— جو موجودہ نفع اور نقصان کیلئے فکر مند ہیں، ان کیلئے نہیں ——!!

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایک دوسری نشانی بتارہے ہیں، وہ نیند ہے۔ ہم کو اللہ نے نیند بھی ایک نشانی دی ہے۔

رات کو سونا اور دن میں جاگنا!

جی ہاں! —— مرنے کے بعد بھی قبر میں سونا اور قیامت کے دن جاگنا ہے!!

—— دن میں سب چاروں طرف کاروبار کرتے ہیں۔ رات ہوئی تو سوگئے۔ صبح ہوئی تو پھر اٹھے اور چل پھر کاروبار شروع کیا، پھر رات کو سوگئے۔ تو یہ سونا اور جاگنا نشانی

ہے۔ مرنے اور جینے کی۔ سونے اور جاگنے پر آدمی غور کرے تو سمجھ میں آجائے گا مرنا اور جینا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَمَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ"

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے ہم کو مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اور قیامت کے دن اسی کے پاس جانا ہے۔

✪ حشر کی تکلیفیں قبر سے بڑھ کر ہیں!

تو قبر میں سوئے ہوئے قیامت میں جاگے۔ جیسے رات میں سوئے ہوئے دن میں جاگے۔ اب تم کہو "مولوی صاحب! جو لوگ کافر گنہگار ہیں ان کو تو عذاب ہوگا۔ وہ کہاں سوتے ہیں؟" تو میرے بھائی قیامت کے دن کا بھیانک منظر ایسا ہوگا کہ اس کے مقابلے میں جو قبر کا منظر تھا وہ ایسا ہوگا جیسے خواب —— جس طرح دنیا میں خواب کے اندر ایک آدمی بہت پریشان دکھائی رہا ہے لیکن اس پریشانی کے بعد تھانیدار نے اس کو دیکھا۔ ہتھکڑیاں لگائیں۔ پٹائی شروع کردی اور بھرے بازار میں لیکر چلا۔ تو اسے معلوم ہوگا کہ خواب کے اندر تکلیفیں دیکھ رہا تھا وہ بہت ہلکی تھیں اور دھوکہ تھا —— اور یہ تکلیفیں حقیقت ہیں۔

اسی طرح میرے محترم بزرگو اور دوستو! قبر میں بھی آدمی کو چاہے جتنی مصیبتیں ہوں، کفر و شرک یا کسی دوسرے گناہ کی وجہ سے ہوں گی لیکن قیامت کے دن جو تکلیف آئے گی اس کے مقابلے میں یہ کہے گا کہ اس سے اچھا تھا کہ میں قبر میں رہتا۔

"مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ" (پ۲۳ سورہ یٰسٓ)

ارے ہم کو ہمارے اس سونے کی جگہ سے کس نے اٹھایا۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ وہ بات ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا اور نبیوں نے خبر دی۔

بالکل ایسی ہی مثال جب تھانیدار نے مارنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ خواب کی تکلیف دھوکا تھی۔ اور یہ حقیقت ہے۔

اور اسی طرح ایمان والے جب اٹھیں گے۔ تو قیامت کے دن نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ قبر میں بھی نعمتیں تھیں اور حشر میں بھی نعمتیں۔

اُخروی کامیابی کیلئے مطلوبہ صفات:

دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنے، جنت میں مقام پانے کیلئے اب ہمیں کرنا کیا ہوگا؟ تو بزرگو اور دوستو!

آخرت کی فکر پیدا ہو جانا۔

اللہ کی عظمت دلوں میں آجانا۔

اللہ کا ڈر پیدا ہونا ہی نعمتوں کی فراوانی دے گا۔ جنت کا ابدی سکون بخشے گا۔ ساری دنیا کی بے حیثیتی کا یقین پیدا کرے گا۔ سچ کہتا ہوں اگر آخرت کی فکر پیدا ہو جائے، اللہ کی عظمت لوگوں کے اندر آجائے تو رسول کریم ﷺ کے طریقے میں کامیابی دکھائی دینے لگے گی اور دھیرے دھیرے سارے مسائل چٹکلے میں حل ہو جائیں گے۔

دوسری صفت:

دوسری چیز تقویٰ پیدا کرنا۔ تقویٰ ایسا کہ اللہ کی عظمت و کبریائی کے سامنے غیر اللہ اور طاغوتی قوتیں ہیچ نظر آئیں۔

تیسری چیز:

اندرونی صفات کے بنانے میں خوب فکر پیدا کرنا۔ پھر ظاہری سامان جتنا بس میں ہو اس کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ بدر کے اندر ظاہری سامان کیا گیا جتنی حیثیت تھی۔

پھر تبوک کے اندر ظاہری سامان کرنے میں خوب ترغیب دی۔

فکر کا ماحول کیسے بنے گا؟

میرے محترم دوستو! جب آپ حضرات اللہ کے دین کے واسطے اور اللہ کے واسطے کھڑے ہو جائیں گے، اور دین کے کام کو اپنا کام بنائیں گے تو مختلف قسم کے حالات ہوں گے۔ ان حالات کے بارے میں بیٹھ کر فکر کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ فکر کب کروگے؟ —— جب آپ کی عورتوں اور بچوں کا ذہن بنا ہوگا۔ اور ذہن بنانے کیلئے مانوس کرنا ضروری ہے۔ بہت سے کام کرنے والے پہنچتے ہیں تو ساری عورتیں اور بچے سہمے ہوئے ہوتے ہیں۔ ماں کہتی ہے تمہارے ابا آرہے ہیں۔ ذرا خوب ادب سے بیٹھ جاؤ۔ بیوی سہمی ہوئی کہ نامعلوم کس بات پر آکر خفا ہو جائیں۔ جیسے کوئی تھانیدار گھر میں آگیا ہو۔ یہ تو بالکل شریعت کے خلاف ہے۔

ماحول سازی کا نبوی طریقہ!

تھانیدار کی طرح گھر میں جانا کہ ساری عورتیں ڈر رہی ہوں، بچے ڈر رہے ہوں۔ سہم رہے ہوں۔ یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ تو وحشت کا ماحول بنانے کی تعلیم نہیں دیتے۔

ایک غزوہ کے موقع پر حضرت رسول اکرم ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ چلئے میں اور آپ دوڑ لگائیں اور دیکھیں کون آگے آتا ہے؟ رسول کریم ﷺ پیچھے رہ گئے اور حضرت عائشہؓ آگے ہو گئیں۔ دیکھو! ایک بیوی کو کس انداز سے مانوس کیا جاتا ہے؟ یہ ہم لوگوں کیلئے رہبری ہوتا، ایک دم سے داروغہ کی طرح جانا بالکل ٹھیک نہیں۔ اولاد کو تم مانوس کرو۔ اولاد بالکل بگڑی ہوئی ہو۔ نماز نہ پڑھتی ہو۔ بیوی بالکل بے پردہ ہو، بے دین ہو۔ لیکن اس کو مانوس کروگے تو تم جیتو گے۔

● عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے!

مانوس کرنے کے باوجود دعوت کا کام کرنے کے باوجود، بہت سی باتیں تمہاری مرضی کے خلاف ہوں گی اسے برداشت کرو۔ اس لئے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر ٹیڑھی رکھتے ہوئے کام لو گے تو لے سکو گے اور ٹیڑھی کو بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی —— رسول کریم ﷺ سے حضرت عائشہؓ بڑھ گئیں۔ پھر دوسرے سفر میں حضور ﷺ نے فرمایا ذرا دوڑیں۔ اب حضرت عائشہؓ کا بدن ذرا بھاری ہو چکا تھا۔ دوڑیں، لیکن پیچھے رہ گئیں، اور حضور ﷺ آگے نکل گئے۔ اب حضور ﷺ فرماتے ہیں "تلک بتلک" دیکھو وہاں تم آگے ہو گئیں اور یہاں پر میں آگے ہو گیا —— ہائے! تم میں سے ایک بھی بیوی کے ساتھ دوڑنے والا نہیں۔ یہ سنت تو کسی نے نہیں ادا کی۔

● الٹی کو الٹی کرو گے تو سیدھی ہو جائے گی!

یہ بھی نہیں کہ بیوی کی ہر بات میں "ہاں میں ہاں" ملاؤ۔ اگر وہ بات ڈھنگ کی کر رہی ہے تو بات مانو۔ اور اگر بات ٹھیک نہیں ہے تو اس کا ذہن بناؤ۔ حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے جو ہم نے علماء سے سنا ہے۔ میں نے اسے مولانا یوسف صاحبؒ سے سنا ہے:-

"شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ"

عورتیں عام طور پر الٹی بات کریں گی۔ تو مشورے کرو۔ لیکن جو رائے وہ دیں، اس کا الٹا کرو۔ بات عورتیں الٹی کرتی ہیں۔ جب الٹی کو الٹی کرو گے تو سیدھی ہو جائے گی۔ نفی اور نفی اثبات کا فائدہ دیتا ہے۔ پس "شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ" مشورہ کرو، پھر الٹا کر دو، سیدھا ہو جائے گا۔ لیکن یہ قاعدہ اگر حضرت عمرؓ کا ثابت ہو جائے تو قاعدہ کلیہ نہیں ہو گا۔ یہ قاعدہ اکثریہ ہے —— لیکن اگر کوئی بیوی تم سے یہ کہے کہ تم چار مہینے

کیلئے جماعت میں چلے جاؤ، تو اس کا اثبات کرنا۔ اس کو مان لینا۔

● دعوت ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے:

میرے محترم دوستو! اس مجمع میں ایک حصہ پردہ نشینوں کا بھی ہے، وہ سنیں اور جو نہ ہوں تو یہ سب مرد موجود ہیں۔ ہر مرد چار قسم کی عورتوں کے بیچ رہتا ہے، بیوی، ماں، بہنیں اور بیٹیاں۔ اور عورتیں چار قسم کے مردوں کے بیچ رہتی ہیں: باپ، شوہر، بھائی، بیٹے۔ یہ تو ہماری اجتماعی زندگی ہے جو عورتیں مردوں والی ہیں اور مرد عورتوں والے ہیں۔ اور اللہ پاک نے دعوت کا کام مرد اور دونوں کے ذمہ والا ہے:-

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ج يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" (پ ۱۰ سورة التوبه)

مسلمان مرد اور عورت ایک اصول کے ساتھ جڑے ساتھ ہیں کہ بھلی باتوں کا حکم کرتی ہیں۔ بری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نمازوں کو قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ کی بات مانتے ہیں اور اس کے رسول کی۔

● اللہ عنقریب رحم کرے گا:

اللہ حاکم ہے۔ لیکن جس انداز کا تم رحم چاہتے ہو، ویسا رحم نہ دے تو تم گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ اللہ حکیم بھی ہے۔ تو تم چاہتے ہو ویسا وہ نہیں کرتا۔

عربوں نے کہا مولانا یہ سارا معاملہ کیا ہے؟ ہم بھی جہاد کرتے ہیں لیکن ہماری مدد نہیں ہوتی۔ پھر ہم نے ان کا غصہ ٹھنڈا کیا اور یہ بات سنائی۔ جس پر عربوں نے مجھے ڈانٹنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا وعدہ تو کیا ہے اللہ نے، اور ڈانٹ رہے ہو مجھ کو۔ یہ میرا وعدہ نہیں ہے، وعدہ تو اللہ کا ہے۔ تب وہ ہنس پڑے اس سے میرا مقصد ان کے غصے کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ اس کے بعد پھر وہ بات جو آپ حضرات کو سنائی، ان کو سنایا کہ اللہ

پاک نے پہلے تیرہ سال روکا۔ پھر مدینہ میں کہا کہ آپریشن تم خود کرو۔ تاکہ چند کا آپریشن ہو کر، دوسرے راہِ راست پر آجائیں۔

حضور کی شان رحمۃٌ للعالمینی:

دوسرے نبیوں کے زمانہ میں عام طور پر یہ ہوتا رہا کہ جتنے لوگ بگڑے تھے، ان سب کا صفایا اللہ نے کیا زلزلہ، طوفان اور سیلاب وغیرہ سے۔ رسول کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ عالمی طور پر زلزلے نہیں آئیں گے۔ بس کہیں کہیں زلزلہ۔ کہیں کہیں سیلاب اور کہیں کہیں تکلیف پریشانی۔ اللہ پاک نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ خود اور صحابہ کرام بھی مل کر ان کا آپریشن کرو۔ انہوں نے آپریشن کیا۔

اگر حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمینی کی شان کی رعایت نہ ہوتی، تو جتنے مجرم دنیا کے اندر ہیں سب کو اللہ ختم کر دیتا ہے۔ لیکن چونکہ فرمانبردار بھی اس لئے اللہ پاک کہیں کہیں زلزلے لاتے ہیں۔ تاکہ مجرموں کی آنکھیں کھلیں۔ سارے مجرموں کو اللہ پاک ختم نہیں کرتے۔

عالمی نبیؐ کا احترام!

البتہ جب ایسا دن آئے گا کہ پورے عالم میں عالمی نبی کی بات ماننے والا ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا۔ ایسا بھی کوئی نہ ہو جو اللہ اللہ ہی کہتا ہو، تو اس دن جو زلزلہ آئے گا وہ عالمی پیمانے پر آئے گا اور جو سیلاب آئے گا، عالمی پیمانے پر آئے گا۔ اس دن آسمان بھی ٹوٹے گا۔ پوری زمین پھٹے گی۔ اور اللہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر قیامت لا دے گا۔ لیکن اگر عالمی نبی کی بات ماننے والا ایک بھی رہا اور وہ بھی نماز، زکوۃ، حج کچھ نہیں کر رہا ہے، صرف اللہ اللہ کر رہا ہے تو زمین، آسمان، چاند، سورج کا نظام چلتا رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ کے عالمی نبی ہونے کے احترام میں۔

خدا کی طاقت کا اندازہ!

جب اللہ کے نام میں اتنی طاقت ہے کہ آسمان و زمین کا سارا نظام برقرار ہے صرف نام پر، تو اللہ کے بتائے ہوئے کام میں کتنی طاقت ہوگی؟! اور وہ طاقت قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ اسی لئے اس کے بار بار مذاکرہ کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول کریم ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کہ موت کا تذکرہ کرو۔ جو ساری لذتوں کو توڑنے والی ہے۔ ختم کرنے والی ہے۔

"اکثروا ذکر هادم اللذات الموت"

اگر تم بار بار اس کے تذکرے کرو گے تو پھر تمہاری یہ کیفیت نہیں ہوگی۔ جو تم نہیں جانتے اگر وہ تم کو معلوم ہو جائے تو ہنسنا بند کر دو گے رونا شروع کر دو گے۔ میدانوں میں چلے جاؤ گے۔ عورتوں سے صحبت کرنا چھوڑ دو گے۔

نیک و بد کے ساتھ قبر کا معاملہ:

پھر ارشاد فرمایا کہ قبر روزانہ اعلان کرتی ہے:۔

کہ میں وحشت کا گھر ہوں۔

کیڑوں کا گھر ہوں۔

غربت کا گھر ہوں۔

اجنبیت کا گھر ہوں۔

جب کوئی ایمان والا قبر کے اندر جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ ہیں ان میں سب سے زیادہ مجھے تو محبوب ہے۔ آج تو دیکھے گا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ پھر قبر تاحدِ نظر وسیع ہو جائے گی۔ اور جنت کا دروازہ کھل جائے گا۔ اتنا کھل جائے گا کہ جہاں تک اس کی نگاہ جا سکتی ہے۔

اور اگر کوئی مجرم دنیا سے جائے گا تو قبر کہتی ہے کہ پوری دنیا کے اندر جتنے لوگ چلتے ہیں ان میں تو میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور مجھے تجھ سے نفرت ہے۔ اب تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے بعد وہ قبر دونوں طرف سے مل جائے گی۔ اور ان کی پسلیاں ایسی مل جائیں گی جیسے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر دی جائیں۔ اور اسے کاٹنے کیلئے ستر اژدہے ایسے مقرر کر دیئے جائیں گے کہ اگر ان میں کا ایک بھی زمین پر پھونک مار دے تو قیامت تک وہاں گھاس اور دانے کا اگنا بند ہو جائے۔

◉ سننے سنانے میں ترتیب کا لحاظ ضروری ہے!

میرے محترم دوستو! قیامت کا دن تو اتنا بھاری ہوگا کہ وہ اس قبر کی تکلیف کو بھی بھول جائے گا۔ ایسا سمجھے گا جیسے خواب دیکھ رہا ہو اور کہے گا:۔

"مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ" (پارہ ۲۳ سورہ یٰسٓ)

ارے کس نے مجھ کو میری خواب گاہ سے جگا لیا۔ تو کہا جائے گا یہ وہی ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ اور نبیوں نے سچ بات کہی تھی۔

اس لئے:۔

دعوت کے مذاکرے ہوں۔

قبر کے مذاکرے ہوں۔

قیامت کے مذاکرے ہوں۔

خوب خوب مذاکرے ہوں۔

مردوں میں ہوں۔

گھر میں عورتوں کے سامنے اس کے مذاکرے ہوں۔

بچوں کے سامنے مذاکرے ہوں۔

لیکن بھائی ذرا احتیاط کے ساتھ چھوٹے بچوں کے سامنے اتنا بھیانک منظر قیامت کا قائم کرو گے تو بچے ڈر جائیں گے۔ ایسا نہیں کرنا ہے۔ سب کچھ ترتیب سے ہو۔ کس کو کتنا سنانا ہے ترتیب کے ساتھ ہو۔

◉ مسلمانوں کی زندگی میں پانچ باتیں لانی ہیں:

ایک یہ کہ —— مسلمانوں کے اندر دعوت کو پہنچاؤ۔

دوسرے —— مسلمانوں کی زندگی عملی زندگی بن جائے۔ اس کی محنت کرو۔

تیسرے یہ کہ —— ایمان کے اندر طاقت آجائے۔

اور چوتھی بات یہ کہ —— ہماری معاشرتی اور کاروباری لائن نبوی طریقے پر آجائے۔

اور پانچویں یہ کہ —— ہمارا اخلاقی معیار اونچا ہو جائے۔

یہ پانچ باتیں ہمیں کوشش کر کے مسلمانوں کے اندر لانی ہیں۔ جو صحابہؓ کے اندر حضور پاک ﷺ کی محنت سے آئیں۔

اسلامی معاشرت کے ساتھ اسلامی آئیڈیل زندگی کے ساتھ اگر کوئی دنیا میں جئے گا تو جہاں پر کرنے والے ہوں گے نہ کرنے والے بھی ہوں گے۔ وہ جب اس پاک زندگی کو دیکھیں گے تو جوق در جوق ایمان کی طرف چلے آویں گے۔ کوئی لڑائی جھگڑے کی ضرورت انشاء اللہ نہیں ہوگی۔

◉ ہماری آواز سب سے جدا ہو!

حضور اکرم ﷺ جماعتوں کو باہر بھیجا کرتے تھے تو یوں فرماتے تھے کہ پہلے تو کلمے کی دعوت دینا۔ نہ مانیں تو مصالحت کی بات کرو۔ یعنی جزیہ ادا کرو اور اگر وہ صلح صفائی کیلئے تیار نہ ہوں تو پھر اس کے بعد ان آپریشن کرو۔

جیسے فائر بریگیڈ کی آواز جدا ہوتی ہے، سب راستے خالی کر دیتے ہیں۔ اسی طرح پورے عالم کے اندر آوازیں لگ رہی ہیں، وہ ہیں:-

ملک ومال

سونا چاندی

روپے پیسے

دکان کھیت

اس سے یہ ہو جائے گا، اس سے وہ ہو جائے گا —— ہماری آواز یہ ہو کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ کرنے والے اللہ ہیں۔ جیسے فائر بریگیڈ کی آواز جدا ہوتی ہے، اس کو سن کر سب ہٹ جاتے ہیں۔ اگر ہماری آواز یہ ہوگی تو دھیرے دھیرے لوگوں کو اطمینان ہوگا۔ اور لوگ بات مانیں گے اور دین کا کام کرنے لگیں گے انشاءاللہ۔

✿ جہاد بغیر دعوت کے نہیں:

ایک بار جارڈن میں جماعت گئی۔ عرب نوجوان جمع ہو گئے اور کہا کہ یہودیوں سے قتال بعد میں کریں گے۔ پہلے تو تبلیغ کرنے والوں سے جہاد کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان تبلیغ کرنے والوں نے جہاد کا جذبہ مسلمانوں کے اندر سرد کر دیا ہے۔ جبکہ ساری قوموں میں جہاد کا جذبہ بھرا پڑا ہے۔

معاملہ سامنے آیا۔ امیر سوجھ بوجھ رکھنے والا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور ان نوجوانوں سے یوں کہا کہ سارے نوجوانوں کو تم جمع کرو اور پانچ منٹ کی بات تم سن لو۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو قتل کر دینا —— سب جمع ہو گئے۔

اس نے کھڑا ہو کر ایک بات کہی کہ جہاد بغیر دعوت کے ایسا ہے جیسے نماز بغیر وضو کے۔ دعوت ہے نہیں اور جہاد کر رہے ہیں۔ نماز بغیر وضو کے ہوتی نہیں، اور

جہاد بھی بغیر دعوت کے کرو گے تو اللہ پاک اسے قبول نہیں کرے گا۔ وہ سب کے سب سنانے میں آ گئے۔

✿ جوش کے ساتھ ہوش اور ہوش کے ساتھ جوش ضروری:

پھر کچھ نوجوان کھڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ پہلے یہودیوں کو دعوت دیں گے تاکہ اللہ کی مدد آئے۔ نوجوانوں کو جوش بہت ہوتا ہے ان کو تو ہوش کی لگام لگانی پڑتی ہے۔ اور بڑی عمر والوں میں ذرا جوش کا دھکا لگانا پڑتا ہے۔ دونوں ہی کام کرنے پڑتے ہیں۔

اب اگر تمہارے اندر اتنا ہوش ہو گیا کہ زندگی میں چار مہینہ دینے کی حکمت سمجھ گئے لیکن ابھی تیار نہیں ہو تو اس کام کیلئے تم کو جوش کا دھکا لگنا پڑے گا —— اور اگر جوش اتنا آگیا کہ بیوی کو ڈال دوں گا بیوہ خانے میں۔ اور بچوں کو ڈال دوں گا یتیم خانے میں۔ اور گھر بیچ دوں گا اور پوری زندگی اللہ کے راستہ میں نکل جاؤں گا تو اس کے اوپر ذرا ہوش کی لگام دیں گے۔ دونوں کام یہاں ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ نہیں معلوم کہ فلاں کے اندر ہوش زیادہ ہے یا جوش تو وہاں مشورہ کی ضرورت ہے۔

لیکن جس نے پوری زندگی میں چار مہینہ دیا تو اس کے سامنے اتنی جوشیلی بات کرنی چاہئے کہ آج ہی چار مہینے دیدے۔ اگر تم کہو کہ ترتیب کاموں کی بنا کر پھر دوں گا، ایسا نہیں ہے جو "گھر" گیا وہ "گھر" گیا۔ جس نے کہا "پھر" وہ ہو گیا "پھر" وہ ہمارے قابو میں نہیں آتا۔ یہاں پر کھڑے ہو کر جو چار مہینے لکھائے گا تو سب کہیں گے "ہاں!" اور جب گھر جاؤ گے اور وہاں ارادہ کرو گے تو سب کہیں گے نا!! جب ہاں کی فضا میں ہاں نہ کہہ سکو تو نا کی فضا میں ہاں کیسے کہہ سکو گے۔ اس لئے شیطان کے چکر میں نہ آنا۔ اور آج ہی چار مہینے کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

○ اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ضروری!

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا عربوں کی بات۔ امیر نے پھر پانچ منٹ بیٹھ کر بات سن لینے کی درخواست کی۔ اور کہا کہ یہودیوں کو جس اسلام کی دعوت دو گے وہ کون سا اسلام ہے؟

وہ اسلام جو کتابوں میں لکھا ہے اور رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا یا وہ اسلام جو آج مسلمانوں کے اندر ہے!

اگر مسلمانوں کے اندر جو اسلام ہے اس اسلام کی دعوت دو گے تو کہیں گے کہ یہ اسلام تو ہمارے بھی اندر ہے۔ آج چوری، ڈکیتی، لوٹ، کھسوٹ، دھوکا، غبن، خیانت مسلمان مسلمان ہو کر کرتے ہیں تو ہم یہودی ہو کر کرتے ہیں۔ اگر اسلام یہ ہے جو آج کے مسلمانوں میں ہے تو مسلمان ہو کر تمہارا یہ اسلام ہے اور ہمارا یہ اسلام یہودی بن کر ہے۔ پس وہ لوگ اس زمانے کے اسلام کو تو قبول کریں گے نہیں! اور اگر تم کہو کہ وہ اسلام جو کتابوں میں لکھا ہے جو اسلاف میں اور صحابہ میں تھا، تابعین میں تھا، اس اسلام پر آجاؤ۔ وہ صاف صاف کہہ دیں گے کہ وہ اسلام تو حضورؐ کے زمانے میں چلنے کے قابل تھا۔ راکٹ کے زمانے میں چلنے کے قابل نہیں۔ اگر راکٹ کے زمانے میں چلنے کے قابل ہوتا تو سب سے پہلے مسلمان اس پر چلتا۔ وہ لوگ تم سے یہی کہیں گے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ہمارے اندر اسلامی زندگی آجائے۔ اور مسلمانوں کو اسلامی طریقے پر لانے کیلئے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے مسلمانوں کو صبر سیکھنا پڑے گا۔ برداشت سیکھنا پڑے گا۔ کڑوی کڑوی سنی سیکھنا پڑے گی۔

○ سیکھے بغیر کامیابی نہیں:

ایک علاقہ کے اندر جماعت نے کام کیا۔ نمازی بہت بڑھ گئے تو وہاں کے امام سے

عرض کیا کہ آپ بھی چلئے جماعت میں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت کا کام تو دیکھ لیا ہے۔ اب ہم خود ہی کر لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دن میں پانچ مرتبہ گشت کرنا شروع کر دیا۔ صبح کے وقت جو سوئے رہتے تھے ان کی چارپائیوں کو مسجد میں لاکر رکھ دیا اور ان سے نماز پڑھنے کیلئے کہا۔ تو پہلے دن تو انہوں نے برداشت کیا۔ دوسرے دن وہ ڈنڈا لے کر سوئے۔ جب صبح کا وقت ہوا اور ان کے ساتھی گشت کیلئے آئے تو ان کی خوب پٹائی کی۔ تو سیکھے بغیر مسلمانوں کے اندر دعوت دینے جاؤ گے تو کامیاب نہیں ہو گے۔

○ چار مہینہ کے اندر کیا سیکھا؟

جارڈن کی جماعت والوں نے عربوں سے کہا کہ چار مہینے کیلئے ہمارے ملک میں آجاؤ۔ چنانچہ ان کی چار مہینہ کی جماعت بن گئی۔ اور اسے پورا بھی کر دیا۔ پھر میں ان لوگوں کو لیکر بیٹھا۔ میں نے کہا کہ ہاتھ میں چوڑیاں پہن لی ہیں کیا؟ جہاد کا وہ جذبہ بالکل ختم کیوں ہو گیا؟ ڈھیلا کیوں پڑ گیا؟ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ طعنے کیوں مار رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ تم جاؤ گے اپنے ملک اور وہاں لوگ یہ پوچھیں گے —— تو میں ان کا بن کر آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ وہ لوگ تم سے پوچھیں گے کہ چار مہینہ کے اندر تم نے کیا سیکھا؟

تو میں تم کو خود بتاؤں کہ تم نے چار مہینے میں کتنا سیکھا ہے؟ تم نے چار مہینہ میں زندگی کے ہر شعبہ کو نبوی طریقے پر چلانا سیکھا ہے۔ تاکہ مدد الٰہی آجائے۔

کاروباری لائن

گھریلو لائن

سیاسی لائن

یہاں تک کہ فوج میں اگر تم ہو، وہ بھی نبوی طریقے پر آجائے۔

جب آپ نبوی طریقے پر آجائیں گے اوران نبوی طریقہ زندگی میں ہوگا تواللہ کی مددیں آئیں گی ------- اب ان کی سمجھ میں آگیا کہ دین کو ہر جگہ لانا ہے۔ اور جب اللہ کی مدد آئے گی تو پہلا کام یہ ہوگا کہ لوگوں کے ذہن دین کی طرف آئیں گے اور پورے عالم کے اندر دین کی فضا بنے گی۔ پھر جب دین کی فضا پورے عالم میں بننی شروع ہوگی تو اس کے اثرات دوسروں پر پڑنے شروع ہوں گے، اور جب دوسروں پر پڑیں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ چاہے گورا ہو یا کالا، ہر ایک کا تعلق اللہ سے ہو جائے گا۔

● دعوت سے خلافت تک:

جب سب کے سب ایمان کی طرف آجائیں گے تو ان کا نظم چلانے کیلئے کوئی امیر المومنین ہونا چاہئے ------ تب سب کے سب لوگ اور علماء تلاش کریں گے کہ امیر المومنین کس کو بنائیں؟ خلیفہ کس کو بنائیں؟ جس میں صلاحیت ہو اور صلاحیت تو حکومت چلانے والوں میں ہے، دین نہیں تھا وہ ان میں آگیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چلو گورے چودھری سے کہیں گے کہ آپ ہمارے خلیفہ بن جائیں۔ وہاں جاکے دیکھا گورا چودھری رات کو رو رہا ہے۔ سب لوگ اور علماء اس سے ملے اور کہا کہ آپ ہمارے خلیفہ بن جائیں۔ وہ ہچکیاں مار مار کر روئے گا ------ انشاء اللہ کہے گا بھائی نہیں میں تو اپنے ہی لئے ڈرتا ہوں قیامت کے دن عدالت عالیہ میں حاضر ہونے سے۔ جب سارے لوگوں کا خلیفہ بن جاؤں گا تو سب کا حساب مجھے دینا پڑے گا۔ میں خلیفہ نہیں بنوں گا۔

اب تم لوگ لال چودھری کے پاس چلے، دیکھا تو اس کا بھی وہی حال، اس نے بھی کہہ دیا کہ میں نہیں۔ میرا قیامت کا معاملہ بگڑ جائے گا۔

مشورہ ہوگا کہ اب کالے چودھری کے پاس جاؤ۔ تو وہ لوگ کالے چودھری کے

پاس جاکر کہتے ہیں آپ ہمارے خلیفہ بن جائیں۔ ہمارے حاکم بن جائیں۔ اس سے بھی مایوسی ہوگی تو علماء مل بیٹھ کر مشورہ کرکے کسی ایک کو خلیفہ بنادیں گے پھر پورے عالم کے اندر تین باتیں چلیں گی۔

یا تو کلمہ پڑھو

یا تو جزیہ دو اور صلح کرلو

یا تو آجاؤ قتال کیلئے

ابھی سے وہ کام جو اس امیر کے کرنے کا ہے، تم کرنے لگ جاؤ۔ ابھی ابھی اگر آپ نے غیر مسلموں کو مارنا شروع کردیا تو مجھے بعض بعض موقعوں پر اس میں گناہ ہونے کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ تب وہ مجبور ہوں گے اپنی جان بچانے کیلئے۔ اپنے بچاؤ کیلئے کچھ نہ کچھ نہ کرنے پر۔

● ہمارے کام کی ابتداء کچی اینٹ سے!

میں کہتا ہوں کہ اس طریقے کے لڑائی جھگڑے سے ہمارا دین متاثر ہوگا۔ ہمارا کام تو کچی اینٹ سے ہوگا۔ سب سے پہلے وہی پانچ باتیں مسلمانوں میں پیدا ہوں، تب پورے عالم میں اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

اب ایک بات کہہ کے میں اپنی بات ختم کروں ------ یہ پانچ باتیں ہمارے کام کرنے والوں میں ابھی نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے پورے عالم میں اثر ڈالا یا نہیں۔ اللہ قادر مطلق ہے۔ رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ قرآن اترا تو قیصر و کسریٰ کی حکومتیں زیر ہوگئیں۔ آپؐ پیدا ہوئے تو کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ پڑے اور محل کی دیوار میں دراڑ پڑ گئے۔

کسریٰ نے ایک خواب دیکھا تھا۔ دربار میں آیا۔ نجومیوں کو بلوایا۔ ان کے بس میں

تعبیر نہیں تھی۔ شام کے اندر ایک بڑا نجومی تھا۔ اس سے پوچھنے گئے۔ وہ سکرات کے عالم میں تھا۔ مرتے مرتے اس نے کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت نکل چکی، بنی اسماعیل میں چلی گئی۔ اور وہ نبی آچکے ہیں۔

آپ کے یہ اثرات ہیں۔ ابھی وحی آپ پر نہیں اتری۔ آپ ﷺ کی چالیس سال عمر بھی نہیں ہوئی۔ صرف پیدا ہی ہوئے ہیں۔ اور پورے عالم پر اثرات ظاہر ہو گئے۔

یہ بات بھی جو ہم کہہ رہے ہیں وہ وجود میں آئے گی لیکن ابھی ہم لوگوں میں وہ صلاحیت وصفات نہیں۔ ہمارے اللہ نے محبوب نبی ﷺ ن پورے عالم کے اندر اثر ڈالا ہے۔ ہم بھی اگر قربانیوں میں آگے بڑھ گئے تو کیا عجب ہے کہ قومیں کی قومیں اور ملک کے ملک ایمان والے بن جائیں —— تب دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ایک ایک آدمی لاکھوں کروڑوں کو جنت میں لیکر جا رہا ہے۔ یہ بات بغیر قربانی دیئے نہیں ہو سکتی۔

اس لئے کھڑے ہو کر

ایسے لوگ اپنا نام پیش کریں

جنہوں نے آج تک اپنا نام پیش نہیں کیا ہے۔

بیان ۱۴

آپ اور ہم اللہ سے اپنے بارے میں جو چاہتے ہیں، ہم اللہ کے بندوں کے ساتھ وہ کرنا شروع کر دیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالے تو ہم دوسروں کے عیبوں پر پردہ ڈالیں —— اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہم پر رحم کرے، تو ہم دوسروں پر رحم کریں —— اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری غلطیوں کو معاف کرے تو ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں —— بڑی عجیب چیز ہے یہ۔

(اسی تقریر کا ایک پیراگراف)

یہ تقریر ——————

نومبر 1992ء میں ——————

بنگلے والی مسجد دہلی میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ
اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔
وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا
مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً۔

اما بعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

● چیزوں کے تین درجات:

میرے محترم بزرگو اور دوستو ہر چیز کے تین درجے ہوتے ہیں۔ ایک محنت اور کوشش کا، دوسرا درجہ اس چیز کا وجود، تیسرا درجہ اس کا فائدہ۔ کھیتی کے اندر بھی یہ چیز ہے۔ پہلے محنت پھر کھیتی پھر اس کا فائدہ۔ بالکل اسی طریقے سے دین کا معاملہ ہے۔ پہلے محنت ہوتی ہے کوشش ہوتی ہے اس کے بعد دین وجود میں آتا ہے اور اس کے بعد اس کا فائدہ ہوتا ہے۔

● دین کا اصل فائدہ:

دین کا جو اصل فائدہ ہے وہ ہے اللہ کا راضی ہونا۔ اللہ جب راضی ہوگئے تو بہت بڑا فائدہ مرنے کے بعد بھی ہوگا۔ ہمیشہ کی جنت میں آدمی جائے گا۔ اور ہمیشہ کی جہنم سے آدمی بچے گا۔

دنیا کے اندر اللہ کے راضی ہونے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اپنی قدرت کو حمایت میں لائیں گے۔ اپنی نعمتوں کے خزانے سے تعلق پیدا فرماویں گے۔ تو اللہ تعالیٰ برکتیں، رحمتیں، سکون، چین، اطمینان، محبتیں، امن و امان یہ دیں گے۔ علاقائی طور پر، شخصی طور پر، عملی طور پر جتنا جتنا دین زیادہ ہوگا، اللہ راضی ہوں گے۔

مگر دین ایک دم سے زندہ نہیں ہوتا۔ اس پر محنت کرنی پڑتی ہے۔ ہر نبی نے محنت کی۔ پھر دین زندہ ہوا، ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دین کی محنت کرنے کا جو طریقہ بتلایا اس طریقہ پر جتنی محبت ہوتی جائے گی تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دین کو زندہ فرماتے چلے جائیں گے، اور اس کا فائدہ بھی دیتے چلے جائیں گے۔ لیکن انسان محنت صحیح کرے۔

اب یہ ہماری جماعتیں جو اللہ کے راستے میں جا رہی ہیں، یہ اس محنت کو سیکھنے

کیلئے جارہی ہیں، اور اس محنت کرنا تو زندگی بھر ہے (انشاء اللہ) گھر پر رہیں تو اپنے مقام پر وہ محنت کرنی ہے، باہر جائیں تو باہر جا کر وہ محنت کرنی، لیکن محنت پہلے سیکھی جاتی ہے تو اس وقت میں آپ حضرات سے یہ بات مختصر طور پر عرض کروں گا۔

● دین کو زندہ کرنے کی محنت کا طریقہ:

اس محنت کا طریقہ کیا ہے؟ یہ محنت کیسے کی جائے، جس سے دین زندہ ہو؟ اس محنت کے کرنے میں سب سے پہلے جو چیز ملے گی، وہ ہدایت کا نور ملے گا دل میں انشاء اللہ نبیوں والی محنت جو کرتا ہے اللہ اسے ہدایت کا نور دیتے ہیں۔ ایک تو نبیوں والی محنت ہے اور ایک دعا ہو، یہ دو باتیں اگر ہوں تو اللہ پاک ہدایت کا نور دیتے ہیں۔

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ"

نبیوں والی محنت پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور "يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" جس آدمی میں انابت ہو، اللہ کی طرف رجوع ہو، طلب اللہ اسے ہدایت دیتا ہے، نبیوں والی محنت کیا ہے؟ اس کو آپ حضرات کے سامنے بہت مختصر انداز میں عرض کیا جائے گا۔ ہماری جانے والی جو جماعتیں ہیں وہ خوب دھیان سے اس بات کو سنیں، اور جو احباب واپس جانے والے ہیں، وہ حضرات بھی غور سے سنیں۔ کیونکہ واپس جانے والے جو حضرات ہیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اجتماع میں شریک ہو کر اگر نقد جماعت میں نکلے نہیں ہیں تو امید ہے کہ آئندہ نکلیں گے، اس لئے یہ باتیں کام آئیں گی، اور اپنے مقام پر جا کر بھی وہ کام شروع کر دیں۔ اللہ کا یہ فضل ہے کہ ہر جگہ کام کرنے والے کچھ نہ کچھ موجود ہیں۔ اس لئے مقام پر جا کر ہی کام شروع کر دیں۔

● تبلیغ کے کام کا طریقہ:

اب کام کا طریقہ کیا ہے۔ یہ جماعتیں جو اللہ کے راستے میں جارہی ہیں، یہ کام کس طریقے سے کریں؟ ایک تو اس بات کو ذہن میں بٹھالیں کہ اس محنت کو چھ باتوں کی پابندی کے ساتھ کرنا ہے۔ چھ نمبروں سے ہٹنا نہیں ہے، خوب اسے ذہن میں بٹھالیں۔ اور یہ کام کرنے والے کیلئے ہمارا وقت مسجدوں کے اندر گزرے۔ اور ایک بات یہ ذہن میں بٹھالیں کہ ذمہ دار (امیر، جماعت کا بنا ہو، اس سے جڑ کر کام کریں۔ اس کی بات کو مانیں، بازار میں گھومنا پھرنا نہ ہو۔ کام کے اندر لگے رہیں۔ اب میں وہ چھ باتیں عرض کردوں:۔

● چھ نمبر پورا دین نہیں:

چھ باتیں کیا ہیں؟ کس طرح ہمیں کام کو شروع کرنا ہے، اور اخیر تک کام کو اسی طریقے پر کرنا ہے۔ یہ جو چھ نمبر ہیں یہ پورا دین نہیں ہیں۔ لیکن پورے دین پر چلنے کی ان سے استعداد پیدا ہوتی ہے۔

● پہلی چیز:

ان چھ نمبروں میں سب سے پہلی چیز کلمہ ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ جب نبی بنے تو آپ نے کلمے کی دعوت کو لیکر گھر گھر پھرنا شروع کیا وہ کلمے کی دعوت کو لے کر گھر، گھر، در، در پھرے۔ تو سب سے پہلی چیز کلمہ ہے۔ کلمہ کے ایک تو معنی ہیں، اور ایک ہوتا ہے اس کا لفظ۔ اس کا لفظ بھی ٹھیک کرنا چاہئے:۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ * مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (ﷺ) بہت آسان ہے اس کا ترجمہ "سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں" اللہ کا شکر ہے

اس کا احسان ہے کہ ہم سب کی پیشانی اللہ ہی کے سامنے ٹکتی ہے۔

جڑ مضبوط ہونی چاہئے:

لیکن اس کلمے کو دل میں اتارنے کیلئے بار بار اللہ کی عظمت اور اللہ کی طاقت و قدرت، اللہ کے خزانے، اللہ کی ذات، اللہ کی صفات، اللہ کی نافرمانیوں پر پکڑ اور فرمانبرداریوں پر مدد، مرنے کے بعد اللہ خوش ہو کر جنت میں داخل کریں، ناراض ہو جائیں تو جہنم میں داخل کریں، بار بار اللہ کا تذکرہ ہو، اللہ کی عظمت کا تذکرہ ہو—— یہ جتنا زبان سے بولیں گے، اور کانوں سے سنیں گے اتنا ہی ہمارے دلوں کے اندر اللہ کا یقین اترے گا، جڑ جمے گی۔ کلمے کی جڑ جم جانے کے بعد پھر اگلے سارے اعمال بڑے طاقتور بنتے ہیں، ہر عمل میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اگر درخت کی جڑ نہ جمی ہو اور آپ پتیوں میں پانی پلاتے رہے۔ پھلوں میں پانی پلاتے رہے لیکن جڑ سوکھ رہی ہے، تو خالی پتوں اور پھلوں کو پانی پلانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ جڑ مضبوط ہونی چاہئے۔ کلمہ یہ جڑ ہے، اور ذہن کے اندر یہ بات بٹھانی ہے کہ کلمہ بول کر اور سن کر ہی اللہ کی عظمت اور اس کی طاقت و قدرت کا یقین آئے گا۔

زندگیوں کا بنانا اور زندگیوں کا بگاڑنا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دنیا کے اندر پھیلی ہوئی چیزوں سے زندگیوں کے بننے اور بگڑنے کا تعلق نہیں ہے۔ جس کی زندگی اللہ بنائے اس کی زندگی بنے گی۔ جس کی زندگی اللہ بگاڑ دے اس کی بگڑے گی۔ لیکن اللہ زندگیوں کو اندھا دھند بناتے بھی نہیں اور بگاڑتے بھی نہیں۔

زندگیوں کے بنانے کا ضابطہ:

اللہ کے نزدیک زندگیوں کے بنانے کا ضابطہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا پاکیزہ طریقہ ہے۔ جتنا وہ زندگیوں میں آئے گا تو اتنی زندگیاں بنتی چلی جائیں گی دنیا و آخرت

کی۔ اور جتنا وہ طریقہ زندگیوں سے نکلتا جائے گا، اتنی زندگیاں اجڑتی چلی جائیں گی دنیا اور آخرت کی۔ حضور اکرم ﷺ کا طریقہ پوری زندگی میں آئے اس سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ زندگیوں کے بنانے کا ہو گا۔ نعمتوں کے دروازے اللہ تعالیٰ کھولیں گے۔ اور تکلیفیں آئیں تو ان تکلیفوں کے اندر اللہ مددیں چھپی ہوں گی، اور اللہ کی رحمتیں چھپی ہوں گی، گو تکلیف ہے۔ لیکن اس کے اندر آدمی کو مزہ آئے گا اللہ کا تعلق ملنے کی وجہ سے۔ یہ ہے کلمہ! اس کی دعوت کو لے کر گھر گھر، در در پھرنا اور بار بار اللہ کا بول بولنا اور سننا۔

نماز پر اللہ کی مدد آتی ہے!

جب ہم نے یہ اقرار کر لیا کہ ہمیں اللہ کی بات کو ماننا ہے، اور رسول اکرم ﷺ کے طریقے کو ماننا ہے۔ جب یہ بات طے کر لی تو دیکھنا پڑے گا سب سے پہلے جو حکم ہے اللہ کا۔ دل میں کلمے کا یقین جمانے کے بعد وہ حکم نماز کا ہے۔ پنج وقتہ نماز یہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے۔ اب یہ نماز صرف اٹھک بیٹھک بن کر نہ رہے بلکہ نماز سیکھی ہو گی۔ نماز ایسی چیز ہے کہ اس پر اللہ کی مدد آتی ہے۔ کیونکہ نماز میں اللہ پاک خود ہم سے یہ کہلوا رہے ہیں۔

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (سورۃ الفاتحہ)

اے اللہ! ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

مدد اللہ سے مانگیں گے عبادت کرنے کے بعد۔

عبادت پر اللہ کی مدد کب آئے گی؟

لیکن عبادت پر اللہ کی مدد کب آئے گی؟ جب یہ عبادت اللہ کو پسند آ جائے۔ بازار میں کوئی چیز لیکر آپ بیٹھتے ہیں تو اس کی قیمت کب ملتی ہے؟ جب خریدار کو آپ کی وہ چیز پسند آ جائے تو پھر وہ اس کی قیمت دیتا ہے۔ تو اسی طرح نماز بھی اللہ کو پسند آ جائے۔

● نماز اللہ کو کب پسند آئے گی:

پسند جب آئے گی کہ نماز صحیح طریقہ پر پڑھی جارہی ہو، نماز کو صحیح طریقہ پر پڑھنے میں پہلے تو اس کا رکوع سجدہ، صحیح طریقے پر کھڑے ہونا، اس کے ساتھ ساتھ اندر جو چیزیں پڑھی جاتی ہیں وہ ہمیں صحیح یاد ہوں۔ رسول پاک ﷺ نے ہمیں جو دعائیں بتائیں ہیں وہ ہمیں صحیح یاد ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کے اندر اللہ کا دھیان ہو، نماز کے مسائل سے بھی واقفیت ہو ——— ناواقفیت پر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

● اختلافی مسائل جماعت میں بیان کئے نہ جائیں:

تبلیغ کا یہ کام پورے عالم میں ہمیں کرنا ہے، تو اس کے اندر جو اختلافی مسائل ہیں، اس کے تذکرے کو منع کرتے ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر آدمی مسئلے کا بتانے والا بن جائے۔ ہماری جماعتوں میں اکثر و بیشتر ایسے لوگ نکلتے ہیں جو ناواقف ہوتے ہیں، تو ہر آدمی مسئلہ بتانے والا نہ بنے۔ اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ مسائل میں اختلاف ہوتا ہے۔ تو اگر مسائل بیان کرنے شروع کئے، تو اختلاف ہو جائے گا اور کام نہیں ہو گا۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! مسائل کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

● بڑی عجیب چیز:

آسان سی تدبیر بتا دیجئے آپ کو کہ آپ اور ہم اللہ سے اپنے بارے میں جو چاہتے ہیں ہم اللہ کے بندوں کے بارے میں وہ کرنا شروع کر دیں۔ بڑی عجیب چیز ہے یہ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالے، ہم دوسروں کے عیبوں پر

پردہ ڈالیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہم پر رحم کرے تو ہم دوسروں پر رحم کریں۔ یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری غلطیوں کو معاف کرے تو ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔ اس سے اللہ ہماری غلطیوں کو معاف کرے گا۔ بڑی عجیب چیز ہے یہ۔

● میں نے تیرے کھوٹے عمل قبول کئے:

ایک حکایت

ایک آدمی تھا۔ اس کی عادت یہ تھی کہ وہ کھوٹے روپے لے لیتا تھا اور مال پورا دیتا تھا۔ پوری زندگی اس کی گزر گئی اور اس کا انتقال ہوا۔ مشہور ہو چکا تھا کہ فلاں دوکان پر کھوٹا سکہ چل جاتا ہے۔ اور وہ کھوٹے سکے لے لیتا تھا۔ چیز پوری دیتا تھا اور وہ کھوٹا سکہ خود کسی کو نہیں دیتا تھا۔ دوسرے کو کھوٹا سکہ دینا یہ تو برا ہے۔ لیکن کھوٹا سکہ جان کے لے لیتا تھا۔ لینا برا نہیں۔ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے پیشی ہوئی "کیا لایا ہے؟" ——— اس نے کہا اے اللہ کوئی عمل تیری شان کے مطابق میرے پاس نہیں۔ تیری شان بہت بڑی ہے۔ بس اتنا کر کے میں آیا ہوں میں دنیا سے کہ میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے لئے تو میں بھی تیرے کھوٹے عمل قبول کرلوں گا۔ بڑی عجیب چیز یہ ذکر کر رہا ہوں۔

میرے محترم بزرگو دوستو! اللہ سے اپنے بارے میں جو معاملہ کرانا ہو، بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرنا شروع کر دو۔ بڑی عجیب چیز ہے۔ بہت مشق کا موقع ہے۔ جماعتوں میں نکل کر مشق کا موقعہ ہے۔ ساتھیوں کے ساتھ بھی، اور جہاں جاؤ گے وہاں والوں کے ساتھ بھی۔ یہ ہے چوتھی چیز۔

تبلیغ کا کام صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے ہو:

ایک ہے پانچویں چیز —— وہ ہے نیت کا خالص کرنا۔ یعنی کام جو دین کا کام کیا جائے وہ صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیا جائے، اس میں دنیا کی کوئی غرض نہ ہو، اللہ کو راضی کرلیں۔ اور میں آپ کو بتاؤں اللہ کو کون راضی کرے گا؟ جس آدمی کے اندر اللہ کے خزانوں کا یقین اترا ہوگا، اللہ کی قدرت اور طاقت کا یقین اترا ہوگا، تو وہ آدمی دین کا کام اس چھوٹی سی دنیا کی غرض کیلئے نہیں کرے گا۔ کبھی بھی وہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ اللہ کے خزانوں کے مقابلے میں یہ پوری دنیا مچھر کے پر کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ تو جس نے اللہ کے خزانوں کا یقین پیدا کرلیا اپنے دل میں، اور اللہ کی قدرت کا یقین پیدا کیا تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ وہ دین کا کام دنیا کیلئے کبھی نہیں کرے گا۔ بڑا بننے کیلئے کبھی نہیں کرے گا، صرف اللہ کیلئے کرے گا۔

ایمان اور اخلاص میں طاقت کیونکر پیدا ہو:

اس کو میں دوسرے لفظوں میں بتاؤں، جتنی ایمان کے اندر طاقت ہوگی اتنا اس آدمی کے اخلاص میں طاقت ہوگی۔ اور ایمان کی طاقت جو پیدا ہوتی ہے، وہ بار بار اللہ کا بول بولنا اور سننا جس کا نام ہے دعوت کی فضا۔ اس میں ایمان کی طاقت پیدا ہوتی رہی تو انشاء اللہ اخلاص کی طاقت بھی پیدا ہوگی۔ ہر عمل اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیا جائے، اس کی ہمیں مشق کرنی ہے، اس میں کسی لائن کی خود غرضی نہ آوے، اس میں اپنی جی چاہی نہ آوے، بس اللہ راضی ہو جائے۔

اللہ راضی کب ہوگا؟

لیکن اللہ راضی کب ہوگا؟ —— جب وہ پانچ باتیں جو بتائی گئیں ایمان کی

طاقت ہو، نماز والا جذبہ ہو، حضور والا طریقہ ہو، اللہ والا دھیان ہو اور ایثار و ہمدردی ہو، پھر یہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ حقوق العباد کا ادراک رکھنا یہ تو بالکل قانونی حکم ہے خدا کا۔ اس کے بعد پھر ایثار و ہمدردی والی بات آتی ہے جو اخلاق حکم ہے کہ جس پر اللہ اس کے درجات بلند کرے گا۔ یہ چند باتیں جو آپ حضرات کے سامنے عرض کی ہیں، اس کی اندرونی کیفیات ہر عمل کے اندر وجود میں آتی چلی جائیں۔

تبلیغ کی محنت نبیوں والی محنت ہے:

اور ایک چھٹی بات ہے —— اور وہ ہے دعوت کی محنت مقام پر رہے تو کرنی، باہر رہے تو کرنی۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ آخری نبی ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، یہ اللہ پاک نے طے کردیا ہے۔ نبیوں کا آنا بے حد ضروری تھا۔ کیونکہ نبیوں کے آنے پر لوگوں کو اللہ والا راستہ ملتا تھا اور لوگ اللہ سے تعلق پیدا کرتے تھے۔ اللہ کو راضی کرتے تھے۔ دنیا میں چمکتے تھے مرنے کے بعد جنت میں جاتے تھے۔ لیکن نبیوں کا آنا جب بند ہوا تو پھر یہ نبیوں والا کام رسول پاک ﷺ نے اس امت کے حوالہ کردیا کہ یہ نبیوں والا کام پوری امت مل کر کرے گی۔ تاکہ پورے عالم کے اندر اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ سے ہو جائے اور اللہ کے بندے ایمان والے راستے پر آجائیں، اللہ کے بندے امن وامان میں آجائیں، اللہ کی رحمتوں میں آجائیں۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ پورے عالم کیلئے رحمت ہیں۔ پوری دنیا والوں کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔ یہ کب ہوگا، جب یہ امت اس دعوت کے کام کو کرے۔ اور رسول پاک ﷺ نے اس دعوت کے کام کو کرانے کیلئے سوا لاکھ صحابہ کرام کا مجمع تیار کردیا، قیامت تک کیلئے وہ نمونہ رہے گا۔ کیونکہ قیامت تک جو لوگ دنیا میں آئیں گے، مختلف حالات کے، مختلف مزاج کے تو وہ کس طریقے سے دعوت کے کام کو کرے۔ غریب آدمی

کیسے کرے گا، مالدار آدمی کیسے کرے گا، زیادہ سوجھ بوجھ والا آدمی کیسے کرے گا، کم سوجھ بوجھ والا آدمی کیسے کرے گا۔ کیونکہ ہمارے اس دعوت کے کام میں کوئی ان فٹ نہیں ہے۔

ہر عمل میں حضورؐ کی اتباع ضروری:

میرے محترم بزرگو اور دوستو! دعوت کا یہ کام، تبلیغ کا یہ کام جو رسول پاک ﷺ کی نیابت میں اور نبیوں کی نیابت میں اس پوری امت کو ملا ہے وہ پوری زندگی کیلئے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا: "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" —— اے محمد! (ﷺ) آپ کہہ دو سب سے کہ اگر تم لوگ مجھ سے محبت کرتے ہو تو تم میری اتباع کرو یعنی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو۔ جب تم رسول پاک ﷺ کی اتباع کرو گے تو میں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔

اللہ کہتے ہیں میں تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ پہلا درجہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ سے محبت کریں، درمیان کا واسطہ کیا ہے، حضور کی اتباع کریں تو نتیجہ کیا نکلے گا، اللہ ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اور اللہ جب محبت کرنے لگیں گے تو اس سے اونچی دولت کیا ہوگی ہمارے لئے۔ لیکن اس میں بیچ کی کڑی کیا ہے رسول پاک ﷺ کی اتباع، یعنی آپؐ کے طریقے پر چلے۔ اب دیکھئے کھانے میں حضور کا طریقہ، پینے میں، شادی میں، مکان میں، نماز میں، روزے میں، حج میں حضور کا طریقہ زندگی بھر کیلئے، چار مہینہ کیلئے نہیں، چلے کیلئے نہیں۔ بلکہ زندگی بھر کیلئے۔ ایک بتا بڑے دھیان اور ذرا دل لگا کر سنو کہ کھانا، پینا، استنجا، نماز، روزہ، ان میں حضور کا طریقہ حضور کی اتباع۔

عرض یہ کرتا ہوں کہ وہ محنت و دعوت کی لائن اور وہ کوشش جو رسول پاک ﷺ نے نبوت ملنے کے دن سے شروع کی اور دنیا سے تشریف لے جانے کے

دن تک اسے کرتے رہے، کوئی دن اس سے خالی نہیں گیا۔

دعوت کے کام کو کتنا اور کیسے کریں؟

صحابہ نے جب سے کلمہ پڑھا۔ موت تک انہوں نے دعوت کی محنت کی۔ تو اس میں بھی تو حضورؐ کا طریقہ ہونا چاہئے۔ جیسے کھانے میں حضورؐ کا طریقہ، پینے میں حضورؐ کا طریقہ، تو دعوت کی اور دین کی محنت اور کوشش کی جو لائن ہے اس میں بھی تو حضور اکرم ﷺ کا طریقہ ہونا چاہئے۔ اور پھر بے تکلف عرض کردوں کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کام کو کتنا کیا اور کیسے کیا۔ صحابہ نے کتنا کیا کیسے کیا۔ تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ یہ دعوت کا کام اور یہ دین کی محنت کا کام اس کو صحابہ نے اپنا کام بنایا۔ زندگی بھر کیلئے تو یہ تبلیغ کا جو کام ہے تو یہ ہمیں اپنا کام بنانا ہے اور کام بنا کر کے کرنا ہے لیکن چونکہ ہم اس سے بہت دور ہو چکے ہیں، ان چودہ سو سال کے اندر تو ہمارے بڑوں نے اس کی بالکل پہلی سیڑھی ہمیں یہ بتادی کہ زندگی میں ایک مرتبہ چار مہینہ اللہ کے راستہ میں نکلنا، اور اس پاکیزہ زندگی کا سیکھنا اور اس پاکیزہ کام کو سکھانا، پھر سال کا ایک چلہ مہینے کے تین دن، ہفتے کے دو گشت، ایک اپنی مسجد میں، ایک دوسری مسجد میں، اور روزانہ کی تعلیم اپنے گھر میں، اپنی عورتوں، بچوں کے اندر یہ روزانہ کی دو تعلیمیں، اور روزانہ ڈھائی گھنٹہ اپنی مسجد کے آباد کرنے میں فارغ کرنا روزانہ کا ڈھائی گھنٹہ اس کے ساتھ تسبیحات و تلاوت وغیرہ کی پابندی میں اتنا اگر آدمی کرلے تو اس نے گویا پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ اس پاکیزہ کام کی جو پاکیزہ کام اللہ کی نبی پوری امت کے سپرد کر گئے، زندگی کیلئے۔

حضورؐ کے کام کو ہم اپنا کام بنائیں گے تو ہمارے مسائل حل ہوں گے:

دھیان سے اس بات کو دل میں اتار لو کہ ہم حضور کے کام کو جتنا اپنا کام بنائیں گے، آپ حضرات بالکل اس بات کے بارہ میں پریشان نہ ہونا کہ ہماری عورتوں کی

پرورش کا کیا ہوگا۔ اور ہمارے بچوں کی پرورش کا کیا ہوگا۔ جو اللہ ڈاکوؤں کو پالتا ہے، چوروں کو پالتا ہے، بے ایمانوں کو پالتا ہے، اور غلط کام کرنے والوں کو پالتا ہے، تو اگر یہ مجمع اور ہم سارے کے سارے رسول پاک ﷺ کے کام کو اپنا کام بنائیں، تو کیا اللہ ہمیں بھوکا رکھے گا؟ ہماری عورتوں کو بھوکا رکھے گا؟ اللہ ہمارے بچوں کو بھوکا رکھے گا؟ اتنی بڑی بات اللہ کے بارے میں سمجھنا، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، نیت کریں ہم سارے کے سارے کہ اللہ پاک کو ہم اس چھوٹی سی زندگی جو چالیس پچاس سال کی زندگی ہے موت آنے کے بعد ہم کچھ نہیں کرسکیں گے، چاہیں گے تو بھی نہیں کرسکیں گے تو یہ زندگی ہماری صرف کھانے کمانے میں نہ گزرے بلکہ رسول پاک ﷺ کے کام کو ہم اپنا کام بنائیں، اور حضور کے درد کو اپنا درد بنائیں، حضور کے غم کو اپنا غم بنائیں۔

❁ غیبی طریقے پر اللہ پریشانیوں کو دور کرے گا:

اگر ہم نے حضور کے درد کو اپنا درد بنایا تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ دنیوی لائن کی جو تکلیفیں ہیں یا تو اللہ پاک ان تکلیفوں سے نجات دے گا اور اگر طے شدہ تکلیفیں آ بھی گئی تو وہ تکلیفیں آسان ہوں گی، حضور کے درد اور غم کے مقابلے میں۔ اور اللہ غیبی طریقے سے ان پریشانیوں کو دور کرے گا۔ جیسے کسی کی ناک بند ہوگئی اور وہ نوشادر اور چونا رگڑ کر سونگھے تو کیسے ناک اس کی کھل جاتی ہے۔ تو اللہ پاک پریشانیوں کو دور کرے گا، ضرورتوں کو پورا کرے گا۔

❁ اللہ تھوڑے وقت میں برکت دے گا:

اس کا یہ مطلب بالکل نہ لیا جائے کہ حضور کے کام کو کام بنانے والا آدمی کاروبار نہیں کرے گا یا گھر نہیں دیکھے گا۔ کاروبار بھی کرنا ہوگا، گھر بھی دیکھنا ہوگا۔ صحابہؓ نے سب کیا۔ لیکن حضور کے کام کو کام بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کے دین کا تقاضہ

آجائے تو اپنی کاروباری اور گھریلو ترتیب کو تھوڑا آگے پیچھے کرنا، اور دین کے تقاضے و مقدم کرنا، اس سے فارغ ہوکر پھر کاروبار اور گھر کو دیکھنا، اور اس میں اللہ پاک کا معاملہ یہ ہوگا کہ وقت چاہے تھوڑا بچے کاروبار بھی اور گھر میں بھی لیکن اللہ پاک تھوڑے سے وقت کے اندر حیرت انگیز برکتیں دیدے گا۔ وہ قادر مطلق ہے۔

❁ ہمارے کرنے کا کام کیا ہے؟

لیکن میرے محترم دوستو! ہمارے بڑوں نے بہت سوچ سمجھ کر ہماری ساری کمزوریوں کی رعایت فرما کر ہمیں یہ بتایا ہے کہ تم کچھ نہیں کرسکتے تو پوری زندگی میں سے ایک مرتبہ چار مہینہ دیدو، اور پھر سالانہ، ماہانہ، روزانہ اور ہفتہ کی جو ترتیب بتائی گئی ہے وہ کرو۔ اس کے اندر کیا ہوگا، کاروبار اور گھریلو ترتیب جو ہے، اس کو ذرا آگے پیچھے کرنا ہوگا۔ آگے پیچھے تو ہوگا ہی۔ لیکن اس کے آگے پیچھے کرنے میں ہمارا اللہ سے جو تعلق ہوگا مقامی کام اور بیرونی کام کرنے میں جو ہم سب کے دل میں اللہ کا تعلق پیدا ہوگا، اور جو نبیوں کا غم اور درد دلوں کے اندر پیدا ہوگا، کہ اے اللہ! دنیا کے اندر کروڑوں آدمی بغیر کلمے والے مر مر کے جہنم میں جاتے رہے اور ہم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کیا۔

اور ہمارے کرنے کا کام کیا ہے؟ کہ جس نے کلمہ پڑھا، اس میں نبی پاک ﷺ والی پاکیزہ معاشرت ورہن سہن آجائے، پاکیزہ معاملات اور لین دین آجائے، اخلاق اونچے اور شریفانہ آجائیں۔

❁ آخرت کی دولت وثروت:

اس مقصد کیلئے درکار ہے، محنت و دعوت کی وہ ترتیب جو عرض کی گئی ساتھ ہی مہینہ کے تین دن اس کام کیلئے فارغ ہوں۔ پہلے تو روزانہ کے ڈھائی گھنٹہ ہوں، نہ

معلوم اس ڈھائی گھنٹہ کے اندر آپ کتنے گھروں اور دروں پر جائیں گے اور آپ کتنے درد اور فکر کے ساتھ اس ڈھائی گھنٹہ کے اندر نہ معلوم کتنے لوگوں کا رخ اللہ کی طرف موڑنے کا ذریعہ بن جائیں گے۔

یہ آپ کیلئے ایک دولت وثروت ہوگی۔ اور آخرت کے اندر آپ کے کام آئے گی —— اس لئے سارے کا سارا مجمع اس بات کو ٹھان لے کہ اے میرے اللہ! ہم اس دنیا کے اندر آئے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے درد کو اپنا درد بنانے، اے اللہ! ہم کہاں لگ گئے، صرف کھانا اور کمانا۔ اس لئے اللہ سے معافی مانگ کر اور یہ کہہ کر اے اللہ! ہماری کمزوریوں کی رعایت کر کے، ہمارے بڑوں نے جو عمر بھر کے چار مہینے کہے ہیں، اے اللہ! وہ ہم سے تو ولوا ہی دے۔ اور سالانہ چلہ اور ماہانہ تین دن اے اللہ! اتنا تو ہم کم سے کم کر گزریں۔ سارا مجمع اس کیلئے نیت کرے۔

● قیمتی لوگ:

اللہ کی راہ میں نکلنے کے کیا کیا فضائل بتائے گئے:۔

"لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا"

ایک صبح ایک شام اللہ کے راستے میں نکلنا دنیا اور اس کے اندر کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ کس قدر خوش نصیبی، کس قدر سعادت مندی ہے اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کے کپڑوں کے اوپر جو دھول اور بدن پر جو دھول آتی ہے، اس بدن پر جہنم کا دھواں حرام ہو جاتا ہے۔ کتنی خوش نصیبی ہے نکلنے والی جماعتوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کی طرف دیکھنے میں بھی ہم امید رکھتے ہیں کہ ثواب دے گا۔ یہ کتنے مبارک چہرے ہیں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کے، چاہے یہ اپنے گھروں پر درزی تھے، سنار تھے، لوہار تھے، ٹیکسی والے تھے، کھیتی والے تھے، لیکن اس وقت تو یہ اللہ کے راستے

میں جارہے ہیں، اس لئے اللہ کے راستہ میں جانے والے یہ بڑے قابل قدر ہیں۔

● مقامی ذمہ داروں سے گزارش:

پورے مجمع سے اور پورے ہندوستان کے لوگوں سے ہم دست بستہ یہ گزارش کریں گے کہ یہ پاکیزہ اور مبارک لوگ تمہارے علاقوں میں جب آئیں، جب تمہارے گاؤں میں آئیں، تمہارے صوبے اور تمہارے ضلع میں جب آئیں تو بالکل ان کو لپٹ جاؤ ان کو استعمال کرو، صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

● جماعت میں نکلنے والے فرشتہ نہیں:

میرے محترم دوستو! ان ہماری نکلنے والی جماعتوں سے اگر کچھ بھول چوک ہو جائے اس لئے کہ نکلنے والے یہ لوگ فرشتہ ہیں نہیں، نہ معلوم کن کن کو یہ لوگ چھوڑ کر نکلے ہیں، اگر ان سے کچھ چوک ہو جائے تو بجائے اس کے کہ ان کو لعنت، ملامت کی جائے، ہر جگہ ہمارے کام کرنے والے دوست موجود ہیں، وہ ان کے ساتھ لگ کر ان کے اندر کی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

● ایک طرف سے ہجرت، دوسری طرف سے نصرت ہو:

یہ ہمارا اپنا کام کرنے کا طبقہ جو پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے، یہ جماعتیں جو جاری ہیں، ان کے ساتھ رہیں، ان کو گشت کرائیں، ان سے تعلیمیں کرائیں، اور ان سے جماعتیں نکلوائیں۔ ان میں جو صلاحیتوں کے لوگ ہیں، اس صلاحیت کے اعتبار سے ان کو استعمال کیا جائے یہی نصرت یہ ہے، جو مدینہ والوں نے مکہ والوں کے ساتھ کی تھی، اس کو اتنی اہمیت حاصل ہے، اتنا ضرور کریں۔ ایک طرف ہجرت ایک طرف نصرت۔

کام چھ نمبروں کی پابندی سے کریں:

میں نے آپ حضرات کے سامنے چھ نمبر بتائے۔ ان چھ نمبروں کی پابندی کے ساتھ ہمیں کام کرنا ہے۔ ایک بات اور عرض کروں:- چند باتیں ایسی ہیں جن میں اپنے وقت کو مشغول کرنا ہے۔ جو جانے والے احباب ہیں وہ بھی دھیان سے سن لیں کہ چند باتیں ایسی ہیں جن میں اپنے وقت کو مشغول کرنا ہے۔

ایک تو دعوت کے کام میں —— ہمارے کام کرنے والے، جماعتوں میں گھومنے والے ایک تو اپنا وقت دعوت کے کام میں لگائیں۔ دعوت کے کام کے اندر ایک تو عمومی گشت ہے، ایک خصوصی گشت ہے، ایک انفرادی طور پر جو بھائی ملے تو اس کے سامنے بھی اللہ کی بات کرنا اپنے ذمہ دار کی اجازت کے ساتھ۔

بجائے امیر کے "ذمہ دار" کا لفظ استعمال کریں:

امیر کے بجائے اب لفظ "ذمہ دار" کا عرض کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امیر کے لفظ میں ایک جگہ ہمیں بڑی پریشانی ہوئی۔ امیر کے معنی ان کے یہاں "گورنر" کے ہیں۔ وہاں کے لوگ بہت فکر میں تھے کہ باہر کا کون گورنر آگیا۔

اب ہمارے ملک کے اندر امیر ایک بہت عہدہ بن گیا تو اس پر پریشانیاں آئیں، تو ہمارے موجودہ حضرت جی دامت برکاتہم نے مصلحت کو سامنے رکھ کر یہ کئی مرتبہ فرمایا کہ بھائی ذرا لفظ ذمہ دار کہو، ذمہ دار کا لفظ کہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بڑائی سے بچائے۔ بڑائی ہم میں نہ آئے۔

ہمارا وقت ضائع نہ ہو:

عمومی گشت اور خصوصی گشت کے ساتھ اجتماعی دعوت کا کام بھی اہتمام ہو۔

جیسے مجمع کے اندر بیان ہو رہا ہے۔ اس میں ہمارا وقت لگے، یا ہمارا وقت لگے تعلیم کے اندر، تعلیم کے اور کتابوں کا پڑھنا بھی ہے، انفرادی طور پر سیکھنا سکھانا بھی ہے۔ وقت ضائع نہ ہو جائے۔ تعلیم میں وقت لگے، ذکر و تلاوت میں، دعاؤں میں، نمازوں میں، اور ایک ساتھی، دوسرے ساتھی کی خدمت گزاری میں وقت لگائے۔

چند ایسی باتیں، جن سے بچنا ضروری ہے:

اب چند ایسی باتیں ہیں جن سے بچنا بہت ضروری ہے، ایک تو کسی سے کچھ مانگا نہ جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے دل کے اندر دوسرے سے مال یا کھانا کا خیال نہ لایا جائے۔ تیسری یہ بات کہ بھائی ہم کو اگر اللہ نے بہت کچھ دے رکھا ہو تو فضول خرچی سے بچیں۔ یہ چند باتیں ایسی ہیں کہ جن سے ہم بچیں۔

ایسے کام جن میں وقت کم سے کم لگائیں:

اب چند ایسے کام ہیں کہ اس میں وقت ضرورت کے لحاظ سے کم سے کم لگے۔ لگانا تو پڑے گا ہی، جیسے کھانا اور پینا، پاخانہ و پیشاب، سونا اور ضرورت کی بات کرنا اس میں زیادہ وقت نہ لگے۔ اس بات کا لحاظ ہمیں رکھنا ہے۔

ذمہ دار یعنی امیر کی بات مان کر چلیں:

ایک بات کا خوب خیال رہے کہ جو جماعت بنے گی اس کا ایک ذمہ دار ہوگا۔ اس ذمہ دار کی بات مان کر چلنا۔ اور جو ساتھی ذمہ دار ہو، اپنے ساتھیوں کو ترغیب کے ساتھ چلائے۔

سفر کے معمولات کیا ہوں:

باتوں کے اور چھ نمبروں کے بیان میں بہت سی باتیں آگئی ہیں آپ کے سامنے

لیکن چوبیس گھنٹے کا وقت کیسے گزارنا ہے یہ میں مختصر طور پر عرض کروں گا۔ ایک بات پہلے عرض کردوں کہ آپ جہاں جائیں گے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اکثر جگہوں پر ہمارے پرانے کام کرنے والے آپ کو مل جائیں گے، آپ ان پرانے کام کرنے والوں کو باخبر کرکے، ان سب کو ساتھ لے کر عملی زندگی ان سے سیکھیں آپ سب حضرات یہاں سے جب حضرت جی (حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر جماعت) سے مصافحہ کرکے روانہ ہوں، تو اپنی جگہ تجویز کرلیں۔ آگے جو ریل، یا موٹر وغیرہ جو نظم کرنا ہو، ان کے ساتھی مقرر کردیں، اور پورے وقت کا نظم کرلیں کہ کس وقت تعلیم کرنی ہے، کس وقت آرام کرنا ہے، کس وقت جانا ہے۔ آپ حضرات پیسے بھی جمع کرلیں تھوڑے تھوڑے کسی ایسے آدمی کے پاس کہ جس پر آپ کو اطمینان ہو۔ بعض مرتبہ ایسے اجنبی ہوتے ہیں کہ لے کر چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پریشانی ہوتی ہے۔ موٹر اسٹینڈ پر آپ جائیں تو جو جانکار آدمی ہو، وہ اپنا کام کرے اور آپ بیٹھ کر تعلیم کا حلقہ کریں۔ چونکہ ہر طرح کے لوگ ہوں گے برادران وطن وغیرہ، تو اس تعلیم کے حلقہ میں ایمان کی بات ہو، اخلاق کی بات ہو، آخرت کی بات ہو، اللہ کی بات ہو جس سے ان کے دل مانوس ہوں وہ بھی آکر بیٹھ جائیں۔ ریل کا وقت ہمارا ضائع نہ ہو۔ ساتھیوں کا اعتراف کریں، پہچانیں ان کی صلاحیت کیسی ہے؟ اگر ان میں صلاحیت ہے تو کام کے اندر استعمال ہو، اسی کے اندر اندازہ لگائیں کہ ہمارے کون سے ساتھی کو پوری نماز یاد ہے کون سے ساتھی کو پوری یاد نہیں، کس کو کلمہ یاد ہے، کس کو یاد نہیں تو یہ ذرا دھیان دو سیکھنا اور سکھانا۔ کیونکہ چلہ بھی آدمی گزار کر آئے اس کو نماز بھی یاد نہ ہو تو وقت اچھا نہیں گزرا۔ تو یہ سب کام ریل سے ہی شروع کردو، ریل کے پنجروں سے اخلاقیانہ معاملہ ہو، نماز کا وقت آئے تو نماز کو وقت کے اندر ریلوں میں کھڑے ہوکر اسٹیشن پر اترنے کی گنجائش نہ ہو اور اگر فراغت ہو تو اتر کر پڑھے تو زیادہ

اچھا ہے۔ لیکن خوب اطمینان ہو گھبرا کر نہیں۔ ریل سے اترنے کے بعد اپنا سامان، اپنے سامنے رکھ کر، ساتھیوں کا ذہن بنا کر دعا مانگ کر وہاں سے آپ بستی کے اندر روانہ ہوں۔

شیطان کا زہریلا تیر:

روانگی کے وقت نظریں نیچی کرکے زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے راستے کے ایک طرف ہوں، نظروں کی بڑی حفاظت کی جائے۔ تصویروں کی طرف یا عورتوں کی طرف سے نگاہیں نہیں جانی چاہئیں، ٹیلی ویژن یہ شیطان کا زہریلا تیر ہے۔ اللہ بچائے گناہ کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے اور انتہا زناکاری پر ہوتی ہے۔ تو آدمی ابتدا ہی میں بچار ہے۔ اس لئے نظروں کی بڑی حفاظت کرنی چاہئے۔

بستی میں پہنچ کر کیا کریں؟

اب اس کے بعد جس مسجد میں آپ کو جانا ہے، وہاں آپ پہنچیں۔ اگر پیدل جماعت ہے تو راستہ کے اندر سیکھنے سکھانے کی فضا ہو، اور بستی میں داخل ہونے سے پہلے ضروریات سے فارغ ہولیں پھر مسجد میں داخل ہوں، مسجد کے اندر سنت کے طریقے سے داخل ہوں، اپنا سامان کسی کمرہ وغیرہ میں رکھیں، اور مشورہ کیلئے استنجا وغیرہ سے فارغ ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر بیٹھیں، اور مقام کے اندر جو فکر مند لوگ ہیں، ان کو مشورہ کے اندر بلالیں۔ مسجد کے امام صاحب ہوں، بیٹھ کر مشورہ کریں۔ مشورہ کے اندر چوبیس گھنٹہ کا پروگرام بنالیں۔

مشورہ کا ضابطہ:

مشورہ کے اندر مقامی لوگوں سے بھی رائے لیں۔ ذمہ دار مشورہ کے اندر جس

سے رائے مانگے وہ دے اور جس سے نہ مانگے وہ نہ دے۔ پھر ذمہ دار فیصلہ کرے کہ کیا کرنا ہے۔ اپنی رائے کے خلاف اگر مشورہ ہے تو بھی خوشی کے ساتھ اس کام کو کرے اور اگر فیصلہ اپنی رائے کے موافق ہو تو ڈرتے رہنا کہ اس میں کہیں نقصان نہ ہو، جو ذمہ دار فیصلہ کرے، وہ سب کی رایوں کا احترام کرتے ہوئے، کسی کی رائے کی توہین نہ کرے رائے کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ کرے، مشورہ کے اندر دو باتوں کا خیال رکھا جائے، ایک تو یہ کہ مسجد سے جماعت نقش کیسے نکلے، دوسری بات یہ کہ اس مسجد میں جماعت کیسے بنے؟ ان دو باتوں کا مشورہ کرنا ہے۔

❁ چوبیس گھنٹہ کا نظام بنالیں:

مشورہ میں ہی چوبیس گھنٹہ کا نظام بنالیں۔ خصوصی گشت کے اندر کون جائے اور تعلیم کس وقت میں کرنی ہے، رات کے وقت میں بیان مغرب کے بعد ہوگا یا عشاء کے بعد ہوگا، یہ مقامی لوگ بتائیں گے۔ بیان کس کے ذمہ ہو، یہ ساری باتوں کا مشورہ چوبیس گھنٹہ کا ہو جائے۔

❁ خصوصی گشت:

خصوصی گشت کرنے کیلئے دنیوی یا دینی لائن کے جو ذمہ دار لوگ ہیں، عالم یا شیخ ہوں، ان کے پاس جانا، ان کے وقت میں ان سے ملاقات کرنا، کارگزاری سنانا، اور ان سے دعاؤں کا لینا، اور دنیوی لائن کے ذمہ دار ہوں، ان کے پاس جاکر چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات کرنا، کسی قسم کے سیاسی اختلاف کی بات نہ کرنا، نہ کسی کی مخالفت کی بات کرنا۔ بہت سے لوگ مختلف کام کرتے ہیں۔ تو ہمیں نہ کسی کی حمایت کرنا، نہ کسی کی مخالفت کی بات کرنا۔ چھ نمبروں کے اندر رہ کر اس بھائی کو کسی صورت سے آمادہ کرنے کی کوشش کرنا۔ چار مہینہ، چلہ، دس دن، تین دن یا کم از کم وہ ذمہ دار اپنا کوئی

آدمی لگادے جو گشت ہی کرادے۔

❁ عمومی گشت:

عمومی گشت آپ کو کرنا ہے تو اگر مغرب کے بعد بیان کرنا ہے تو آپ عصر کے بعد سارے مجمع کو جمع رکھیں، مقامی لوگوں کو بھی، اسی طرح ان سے عصر سے عشاء تک کا وقت لے لے جو دیدے بہتر ہے جو نہ دے اس سے کہہ دے کہ بھائی تم ذرا آتے ہوئے دوسرے کو بھی لیتے آنا۔ یہاں تک کہ ان کی جماعتیں بنائی جائیں۔ جتنی بھی جماعتیں بنیں۔ جو باقی بچے تو ان کو تین تین آدمیوں کی جماعتیں بنا کر الگ الگ آدمیوں کی ملاقاتوں کیلئے جانا مفید ہو تو اسے بھی کریں۔ عمومی جو جماعت بن کر جائے وہ دعا مانگ کر جائے، نظریں نیچی کرتے ہوئے چلیں، زبان سے اللہ کا ذکر کریں، اور یہ سمجھے کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے در در دعوت لیکر جانا یہ کام تو نبیوں کا ہے، اے اللہ! ہم کہاں اور کہاں یہ کام صرف تیرا فضل اور تیرا کرم ہے تو قبول کرلے۔

گشت کی اہمیت ختم نہ ہونے پائے نظریں نیچی ہوں۔ زبان سے اللہ کا ذکر ہو، ایک آدمی بولنے والا مقرر کرلیں، اور ساری جماعیت مل جل چلے جو سامنے آدمی ملے، ان سے بات کرے، ایک دو منٹ، زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہ ہو، ذہن بنانے کی بات ہو، ان لوگوں کے ساتھ بہت ہی اہمیت کے ساتھ بات کرے۔

❁ عمومی گشت میں متکلم کیا گفتگو کرے گا؟

بات کیا کرنی ہے؟ اس کیلئے کوئی لفظ معین نہیں، لیکن اندازہ آپ حضرات کو ہم بتادیں۔ اس کے آگے پیچھے آپ بات کریں۔ سلام کرو، مصافحہ کرو، اور ان سے کہو کہ بھائی آپ اور ہم مسلمان ہیں، ہم نے کلمہ پڑھا اور کلمے کے اندر ہم نے اقرار کیا کہ اللہ کے حکموں پر چلیں گے۔ نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر ہم چلیں گے۔ اس سے اللہ

ہماری دنیا اور آخرت کو بنائے گا۔ لیکن رسول پاک ﷺ کا طریقہ بغیر محنت کے زندگیوں میں آتا نہیں، اس سلسلہ میں ہماری جماعت فلاں جگہ سے آئی ہے ہمارے کچھ بھائی مسجد میں بیٹھے ہیں، آپ بھی تشریف لے چلئے اور مغرب کے بعد تفصیلی بات ہوگی۔

آپ گشت کیلئے جائیں تو مسجد میں کچھ بھائیوں کو بٹھادیں۔ ایک دو ساتھیوں کو ذکر میں بٹھادیں، اور ساتھی حلقہ بنالیں۔

گفتگو بہت اخلاق اور نرمی کے ساتھ ہو، اگر کوئی آدمی دھتکار دے تو اسے برداشت کرے، نبیوں نے بھی برداشت کیا ہے۔ بالکل کچھ نہیں کہنا یہ برداشت کرنا، اللہ سے بہت کچھ دلوائے گا۔

اب جو شخص تیار ہو گیا ہو اپنے گشت کے ساتھیوں میں سے ایک دو ساتھیوں کو اس کے ساتھ لگادے جو انہیں لیکر آئے، اگر نماز نہیں پڑھی ہے تو وضو کرا کے نماز پڑھائے پھر حلقہ میں بٹھادے۔

عمومی بیان کس طرح ہو؟

گشت کی جماعت مغرب کی نماز ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔ مغرب کے بعد جو بیان ہے، جس کے ذمہ ہو، وہ اپنی سنتوں کو مختصر کرے۔ خشوع وخضوع میں فرق نہ آنے پائے، مختصر ہونے سے کوئی خشوع وخضوع میں فرق نہیں آتا۔ اور پھر فوراً بیان کرنے کھڑا ہو جائے، دوسرے جو ساتھی ہیں مجمع کو جمع کریں، بہت اخلاق کے ساتھ۔

چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات کرنا، اور واقعات جو معتبر کتابوں میں ہیں، بیان کرنا، احادیث کے اندر بیان کرنے میں خطرہ ہے کہ کہیں موضوع حدیث بیان نہ ہو جائے، اس بناپر ذرا خاص طور پر احتیاط کرنا ہے، وہ لوگ جو پڑھے لکھے نہیں ہیں، اپنی

سیدھی سادی بات چھ نمبروں میں رہ کر جذبات کو ابھارنے والی صحابہ کے واقعات جو کتابوں میں ہیں، بیان کریں۔ چار، چار مہینہ خود کو دعوت و تبلیغ کی محنت کیلئے فارغ کریں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو تیار کرے، انشاء اللہ جب خود کھڑے ہو کر بولیں گے، تو دوسرے بھی بولیں گے، پھر چلنے کیلئے تیار کرلیں، پھر اس کے بعد دس دن، آخری کام آپ کو یہ کرنا ہوگا کہ مسجد وار وہاں کی جماعت بن جائے، جہاں نہیں بنی ہے۔ اور جب بن جائے تو صرف کاغذ پر بنی رہے، بلکہ عملاً وہ جماعت کام کرے مسجد وار جماعت کا کام انہیں بتانا، اور جن لوگوں نے نام دیا ہے، صبح گشت کر کے ان کی وصول یابی کرنا، اور یہ کوشش کرے کہ ہر مسجد سے جماعت نکل جائے، چاہے اس میں ایک دو دن ٹھہرنا ہی پڑے۔

خورونوش کا نظم:

اپنے کھانے پکانے کا انتظام ساتھ میں لیکر جائے۔ خصوصی گشت سے پہلے کھانا پکانے کا انتظام ہو جائے۔ اگر کوئی کھانے کی بات کرے تو اس کیلئے نہ تو قبول کرنا، ہر حال میں یہ بھی نہیں، اور نہ تو رد ہی کرنا ہر حال میں یہ بھی نہیں، دین کا فائدہ جس طرح بھی ہو، اس طرح کا مشورہ سے فیصلہ کرے۔

پرانے کام کرنے والوں کا فرض:

اس ترتیب پر ہمارا عمومی گشت بھی ہو، بیان بھی ہو، جماعت ہر جگہ سے نکلے یہ چوبیس گھنٹے گزارنے کا وقت آپ حضرات کے سامنے مختصر عرض کیا۔ لیکن ہمارے وہ پرانے کام کرنے والے جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں ہمارے حضرت جی کے معتمد ہیں، وہ حضرات اس بات پر بہت ہی دھیان دیں کہ آنے والی ان جماعتوں کی خوب خبر کریں، ان کے عیبوں کو نہ دیکھیں، کمزوریوں کو نہ دیکھیں۔ اگر کمزوریاں ہیں،

ان کو انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ اصول سکھائیں۔

چند باتیں صرف گنوا دیتا ہوں۔ سارا مجمع طے کر کے جائے، ایک تو مسجد وار جماعتوں کا بنانا۔ اسے پورا مجمع ٹھان لے۔ جماعتوں میں جانے والے بھی اور نہ جانے والے بھی، کوئی مشکل کام نہیں، یہ جماعت جو بنی ہے، مہینہ کے تین دن، ہفتہ کے دو گشت، روزانہ کی تعلیم مسجد اور گھر کی، اور چوبیس گھنٹہ میں چند منٹ مذاکرہ کرلیں کہ پوری بستی میں دین کیسے آئے؟ دوسری بات ڈھائی گھنٹہ روزانہ کا ہر آدمی مسجد کی آبادی کیلئے دیا کرے، اور دوسرے سے لیا کرے تاکہ مسجد ہر وقت آدمیوں سے آباد ہو، اور وہ فکر سے پوری بستی میں کام کریں۔

● کام کی عملی مشق کیونکر ہو؟

دیکھو ایک بات اور بتائیں۔ دعوت کے کام کو کیسے کریں، ہر جگہ یہ پرانے کام کرنے والے عملاً کرادیں گے، اور پھر پرانے کام کرنے والے سے نئے لپٹ جائیں اور نہ خوشامد کریں کہ اتنی خوشامد کریں کہ ان پرانے کام کرنے والوں کو شرم آجائے اور وہ تمہیں خود بتائیں اور پرانے زیادہ خوشامد نہ کرائیں، انشاء اللہ ہر مسجد کے اندر ہو سکتا ہے کہ مسجد نبوی (ﷺ) کی جھلک پیدا ہو جائے اور ہر بستی میں مدینہ منورہ کی جھلک پیدا ہو جائے۔

● عورتوں اور بچوں کا ذہن بنانے کی فکر کریں:

ایک بات اور ذہن میں رکھیں کہ عورتیں دنیا میں مردوں سے زیادہ ہیں، اور بچے عورتوں سے زیادہ، اس لئے اپنی عورتوں اور بچوں کا ذہن بنانے کی فکر کریں۔ یہ ہر جگہ کہیں بھی، اور خود بھی کریں۔

● جماعتیں زیادہ سے زیادہ کیونکر نکالی جائیں:

ایک بات اور عرض کرنی ہے کہ گھرانے کے اندر جتنے کمانے والے ہیں، جماعتوں کی نقل وحرکت ایسی کریں بھیجنے کی کہ آدھے جماعتوں میں پھریں اور آدھے گھر پر کاروبار اور مقامی ضرورتوں اور کام کو سنبھالیں۔ برکت دینے والے اللہ ہیں۔

ایک بات آخری اور عرض کرنی ہے کہ یہ ہماری جماعتیں خالی پھر کر واپس نہ آویں، بلکہ درمیان میں ہر بستی سے جماعت نکالیں۔ اگر آپ ایسا نہ کر سکیں، تو بھائی کم سے کم درجہ یہ ہے کہ پورے چلے میں کم سے کم دو تین جماعتوں کو ہی نکال لاویں چلے کی۔ اگر اس طرح بھی آپ نے نہیں کیا تو اگر ہزار جماعتیں جارہی ہیں اور اجتماعات ہوں تو یہ ہزار جماعتیں چلے والی جب تک گھر ہوں گی، دو ہزار دوسری پھر رہی ہوں گی۔ اگر یہ سلسلہ سال بھر چلا، تو لاکھوں جماعتیں دنیا میں بغیر کسی اجتماع کے پھر رہی ہوں گی۔ اور اجتماع سے نکلنے والی مزید برآں ہوں گی۔

● اصل مسئلہ اللہ کی طرف سے ہے:

یہ ساری بات جو ہے یہ ظاہری اسباب کے طور پر ہیں، لیکن اصل مسئلہ اللہ کی طرف سے ہے، قبولیت اللہ کی طرف سے ہے۔ اس قبولیت کیلئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑانا کہ پیارے اللہ! کرنے والا تو ہی ہے، یہ تیرا احسان ہے، اے اللہ! تو قبول کر اور اس میں ایسا اثر ڈال دے کہ پوری دنیا کا ہر امتی حضورؐ کے کام کو اپنا کام بنالے، اور حضورؐ کے غم کو اپنا غم بنالے، حضورؐ کے درد کو اپنا درد بنالے، اور بے چین ہو جائے ہر امتی حضورؐ کے کام کیلئے اور اے اللہ! اس میں اتنے اثرات ڈال دے کہ پوری دنیا کے انسانوں کیلئے ہدایت کے دروازے کھل جائیں تاکہ قیامت کے دن جب ہم جنت میں جائیں تو پورے عالم کے کروڑوں لوگوں کو لیکر ہم جنت میں جائیں۔

خوب گڑگڑا کر دعاؤں کا مانگنا۔ دیکھو چاہے تم زبان نہیں ہو، لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ گڑگڑا کر دعاؤں کو مانگو گے تو انشاء اللہ جہاں تمہاری ہماری جماعتیں نہیں گزریں گی، اللہ پاک ایسا قادر مطلق ہے کہ وہاں پر بھی ہدایت کے دروازے کھول دے گا اور پھر کانوں میں صدائیں آئیں گی کہ فلاں ملک اللہ کی طرف ایسا چھا گیا۔ اور فلاں قوم اللہ کی طرف سے ایسی چھاگئی، یہ صدائیں آئیں گی اور یہ صدائیں کانوں میں پڑیں گی تو تمہاری اور ہماری خوشی کے مارے راتوں کی نیند اڑا دے گی۔ کہ یا اللہ تو نے ہمیں یہ دن دکھایا۔

اور جب حضور کا غم ہو گا تو جہاں بے دینی کے پھیلنے کی خبر آئے گی تو وہ ہمیں بے چین کر دے گی، اور راتوں کو سونے نہیں دے گی کہ یا اللہ! تیرا دین اس طرح کیسے مٹ گیا؟

● اللہ کے کرنے کا ضابطہ:

تو اس کیلئے میرے بھائی کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔ اور اللہ کے کرنے کا ضابطہ نبیوں والی محنت ہے۔ اور اس کے ساتھ اللہ کے سامنے گڑگڑانے والی دعائیں ہیں۔ اس وقت ہمیں دعا مانگنی ہے ہمارے حضرت جی کی صحت کے واسطے، اور کام کی حفاظت کے واسطے بھی دعا مانگنی ہے۔ اس کام کے اوپر نا معلوم کتنی کتنی افتادیں پڑتی ہیں اور نہ معلوم کتنی پریشانیاں ہمارے اس دعوت والے کام پر آتی رہتی ہیں۔ تو اس کیلئے بھی دعائیں مانگنا ہے کہ اے اللہ! ہم اس کام سے نسبت رکھنے والے لوگوں کی غلطیوں کو تو، معاف کر دے۔ اور اے اللہ! اس کے اوپر جو آفتیں آرہی ہوں، اس کو تو، دور کر دے۔ اور پورے عالم میں اس کام کو پھیلا دے۔